تصنیفِ لطیف
مفتی عطاء الرحمٰن مُلتانی
صدر مدرس الجامعه الشرعیه گوجرانواله

المکتبة الشرعیة ○ شمع کالونی، جی ٹی روڈ گوجرانواله فون ۲۵۹۱۸۳

وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی (القرآن)
سِمَایۃُ النحو
اُردو شرح
ھدایۃُ النحو

نام کتاب	سحابۃ النحو
مصنّف	مفتی عطاء الرحمٰن ملتانی
طبع اوّل	صفر ۱۴۲۲ھ
طبع دوم	شوال ۱۴۲۲ھ

ملنے کے پتے:

مدرسہ بحر العلوم توحید آباد مولانا قاری ظفر اللہ صاحب

جامعہ رحمانیہ فرید ٹاؤن ملتان مفتی عتیق الرحمٰن ربانی صاحب فون: ۵۵۱۷۳۷

مکتبہ رشیدیہ راولپنڈی	مکتبہ سید احمد شہید لاہور
مکتبہ رحمانیہ لاہور	ادارہ اسلامیات لاہور
المکتبۃ الحسینیہ بلاک ۱۸ سرگودھا	کتب خانہ مجیدیہ ملتان
مکتبہ رحمانیہ	مکتبۃ العارفی فیصل آباد
قدیمی کتب خانہ کراچی	مکتبہ اسلامی کراچی
مکتبہ المعارف پشاور	کتب خانہ صدیقیہ اکوڑہ خٹک
کتب خانہ رشیدیہ کوئٹہ	مکتبہ حنفیہ گوجرانوالہ
مکتبہ نعمانیہ گوجرانوالہ	اسلامی کتب خانہ سرگودھا

مکتبہ گلستان اسلام چوک بلاک ۱۱ سرگودھا

ڈسٹری بیوٹر:

مکتبہ رحمانیہ اقراء سنٹر غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور

فون: 7355743 , 7224228 فیکس: 7221395

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُكَ يَامَنْ هَدَيْتَنَا نَحْوَ الْإِسْلَامِ
ثُمَّ نُصَلِّي وَنُسَلِّمُ عَلٰى مَنْ بَلَّغَنَا الْكَلِمَةَ وَالْكَلَامَ
وَعَلٰى مَنْ لَمْ يَنْصَرِفْ عَنْهُ ذَوِي الْعِلْمِ وَالْأَعْلَامِ

اما بعد:۔ احقر کی چھوٹی تصنیف بنام سعایۃ النحو آپ کے ہاتھوں میں ہے جس سے قبل تنویر شرح نحو میر، املاء الصرف شرح ارشاد الصرف، کاشفہ شرح کافیہ، غرض جامی شرح جامی، ضوابط نحویہ اُردو، ضوابط نحویہ پشتو، بفضل اللہ تعالیٰ طبع ہو کر عند الخواص مشرف بالقبولیت ہو چکی ہیں۔ جو کہ صاحب فن اساتذہ کرام کے لیے اور صاحب ذوق طلباء عظام کے لیے یقیناً علمی ذخیرہ ہیں۔

اس شرح میں کافیہ کے طرز کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ تاکہ کافیہ کی تعلیم و تعلم کی استعداد پیدا ہو جائے، یہی مقصود ہے ہدایۃ النحو کا۔ جس پر تصریح کرتے ہوئے صاحب ہدایۃ النحو نے کہا (علی ترتیب الکافیہ) بلکہ ہر پہلے درجہ کی کُتب سے دوسرے درجہ کی کُتب کی تفہیم و تفہم کی استعداد پیدا کرنا ہے، اور اس شرح میں یہ بھی سعی کی گئی ہے کہ قواعد و ضوابط کی علل اور حکمتوں کے ساتھ مزین کیا جائے اور مسائل و عجائب کا ذخیرہ جمع کیا جائے جن کو سوالات و جوابات کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔

یہ سوال و جواب درحقیقت علم نحو کے احکام و مسائل ہیں اور قوانین نحویہ اور اُن کی شرائط ہیں جو کہ علم نحو کو ضبط و حفظ کرنے کے لیے انتہائی ضروری ہیں۔ لیکن عموماً

ہدایۃ النحو میں طلبہ کی سہولت کے پیشِ نظر ترجمہ اور مختصر مطلب پر اکتفا کیا جاتا ہے۔
حالانکہ (اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا، اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا) کے قاعدہ کے حوالے سے تو مشکلات سہولیات کا پیش خیمہ ہوتی ہیں، عزیز طلباء کو نصیحت ہے کہ علوم کا معیار وفاق کی سند نہ رکھیں اور نہ ہی اس پر اعتماد کریں۔ کیونکہ یہ سند عند الناس تو کام دے جائے گی۔ لیکن عند اللہ علمی سند چلے گی کاغذی نہیں۔ اس لیے پوری محنت اور پوری توجہ سے اور سمجھ کر پڑھیں۔

نیز علم کے بڑھانے کی فکر کے ساتھ ساتھ عمل کے بڑھانے کا فکر بھی بہت ضروری ہے جیسا کہ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان اعلمکم باللہ وان اخشاکم معلومات اور معمولات میں جوڑ علوم دینیہ کا خاصہ ہے۔

مولانا رومیؒ نے خوب کہا ہے۔

علم چوں بر دل زنی یارے شود	علم چوں برتن زنی مارے شود
قال را بگذار مرد حال شو	پیش مرد کاملے پامال شو
دانش نور است در جان رجال	نے ز دفتر نے ز راہ قیل و قال

اللہ ربُّ العزت ہمیں صفات حسنہ کو اختیار کرنے کی اور صفات سیئہ سے اجتناب کرنے کی توفیق بخشے اور اس شرح کو قبولیت سے نوازے۔

طالبِ دُعا
احقر عطاء الرحمٰن ملتانی
خادم الجامعۃ الشرعیۃ شمع کالونی گوجرانوالہ

بسم الله الرحمن الرحیم

سوال مصنفؒ نے اپنی کتاب هداية النحو کو بسم اللہ سے شروع کر کے کیا فوائد حاصل کیے۔

جواب چند فوائد حاصل کیے

فائدہ اول: تبرک حاصل کیا

فائدہ ثانیہ: قرآن کی اقتدا کی ہے کیونکہ قرآن مجید کی ابتدا بسم اللہ سے ہے۔

فائدہ ثالثہ: حدیث پر عمل کیا ہے جو کہ ابتدا بالتسمیہ کے بارے میں ہے کل امر ذی بال لم یبدء فیه ببسم الله فهو ابتر۔ ہر مہتم بالشان کام جسکی ابتدا بسم اللہ سے نہ ہو وہ خیر و برکت سے منقطع ہوتا ہے۔

فائدہ رابعہ: حدیث قدسی کی اقتدا کی ہے رب العزت نے قلم کو حکم دیا اکتب روایت میں آتا ہے اول ما کتب القلم بسم الله الرحمن الرحیم سب سے پہلے قلم نے بسم الله الرحمن الرحیم لکھا تھا۔

فائدہ خامسہ: شیطان پر رجم کی ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے من قال بسم الله یذوب الشیطان کما یذوب الرصاص فی النار

فائدہ سادسہ: کافروں پر رد کیا ہے جو کہ اپنے کام اپنے معبودان باطلہ کے نام سے شروع کیا کرتے تھے۔

فائدہ سابعہ: سلف صالحین مصنفین کی اتباع کی ہے کہ انہوں نے بھی اپنی کتابوں کو بسم الله الرحمن الرحیم سے شروع کیا تھا۔

فائدہ ثامنہ: اللہ تعالیٰ سے استعانت اور مدد حاصل کی ہے۔

سوال حدیث میں حکم ہے کہ ہر مهتم بالشان کام کو تسمیہ سے شروع کیا جائے اور یہ بات ظاہر ہے کہ تسمیہ بھی تو مہتم بالشان کام ہے اس کے لئے اور تسمیہ کی ضرورت پھر وہ بھی مہتم بالشان اس کے لئے اور تسمیہ کی ضرورت یہ تو تسلسل لازم آئے گا جو کہ باطل ہے۔

جواب حدیث تسمیہ میں تسمیہ کا غیر مراد ہے کہ ہر مهتم بالشان کام اسکو بسم اللہ سے

شروع کرنا ہے لیکن بسم اللہ وہاں مراد نہیں کہ بسم اللہ کے لئے اور بسم اللہ سے شروع کیا جائے کیونکہ اس سے تو تکلیف ما لا یطاق ہو جائے گی حالانکہ شرعی اصول ہے کہ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا ۔

سوال بسم اللہ میں لفظ اسم کو اللہ کے نام پر کیوں مقدم کیا گیا؟

جواب تاکہ یمین اور تیمن میں فرق باقی رہے۔

سوال حدیث تسمیہ میں تو حکم اللہ کے نام سے شروع کرنے کا ہے لیکن اس تسمیہ مخصوص کی تعیین موجود نہیں ہے۔

جواب اول حدیث میں بسم اللہ پر باء موجود ہے جس کا معنی یہ ہے کہ بسم اللہ کے ساتھ شروع کرو اس لئے اس تسمیہ مخصوص کا حکم موجود ہے۔

جواب ثانی اگر بسم اللہ پر باء زائدہ موجود نہ بھی ہو تب بھی لفظ اسم کی اضافت لفظ اللہ کی طرف اضافت بیانیہ ہے تو پھر بھی مقصود یہ ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے لفظ اللہ کے ساتھ ہر کام کی ابتدا کرو کیونکہ لفظ اللہ یہ جامع الصفات ہے جیسا کہ علماء نے لکھا ہے کہ اللہ علم علی الاصح للذات الواجب الوجود المستجمع لجمیع صفات الکمال ۔

قولہ **اللہ** جسطرح ذات باری تعالیٰ کے معرفت میں عقول انسانی حیران ہیں اسی طرح علم باری تعالیٰ میں بھی حیران ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسم کا اثر ہوتا ہے مسمی میں مشکوۃ شریف میں باب الاثانی صفحہ ۴۰۹ میں سعید ابن میتبؓ کی حدیث موجود ہے کہ ان کے والد نے حضور ﷺ کے کہنے کے باوجود اپنا نام حزن تبدیل نہیں کیا تو حضرت سعید فرماتے ہیں۔ کہ لا یزال فینا الحزون اسی طرح یہاں مسمی ذات باری تعالیٰ کی تجلیات کا عکس بھی اسم باری تعالیٰ میں ہے کہ اس کی تحقیق میں بھی عقول انسانی حیران ہے چنانچہ ابتدا لفظ میں اختلاف ہے یہ سریانی یا عربی ہے پھر دوسرا اختلاف کہ عربی یا علم ہے پھر تیسرا اختلاف اگر علم ہے تو علم جامد یا مشتق چوتھا اختلاف اگر مشتق ہے تو اس کا مادہ اشتقاق کونسا ہے۔

سوال لفظ اللہ کا ہمزہ وصلی ہے یا قطعی اگر وصلی ہے تو یا اللہ میں کیوں نہیں گرتا اگر قطعی ہے

تو فالله خیر حافظا میں کیوں گرجاتا ہے۔

جواب لفظ الله میں جو الف لام ہے اس کی دو حیثیتیں ہیں ایک تعویذ ہونے کی کہ ہمزہ اله کے عوض میں ہے اور ایک تعریف ہونے کی لہذا جب یہ منادی واقع ہوگا تو اس میں تعویذ کا اعتبار کرتے ہوئے نہیں گرایا جائے گا کیونکہ یہ ضابطہ مسلمۃ ہے کہ دو آلہ تعریف کے ایک مقام میں جمع نہیں ہو سکتے اور غیر منادی میں اس کو گرا دیا جائے گا جس میں تعریف کی حیثیت کا اعتبار کیا جائے گا۔

فائدہ (۱) اسماء الاجناس جن کا اطلاق قلیل وکثیر پر برابر ہوتا ہے۔

(۲) اعلام مختصہ جو ابتداء وضع میں ہی کسی ایک جزئی کے ساتھ اس طرح خاص ہوں کہ کسی دوسری جزء کا شمول ناممکن ہو انکو اعلام ذاتیہ بھی کہتے ہیں۔

(۳) اعلام غالبہ جن کی وضع تو معنی کلی اور جنس کیلئے کی گئی ہو لیکن بعد میں کسی ایک جزئی کے ساتھ مختص کر دیا جائے مبالغہ کے لئے یا کمال معنی جنس کے تحقق کے لئے چنانچہ لفظ الٰہ اسماء الاجناس کے قبیلے سے ہے۔ یطلق علی کل معبود سواء کان حقا او باطلا چنانچہ قرآن میں ارئیت من اتخذ الٰهه هواه اور لفظ الله اعلام مختصہ کے قبیل میں سے ہے ابتداء یہ لفظ خاص ذات باری تعالیٰ کے ساتھ اور الالٰہ اگرچہ اس کی وضع تو ہر قسم کے حق وباطل معبود کے لئے لیکن معنی جنسی معبودیت کے کامل طور پر باری تعالیٰ میں پائے جانے کی وجہ سے اب یہ خاص ہو گیا معبود بالحق کے ساتھ۔

نوٹ: لفظ الله کی پانچ خصوصیات احقر کی تصنیف رفتہ العوامل شرح مائۃ عامل میں ملاحظہ فرمائیں۔

قولہ الرحمن الرحیم

یہ دونوں رحم سے مشتق ہیں۔ ان دونوں میں مبالغہ کا معنیٰ پایا جاتا ہے لفظ الرحمن کا معنی ذوالرحمة التی لاغایة لها بعد الرحمة اسی لئے قاعدہ بنا دیا گیا کہ لا یطلق الرحمن الاعلی الله لفظ رحمٰن کا اطلاق الله کے سوا کسی غیر پر جائز نہیں ہے چنانچہ تاج العروس اور

راغب میں یہ لکھا ہوا ہے۔ البتہ رحمن اور رحیم میں فرق ہے۔

فرق اول: باعتبار کمیت یعنی کثرت افراد کہ رحمن کا تعلق دنیاوی نعمتوں سے ہے یعنی کافر اور مومن دونوں پر ہیں تو لہذا اسکے مرحومین افراد زیادہ ہوگئے ہیں۔ اور الرحیم کا تعلق آخرۃ کے ساتھ ہیں جس میں کفار محروم ہونگے اس لحاظ سے الرحیم کے مرحومین افراد کم ہوگئے ہیں۔

فرق دوئم: باعتبار الزیادۃ فی الکیفیت الرحمن کا تعلق چھوٹی اور بڑی نعمتوں دونوں کے ساتھ ہے کیونکہ دنیا کے اندر بڑی نعمتیں بھی ہیں اور چھوٹی نعمتیں بھی ہیں اور جبکہ الرحیم کا تعلق فقط بڑی نعمتوں کے ساتھ ہے اور بعض نے یوں فرق بیان کیا۔

الرحمن میں محبت پدری اور الرحیم میں محبت مادری ہے۔

محبت پدری: والد یہ چاہتا ہے کہ میرا بیٹا کمال حاصل کرے خواہ اسے کتنی زیادہ مشقتیں اٹھانی پڑیں اور ماں کی محبت کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ میرا بیٹا ہمیشہ راحت کی زندگی گزارے۔ کبھی بھی اسے بے آرامی بے چینی نہ ہو خواہ وہ کمال حاصل کرے یا جاہل رہے۔

چنانچہ رحمن کا تعلق دنیا کے ساتھ ہے اس لئے اس میں رحمت پدری کی طرف اشارہ ہے کہ دنیا میں انسان تمام عبادتیں، ریاضتیں، انکی مشقتیں برداشت کر کے کمال حاصل کرے چنانچہ فرمایا۔

الرحمن علم القرآن۔ اور الرحیم میں شفقت مادری کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو آخرت میں ہر قسم کی راحتیں پہنچائے گا۔

رحمت کا لغوی معنیٰ رقۃ القلب بحیث یقتضی الفضل والا حسان کہ رحمت اور انعطاف اور میلان اس درجے میں ہو کہ مرحوم پر رحم کیے بغیر نہ رہ سکے۔

سوال رقت قلب سے باری تعالیٰ مبریٰ منزہ ہیں اسی طرح دوسرے صفات جو کہ کیفیات نفسانی اور اسی طرح وہ صفات جو انفعالی ہیں انکا اطلاق بھی باری تعالیٰ پر صحیح نہیں ہے مثلاً صفت غضب وغیرہ اور صفت انفعالی کا مطلب یہ ہی ہے کہ دوسری چیز کا اثر قبول کرنا الحاصل ان صفات کا ساتھ ذات باری تعالیٰ کا متصف کرنا کیسے جائز ہے۔

جواب وہ تمام صفات جن میں کیفیات نفسانی ہوں ایک انکا مبدا ہے اور دوسرا منتھیٰ ہے رحمت کا مبدا سبب تو رقت قلب ہے لیکن منتھاء اور غایت سبب فضل اور احسان ہے ان تمام صفات سے غایات اور مسببات مراد ہوتے ہیں یہ ذکر الاسباب و ارادۃ المسببات کے قبیل سے ہے۔ جو کہ مجاز مرسل کی ایک قسم ہے استعارہ تشبیھیہ ہے کہ ایک کفیت باری تعالیٰ کی تشبیہ دوسری کیفیت مخلوق کے ساتھ دی اس کو استعارہ تشبیھیہ کہتے ہیں۔

سوال قاعدہ ہے کہ ترقی من الادنی الی الاعلی ہوتی ہے تو لہذا اس قاعدہ کی بناء پر تو لفظ رحیم کو مقدم کرنا چاہیے تھا اور لفظ رحمن کو مؤخر کرنا چاہیے تھا لیکن یہاں برعکس کیوں کیا گیا ہے۔

جواب آپکا قاعدہ مسلم ہے لیکن بسا اوقات جب اس کے مقابلے میں کوئی اہم نکتہ موجود ہو تو اس نکتہ کی بناء پر خلاف بھی کرلیا جاتا ہے چنانچہ یہاں پر یہ نکتہ ہے کہ رحمن کمیت کے اور کیفیت کے لحاظ سے ابلغ تھا اس کا تعلق دنیا سے تھا جو کہ مقدم ہے اور رحیم کا تعلق نعم اخرویہ سے تھا جو کہ مؤخر ہے جو لفظ دال ہو ایسی رحمت پر جس کا تعلق مقدم شئ سے ہے ایسے لفظ کو مقدم کرنا چاہیے تھا اس لئے مقدم کیا گیا ہے۔

جواب ثانی لفظ رحمن کی تقدیم لفظ رحیم سے اس لیے ابلغ ہے جس طرح لفظ اللہ علم ذاتی ہے اور مختص بہ ذات باری ہے اس طرح لفظ رحمٰن بھی مختص بہ ذات باری ہے۔ تو یہ بمنزل علم کے تھا بوجہ اختصاص کے، تو مناسب یہ تھا کہ اسماء ذاتیہ کو اکٹھے ذکر کردیا جائے۔

ترکیب بسم اللہ کی ترکیب میں احتمالات ترکیبیہ 215424 دو لاکھ پندرہ ہزار چار سو چوبیس ہیں احقر کی تصنیف ضوابط نحویہ میں ملاحظہ فرمائیں صفحہ نمبر 69 پر۔

جو مشہور تین احتمالات ہیں انکو ہم ذکر کردیتے ہیں۔

ترکیب اول : باء حرف جار لفظ اسم مجرور بالکسرہ لفظاً مضاف لفظ اللہ مجرور بالکسرہ لفظاً موصوف الرحمٰن صیغہ صفت معتمد بر موصوف یعمل عمل فعلہ ضمیر در و مستتر معبر بہ ھو مرفوع محلاً فاعل۔ صیغہ صفت اپنے فاعل سے مل کر شبہ جملہ ہو کر صفت اول الرحیم صیغہ صفت

معتمد بر موصوف اپنے فاعل سے ملکر صفت ثانی، موصوف اپنی دونوں صفتوں سے ملکر مجرور لفظاً مضاف الیہ لفظ اسم مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر مجرور ہوا جار کا، جار مجرور سے ملکر ظرف مستقر، متعلق ہے مستعان ملصق کے اور یہ صیغہ صفت اپنے نائب فاعل سے مل کر شبہ جملہ ہو کر خبر مقدم جس کے لئے مبتدا مؤخر محذوف ہے جو تصنیفی یا ابتدائی ہے مبتدا اپنے خبر سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ

ترکیب ثانی: جار مجرور مل کر ظرف لغو یا مستقر سے مل کر متعلق اقرا یا اشرع کے۔ اقرا فعل مضارع مرفوع بضمہ لفظاً ضمیر در مستتر معبر با انا مرفوع محلا فاعل۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ۔

ترکیب ثالث: جار مجرور ملکر ظرف مستقر متعلق مبتدأ صیغہ صفت بر ذوالحال ضمیر در و مستتر معبر بہ ھو مرفوع محلا فاعل صیغہ صفت اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر حال ہے اقرء کی ضمیر سے جو کہ انا ہے ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل ہوا اقرء کا۔ فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ۔

فائدہ تینوں تراکیب میں یہ جملہ لفظاً خبریہ ہے لیکن معنی انشائیہ ہے۔ تینوں ترکیبوں کے مطابق ترجمہ الگ الگ ہے۔

1- اللہ کی نام کی مدد کے ساتھ جو بہت مہربان نہایت رحم والا ہے میری ابتداء کرنا ہے۔

2- ترجمہ: ابتداء کرتا ہوں اللہ کے نام کے ساتھ جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

3- ترجمہ: ابتدا کرتا ہوں درانحالیکہ ہے کہ برکت حاصل کرنے والا ہوں۔ اسم جلالت کے ساتھ جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

قولہ **الحمد للہ**

سوال مصنفؒ نے تسمیہ کے بعد تحمید کو لا کر کیا فوائد حاصل کیے۔

جواب چند فائدے حاصل کیے فائدہ اولیٰ: قرآن کی اقتداء ہے کیونکہ قرآن کی ابتداء تسمیہ اور تحمید سے ہے۔

فائدہ ثانیہ: حدیث پر عمل ہے کل امر ذی بال لم یبداء بحمد لله فھو اقطع

فائدہ ثالثہ: کہ سلف صالحین کی اتباع ہے کیونکہ وہ اپنی کتابوں کو تسمیہ اور تحمید سے شروع کیا ہے۔

سوال ابتداء کے بارے میں دو حدیثیں ہیں۔ حدیث تسمیہ اور حدیث تحمید اور یہ بات ظاہر ہے کہ ابتدا ایک چیز سے ہوسکتی ہے متعدد سے نہیں ہوسکتی تو لھذا ایک حدیث پر عمل کرنے سے دوسری حدیث متروک ہوتی ہے اور قاعدہ ہے اذا تعارضا ساقطا لھذا یا تو تطبیق کی صورۃ پیدا کرو ورنہ دونوں حدیث متروك العمل ہوجائینگی۔

جواب ابتداء کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) ابتداء حقیقی، (۲) ابتدا اضافی، (۳) ابتداء عرفی۔

(۱) ابتداء حقیقی: ما کان مقدما علی المقصود وغیر المقصود جو سب سے مقدم ہو مقصود اور غیر مقصود دونوں پر۔

(۲) ابتداعرفی: ما کان مقدما علی المقصود

(۳) ابتدا اضافی ما کان مقدما علی البعض۔ اب تطبیق یوں ہے کہ حدیث تسمیہ سے مراد ابتدا حقیقی ہے اور حدیث تحمید سے مراد ابتداعرفی ابتدا اضافی ہے فاندفع التعارض۔

سوال برعکس کیوں نہیں کیا یعنی تسمیہ کو مؤخر کردیتے اور حمد کو مقدم کردیتے ایسا کیوں نہیں کیا۔

جواب اول تسمیۃ سے مقصود اسم ذات کا بیان ہے جس سے برکت و استعانت حاصل کرنا ہے اور حمد میں صفات کا اثبات مقصود ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ ذات مقدم ہوتی ہے صفات پر اس لئے تسمیہ کو حمد پر مقدم کیا۔

جواب ثانی تسمیۃ اسمائے ثلاثہ پر مشتمل ہے جبکہ حمد اسم واحد پر مشتمل ہے اسی وجہ سے حمد کو مؤخر کیا اور تسمیۃ کو مقدم کیا۔

حمد کا لغوی معنی تعریف کرنا اور اصطلاحی معنی ھو الثناء باللسان علی الجمیل الاختیاری سواء کان نعمة اوغیرھا کسی محمود کی ایسی صفت جمیل پر تعریف و توصیف کرنا خواہ مقابلے میں انعام ہو یا نہ ہو اس تعریف پر سوال ہونگے۔

سوال یہ تعریف حمد انسانی کو تو شامل ہے لیکن حمد باری یعنی باری تعالیٰ جو حمد کرتے ہیں اس کو تو شامل نہیں کیونکہ اس میں لسان کا ذکر ہے اور باری تعالیٰ اس سے مبری اور منزہ ہیں۔

جواب اول یہاں پر حمد انسانی کی تعریف بیان کی گئی ہے نا کہ حمد باری کی۔

جواب ثانی لسان سے مراد قوت تکلم ہے اور باری تعالیٰ میں بھی قوت تکلم موجود ہے۔

سوال جمیل کے ساتھ اختیاری کی قید لگائی اس سے باری تعالیٰ کی صفات تو داخل ہونگی کیونکہ وہ اختیار میں ہیں لیکن صفات ذاتیہ خارج ہو جائیں گی جیسے سمع، بصر وغیر کیونکہ وہ باری تعالیٰ کے اختیار میں نہیں ورنہ صفات مخلوق ہو کر حادث بن جائیں گی۔

جواب اول یہاں ذکر حمد کا ہے لیکن مراد مدح ہے اور مداح میں اختیار کی قید نہیں ہے۔

جواب ثانی صفات ذاتیہ غیر اختیاریہ بمنزل اختیاریہ کے ہیں کیونکہ صفت کے اختیاری ہونے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ صفات ایسی ذات کی ہوں وہ ذات ان کے صدور میں محتاج الی الغیر نہ ہو اور بھی بہت سارے جوابات کتب میں موجود ہیں۔

فائدہ مدح کی تعریف بھی حمد والی ہے لیکن صفت کے ساتھ اختیاری ہونا ضروری نہیں لہٰذا حمدت زید اعلی کرمه وعلمه کہنا صحیح ہے لیکن حمدت زیدا علی حسنه کہنا صحیح نہیں ہے لیکن مدحت زیدا علی حسنه کہنا جائز ہے تو واضح ہوا کہ حمد اور مدح میں نسبت عموم خصوص مطلق کی ہے اور اتصال بھی موجود ہے۔

شکر کی تعریف : هو فعل ینبی عن تعظیم المنعم لکونه منعماً سواء کان باللسان او بالجنان او بالارکان۔

فائدہ شکر دو قسم پر شکر لغوی واصطلاحی شکر لغوی تو یہی تھا شکر اصطلاحی صرف العبد جمیع ما انعم الله به الی ما خلق لاجله کہ بندے کا جمیع منعمات باری تعالیٰ کو خرچ کر دینا ایسی طرف جس کے لئے باری تعالیٰ نے ان کی وضع کی ہو مثلاً باری تعالیٰ نے ہاتھوں کو پیدا کیا تا کہ عبادت میں مصروف رہیں زبان کو پیدا کیا تا کہ توصیف باری تعالیٰ میں مصروف رہے۔ قلب کو پیدا کیا تا کہ معرفت الٰہی میں مصروف رہے اور ذکر الٰہی سے خالی نہ ہو۔ شکر

اصطلاحی میں جمیع اعضاء یعنی لسان، ارکان، جنان کا اجتماعی طور پر بیک وقت مصروف ہونا ہے اور حمد باری اور شکر لغوی تو فقط تعریف لسانی سے بھی متحقق ہو سکتا ہے۔ لہذا شکر اصطلاحی کل ہے۔ لسان، ارکان جنان وغیرہ اس کے اجزاء ہیں شکر لغوی کلی ہے یہ تین اس کی جزئیات ہیں لسان وغیر لہذا انتفاء جزء انتفاء کل کو مستلزم ہوتا ہے لیکن انتفاء جزئی انتفاء کلی کو مستلزم نہیں ہوتا۔

فائدہ حمد اور مدح عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے لیکن حمد اور مدح کی شکر کے ساتھ کیا نسبت ہے وہ یہ ہے کہ حمد اور مدح متعلق کے لحاظ سے عام ہے اور شرط کے لحاظ سے خاص ہیں یہ فقط لسان سے ہی ادا ہوتے ہیں اور شکر بالعکس ہے انکے درمیان نسبت عموم خصوص من وجہ کی ہوئی۔

حمد کا معنی: کل حمد من الازل الی الابد من ای حامد من الخالق او من مخلوقہ مختص للہ تعالیٰ اس میں تین تعمیمیں اور ایک تخصیص ہے۔

پھلی تعمیم: وہ الف لام سے حاصل ہوئی ہر قسم کی حمد۔

دوسری تعمیم: ازل سے ابد تک یہ جملہ اسمیہ سے حاصل ہوئی۔

تیسری تعمیم: من ای حامد کہ کوئی حمد کرنے والا ہو یہ تعمیم ترک حامد ترک فاعل سے حاصل ہوئی۔ کیونکہ ضابطہ مختصر المعانی میں موجود ہے کہ ترک قید عموم کا فائدہ دیتی ہے اور ایک تخصیص ہے جو کہ لام سے حاصل ہوئی اور تخصیص کا ایک اور طریقہ بھی ہے وہ مختصر المعانی میں یہ قاعدہ لکھا ہے (ان المعرف بلام الجنس ان جعل متبداءً فھو مقصور علی الخبر سواء کان الخبر معرفۃ او نکرۃ وان جعل خبراً فھو مقصوراعلی المبتدا مختصر المعانی صفحہ نمبر ۱۸۷

سوال جملہ اسمیہ کے بارے میں شیخ عبد القاہر جرجانی نے لکھا ہے کہ یہ نفس ثبوت محمول للموضوع کا فائدہ دیتا ہے جسمیں دوام اور استمرار کا فائدہ نہیں ہوتا جیسے زید منطلق، تو آپ نے دوام استمرار کا معنی کہاں سے نکال لیا۔

جواب شیخ جرجانی نے جہاں وہ فائدہ لکھا ہے وہاں یہ بھی لکھا ہے کہ جملہ اسمیہ ابتداء اگرچہ دوام اور استمرار کا فائدہ نہیں دیتا۔ لیکن جب جملہ فعلیہ سے عدول کر کے جملہ اسمیہ بنا یا جائے تو پھر یقیناً دوام اور استمرار کا فائدہ دیتا ہے۔ اور یہاں پر بھی جملہ فعلیہ سے جملہ اسمیہ کی طرف عدول کیا گیا ہے۔

قولہ **رب العالمین** لفظ رب کی صیغوی تحقیق رب مصدر ہے باب نصر ینصر سے رب یرب ۔ ربا بمعنی تربیت کرنا۔ علامہ جامی نے مختار الصحاح میں لکھا ہے کہ یہ تین باب مترادف ہیں 1 مضاعف ثلاثی مجرد کا بھی باب 2 باب تفعیل، ربب یربب تربیبا 3 ناقص یائی ربی یربی تینوں کا معنی تربیت کرنا ہے اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ تینوں ایک شئ ہیں کیونکہ جو ناقص کا باب وہ بھی مضاعف میں اصل ثلاثی ہی تھا پھر متجانسین میں سے دوسرے کو حرف علت سے بدل دیا جیسے دسھا اصل میں دسس اور لم یتسنہ اصل لم یتسنن تھا۔ حرف علت کو حذف کیا تو لم یتسنہ بن گیا اور بعد میں اسم فاعل کا صیغہ بنایا ارب الف کو تخفیف کی بناء پر حذف کر دیا، یہ توجیہ نوادر الاصولیین موجود ہے اور بعض نے صفت مشبہ کا صیغہ بنایا ہے اصل میں ربـــب فعل بر وزن حسن کی طرح ہے پھر ادغام کر دیا تو رب ہو گیا۔

سوال صفت مشبہ بنانا غلط ہے اس لئے کہ یہ تو باب متعدی ہے اور صفت مشبہ لازمی باب سے آتی ہے۔

جواب اس باب نصر کو شرف لازمی کی طرف متعدی کر کے پھر صفت مشبہ ماخوذ کریں گے اور یاد رکھیں نصر کے علاوہ دوسرے ابواب متعدیہ کا عدول الی الابواب الملازمیہ بکثرت مستعمل ہے لیکن نصر کا رد شرف کی طرف قلیل ہے۔

سوال مصدر کا صیغہ بنانا بھی غلط ہے کیونکہ یہ صفت ہے لفظ اللہ کی اور قاعدہ ہے کہ صفت کا موصوف پر حمل ہوتا ہے حالانکہ اس کا حمل موصوف پر نہیں ہوسکتا کیونکہ ضابطہ ہے کہ وصف کا حمل ذات پر جائز نہیں ہوتا۔

جواب کہ یہ مُبالغۃً مصدر کا حمل ذات پر جائز ہوتا ہے جیسے زید عدل القرآن ھدایۃ ۔

رب کا معنی مجمع البحار والے نے لکھا ہے بمعنی مالک اور سید اور مربی اور مدبر اور منعم کے آتے ہیں اور تفسیر مدارک نے لکھا ہے الرب ھوالخالق ابتداءً والمربی غذاءً والغافر انتہاءً۔

رب کا معنی ہے تربیت کرنا اور تربیت کا معنی ہے تبلیغ الشئ الی کمالہ بحسب استعدادہ شیئاً فشیئاً یعنی شی کو اس کے استعداد کے موافق آہستہ آہستہ کمال تک پہنچانا۔

فائدہ بعض نے لکھا ہے لفظ رب کا اطلاق جبکہ بغیر اضافت کے ہو فقط باری تعالیٰ پر ہی ہو سکتا ہے غیر پر جائز نہیں اور اگر اضافت کے ساتھ ہو تو غیر اللہ پر بھی بولا جا سکتا ہے۔ جیسے فارجع الی ربک پارہ ۱۲ لیکن بعض علماء نے لکھا ہے کہ اضافت کے ساتھ جبکہ اگر غیر ذوالعقول کی طرف ہو تو پھر غیر خدا پر جائز ہے جیسے رب المال، رب السلم اگر ذوالعقول کی طرف اضافت ہو تو لغۃً اگرچہ صحیح ہے لیکن شرعاً اس میں قباحت ہے جیسا کہ حدیث میں ہے لا یقل احد اطعم ربک اور یبی اطعم۔

قولہ **العالمین،** العالمین جمع ہے عالم کی۔ عالم اسم آلہ کا صیغہ ہے۔

اسم آلہ اس کو کہتے ہیں جو اس باب کے مصدر کے حصول کا ذریعہ اور آلہ ہو جیسے خاتم جو حصول ختم یعنی مہر لگانے کا ذریعہ ہو، قالب جو حصول قلب کا ذریعہ ہو تو لغوی معنی کے اعتبار سے عام ہوا جو بھی کائنات میں شئ آخر کے علم کے حصول کا ذریعہ بنے اس کو عالم کہیں گے لیکن اب عالم کا اطلاق جمیع ماسوا اللہ پر کہ ہے کیونکہ جمیع کائنات سے علم صانع حاصل ہوتا ہے۔

سوال عالمین جمع کیوں لائے؟

جواب ٹھیک ہے یہ کہ لفظ عالم تمام اجناس پر دال ہے معنی کے اعتبار سے لیکن مصنف نے یہاں پر یہ چاہا جس طرح یہ معنی کے اعتبار سے تمام اجناس پر دال ہے اس طرح لفظ کے اعتبار سے تمام اجناس پر دال ہو اس لئے جمع لے آئے۔

سوال جب عالم جمیع ماسوا اللہ کو شامل تھا جمع لانے کی کیا ضرورت تھی۔

جواب اول العالم مفرد لاتے تو یہ تو ہم ہو سکتا تھا۔ کہ شاید باری تعالیٰ کسی مخصوص جنس کا رب ہے تو اس وہم کو دور کرنے کے لئے جمع لایا۔

جواب ثانی اگر العالم مفرد معرف باللام لاتے تو جس طرح وہ شمول کا فائدہ دے سکتا ہے اسی طرح عہد کے لئے بھی محتمل تھا لہذا وہم باقی رہتا مفرد لانے سے جمع لانا بہتر ہے۔ نیز جمع بندی کا لحاظ بھی ہوگیا یا یوں جواب بھی دیا جاسکتا ہے۔ کہ ٹھیک ہے لفظ عالم جمیع ماسوی اللہ کو شامل ہے لیکن عالم کے انواع متعدد تھے انواع متعدد کی طرف اشارہ کرنے کے لئے العالمین جمع لائی گئی ہے۔

جواب ثالث: لفظ عالم تمام اجناس پر دال ہے معنیٰ کے اعتبار سے اور مصنف نے یہ چاہا کہ جس طرح معنیٰ کے اعتبار سے تمام اجناس ہے۔ اسی طرح لفظ کے اعتبار سے بھی تمام اجناس پر دال ہو اس لئے العالمین جمع کا صیغہ لائے ہیں۔

فائدہ رب العالمین لفظ رب کو مرفوع، منصوب، مجرور تینوں طرح پڑھنا جائز ہے مجرور ہونے کی صورت میں تین ترکیبیں ہوسکتی ہیں۔ (۱) صفت (۲) بدل الکل (۳) عطف بیان رب العالمین اگر صیغہ صفت کا بنا دیا جائے۔

سوال یہ اضافت لفظی ہوگی جو کہ نہ مفید تعریف ہوتی ہے نہ مفید تخصیص تو لازم آئے گا نکرہ کا معرفہ کی صفت بنا جو ہرگز جائز نہیں۔

جواب یہ قاعدہ آپ کا ان صفات کے بارے میں ہے جن کے اندر تجدد حدوث والا معنیٰ ہو اور وہ صفات جن میں دوام استمرار والا معنیٰ ہو۔ تو انکی اضافت مفید تعریف ہوتی ہے اور یہ بھی قانون یاد رکھیں باری تعالیٰ تمام کی تمام صفات میں دوام و استمرار والا معنیٰ ہوا کرتا ہے منصوب ہونے کی صورت میں تین ترکیبیں ہوسکتی ہیں۔

1 حال، 2 منادیٰ بحذف حرف ندا، 3 منصوب علی المدح

مرفوع پڑھیں تو یہ خبر بنے گی مبتدا محذوف کی تو تقدیری عبارت ہوگی ھو رب العلمین

قولہ والعاقبة للمتقين عاقبت کا معنیٰ ہوتا ہے انجام اور انجام خیر اور شر دونوں اس میں آجاتے ہیں اس لئے یہاں مضاف محذوف ہے خیر العاقبة،

متقین متقی کی جمع اس کی تفسیر قرآن میں سورۃ البقرۃ کے ابتدا میں موجود ہے الذین یومنون

بالغیب الی آخرہ اور بعض نے اس کا یہ معنی کیا ہے الذی یتقی الشرک وکسب الکبائر اور بعض نے یہ معنی کیا اذا قال قال للہ واذا سکت سکت للہ اور بعض نے یہ تعریف کی الذی لا یری نفسہ خیراً من احد۔

سوال یہ جملہ حمد وصلوۃ کے درمیان کیوں لائے۔

جواب کلام سابق سے ایک وہم پیدا ہوتا تھا اس وہم کو دور کرنے کے لئے مصنف یہ جملہ لائے وہ وہم یہ تھا کہ جس طرح باری تعالیٰ تمام جہانوں کا پالنے والا ہے تو تمام جہانوں کے واسطے خیر عاقبت ہی تو ہوسکتی ہے اور کیا ہوسکتا ہے تو اس وہم کو دور کر دیا والعاقبۃ للمتقین اچھا انجام پرہیز گاروں کے واسطے ہے نیز یہ جملہ لا کر طلبا کو اور اساتذہ کرام کو عمل کی ترغیب اور شوق دلایا ہے کہ محض تعلیم وتعلم سے سعادت اور حسن عاقبت نہیں ہوسکتی بلکہ اسکے ساتھ ساتھ تقویٰ ضروری ہے۔

جس طرح رسول اللہ نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ لو کان للعلم شرف بدون التقویٰ لکان الشیطان علی منزلۃ اور یاد رکھیں ہر ایک کے قرب کا ایک مدار ہوتا ہے اللہ کے قرب کا مدار وہ تقویٰ ہی ہے اس لئے فرمایا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔

قولہ **والصلوۃ علی رسولہ محمد والہ اجمعین۔**

لفظ صلوۃ اصل میں صلوۃ تھا اوکو بقانون قال الف سے بدل دیا لیکن واو کتابت میں باقی ہے اور الف کو واو کے اوپر لکھا جاتا ہے اس کے بارے میں صاحب اصول اکبری نے اصول لکھا ہے کہ صلوۃ، زکوۃ، مشکوۃ ربوا ان چاروں کے آخر میں واو لکھی جائے گی اور الف اس کے اوپر لکھا جائے گا کیونکہ ان کلمات کو تفخیم کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ یعنی واو کی طرف مائل کر کے ہاں اضافت کے وقت واو گر جاتی ہے الف ہی لکھا جاتا ہے۔

جیسے قرآن میں ہے ان صلوتی ونسکی الی اخرہ

فائدہ صلوۃ کے بارے میں اختلاف ہے یہ مشترک لفظی ہے یا مشترک معنوی ہے اس کے لئے تنویر شرح نحو میر دیکھیں۔

اس جملہ کا معنی افاضۃ الخیر من الرب المعبود نازلۃ علی نبیہ المحمود۔

سوال حمد کے بعد تصلیہ کا ذکر کیوں کیا۔

جواب صلوۃ وسلام دلائل عقلیہ ونقلیہ سے ثابت ہیں دلائل نقلیہ یہ ہیں کہ قرآن مجید میں ہے یایھا الذین اٰمنو صلو علیه وسلمو تسلیما دوسرے مقام پر ہے قل الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ حدیث میں آتا ہے اذا ذکر تم الله فاذکرونی معه۔ اور ایک حدیث قدسی میں ہے ورفعنا لك ذکرك کے تحت مفسرین نے لکھا ہے ذکرت حیث ذکرت اور عقلاً اس لئے واجب ہے کہ آپ محسن ہیں انہیں کے ذریعے تو پہچان ہوئی ہے ذات باری تعالیٰ کی، اور قاعدہ ہے کہ محسن کا شکریہ واجب ہوا کرتا ہے۔

نیز صلوۃ کے ذریعے اس بات کی طرف بھی اشارہ کر دیا کہ یہ تصنیف وتالیف مسلمانوں کی تالیفات میں سے ہے کیونکہ مسلمانوں اور کافروں کے درمیان صلوۃ وسلام کے ذریعے فرق ہوتا ہے۔ بخلاف حمد کے وہ تو کافر بھی کرتے ہیں۔

قوله محمد، لفظ محمد باب تفعیل سے اسم مفعول ہے اور باب تفعیل کا ایک خاصہ تکثیر بھی ہے تو بنظر اشتقاق اس کے معنی ہوئے وہ ذات جس کے فضائل محمودہ کثیر ہوں اور آپ کے فضائل کا کیا کہنا۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

فاضل اسفرائنی نے لکھا ہے کہ لفظ حمد سے دو نام مبالغے کے واسطے مشتق ہوتے ہیں۔ ایک نام محمد جو محمودیت کے مبالغے کے واسطے دوسرا احمد حامدیت کے مبالغے کے لئے۔

فائدہ لفظ محمد کو مجرور پڑھا جائے تو دو ترکیبیں ہوں گی، (۱) بدل، (۲) عطف بیان۔ لیکن یاد رکھیں عطف بیان بنانا اولیٰ ہے اس لئے کہ بدل کی صورت میں مقصود بدل ہوا کرتا ہے مبدل منہ نہیں حالانکہ لفظ رسول جو مبدل منہ اس میں زیادہ وصف ہے اس لئے عطف بیان کی صورت میں دونوں مقصود ہو جائیں گے اور مرفوع پڑھا جائے تو خبر بنے گی مبتدا محذوف کی اور منصوب پڑھا جائے تو حال بنایا جائے گا چونکہ قاعدہ ہے القاب کے بعد علم کا ذکر ہو تو تین ترکیبیں جائز ہوتی ہیں، مرفوع، منصوب ومجرور، (ضوابط نحویہ دیکھئے)

قولہ وآلہ یہاں پر دو بحثیں ہوتی ہیں ایک لفظ کے اعتبار سے دوسری معنی اور مصداق کے اعتبار سے۔

آل اسم جمع ہے سیبویہ کے نزدیک اصل میں اھل تھا ھا کو خلاف قانون حذف کیا جس پر دلیل اھیل ہے کیونکہ قاعدہ التصغیر والتکسیر یردان الشئ الی اصلہ اور امام کسائی فرماتے ہیں ۔کہ اس کا اصل اھل نہیں ہے اور اھیل جو دلیل دی ہے وہ اس کی تصغیر نہیں وہ اھل کی تصغیر ہے اس نے کہا میں نے خود سنا ہے۔ایک اہل عرب فصیح سے اس نے کہا اھل اھیل ۔آل اویل۔

فائدہ یاد رکھیں آل اور اھل میں کئی طرح سے فرق کیا جاتا ہے۔

پہلا فرق: آل کی استعمال ذوالعقول کے لئے ہوتی ہے لہذا لفظ اللہ اور حق اور زمان مکان معانی حروف کی طرف اضافت نہیں ہو سکتی یوں کہنا آل اللہ آل الحق وغیرہ جائز نہیں اور اھل کی استعمال ان سب میں ہو سکتی ہے۔

دوسرا فرق: آل کی استعمال ذوالعقول میں سے مذکر کے لئے ہے نہ مؤنث کیلئے اور اھل کی مذکر مؤنث دونوں کی طرف۔

تیسرا فرق: آل کے استعمال اشراف میں ہوتی ہے خواہ وہ دنیا کے اعتبار سے شرافت والے کیوں نہ ہوں جیسے آل نبی یا آل فرعون، فرعون کو بھی دینوی شرافت تو حاصل تھی اور بخلاف اھل کے جسکی استعمال اشراف اور غیر اشراف سب میں ہوتی ہے۔لہذا اھل حجام وغیرہ کہنا بھی جائز ہے۔

چوتھا فرق: آل کی اضافت ضمیر کی طرف بھی جائز ہے لیکن اھل کی اضافت ضمیر کی طرف جائز نہیں یاد رکھیں آل کے معنی لغت کے اعتبار سے کنبہ کے ہیں لیکن آل نبی کے مصداق میں اختلاف ہے بعض نے متبعین مراد لیے ہیں بعض نے ازواج اور بنات کو شامل کیا ہے بعض نے اھل بیت۔اس وقت جو صحابہ کا عطف اس پر ہوگا یہ عطف الخاص علی العام کے قبیل سے ہوگا۔

قولہ اصحاب محرم افندی کے حاشیے میں ہے کہ اصحاب جمع صحب کی ہے اور صحب جمع صاحب کی اور حاشیہ جمال الدین میں ہے اصحاب جمع صاحب کی ہے جیسے

اشهاد جمع شاھد کی جب وہ جمع صحب جیسے انہار جمع نھر کی ہے یا صحب کی جمع ہے جیسے انمار جمع نمر کی ہے۔

صحابی کی تعریف: صحابی رسول ﷺ اس شخص کو کہتے ہیں جس نے حالت ایمانی میں حضور ﷺ کی صحبت حاصل کی ہو اور اس ایمان پر وفات ہوئی ہو۔

اجمعین: یہ تاکید لفظی ہے جس سے روافض پر رد مقصود ہے۔

قولہ اما بعد اما کے بارے میں چند مذاہب ہیں سیبویہ کے نزدیک یہ مستقل کلمہ ہے کیونکہ یہ حرف ہے۔ اور حرف میں اصل یہ ہے کہ کسی قسم کا تغیر نہ ہو اور خلیل کا مذہب یہ ہے کہ اصل میں یہ تھا ما چونکہ ہمزہ صدارت کلام کا تقاضا کرتا ہے اس لئے مقدم کر دیا اور پھر متحرک کر دیا ام ما بن گیا ادغام کر دیا تو اما ہو گیا۔ بعض نے اس کا اصل ان نکالا ہے اور ما کو زائدہ بتایا ہے لیکن راجح مذہب سیبویہ کا ہے۔ اما بعد ، اما یہ دو معنوں کیلئے آتا ہے۔ تفصیل کیلئے جبکہ متکلم نے پہلے اجمال سے کسی چیز کو بیان کر دیا ہو تو اس وقت یہ اما تفصیلیہ ہوا کرتا ہے اور کبھی اما استینافیہ ہوتا ہے جبکہ اس سے پہلے کوئی چیز بیان نہ ہو۔ جیسا کہ یہاں پر اما بعد اور خصوصا کتابوں کی ابتداء میں اما استینافیہ ہی ہوا کرتا ہے۔

قولہ اما بعد فھذا مختصر: بعد مبنی بر ضم ہے۔ فھذا فاء جزائیہ ہے۔

سوال ھذا تو یہ اس کی وضع مشار الیہ محسوس مبصر کیلئے ہے جبکہ یہ کتاب غیر مبصر اور غیر محسوس ہے۔

جواب کبھی کبھی غیر مبصر غیر محسوس کو مبصر محسوس کے درجہ میں رکھتے ہوئے اشارہ کر دیا جاتا ہے جیسے ذالکم اللہ ربی وربکم۔ بعض شارحین نے یہ جواب دیا کہ خطبہ الحاقیہ ہے خطبہ الحاقیہ وہ ہوتا ہے جو کتاب کے لکھنے کے بعد لکھا جائے تو اب اسم اشارہ مشار الیہ یہ کتاب ہو جائے گی لیکن یہ جواب درست نہیں ہے کیونکہ کتاب کے لکھنے کے بعد جو محسوس اور مبصر خارج میں جو چیز موجود ہے فقط نقوش ہیں نہ کہ الفاظ اور معنی کیونکہ الفاظ اور معانی وجود خارج میں نہیں تو لھذا وہی جواب درست ہے۔ مختصر، اختصار سے ماخوذ ہے جس کا معنی اداء المطالب الکثیرۃ بالالفاظ قلیلۃ اور چار قسم کی کتابیں ہوا کرتی ہیں۔ مختصر مطول، فتاویٰ رسالہ، **رسالہ** کہتے ہیں جو قلیل الالفاظ قلیل

المعانی ہے۔ **فتاویٰ** کہتے ہیں جو کثیر الالفاظ کثیر المعانی ہو۔ اور **مختصر** کہتے قلیل الالفاظ کثیر المعانی کو اور **مطول** کہتے ہیں۔ جو کثیر الالفاظ قلیل المعانی ہو مصنف نے مختصر سے اشارہ کر دیا کہ یہ میری کتاب حشو اور تطویل سے محفوظ ہے۔ **حشو** اس کو کہتے ہیں جس میں زیادتی بلا فائدہ ہو اور **تطویل** وہ ہے جو اصل مراد پر زائد بلا فائدہ ہو اور اس کی زیادتی متعین نہ ہو۔ حشو میں زیادتی متعین ہوتی ہے۔

قولہ **فهذا مختصر .... النحو علىٰ ترتيب الكافيه**

اس کی تھوڑی سی ترکیب سمجھ لیں۔ هذا مبتداء مختصر مرفوع بالضمہ لفظاً مختصر موصوف مضبوط مرفوع بالضمہ لفظاً صفت اول فی النحو متعلق کائن کے ہو کر ظرف مستقر یہ صفت ثانی جمعت فعل با فاعل فیہ متعلق جمعت کے مهمات النحو یہ مضاف مضاف الیہ مفعول ہے جمعت کیلئے۔ علیٰ ترتيب الكافيه یہ جمعت کے متعلق ہے اب معنی یہ ہوگا جمع کیا میں نے اس میں نحو کے مقاصد کو کافیہ کی ترتیب پر اس وقت یہ کافیہ سے مراد وہ کتاب ہے جو کہ تصنیف ہے۔ علامہ ابن حاجب کی اور یہ جملہ بن کر مختصر کی تیسری صفت بن جائے گی اور علی ترتيب الكافيه کو ظرف مستقر بنا کر صفت رابع بھی بنایا جا سکتا ہے اور مختصر چاروں صفتوں سے ملکر خبر بنے گی هذا کی اور یہ جملہ جزاء بن جائے گا۔ جب کافیہ سے ایک کتاب مراد ہے۔

سوال آپ نے کہا کہ کافیہ کی ترتیب پر ہے حالانکہ بہت سارے مسائل ایسے ہیں جس میں کافیہ کی ترتیب نہیں ہے مثلاً تحذیر اور ما اضمر عامله کو منادیٰ سے مؤخر کیا۔ حالانکہ کافیہ میں منادیٰ مقدم ہے۔

جواب کافیہ کی ترتیب سے مراد یہ ہے کہ جس طرح صاحب کافیہ نے مباحث اسم کو مقدم کیا اسی طرح یہاں پر بھی اور جس طرح صاحب کافیہ نے بحث مرفوعات کو ذکر کیا پھر منصوبات کو پھر مجرورات کو یہاں پر بھی ایسے ہے۔

سوال بعض مسائل تو ایسے ہیں جو اس مختصر میں مذکور ہی نہیں جیسے مبتداء کا معنی شرط کو متضمن

ہونا اسی طرح خبر کا صدارت کلام کو متضمن ہونا اور اسی طرح اسم عدد کی اضافت کا مسئلہ وغیرہ یہ تو اس کتاب میں موجود ہی نہیں۔

جواب ترتیب جمع مسائل کے اعتبار سے اسے نہیں بلکہ مسائل کے اعتبار سے مراد ہے۔ اور مصنف ابتداء طلباء کرام کو یہ اطلاع دے دی کہ یہ ہدایۃ النحو کافیہ کی ترتیب پر ہے جس سے مقصود ایک تو یہ ہے کہ جس طرح کافیہ عظیم الشان کتاب ہے اسی طرح یہ بھی بہت عمدہ کتاب ہوگی اس کو خوب یاد کیا جائے دوسرا مقصد یہ بھی ہے کہ اگر تم نے اس کتاب کو یاد کر لیا تو تمہارے لئے کافیہ سہل بن جائے گی۔

قولہ مبوبا ومفصلا: یہ اسم فاعل کے صیغے بھی بنائے جاسکتے ہیں اور اسم مفعول کے صیغے بھی اسم فاعل کے ہوں تو پھر یہ حال بنیں گے۔ جمعت کی ت ضمیر سے اور اگر اسم مفعول ہوں تو یہ حال بنیں گے فیہ کی ہ ضمیر سے اب معنی یہ ہوگا میں نے اس مختصر میں مقاصد نحو کو کافیہ کی ترتیب پر جمع کیا در انحالیکہ وہ مقاصد باب باب اور فصل کئے ہوئے ہیں اور اسم فاعل کی صورت میں معنی یہ ہوگا کہ میں نے جمع کیا درانحالیکہ یہ کہ باب باب کرنے والا ہوں اور فصل فصل کرنے والا ہوں بعبارۃ واضحۃ یہ جمعت کے متعلق ہے واضحہ عبارۃ کی صفت ہے عبارت واضحہ وہ عبارت ہوتی ہے جو اپنے معنی پر دلالت کرنے میں ظاہر ہو یعنی اس کے معنی جلدی بسہولت بغیر دشواری کے سمجھ آجایا کرتے ہوں۔ اصل میں یہ ایک سوال کا جواب ہے۔

سوال جب مصنف نے بتایا کہ یہ مختصر کافیہ کی ترتیب پر ہے تو فوری یہ ذہن میں اشکال پیدا ہوا اچھا یہ اس جیسی مغلق بھی ہوگی مصنف نے جواب دیا نہیں نہیں مقاصد نحو کو عبارۃ واضحہ سے بیان کیا ہے۔ نہ کہ عبارت مغلقہ کے ساتھ جیسا کہ کافیہ ہے۔

قولہ مع ایراد الامثلۃ: یہ ظرف واضحۃ کے متعلق ہوگا بعبارۃ واضحۃ مع ایراد الامثلۃ اور ایراد باب افعال کا مصدر ہے امثلہ مثال کی جمع ہے جیسے ائمۃ امام کی جمع ہے **مثال** اس شی کو کہتے ہیں جس کو قاعدہ کی وضاحت کیلئے لایا جائے اور ایک شاہد بھی ہوتا ہے۔ **شاھد** اسے کہتے ہیں جو اپنی دیکھی ہوئی چیز کو دوسرے کے سامنے پیش کیا جائے قاعدہ کی

اثبات کی غرض کیلئے۔

قولہ فی جمع مسائلها

سوال ھاضمیر مرجع تو مختصر ہے جو کہ مذکر ہے۔ تو راجع مرجع میں مطابقت نہ ہوئی؟

جواب یہ ضمیر راجع ہے مختصر کی طرف لیکن مختصر کافیہ کی طرف منسوب ہونے کے اعتبار سے مونث ہے اس پر سوال ہوگا کہ کافیہ کی تاء تو تانیث کیلئے نہیں وہ تو مبالغہ کیلئے ہے

جواب اول لیکن تاء کی وضع اصل تانیث کیلئے اسی وجہ سے ہے اگر مبالغہ کی حالت میں بھی استعمال ہو تب بھی تانیث کا شبہ موجود رہتا ہے۔ یہی وجہ تو ہے کہ لفظ علامہ اطلاق باری تعالیٰ پر نہیں کیا جاسکتا کیونکہ باری تعالیٰ جس طرح تانیث اسی طرح شبہ تانیث سے بھی پاک ہیں۔

جواب ثانی بعض نے جواب دیا کہ یہ ضمیر راجع کافیہ کی طرف ہے مختصر کی طرف نہیں اس لئے کہ مختصر کے مسائل بعینہ کافیہ کے مسائل ہیں لہذا مختصر کے مسائل یہ مثال لانا گویا کہ کافیہ کے مسائل لانے کیلئے مثال کو لانا ہے۔

جواب ثالث یہ ضمیر مختصر کی طرف راجع ہے۔ بتاویل رسالۃ

قولہ من غیر تعرض للادلة والعلل: تعرض کا معنی ہوتا ہے اقدام علی الشیئ لیعنی کسی شیٔ کے درپے ہونا۔ آگے ہونا اور اعتراض کا معنی بھی یہی ہوا کرتا ہے۔

ادلة دلیل کی جمع ہے جیسے اجنۃ جنین کی جمع ہے اور دلیل کا لغوی معنی راستہ بتانے والی اور اصطلاح میں وہ شیٔ جسکے جانے سے دوسری چیز کا اصطلاح میں **دلیل** اس کو کہتے ہیں جسکے علم سے دوسری شیٔ کا علم خود بخود لازم آجائے۔ اور **علل** علۃ کی جمع ہے جس کا لغوی معنی موثر ہے اور اصطلاحی معنی وہ شیٔ جس پر دوسری شیٔ وجود موقوف ہو۔

سوال ادلۃ تو جمع قلت ہے حالانکہ یہاں تو مقام جمع کثرت کا تھا لہذا دلائل کا لفظ لانا چاہیے تھا؟

جواب ٹھیک ہے یہ مقام جمع کثرت کا تھا لیکن کبھی کبھی جمع قلت کو جمع کثرت اور جمع کثرت کو

جمع قلت کی جگہ استعمال کیا جاتا ہے۔جمع قلت جمع کثرت کی جگہ پر مشتمل ہے۔

مصنفؒ بتانا یہ چاہتے ہیں کہ میں نے اس مختصر کتاب میں مسائل کے لئے دلائل بیان نہیں کیے۔

سوال ہمیں تو کچھ ایسے مسائل نظر آئے ہیں جنکے لئے دلائل بھی آگے موجود ہیں مصنف کا نفی کرنا کہ میں نے دلائل بیان نہیں کیے یہ درست نہیں۔

جواب یہ نفی اغلب کے اعتبار سے ہے کہ عموماً مصنف نے اکثر مسائل کیلئے دلائل بیان نہیں کیے لیکن بعض مسائل کیلئے دلائل بیان کیے ہیں۔

قوله لئلا يشوش ذهن المبتدى عن فهم المسائل

لئلا اصل میں لان تھا یرملون والے قانون سے لئلا بن گیا یشوش تشویش سے ہے بمعنی پریشان کرنا اوراس صیغہ میں دواحتمال ہیں مضارع معلوم کا صیغہ ہو یا مجہول کا اور معلوم کا صیغہ ہو تو ذهن المبتدى مفعول کا صیغہ بنے گا اور اگر مجہول کا صیغہ ہو تو ذهن المبتدى نائب فاعل بنے گا ذہن کہتے ہیں الذهن قوة موجود فى جنان الانسان، ذهن وہ قوت ہے جو انسان کے دل میں ہوتی ہے۔جس میں معنی متنقش ہوتے ہیں ہمیں مبتدى لغتمیں بمعنی شروع کرنے والا اصطلاح میں کہتے ہیں هو الذى شرع فى الجزء الاول مع قصد تحصيلباقى الاجزاء مبتدی کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) مبتدی طبعی (۲) مبتدی اکتسابی مبتدی طبعی هو الذى يحصل المسائل بطبعه وفهمه مبتدى اكتسابى هو الذى يكتسبالمسائل من الغير كالتلميذ من الاستاذ اور یہاں پر مبتدى اكتسابى مراد ہے۔

مصنف نے هداية النحو پڑھنے والے کو مبتدی اس لئے کہا کہ یہ کتاب ابتدائی ہے المسائل الف لام یہ تو عوض ہے مضاف الیہ سے تقدیر عبارت یہ ہے مسائل المختصر یا پھر الف لام عہد خارجی کا ہے جس سے مراد مسائل مختصر ہے اور یہ اللہ کی جو لام ہے یہ متعلق ہے جمعت کے اب يشوش معلوم کا صیغہ ہو تو معنی یہ ہوگا۔

کہ میرا ادلة اور علل کا نہ لانا اس وجہ سے ہے تا کہ مبتدی کے ذہن کو پریشان نہ کردے کیونکہ

مبتدی مسائل میں مشغول ہو پھر اس کے لئے دلائل علتوں میں مشغول ہو تو ایسا نہ ہو کہ نفس مسائل سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے اور اگر مجہول کا صیغہ ہو تو معنی یہ ہوگا کہ پریشان نہ کیا جائے مبتدی کے ذہن کو۔

قولہ **سمیته هداية النحو** سمیٰ یسمی تسمیة بمعنی نام رکھنا ہدایۃ کا معنی ہے۔ اراۃ الطریق الموصل الی المطلوب

دوسرا معنی الایصال الی المطلوب اسکی تشریح شرح تہذیب کی شرح میں انشاء اللہ آئے گی اور لفظ ھدآیۃ کی اضافت نحو کی طرف اضافت معنوی ہے اور مصدر کی اضافت مفعول کی طرف ہے جیسے قیام الیل وغیرہ۔

سوال سمیٰ یسمی یہ باب متعدی ہوتا ہے دو مفعولوں کی طرف بغیر واسطے کے یہاں پر باء تعدیہ کیوں لائے۔

جواب یہ باء زائدہ ہے۔

سوال باء زائدہ ہونے کیلئے قانون یہ ہے یہ نفی اور استفہام کے تحت ہوتی ہے یہاں پر نہ نفی ہے اور نہ ہی استفہام تو آپ نے باء کو زائدہ کیسے کہہ دیا۔

جواب آپکا قاعدہ بالکل درست ہے لیکن خلاف قانون شاذ کے درجے میں ہے۔

قولہ **رجاء ان یھدی الله به الطالبین** مصنف وجہ تسمیہ بیان کرنا چاہتے ہیں۔ کہ میں نے اس کتاب کا نام ھدایۃ النحو رکھا ہے اس امید پر کہ اللہ تعالیٰ میری اس کتاب کے ذریعہ طلباء کرام کو ھدایت بخشے لہذا یہ رجاء مفعول لہ ہے سمیت فعل کیلئے اور یہ کتاب ہدایت کا سبب ہے ھدایت کتاب کا سبب ہے تو یہ تسمیة السبب باسم المسبب کے قبیل سے ہے۔

قولہ **ورتبته علی مقدمة..... بتوفیق الملك العزیز العلام**

میں نے اس مختصر کو ایک مقدمہ اور تین اقسام پر مرتب کیا ہے مصنف اس عبارت سے کتاب کے اجزاء بتائے ہیں۔

ترتیب لغت میں جعل کل شیٔ فی مرتبته شیٔ کو اسکے مرتبے میں رکھنا اور اصطلاح

میں کہتے ہیں جعل الاشیاء المتعددة من حیث یطلق علیها اسم الواحد کے، چند اشیاء کو اس طرح سے رکھنا کہ ان پر ایک نام کا اطلاق کیا جا سکے۔

ثلثة اقسام: قسم اول میں اسم کی بحث ہے قسم ثانی میں فعل کی بحث ہے اور قسم ثالث حروف کی بحث ہے بتوفیق الملک العزیز العلام یہ جار مجرور یا جمعت کے متعلق ہے یا سمیت کے اور ملک بمعنی بادشاہ اور عزیز بمعنی غالب العلام کا معنی جاننے والا توفیق کہتے ہیں کہ باری تعالیٰ کا نیک مقصود کیلئے اسکے موافق اسباب پیدا کر دینا۔

قولہ اما المقدمة لفظ مقدمہ پر چند تحقیقیں ہیں۔

(۱) صیغوی تحقیق یہ کون سا صیغہ ہے اس میں دو احتمال ہیں اسم فاعل کا صیغہ ہو تو معنی یہ ہوگا کہ آگے کرنے والا۔

سوال یہ مقدمہ آگے کرنے والا نہیں بلکہ آگے ہونے والا ہوتا ہے لہذا اسم فاعل کا صیغہ بنانا غلط ہے۔

جواب مقدمہ باب تفعل کے اسم فاعل کے معنی میں ہے یعنی مقدمہ بمعنی متقدمہ کے ہے اب معنی یہ ہوگا آگے ہونے والا۔

سوال کیا باب تفعیل باب تفعل کے معنی میں آیا کرتا ہے؟

جواب اول جی ہاں قرآن مجید میں ہے وتبتل الیه تبتیلا۔ اس میں باب تفعل کیلئے مفعول مطلق باب تفعیل سے لایا گیا ہے، معلوم ہوا کہ یہ ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے رہتے ہیں۔

جواب ثانی اگر مقدمة اسم فاعل کا صیغہ ہی اپنے معنی میں ہو تب بھی معنی صحیح ہے اس لیے کہ یہ مقدمہ اپنے عالم کو جاہل سے آگے کرنے والا ہے یعنی جو شخص مقدمة کے بارے میں علم رکھتا ہے وہ آگے بڑھنے والا ہے کتاب کے سمجھنے میں اس شخص سے جو مقدمہ نہیں جانتا۔

دوسرا احتمال اگر اسم مفعول کا صیغہ ہو تو معنی ہوگا آگے کیا ہوا اور یہ بھی چونکہ مقصود سے آگے کیا ہوا

ہوتا ہے علامہ زمخشری نے لکھا ہے کہ یہ خلفعن القول ہے یعنی سلف سے یہ قول منقول نہیں۔

(۲) مأخذی تحقیق یعنی لفظ مقدمہ کا مأخذ کیا ہے یہ لفظ مقدمہ ماخوذ ہے مقدمۃ الجیش سے مقدمہ الجیش فوج کے ایسے چھوٹے سے دستے کو کہتے ہیں جو فوج کے جانے سے پہلے کیمپ لگاتا ہے اور اس کیلئے تمام قسم کا بندوبست کرتا ہے تاکہ بعد میں آنے والی فوج کو کسی قسم کی دقت و مشقت کا سامنا نہ کرنا پڑے اور یہاں پر مناسبت یہ کہ جس طرح وہ چھوٹا دستہ آگے جاکر فوج کا انتظام کرتا ہے اسی طرح مقدمہ میں کچھ ایسے مسائل ذکر کر دیا جاتے ہیں جس سے آنے والے مقصودی مضامین آسان ہو جاتے ہیں۔

مقدمہ العلم کہتے ہیں ان معانی مخصوصہ کو جن پر علم کے مسائل کا شروع کرنا علی وجہ البصیرۃ موقوف ہو۔

اور مقدمۃ الکتاب کلام کے ان ٹکڑ کو کہتے ہیں جو مسائل سے پہلے لائے جائیں جن کا ان مسائل سے ربط ہو اور تعلق ہو اور مسائل کے سمجھنے میں وہ نفع بخش ہوں۔

قولہ اما المقدمة ---------------- لتوقف المسائل عليها

مبادی یہ جمع ہے یعنی ابتدائی باتیں جو شروع میں بتائی جاتی ہیں اور اصطلاح میں وہ باتیں جن پر علم کے مسائل کا شروع کرنا موقوف ہو۔

سوال مقدمة اور مبادی ایک چیز ہیں اور فی ظرفیت کیلئے ہے اس سے لازم آیا ظرفیت الشئ لنفسه . جو کہ باطل ہے۔

جواب مقدمة سے مراد معانی مخصوصہ ہیں اور مبادی سے مراد الفاظ مخصوصہ ہیں

قولہ وفيها فصول ثلاثة جمع فصل کی اور ثلاث فصول کی صفت ہے مطلب یہ ہے کہ اس مقدمہ میں تین فصلیں ہیں پہلی فصل میں علم النحو کی تعریف اور موضوع اور غرض وغایت ہے اور دوسری فصل میں علم النحو کا موضوع کلمہ کی تعریف اور اسکی تقسیم پھر اس اقسام کی تعریف اور اس کے لئے علامات اور تیسری فصل میں علم النحو کے دوسرے موضوع یعنی کلام کی تعریف اور اسکی تقسیم کا بیان ہے۔

سوال فصول موصوف ہے ثلاثہ صفت ہے اور قاعدہ ہے کہ موصوف صفت میں مطابقت ہوتی ہے اور یہاں نہیں کیونکہ فصول تو جمع ہے اور ثلاثۃ مفرد ہے۔

جواب آپکی بات ٹھیک ہے ثلاثۃ تو مفرد ہے لیکن معنی تو جمع ہے۔فصل لغت میں معنی ہے کاٹنا اور جدا کرنا ہے اور اصطلاح میں یہ کہ دو مختلف حکموں کا درمیان حائل ہوتا ہے۔

فائدہ لفظ فصل میں دو احتمال ہیں(۱) معرب(۲) مبنی

مبنی اس وقت ہوگا جب اسے مفرد مانا جائے تو یہ مبنی بر سکون ہوگا اور مرکب ہو تو یہ مرفوع ہوکر خبر بنے گا مبتدا محذوف کی یعنی ھذا فصل یا منصوب ہوکر مفعول بہ ہوگا فعل محذوف کیلئے اعنی فصلاً۔

مصنف علم النحو کی تعریف کرنا چاہتے ہیں نحو کے لغوی معنی چند ہیں۔

(۱)قصد (۲) مقدار (۳) قبیلہ (۴)طرف (۵) صرف (۶) نوع (۷) مثل (۸)طریق (۹)صیانت (۱۰) فصاحت (۱۱) میلان کرنا (۱۲) پیروی کرنا (۱۳) اعتماد کرنا (۱۴) دور ہونا۔

تعریف یہ ہے کہ نحو ایسے قوانین کے جاننے کا نام ہے جنکے ذریعے تین کلموں کے آخر کے حالات پہچانے جاتے ہیں معرب ومبنی ہونے کے اعتبار سے اور نام ہے بعض کلموں کو بعض کلموں کے ساتھ مرکب کرنے کی کیفیت کو جاننے کا۔

فوائد قیود علم یہ جنس ہے جو تمام کو شامل ہے یعرف بھا احوال یہ قید اول ہے اسکا فائدہ ہے کہ اس سے وہ علوم نکل گئے جس سے کلمہ کی ذات معلوم ہوتی ہے جیسے علم صرف اور اسی طرح وہ علوم بھی خارج ہوجائیں گے جن کے ذریعے کلمے کے معنی معلوم ہوتے ہیں۔

قولہ **آخر الکلم الثلث:** یہ قید ثانی اور فصل ثانی ہے جس سے وہ علم نکل جائے گا جس کے ذریعے کلمہ کے اول اور اوسط کے حالات معلوم ہوجائیں جیسے علم اللغت اور اسی طرح وہ علم جن کے ذریعے احوال مکلفین معلوم ہوجائیں وہ بھی خارج ہوجائیں گے جیسے فقہ وغیرہ

من حیث الاعراب والبناء: یہ تیسری فصل اور قید ہے اس سے وہ علوم نکل جائیں

گے جن کے ذریعے سے حالات تو معلوم ہوتے ہیں لیکن اعراب اور بنا کے اعتبار سے نہیں جیسے علم عروض۔

وكيفية تركيب بعضها مع بعض: یہ فصل اور قید رابع ہے جس سے وہ علوم نکل جائیں گے جن کے ذریعے مفردات کی کیفیت معلوم ہو جیسے علم ہیئت وغیرہ۔

سوال تعریف میں علم کا لفظ آیا ہے جس کے معنی جاننا اور اصطلاحی معنی حصول صورة الشئ فی العقل: اور یہ تو موجود ذہنی ہے حالانکہ نحو تو قواعد ملفوظہ مکتوبہ کا نام ہے، لہذا لفظ علم کا اطلاق کرنا اس نحو پر درست نہیں۔

جواب کہ علم کا اطلاق تین معنی پر آتا ہے (۱) یہی جو آپ نے بیان کیا ہے (۲) قواعد مکتوبہ ملفوظہ (۳) منقولہ یہاں پر علم کا اطلاق آخری دو معنوں سے ہے۔

سوال بہت سارے مبتدی طلباء دیکھے ہیں جو علم نحو تو پڑھتے لیکن انکے تین کلموں کے آخر کے حالات معلوم نہیں ہوتے؟

جواب تعریف میں بہا سے پہلے مضاف محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ یعرف باستحضارها اور یہ بات ظاہر ہے جسکو اصول مستحضر اور یاد ہو جائیں وہ یقیناً پہچان سکتا ہے اور حالات دریافت کر سکتا ہے۔

سوال آپکی تعریف میں احوال کا لفظ آیا ہے اس سے آپکی جمیع احوال مراد ہیں یا بعض احوال اگر جمیع احوال کی معرفت مراد ہو تو کوئی نحوی نحوی نہیں رہے گا کیونکہ جمیع احوال کی معرفت اور تمام حالات کی شناخت تو کسی کو معلوم نہیں ہو سکتی اور اگر بعض احوال مراد ہوں تو چند مسائل کو پہچاننے والا وہ بھی اپنے آپ کو نحوی کہلائے گا تو بہر کیف اول صورت میں نحوی کا غیر نحوی ہونا لازم آتا ہے اور دوم صورت میں غیر نحوی کا نحوی ہونا لازم آتا ہے۔

جواب احوال سے مراد جمیع احوال ہیں لیکن معرفت سے مراد ملکہ استعداد ہے یعنی نحوی کو ایک ملکہ حاصل ہو جائے جس کے ذریعے جمیع احوال کی معرفت پر قادر ہو

قوله والغرض منه ــــــــــــ في كلام العرب

مصنف علم نحو کی غرض بیان کرنا چاہتے ہیں علم نحو کی غرض یہ ہے کہ ذہن کو بچانا ہے لفظی غلطی سے کلام عرب میں۔

سوال لفظی غلطی تو زبان سے ہوتی ہے ذھن سے نہیں ہوتی کیونکہ متلفظ زبان ہوتی ہے ذھن تو نہیں لہذا یوں کہنا چاہیے تھا صیانة اللسان عن الخطاء الخ۔

جواب لفظی غلطی ذھن سے ہوتی ہے اس لئے کہ حقیقت میں متلفظ ذہن ہوتا ہے اور زبان تو اسکے لئے مترجم لہذا صیانة اللذھن کہنا ہی صحیح ہوا۔

قوله وموضوعة الكلمة والكلام : علم نحو کا موضوع کلمہ اور کلام ہے

سوال ہر علم کا موضوع ایک ہوتا ہے یہاں پر علم نحو کے موضوع دو کیوں ہیں، جب موضوع دو ہیں تو یہ علم ایک نہیں ہوگا۔ دو ہونگے کیونکہ قاعدہ ہے تعدد موضوع مستلوم ہوتا ہے تعدد علوم کو حالانکہ یہ بات مسلم ہے کہ علم نحو ایک علم ہے دو نہیں۔

جواب تعدد کی دو قسمیں ہیں لفظی ومعنوی، تعدد معنوی جیسے عاقل، بالغ اور تعدد لفظی جیسے قاعد جالس یہاں پر تعدد لفظی ہے تعدد معنوی نہیں کیونکہ معنی کے اعتبار سے دونوں ایک ہی چیز ہیں کیونکہ دونوں سے مراد وہ لفظ ہے جو معنی کیلئے موضوع ہو۔

آپ نے جو قاعدہ بیان کیا ہے کہ تعدد موضوع مستلوم ہے تعدد علوم کو وہ قاعدہ تعدد معنوی کیلئے ہے نہ لفظی کیلئے۔

سوال کلمہ کو کلام پر کیوں مقدم کیا حالانکہ دونوں موضوع ہیں پھر کلام میں بنسبت کلمہ کے زیادہ فائدہ تھا اسی وجہ سے تو صاحب المفصل نے کلام کو کلمہ پر مقدم کیا ہے۔

جواب کلمہ جزء ہے اور کلام کل ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ جزء کل پر مقدم ہے بعنوان دیگر کلمہ مفرد ہے اور کلام مرکب اور یہ بات ظاہر ہے کہ مفرد مرکب پر مقدم ہوا کرتا ہے۔ لہذا مصنف نے کلمہ کو کلام پر مقدم کر دیا۔

بحث کلمہ

قولہ **فصل الكلمة لفظ وضع لمعنى مفرد** اس دوسری فصل میں علم نحو کا موضوع کلمہ کی تعریف اور اسکی تقسیم اور اسکی علامات کا بیان ہے۔

کلمہ کی تعریف: کلمہ وہ لفظ ہے جو وضع کیا گیا ہو معنی مفرد کے لئے، اس تعریف میں چند کلمات ہیں (۱) الکلمة (۲) لفظ (۳) وضع (٤) معنی (۵) مفرد۔ ان پانچ کلمات کی مختصر تشریح کرتے ہیں۔ تفصیل مطلوب ہو تو کافیہ دیکھیں۔

بحث الف لام: پہلا کلمہ الف لام ہے۔ الف لام کی نو قسمیں ہیں۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ ابتداءً الف لام کی دو قسمیں ہیں

(۱) الف لام اسمی (۲) الف لام حرفی الف لام اسمی اسم فاعل اور مفعول پر داخل ہوتا ہے، الف لام حرفی دو قسم پر ہے زائدہ و غیر زائدہ پھر زائدہ کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) عوضی لازم، جیسے اللہ جو اصل میں الہ تھا ہمزہ کو حذف کر کے اسکی جگہ الف لام لائے پھر لام کو لام میں ادغام کر دیا تو اللہ ہو گیا

(۲) عوضی غیر لازم جیسے الناس اصل میں اناس تھا ہمزہ کو حذف کر کے اسکے عوض الف لام لائے۔

(۳) غیر عوضی لازم جیسے النجم، الصعق

(۴) غیر عوضی غیر لازم جیسے الحسن الف لام حرفی غیر زائدہ کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) جنسی (۲) استغراقی، (۳) عہد خارجی۔ (٤) عہد ذہنی،

وجہ حصر: یہ ہے کہ الف لام دو حال سے خالی نہیں کہ اسکے دخول سے مراد حقیقت اور ماھیت ہوگی یا افراد، اگر حقیقت اور ماہیت مراد ہوگی تو الف لام جنسی ہوگا جیسے الرجل خير من المرأة اگر افراد مراد ہوں تو دو حال سے خالی نہیں تمام افراد مراد ہونگے یا بعض اگر تمام افراد

مراد ہوں تو الف لام استغراقی ہوگا۔ جیسے ان الانسان لفی خسر اور بعض افراد مراد ہوں پھر دو حال سے خالی نہیں کہ بعض افراد معین مراد ہونگے یا غیر معین اگر معین مراد ہوں تو الف لام عہد خارجی جیسے فعصی فرعون الرسول اور اگر غیر معین مراد ہوں تو الف لام عہد ذھنی فاخاف ان یاکلہ الذئب

سوال الکلمۃ پر الف لام کونسا ہے جو بتاؤ گے وہی غلط الف اسمی کا نہ ہونا تو واضح ہے کیونکہ الکلمۃ نہ اسم فاعل ہے اور نہ اسم مفعول ہے اور حرفی ہو کر زائدہ بھی نہیں بنایا جاسکتا ورنہ مبتدا کا نکرہ ہونا لازم آئے گا اور غیر زائدہ ہو کر جنسی، استغراقی، عہد خارجی، عہد ذہنی بھی نہیں بنایا جاسکتا جنسی اور استغراقی تو اس لئے نہیں بنایا جاسکتا آگے تاء وحدت کی ہے جو اسکے منافی ہے اور عہد خارجی بھی اس لئے نہیں بن سکتا کہ اس کے لئے معہود کا متعین ہونا ضروری ہے جبکہ کلمہ غیر معین ہے کیونکہ کلمہ نحوی بھی ہے اور منطقی بھی ہے لغوی بھی ہے اور اسی طرح عہد ذہنی کا بھی نہیں بن سکتا ورنہ نکرہ کا مبتدا ہونا لازم آئے گا۔

جواب الف لام جنسی بن سکتا ہے باقی رہی یہ بات کہ اس میں تاء وحدت کی ہے جو اسکے مخالف ہے اسکا جواب یہ کا وحدت کی تین قسمیں ہیں۔(۱) وحدت جنسی جیسے الحیوان واحد اے جنس واحد (۲) وحدت نوعی جیسے الانسان واحد اے نوع واحدہ (۳) وحد تشخصی جیسے زید واحد اے شخص واحد ان تین قسموں میں سے جنس کے جو مخالف و منافی ہے وہ وحدت شخصیہ ہے اور وہ یہاں مراد نہیں اگر الف لام عہد خارجی کا بنایا جائے تو بن سکتا ہے باقی رہی کہ کلمہ تو غیر معین ہے اس پر جواب یہ ہے کہ کلمہ معین ہے کیونکہ کلمہ جاری علی السنۃ النحاۃ کلمہ نحوی ہی ہوسکتا ہے نہ کہ غیر۔

فائدہ کلمہ میں اختلاف ہے کہ کلمہ وہ مشتق ہے یا غیر مشتق ہے جمہور نحاۃ کا مسلک یہ ہے کہ کلمہ کلام، کلم یہ کلمات مستقلہ ہیں نہ تو مشتق ہیں اور نہ مشتق منہ اسی طرح اس کے صیغے میں بھی اختلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک یہ جنس ہے اور بعض کے نزدیک جمع ہے تفصیل کیلئے کا شفیہ شرح کافیہ صفحہ 20,19 کو دیکھے۔

اور عربی میں تاء کی چند قسمیں ہیں

شعر

تائے تانیث است تذکیر است وحدت هم بدل
مصدریت و مبالغه زائده شد هم نقل

لفظ کا لغوی معنی ہے مطلقاً پھینکنا خواہ منہ سے ہو یا غیر منہ سے اصطلاحی معنی ما یتکلم به الانسان لغوی اور اصطلاحی معنی کے درمیان نسبت عموم خصوص کی ہے دوسرا لفظ ہے۔ **وضع** اسکا لغوی معنی ہے رکھنا اور اصطلاحی معنی تخصیص الشئ بالشئ بحیث متی اطلق او احس الشئ الاول فهم منه الشئ الثانی۔

اطلاق کی مثال جیسے زید کا نام لیتے ہیں زید کی ذات کا علم ذہن میں آجاتا ہے احساس کی مثال جیسے سڑکوں پر سرخ یا سبز لگے ہوئے اشاروں سے راستہ کھلنے اور بند ہوجانے کا علم ذہن میں آجاتا ہے۔

معنی کا لغوی معنی میں تین احتمال ہیں (۱) ظرف مکان، کا صیغہ بنایا جائے معنی ہوگا جائے قصد، (۲) مصدر میمی کا صیغہ ہو بمعنی قصد کردن، (۳) اسم مفعول کا صیغہ ہو تو بمعنی قصد کردہ شدہ اور یہاں تینوں احتمال جائز ہیں اسم مفعول کا صیغہ ہو تو اس کا اصل ہوگا معنوی تھا پھر تعلیل ہو کر باقی رہ گیا معنی اور مصدر میمی کی صورت میں حقیقی معنی مراد نہ ہوگا بلکہ مجازی مراد ہوگا کہ معنی المقصود کے ہوں گے۔

مفرد یہ اسم مفعول کا صیغہ ہے باب افعال سے اور یہ چند چیزوں کے مقابلے میں آتا ہے نمبر (۱) تثنیہ جمع (۲) مضاف شبہ مضاف، و مرکب کے مقابلے میں آتا ہے۔

ترکیب: الکلمة مرفوع بالفتحه لفظاً مبتدا اللفظ مرفوع بضمه لفظاً موصوف وضع فعل ماضی مجہول ضمیر مستتر مرفوع محلاً نائب فاعل لام جارہ معنی مجرور بالکسرہ لفظاً جار مجرور ملکر ظرف لغو متعلق ہے وضع کے، وضع فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر صفت ہے لفظ کی، موصوف اپنی صفت سے ملکر یہ خبر ہے الکلمة مبتدا کی خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

مــفــرد کی تین ترکیبیں ہوسکتی ہیں اسکو مرفوع ، پڑھا جائے تو یہ صفت ثانی بنے کی لفظ کی، منصوب پڑھا جائے تو حال ہوگا وضع کی ضمیر سے یا حال ہوگا معنی سے اگر مجرور ہو تو صفت ہو گی معنی کی مفرد کی ان ترکیبوں پر سوالات وارد ہوتے ہیں

پہلی ترکیب: اسکو مرفوع پڑھنا غلط ہے اسلیے کہ مرفوع پڑھا جائے تو لفظ کی صفت ثانی بنے گی۔ ضابطہ ہے جب ایک شی کی دو صفتیں ہوں ایک مفرد اور ایک جملہ تو مفرد والی صفت کو جملہ والی صفت پر مقدم کرتے ہیں یہاں ایسا نہیں کیا۔

جواب یہ قاعدہ کلی نہیں اکثری قرآن میں هذا کتاب انزلناه مبارك، جس میں انزلنا یہ کتاب کی صفت اول ہے جو کہ جملہ ہے اور مبــــارك صفت ثانی ہے جو مفرد ہے تو ثابت ہو کہ یہ قاعدہ کلی نہیں۔

دوسرا جواب مفرد کو موخر کر کے اور وضع کو مقدم کر کے طالب علم کو ایک فائدہ بتایا کہ طالبعلم ہر چیز کو پہلے صفت لگتی ہے وضع کی پھر صفت لگتی ہے افراد ترکیب کی یعنی پہلے شی کی وضع ہوتی ہے اور بنائی جاتی ہے بعد میں وہ مفرد و مرکب کے ساتھ متصف ہوتی ہے اگر وضع کو موخر کر دیتے اور مفرد کو مقدم کر دیتے تو یہ خلاف مقصود لازم آتا۔

دوسری ترکیب: منصوب پڑھنا بھی غلط ہے کیونکہ منصوب پڑھا جائے تو یہ رسم الخط کے قاعدے کے خلاف بنے گا کیونکہ رسم الخطی کا قاعدہ ہے کہ منصوب کے آخر میں الف لکھا جاتا ہے حالانکہ یہاں پر الف نہیں ہے۔

جواب یہ قاعدہ اکثری ہے قرآن مجید میں اسکے خلاف موجود ہے وما ارسلنك الا كافة

فائدہ اس رسم الخطی قاعدے کے لئے چند شرطیں ہیں ان میں سے ایک شرط یہ ہے نصب یقینی ہو اور یہاں پر نصب یقینی اور متعین نہیں بلکہ دو اور اعراب کا احتمال ہے لہذا الف نہیں لکھا گیا اور نہ ہی لانا چاہیے تھا۔

سوال مــفــرداً منصوب ہونے کی صورت میں آپ نے کہا کہ وضع کی ضمیر سے حال ہے حالانکہ حال فاعل سے ہوتا ہے یا مفعول سے اور وضع کی ضمیر تو نائب فاعل ہے۔

جواب نائب فاعل اگرچہ فاعل حقیقی نہیں ہوتا لیکن فاعل حکمی تو ہے۔

سوال ہم تسلیم کرتے ہیں وضع کی ضمیر سے حال بنانا درست ہے لیکن معنی سے حال بنانا جائز نہیں۔اس لئے کہ حال فاعل یا مفعول سے ہوتا ہے اور معنی نہ فاعل نہ مفعول اور

دوسرا سوال معنی ذوالحال نکرہ ہے اور قاعدہ ہے کہ ذوالحال نکرہ ہو تو حال کو مقدم کرنا واجب ہوتا ہے حالانکہ یہاں حال مقدم نہیں لہذا معنی سے حال بنانا کسی صورت میں جائز نہیں۔

جواب پہلے سوال کا جواب: کہ معنی اگرچہ حقیقتاً مفعول نہیں لیکن حکماً مفعول[۱] ہے

دوسرے سوال کا جواب آپ نے جو قاعدہ بیان کیا یہ قاعدہ نامکمل ہے جہاں وہ قاعدہ ہے وہاں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ اگر ذوالحال نکرہ مجرور ہو تو حال کو مقدم کرنا واجب نہیں ہوتا تو یہاں پر بھی ذوالحال مجرور ہے۔

تیسری ترکیب: مجرور پر سوال یہ ہوتا ہے مفرد مجرور پڑھنا غلط ہے اس لئے اس صورت میں معنی کی صفت بنتی ہے جس سے یہ وہم پیدا ہوگا کہ معنی کو اولاً صفت مفرد کی لگتی ہے پھر وضع کی کیوں کہ ضابطہ ہے جب کسی موصوف کی صفت پر حکم لگایا جائے تو صفت پہلے پائی جاتی ہے اور حکم بعد میں لگتا ہے جیسے جائنی رجل عالم تو رجل عالم موصوف یہ صفت پر مجیئت کا حکم ہے تو رجل میں علم والی صفت پہلے سے پائی جارہی ہے اور مجیئت والا حکم بعد میں اور یہاں پر بھی معنی مفرد موصوف بالصفت پر حکم ہوگا وضع کا تو اس قاعدہ کی بنا پر معنی کے اندر افراد ترکیب والی صفت پہلے پائی جائے گی اور وضع والا حکم بعد میں حالانکہ تم نے ابھی تصریح کی ہے ہر چیز کو پہلے صفت وضع کی لگتی ہے پھر افراد و ترکیب کی؟

جواب یہاں مجاز بالمشارفت ہے یعنی جو صفت و حکم بعد میں لگنا تھا اسے پہلے لگا دیا جائے جیسے قرآن مجید میں ہے اعصر خمراً اور حدیث میں ہے من قتل قتیلاً فله سلبه اور اسی طرح طالب علم کو مولوی کہہ دیا جائے یہ باعتبار مایؤل الیہ کے ہے یہاں پر بھی ایسے ہے کہ معنی کو جو بعد میں مفرد مرکب کی صفت لگنی تھی لیکن مجازاً پہلے لگا دی۔

سوال الکلمۃ مبتدا مونث ہے اور لفظ خبر مذکر ہے حالانکہ مبتدا خبر کے درمیان تذکیر و تانیث کی مطابقت ضروری ہے جو یہاں موجود نہیں ہے۔

جواب اس مطابقت کے لئے آٹھ شرطیں ہیں۔

(۱) مبتدا خبر دونوں اسم ظاہر ہوں، احترازی مثال ھی اسم وفعل وحرف،

(۲) خبر مشتق ہو احترازی مثال الکلمۃ لفظ

(۳) خبر حامل لضمیر مبتدا ہو احترازی مثال زینب ماہ وجور ممتنع،

(۴) خبر اسم تفضیل مستعمل بمن نہ ہو الصلوہ خیر من النوم

(۵) خبر الفاظ مشترک بین المذکر والمؤنث نہ ہو احترازی مثال المراءۃ جریح وصبور،

(۶) خبر الفاظ مختصہ بالمونث نہ ہو۔

احترازی مثال انت طالق، حائض،

(۷) خبر اسمائے متوغلہ فی الابہام میں سے نہ ہو اور اسمائے متوغلہ ان کو کہا جاتا ہے جو باوجود اضافت الی المعرفۃ ہونے کے معرفہ نہیں ہو سکتے جیسے لفظ مثل، غیر، وشبہ قبل، بعد.

(۸) خبر مبالغہ کا صیغہ بھی نہ ہو اب جواب کا حاصل یہ ہوا کہ یہاں پھر دوسری اور تیسری شرط نہیں پائی جاتی کیونکہ خبر لفظ مصدر ہے اور قاعدہ ہے المصدر کالخنثیٰ لا یذکر ولا یونث

قولہ وھی منحصرۃ فی ثلثۃ اقسام اسم و فعل وحرف مصنفؒ

کلمہ کی تعریف کے بعد تقسیم بیان کرنا چاہتے ہیں۔ کہ کلمہ کی تین قسمیں ہیں۔ اسم، فعل، حرف۔

سوال چونکہ ھی ضمیر کا مرجع لفظ کلمہ ہے۔ یا مفہوم کلمہ ہے جس کو بناؤ وہی غلط ہے۔ اگر لفظ کلمہ کو بناؤ تو الکلمۃ اسم ہے تو یہ اسم کی تقسیم ہو جائے گی کہ اسم کی تین قسمیں ہیں۔ اسم، فعل وحرف اور یہ انقسام الشئ الی نفسہ والی غیرہ ہے جو کہ باطل ہے اور اگر مفہوم کلمہ بناؤ گے تو تقسیم ٹھیک ہو گی لیکن راجع مرجع میں مطابقت نہیں ہو گی۔

جواب ضمیر کا مرجع ہم لفظ کلمہ بناتے ہیں۔ اور تقسیم ہم مفہوم کلمہ کی کرتے ہیں۔ جیسے جاء نی زید میں فعل کا اسناد لفظ زید کی طرف ہے۔ لیکن مجیئت ذات زید کے لئے ثابت ہے۔

فائدہ اسم و فعل و حرف تین ترکیبیں جائز ہیں قاعدہ اگر پہلے متعدد چیزوں کا بیان ہو اجمالی طور پر اور بعد میں اسکی تفصیل ہو تو وہاں تین ترکیبیں جائز ہیں۔ضوابط نحویہ میں دیکھیئے۔یہاں پھر بھی ثلثة اقسام متعدد کے بعد انکا ذکر ہے(۱) انکو مرفوع پڑھنا جائز ہے تقدیر عبارت ھی اسم و فعل و حرف۔ (۲) انکو منصوب پڑھنا بھی جائز ہے کہ مفعول بہ فعل محذوف اعنی اسماً، و فعلا و حرفا۔ (۳) مجرور پڑھنا بھی جائز ہے کہ یہ معطوفات ملکر بدل بنیں گے ثلاثۃ اقسام سے۔

سوال اسم کو فعل پر اور فعل کو حرف پر کیوں مقدم کیا؟

جواب اسم اپنے وجود اور افادہ میں مستقل ہے فعل اور حرف کا محتاج نہیں کیونکہ یہ مسند بھی ہوتا ہے مسند الیہ بھی اس لئے اسکو مقدم کردیا اور فعل اپنے وجود اور افادہ میں اسم کا محتاج تھا۔اس لئے اسکو مؤخر کردیا اور حرف اسم کا بھی محتاج ہے اور فعل کا بھی محتاج ہے کیونکہ یہ نہ مسند ہوتا ہے نہ مسند الیہ اس لئے حرف کو دونوں سے مؤخر کردیا۔

قولہ لانھا اما ان لا تدل -------- ولم یقترن معنا ھا بہ

مصنفؒ اس عبارت میں وجہ حصر دلیل حصر بیان فرمار ہے ہیں جسکا حاصل یہ ہے کہ کلمہ دو حال سے خالی نہیں کہ وہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں مستقل ہوگا یا نہیں اگر اپنے معنی پر دلالت کرنے میں مستقل نہ ہو تو وہ حرف ہے اگر اپنے معنی پر دلالت کرنے میں مستقل ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں اسکا معنی تینوں زمانوں میں سے کسی زمانہ کے ساتھ مقترن ہوگا یا نہیں اگر مقترن ہو تو وہ فعل ہوگا اور اگر اس کا معنی مستقل ہو اور تین زمانوں میں سے کسی کے ساتھ مقترن نہ ہو تو وہ اسم ہوگا۔

سوال آپکی اس دلیل حصر کا مدار دلالت اور عدم دلالت ہے حالانکہ کلمہ کے مفہوم اور تعریف میں دلالت کا ذکر ہی نہیں لہذا یہ دلیل دعوئی کے مطابق نہ ہوئی۔

جواب اگرچہ دلالت کا ذکر کلمہ کی تعریف میں صراحۃً نہیں لیکن ضمناً ہے اس لئے کہ اس میں وضع کا ذکر ہے اور وضع دلالت کو مستلوم ہے۔

سوال في نفسها کا کیا مطلب ہے؟

جواب في نفسها کا مطلب یہ ہے کہ کلمہ باعتبار ذات کے اپنے معنی پر دلالت کرنے میں کسی ضم ضمیمہ کا محتاج نہ ہو۔

سوال آپ نے حرف کی تعریف میں دلالت کی نفی کردی جس سے وضع کی نفی بھی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ دلالت تو عام ہے اور وضع خاص ہے اور قاعدہ ہے کہ عام کی نفی سے خاص کی نفی ہو جایا کرتی ہے۔ لہذا جب وضع کی نفی ہوئی تو حرف مہمل بن جائے گا۔ حالانکہ حرف کلمہ کا قسم ہونے کی وجہ سے موضوع ہے مہمل نہیں؟

جواب ضابطہ ہے جب مقید بالقید پر نفی داخل ہو تو عموماً قید کی نفی ہوتی ہے یہاں پر لا تدل علی معنی في نفسها میں دلالت مقید ہے في نفسها کی قید کے ساتھ لہذا لا جب اس پر داخل ہوا تو مطلق دلالت کی نفی نہیں ہوگی بلکہ دلالت مقیدہ کی نفی ہوگی۔

سوال تقسیم میں آپ نے حرف کو مؤخر کیا اور دلیل حصر میں اسکو کیوں مقدم کیا اسکی کیا وجہ ہے۔

جواب اسکی وجہ یہ ہے کہ تقسیم میں تو حرف کو مؤخر کر کے اسکا مرتبہ بیان کر دیا کہ یہ اسم و فعل سے کم درجے کا ہے اور تقسیم میں آخری کنارے پر اور وجہ حصر میں اول کنارے پر ذکر کر کے حرف کے لغوی معنی کی طرف اشارہ کیا کہ حرف کا لغوی معنی کنارہ ہے۔ بعض نے جواب دیا کہ حرف کی تعریف کیونکہ عدمی تھی اور عدم وجود سے مقدم ہوتا ہے اس لئے حرف کو مقدم کر دیا بعض نے جواب دیا کہ اختصار کے پیش نظر ایسا کیا گیا ہے۔

فائدہ یاد رکھیں جب حروف کو انکے اسماء کے ساتھ شمار کیا جائے مثلاً کہا جائے الباء والمیم واللام وغیرہ تو انکو حروف ہجاء کہا جاتا ہے اور جب یہ حروف کسی کلمہ کی جز بنیں تو انکو حروف مبانی کہا جاتا ہے اور جب انکے کوئی معنی ہوں تو اس وقت انکو حروف معانی کہا جاتا ہے

قولہ فحد الاسم كلمة .... كرجل وعلم۔

مصنفؒ اسم کی تعریف بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اسم وہ کلمہ ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو حاصل ہونے والا اس کی ذات میں اور نہ ملا ہوا ہو تین زمانوں میں سےکسی ایک کی ساتھ۔

سوال آپکی تعریف جامع بھی نہیں مانع بھی نہیں جامع تو اس لئے نہیں کہ اسماء افعال پر صادق نہیں آتی کیونکہ ان میں زمانہ پایا جاتا ہے حالانکہ آپ نے تعریف میں یہ کہا کہ جس میں زمانہ نہ پایا جائے اور مانع اس لئے نہیں کہ افعال منسلخہ عسی کاد کرب وغیرہ پر یہ تعریف صادق آتی ہے کیونکہ ان میں عدم اقتران زمانہ پایا جاتا ہے جو کہ اسم کی تعریف میں شرط تھا۔

جواب اقتران زمانہ کی شرط وضع اول کے اعتبار سے ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ اسماء افعال میں وضع اول کا اعتبار سے زمانہ نہیں پایا جاتا لہذا یہ تعریف جامع ہوگئی اور افعال منسلخہ میں وضع اول کے اعتبار سے زمانہ پایا جاتا ہے لہذا یہ تعریف دخول غیر سے مانع بھی ہوگی۔

سوال آپکی تعریف پھر بھی جامع نہیں کیونکہ اسم فاعل واسم مفعول پر صادق نہیں آتی کیونکہ ان میں اقتران زمانہ موجود ہے۔

جواب عدم اقتران زمانہ باعتبار فہم کے شرط ہے یعنی لفظوں سے اقتران زمانہ نہ سمجھا جائے اور اسم فاعل اور اسم مفعول میں باعتبار فہم کے عدم اقتران زمانہ ہے یعنی زمانہ نہیں البتہ خارجی طور پر زمانہ ہوگا۔

سوال پھر بھی آپکی تعریف جامع نہیں جیسے الیوم، الامس، غدا ان میں باعتبار فہم کے زمانہ پایا جاتا ہے۔

جواب ان اسماء میں باعتبار معنی اور فہم کے زمانہ قطعاً نہیں پایا جاتا آپکو جو زمانہ نظر آرہا ہے وہ ان الفاظ کا معنی ہے۔

سوال آپکی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں اس لئے کہ فعل مضارع پر یہ تعریف صادق آتی ہے کیونکہ ان میں ایک نہیں بلکہ دو زمانے پائے جاتے ہیں جبکہ آپ نے ایک زمانے کی نفی کی ہے۔

جواب اول ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ فعل مضارع میں دو زمانے پائے جاتے ہیں کیونکہ استعمال میں بیک وقت ایک ہی زمانہ پایا جاسکتا ہے۔

جواب ثانی اگر ہم تسلیم بھی کرلیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ جب ایک زمانے کے پائے جانے سے وہ کلمہ اسم کی تعریف سے نکل جاتا ہے تو دو زمانے پائے جانے سے بطریق اولی نکل جائے گا۔

سوال آپکی تعریف جامع نہیں فوق تحت قدام خلف وغیرہ پر صادق نہیں آتی کیونکہ جب تک انکا مضاف الیہ مذکور نہیں ہوتا اس وقت تک انکی اپنے معنی پر دلالت نہیں ہوا کرتی لہذا یہ دلالت میں ضم ضمیمہ کے محتاج ہیں حالانکہ آپ نے کہا کہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں اسم محتاج نہیں ہوتا ہے۔

جواب یہ اسماء وضع کے اعتبار سے مستقل بالمفہوم ہیں ہاں البتہ باعتبار استعمال کے مستقل نہیں۔لہذا اعتبار وضع کا ہوا کرتا ہے استعمال کا نہیں۔

فائدہ **اعنی الماضی والحال والاستقبال** یہ تین زمانوں کا بیان ہوگیا کہ وہ تین زمانے ایک ماضی ہے۔ما تقدم جو گزر گیا ہے اور دوسرا زمانہ حال ہے ما انت فیه فی زمان التکلم اور تیسرا زمانہ استقبال ہے جو ما تاخر عن الحال ہوتا ہے اور اسم کی دو مثالیں دیں ایک رجل ایک علم کی ایک مثال جامد اور ایک مصدر کی ہے۔

قولہ **وعلامته صحة الاخبار عنه نحو زید قائم** مصنفؒ اسم کی تعریف بیان کرنے کے بعد اسم کے علامات وخواص بیان کر رہے ہیں کیونکہ تعریف سے شی کا وجود ذہنی معلوم ہوتا ہے اور علامات اور خواص سے وجود خارجی معلوم ہوتا ہے اس لئے علامات کا بیان کرنا چاہتے ہیں۔

علامت بمعنی نشانی اور خواص خاصہ کی جمع ہے مایوجد فیه ولا یوجد فی غیرہ شئ کا خاصہ وہ ہوتا ہے جو اس میں پایا جائے غیر میں نہ پایا جائے۔

پہلی علامت: صحة الاخبار عنه جس سے خبر دینا صحیح ہو یعنی محکوم علیہ ہونا اور مسند الیہ ہونا اسم کا خاصہ ہے۔جیسے زید قائم میں زید مسند الیہ ہے۔

سوال محکوم علیہ اور مخبر عنہ اور مسند الیہ کو اسم کا خاصہ کیوں بتایا۔

جواب مسند الیہ اور محکوم علیہ ذات ہوا کرتا ہے اور ذات نہیں ہوتا مگر اسم لہذا اسکو اسم کا خاصہ بتایا۔

سوال واذا قیل لھم لا تفسدو اس میں لا تفسدو یہ جملہ نائب فاعل مسند الیہ محکوم علیه

واقع ہو رہا ہے حالانکہ یہ اسم نہیں۔

جواب اسم سے مراد عام ہے کہ اسم حقیقی ہو یا اسم تاویلی ہو یا اسم حکمی ہو۔

(ضوابط نحویہ)

قولہ والاضافة نحو غلام زيد

دوسرا خاصہ: اسم کا اضافت ہے جیسے غلام زید۔

سوال اضافت اسم کا خاصہ کیوں بتایا۔

جواب اضافت یہ فائدہ دیتی ہے تعریف یا تخصیص یا تخفیف کا اور یہ تعریف وتخصیص وتخفیف نہیں پائی جاتی مگر اسم میں لہذا اس کو اسم کا خاصہ بتا دیا۔

قولہ ودخول لام التعريف كالرجل،

تیسرا خاصہ: اسم کا لام تعریف کا ہے۔

سوال لام تعریف کو اسم کا خاصہ کیوں بتایا۔

جواب لام تعریف کا یہ وضع کیا گیا ہے معنی مستقل مطابقی پر دلالت کرنے کے لئے اور معنی مستقل معین مطابقی نہیں پایا جاتا مگر اسم میں لہذا اسکو اسم کا خاصہ بتا دیا۔
اور حرف میں تو معنی مستقل ہے ہی نہیں اور فعل میں اگرچہ معنی مستقل ہوا کرتا ہے لیکن مطابقی نہیں بلکہ تضمنی ہوتا ہے یعنی فعل باعتبار معنی مصدری کے مستقل ہے لیکن باعتبار مجموعہ امور ثلاثہ کے مطابقی نہیں۔

سوال تم نے کہا لام اسم کا خاصہ ہے حالانکہ لام تو حرف پر بھی داخل ہوتا ہے جیسے لقد اور اسی طرح لام فعل پر بھی داخل ہوتا ہے جیسے لیضرب لیضربن۔

جواب مطلق لام اسم کا خاصہ نہیں بلکہ لام تعریف کا اسم کا خاصہ ہے۔

سوال لام تعریف کا نہیں ہوتا بلکہ الف لام تعریف کا ہوا کرتا ہے تم نے فقط لام کو تعریف کا کیوں کہا ہے۔

جواب یہاں پر تین مذھب ہیں امام سیبویہ، امام خلیل، امام ابو العباس مبرد کا۔ خلیل کے نزدیک

الف لام دونوں کا مجموعہ تعریف کا ہے اور ابو العباس کا مذہب یہ ہے کہ فقط ہمزہ تعریف کا ہے لام کو ہمزہ استفہام اور ہمزہ تعریف میں فرق کرنے کے لئے لایا گیا ہے اور سیبویہ کا مذہب یہ ہے فقط لام تعریف کا ہوا کرتا ہے ہمزہ وصلی ابتدا میں سکون کی وجہ سے لایا گیا ہے چونکہ راجح مذہب سیبویہ کا تھا اسی لئے مصنف نے لام تعریف کا کہا الف لام تعریف کا نہیں کہا۔ تفصیل کے لئے کاشفہ صفحہ 40 پر دیکھیں۔

قولہ والجر والتنوین نحو بزید:

چوتھا خاصہ: علامت اسم کی جر ہے جیسے بزید.

سوال جر کو اسم کا خاصہ کیوں بنایا۔

جواب جر اثر ہے حرف جار کا اور حرف جار چونکہ مختص تھا اسم تھا تا سم کے ساتھ واس کے اثر جر کو بھی اسم کے ساتھ خاص کر دیا تا کہ نہ لازم آئے اثر کا پایا جانا بغیر مؤثر کے۔

سوال ہم دکھاتے ہیں کہ اثر بغیر مؤثر کے پایا جاتا ہے جیسے ان کا اثر نصب ہے اور ان فعل کے ساتھ خاص ہے لیکن اسکا اثر نصب وہ اسم میں بھی آجاتا ہے جیسے ان زید قائم۔

جواب اثر کی دو قسمیں ہیں (۱) جسکا مؤثر اور عامل ایک نوع ہو جیسے کہ جر کیلئے حروف جارہ ہیں ان میں اثر بغیر مؤثر کے نہیں پایا جاتا۔ (۲) جسکا عامل اور مؤثر متعدد ہوں جیسے نصب اسکا عامل فعل بھی ہے حروف ناصبہ وغیرہ بھی ہے تو وہ اثر یہاں پر اختصاص نہیں ہوتا کہ یہ نصب اسم پر بھی آسکتی ہے فعل کے ساتھ بھی آسکتی ہے۔

پانچواں خاصہ تنوین ہے جیسے بزید۔

سوال تنوین کو اسم کا خاصہ کیوں بنایا۔

جواب تنوین کی پانچ قسمیں ہیں

تنادین پنج اندا ے پر عرض
تمکن تنکر ترنم تقابل عوض

ان پانچ تنوین میں سے چار اسم کا خاصہ ہے اور ایک قسم تنوین ترنم یہ عام ہے ان چار کی وجہ

تخصیص یہ ہے۔

(۱) تنوین تمکن منصرف وغیر منصرف کے درمیان فرق کرتی ہے اور منصرف وغیر منصرف ہونا اسم کا خاصہ تھا تو اس کو بھی اسم کا خاصہ بنادیا۔

(۲) تنوین تنکیر یہ تعریف وتنکیر کے درمیان فرق کرتی تھی اور چونکہ تعریف وتنکیر اسم کے ساتھ خاص تھی اس لئے اسکو بھی اسم کے ساتھ خاص کردیا۔

(۳) تنوین عوض یہ مضاف الیہ کے عوض ہوتی ہے اور اضافت چونکہ اسم کے ساتھ خاص تھی اس لئے اس کو بھی اسم کے ساتھ خاص کردیا۔

(۴) تنوین تقابل یہ نون جمع سالم کے مقابلے میں تھی اور وہ نون اسم کے ساتھ خاص تھا تو اس کے مقابل کو بھی اسم کے ساتھ خاص کردیا۔

قولہ والتثنية والجمع:

ساتواں خاصہ: تثنیہ وجمع ہے جیسے مسلمان مسلمون۔

سوال تثنیہ اور جمع کو اسم کا خاصہ کیوں بنایا۔

جواب تثنیہ اور جمع مستلوم ہے تعدد کو اور تعدد نہیں پایا جاتا مگر اسم میں لہذا تثنیہ اور جمع کو اسم کا خاصہ بنادیا۔

آٹھواں خاصہ: نعت اور صفت ہے جیسے رجل عالم۔

سوال نعت اور صفت کو اسم کا خاصہ کیوں بنایا۔

جواب صفت یہ زیادتی معنی کے لئے آتی ہے اور زیادتی والا معنی نہیں پائی جاتی مگر اسم میں تو اس کو اسم کا خاصہ بنادیا۔

نواں خاصہ: تصغیر ہے جیسے رجیل۔

سوال تصغیر کو اسم کا خاصہ کیوں بنایا۔

جواب تصغیر یہ دلالت کرتی ہے قلت اور حقارت، یا محبت یا عظمت حاصل کرنے کے لئے یہ معانی نہیں پائے جاتے مگر اسم میں لہذا تصغیر کو اسم کا خاصہ بنا دیا۔

دسواں خاصہ: ندا ہے مراد منادیٰ

سوال منادیٰ کو اسم کا خاصہ کیوں بنایا۔

جواب منادیٰ اثر ہے حرف ندا کا اور حرف ندا چونکہ اسم کا خاصہ تھا تو منادیٰ کو بھی اسم کا خاصہ بنادیا۔

سوال تم نے دس خواص اسم کے بتائے حالانکہ بہت سے اسماء ایسے ہیں جن میں بعض خاصے پائے جاتے ہیں اور بعض نہیں پائے جاتے جیسے زید یہ اسم تو ہے لیکن اس پر الف لام بھی نہیں تصغیر وغیرہ بھی نہیں ہے حالانکہ خاصہ وہ ہوتا ہے جو شی میں پایا جائے غیر میں نہ پایا جائے۔

جواب خاصہ دو قسم پر ہے خاصہ شاملہ وخاصہ غیر شاملہ (۱) خاصہ شاملہ وہ ہوتا ہے جو کہ ذوالخاصہ کے تمام افراد میں پایا جائے جیسے ضحک بالقوہ انسان کے تمام افراد میں پایا جاتا ہے۔ (۲) خاصہ غیر شاملہ جو ذوالخاصہ کے بعض افراد میں پایا جائے بعض میں نہ پایا جائے جیسے ضحک بالفعل یہ بعض انسان میں پایا جاتا ہے بعض میں نہیں پایا جاتا تو یہاں پر خاصہ سے مراد خاصہ غیر شاملہ ہے۔

قولہ ومعنی الاخبار عنه .... فاعلا اومفعولا او مبتداء

یہ عبارت سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال اسم کی پہلی علامت کو مصنف نے اخبار عنه سے تعبیر کیا جس سے یہ وہم پڑتا ہے کہ اخبار عنه سے مراد اسم کا مبتدا ہونا ہے جس سے یہ وہم ہوا کہ شاید مبتدا کے علاوہ فاعل نائب فاعل وغیرہ کوئی چیز مخبر عنه نہیں ہوسکتی۔

جواب مصنفؒ نے اس وہم کو دور کردیا کہ اخبار عنه سے مراد محکوم علیہ ہونا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ محکوم علیہ مبتدا اور فاعل بھی ہوا کرتا ہے ومفعول مالم یسم فاعلہ بھی ہوا کرتا ہے۔ نیز اس وہم کو بھی دور کردیا کہ اخبار عنه تو جملہ خبریہ کے ساتھ خاص ہے تو مطلب یہ نکلے گا کہ جملہ انشائیہ میں فاعل نائب فاعل کا کوئی اسم ہونا ضروری نہیں تو اس کا جواب یہ دیا کہ اس سے مراد محکوم علیہ ہونا ہے فاندفع الاشکال۔

قولہ **ویسمی اسما ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ وسما علی المعنی**

مصنفؒ اسم کی وجہ تسمیہ بیان کرنا چاہتے ہیں جس میں بصریین اور کوفیین کا اس کے مادہ اشتقاق میں اختلاف ہے۔

بصرین کا مذھب: اس کا اصل سمو تھا واو کو حذف کر دیا سین کے اعراب کو میم کی طرف نقل کر دیا ابتدا میں سکون کی وجہ سے ہمزہ وصلی لایا گیا۔

بصریین کی دلیل: اسم کی تصغیر سمی آئی ہے اور جمع مکسر اسماء ہے اور ضابطہ ہے۔ التصاغیر والتکاسیر تردان الاشیاء الی اصولھا اگر اصل وسم ہوتا تو اس کی تصغیر وسیم اور جمع مکسر اوسام ہوتا۔

وجہ تسمیہ یہ ہوگی کہ اسکا اسم کا معنی بلند ہونا ہے اور چونکہ یہ اسم بھی اپنے دونوں قسموں یعنی فعل و حرف پر بلند ہوتا ہے کیونکہ یہ مسند اور مسند الیہ دونوں ہوتا ہے جس سے کلام مرکب ہوتی ہے اس لئے اس کا نام اسم رکھ دیا۔

کوفین کا مذھب: اسم اصل میں وسم تھا واو کو حذف کر کے اس کے بدلے ہمزہ وصلی لایا گیا وجہ تسمیہ یہ ہوگی کہ وسم کا معنی ہوتا ہے نشانی چونکہ اسم بھی اپنے معنی پر علامت و نشانی ہوتا ہے اس لئے اس کا نام اسم رکھ دیا گیا ہے لیکن بصریین کا مذھب راجح تھا اس لئے مصنف نے لا لکونہ وسما علی المعنی سے کوفین کے مذھب کو رد کر دیا۔

قولہ **وحد الفعل کلمۃ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بزمان ذالک المعنی**

اسم کی تعریف اور خواص بیان کرنے کے بعد مصنفؒ فعل کی تعریف بیان کرنا چاہتے ہیں کہ فعل وہ کلمہ ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو حاصل ہونے والا ہو اس کی ذات میں ایسی دلالت جو اس معنی کا زمانے کے ساتھ متصل ہو اور چونکہ زمانے تین تھے اس لئے مثالیں بھی تین دیں۔ ضرب یضرب اضرب۔

سوال فعل کی یہ تعریف جامع بھی نہیں مانع بھی نہیں جامع اس لئے نہیں کہ افعال منسلخہ پر صادق نہیں آتی کیونکہ ان میں زمانہ نہیں پایا جاتا اور مانع اس لئے نہیں کہ اسمائے افعال پر صادق

آتی ہے۔

جواب گزر چکا ہے۔

سوال یہ تعریف جامع نہیں کہ فعل مضارع پر صادق نہیں آتی کیونکہ فعل مضارع میں دو زمانے پائے جاتے ہیں حال و استقبال حالانکہ آپ نے فعل کی تعریف میں کہا کہ ایک زمانے کے ساتھ اقتران ہو۔

جواب مضارع کے بارے میں اختلاف ہے جس میں تین مذہب ہیں۔

مذہب اول مضارع کی وضع فقط زمانہ استقبال کے لئے ہے اور حال میں استعمال مجازی ہے
مذہب ثانی کہ مضارع کی وضع حال کے لئے ہے اور زمانہ استقبال میں استعمال مجازی ہے
مذہب ثالث مضارع کی وضع دونوں زمانوں کے لئے اب یہ اعتراض اسی مذہب پر وارد ہوتا ہے نہکہ پہلے دو مذہب پر جسکے دو جواب ہیں۔ جواب اول مضارع کے اندر دونوں زمانے بیک وقت نہیں پائے جاتے بلکہ علی سبیل البدلیت پائے جاتے ہیں لہذا زمانہ بالفعل ایک ہی موجود ہو گا تو ہماری تعریف جامع ہوئی۔

قولہ **وعلامته ان يصح الاخبار به لاعنه** معنف فعل کی علامات بیان کرنا چاہتے ہیں یاد رکھیں علامت اسم جنس ہے جو کہ اپنے تمام افراد کو شامل ہے اسی وجہ سے جمع لانے کی ضرورت نہیں تھی اس لئے علامت کہا ہے علامات نہیں کہا۔

پہلی علامت: صحة الاخبار بہ جس کے ساتھ خبر دینا صحیح ہو۔

سوال یہ مخبر بہ، محکوم بہ، مسند بہ، فعل کی علامت کیوں بنایا گیا۔

جواب کہ فعل حدث و عرض ہوتا ہے اور احداث اعراض مسند ہوتے ہیں اس لئے اس کو اسکا خاصہ بنا دیا۔

سوال اسم بھی مسند، محکوم بہ، مخبر بہ ہوا کرتا ہے تو یہ فعل کا خاصہ کیسے بنتا ہے۔

جواب صحة الاخبار بہ دو قسم پر ہے (۱) کہ وہ مخبر بہ کی صلاحیت رکھتے ہوئے مخبر عنہ کی صلاحیت بھی رکھتا ہو یعنی اس میں مسند اور مسند الیہ دونوں کی صلاحیت ہو۔ (۲) مخبر بہ ہونے کی

صلاحیت رکھتا ہو لیکن مخبر عنہ کی صلاحیت نہ رکھتا ہو۔ پہلے معنی کے اعتبار سے اسم کا خاصہ اور دوسری قسم کے اعتبار سے فعل کا خاصہ ہے۔

قولہ **دخول قد** اور دوسری علامت فعل کی قد ہے۔ جیسے قد افلح۔

سوال قد کو فعل کی علامت کیوں بنایا گیا ہے۔

جواب قد وضع کیا گیا ہے ماضی کو حال کے طرف قریب کرنے کے لئے جیسے قد رکب الامیر من قبل ھذا اور اس طرح قد وضع کیا گیا ہے تحقیق و تقلیل کے لئے اور یہ معنی نہیں پائے جاتے مگر فعل میں لہذا انکو فعل کا خاصہ بنا دیا۔

تیسری علامت: سین۔

چوتھی علامت: سوف جیسے سیعلمون سوف یعلمون۔

سوال سین اور سوف کو فعل کی علامت کیوں بنایا۔

جواب سین سوف یہ وضع کیا گیا ہے زمانہ استقبال کے لئے اور زمانہ نہیں پایا جاتا تھا مگر فعل میں اس لئے اس کو فعل کا خاصہ بنا دیا۔

قولہ **والجزم** پانچویں علامت جزم ہے یہ فعل کا خاصہ ہے جیسے لم یضرب

سوال جزم کو فعل کا خاصہ کیوں بنایا گیا۔

جواب جزم یہ اثر ہے جوازم کا اور جوازم نہیں پائے جاتے مگر فعل میں اس لئے ان کا اثر جو جزم ہے انکو بھی فعل کے ساتھ خاص کر دیا تا کہ نہ لازم آئے اثر کا پایا جانا بغیر مؤثر کے۔

سوال یہ جوازم فعل کے ساتھ کیوں مختص ہیں۔

جواب لم اور لما یہ تو فعل کی نفی کے لئے وضع کیے گئے ہیں اور لام امر طلب فعل کے لئے اور لانہی ترک فعل کے لئے اور ان کی وضع ہے تعلیق شئ کے لئے اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ نہیں پائے جاتے تھے مگر فعل میں تو ان جوازم کو فعل کے ساتھ مختص کر دیا۔

قولہ **والتصریف الی الماضی والمضارع**

چھٹی علامت: تعریف ماضی اور مضارع ہے۔

سوال تصریف الی الماضی والمضارع کو فعل کا خاصہ کیوں بنا دیا۔

جواب ماضی اور مضارع کی طرف فعل کا یہ انقسام نہیں ہوتا مگر زمانہ کے اعتبار سے اور زمانہ نہیں پایا جاتا مگر فعل میں لہذا ان کو فعل کا خاصہ بنا دیا۔

ساتویں علامت امر ہونا اور آٹھویں علامت نہی ہونا جیسے اضرب، اور لا تضرب۔

سوال امر اور نہی کو فعل کا خاصہ کیوں بنایا۔

جواب امر اور نہی وضع کیے گئے ہیں طلب کے لئے اور طلب نہیں پائی جاتی مگر فعل میں۔

سوال مصنف نے یوں کیوں نہیں کہا الی امر ونهی اور یوں تعبیر کیوں اختیار کی کونہ امر أونهياً۔

جواب مصنف نے مذاھب ثلاثہ کی رعایت رکھی ہے کہ فعل کی اقسام میں اختلاف ہے تین مذھب ہیں۔

پہلا مذھب فعل کی دو قسمیں ماضی اور مضارع امر و نہی یہ مضارع سے مشتق ہیں

دوسرا مذھب فعل کی تین قسمیں ہیں ماضی مضارع وامر

تیسرا مذھب فعل کی چار قسمیں ہیں ماضی مضارع امر و نہی

قولہ **واتصال الضمائر البارزة المرفوعة** نویں علامت ضمائر بارزہ مرفوعہ کا متصل ہونا جیسے ضربت ضربت۔

سوال ان کو فعل کا خاصہ کیوں بنایا گیا۔

جواب ضمائر بارزہ مرفوعہ یہ فاعل کی علامت ہوتی ہیں اور فاعل نہیں ہوتا مگر فعل کے لئے لہذا اس کو بھی فعل کا خاصہ بنا دیا۔

قولہ **وتاء تانيث الساكنه** دسویں علامت تائے تانیث ساکنہ جیسے ضربت۔

سوال تاء تانیث ساکنہ کو فعل کی علامت کیوں بنایا۔

جواب تاء متحرکہ اسم کی علامت تھی تو تاء ساکنہ کو فعل کی علامت بنا دیا۔

سوال معاملہ برعکس کر لیتے تاء متحرکہ فعل اور تاء ساکنہ اسم کو دے دیتے۔

جواب اسم خفیف تھا اور فعل ثقیل اور قاعدہ ہے کہ ثقل تقاضہ کرتا ہے خفت کو اس لئے فعل کے لئے علامت تائے تانیث ساکن بنا دیا کیونکہ وہ خفیف ہے اور اسم کیلئے تائے متحرکہ کو علامت بنا دیا کیوں کہ وہ ثقیل ہے۔

قولہ **نون التاکید:** گیارہویں علامت نون تاکید ہے۔

سوال نون تاکید کی دونوں نون ثقیلہ اور نون خفیفہ کو فعل کی علامت کیوں بنایا؟

جواب نون ثقیلہ اور نون خفیفہ یہ طلب کی تاکید کیلئے آتے ہیں اور طلب نہیں پائی جاتی مگر فعل میں لہذا ان کو فعل کا خاصہ بنا دیا۔

جواب دوم تائے تانیث ساکنہ فاعل کی تانیث پر دلالت کرتی ہے۔ اور فاعل نہیں ہوتا مگر فعل کے لئے اس لئے اس کو فعل کی علامت قرار دیا۔

سوال فاعل تو اسم فاعل اور صفت مشبہ وغیرہ کا بھی ہوا کرتا ہے لہذا یہ کہنا کہ فاعل صرف فعل کا ہوا کرتا ہے یہ صحیح نہیں۔

جواب اسم فاعل اور مفعول وصفت مشبہ وغیرہ وہ فروع ہیں انکو عاریۃً فاعل دیا گیا ہے۔

سوال بہرحال صفات کے لئے بھی فاعل تو ثابت ہوگا تو انکی تانیث پر دلالت کرنے کے لئے کون سا حرف ہے۔

جواب وہاں تاء تانیث متحرکہ لاحق ہوا کرتی ہے جیسے ضاربۃ وغیرہ

قولہ **ومعنی الاخبار بہ ان یکون محکوماً بہ:** یہ عبارت سوال مقدرہ کا جواب ہے۔

سوال بعض افعال ایسے ہیں جن کا مخبر بہ ہونا صحیح نہیں جیسے امر نہی وغیرہ کیونکہ یہ افعال تو انشاء ہیں۔

جواب اخبار بہ کا معنی محکوم بہ ہے اب یہ اخبار بہ جملہ خبریہ وانشائیہ دونوں کو شامل ہوگا کیونکہ خواہ فعل خبری ہو یا انشائی دونوں محکوم بہ ہوا کرتے ہیں۔

قولہ **ویسمی فعلاً باسم اصلہ -------- فعل الفاعل حقیقۃ**

اس عبارت میں مصنف فعل کی وجہ تسمیہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ فعل کا اصطلاحی نام اس کے اصل یعنی مصدر کے نام سے رکھا گیا ہے کیونکہ یہ فعل اصل میں مصدر کا نام تھا۔

باقی رہا مصدر کا نام فعل کیوں تھا اس کی وجہ یہ ہے کہ حقیقت میں فاعل کا فعل مصدر ہی ہوا کرتا ہے جیسے ضرب زید میں زید فاعل کا فعل ضرب کا مصدر ہے یاد رکھیں مصنف کے قول فعل الفاعل میں فعل سے مراد فعل لغوی ہے بعنوان دیگر یوں کہا جاسکتا ہے کہ ایک فعل لغوی ہے جو کہ معنی مصدری کو کہا جاتا ہے اور ایک فعل اصطلاحی ہے جو تین چیزوں سے مرکب ہوتا ہے۔

(۱) معنی مصدری سے (۲) سے زمانے سے (۳) نسبت الی الفاعل سے اور چونکہ فعل اصطلاحی متضمن ہے فعل لغوی کے معنے کو یہ تسمیۃ المتضمن باسم المتضمن کے قبیل سے ہے یا یوں کہا جاسکتا ہے۔ کہ فعل اصطلاحی کل ہے اور لغوی جز ہے تو تسمیۃ الکل باسم الجزء کے قبیل سے ہے اور مصنف کی طرز کے مطابق یوں کہا جائے گا کہ یہ تسمیۃ الفرع باسم الاصل کے قبیل سے ہے۔

قولہ وحد الحرف كلمة .... معنى فى غيرها

مصنف فعل کی تعریف اور اس کے علامات کے بیان سے فارغ ہونے کے بعد حرف کی تعریف بیان کررہے ہیں کہ حرف وہ کلمہ ہے جو نہ دلالت کرے ایسے معنے پر جو اسکے ذات میں حاصل ہو اس کے غیر کے اعتبار میں۔

سوال حرف جب اپنے معنے پر دلالت نہیں کرتا تو ایسے معنی پر کیسے دلالت کرسکتا ہے جو اس کے غیر میں ہو کیونکہ جو شیٔ اپنی حفاظت نہ کرسکے تو وہ غیر کیلئے کیسے محافظ بن سکتی ہے۔

جواب یہاں فی معنی اعتبار کے ہے جیسے قاعدہ ہے الدار فی نفسها حکمها کذا یہاں پر فی اعتبار کے معنی میں ہے مطلب یہ ہوگا کہ حرف وہ کلمہ ہے جو معنی پر اپنی ذات کے اعتبار سے دلالت نہ کرے بلکہ حرف وہ کلمہ ہے جو معنی پر اپنے غیر کے اعتبار سے دلالت کرے۔

یعنی اپنے معنے پر دلالت کرنے میں کسی دوسرے کلمہ کے انضمام کی طرف محتاج ہو۔

سوال یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں یہ اسماء اضافیہ یعنی وہ اسماء جن کے مفہوم کا تصور

موقوف ہوتا ہے دوسرے امر کے تصور پر جیسے فوق، تحت اب وغیر یعنی اسماء ستہ یہ بھی اپنے معنی پر دلالت کرنے میں دوسرے کلمے کے محتاج ہوا کرتے ہیں۔

جواب ہماری مراد دلالت سے دلالت باعتبار اصل وضع کے ہے اور بات ظاہر ہے یہ اسماء لازم الاضافہ اب ابن وغیرہ۔ اور اسمائے اشارہ وغیرہ یہ سب استعمال میں محتاج لیکن وضع کے اعتبار سے سب کے سب مستقل بالفھوم رکھتے ہیں۔ فاندفع الاشکال۔

قولہ نحو من فان معنا ------ من البصرت الی الکوفۃ

مصنف حرف کی مثال پیش کرنا چاہتے ہیں۔ جیسے حروف میں سے ایک حرف من ہے اس کی وضع ابتداء والے معنے کے لئے ہے لیکن یہ حرف اس ابتدا خاص والے معنے پر دلالت نہیں کرتا جب تک کہ اس کے ساتھ دوسرا کلمہ جس سے ابتدا ہو رہی ہو وہ ذکر نہ کیا جائے مثلا بصرۃ ہے کوفۃ ہے جیسے کہا جاتا ہے سرت من البصرۃ الی الکوفۃ اور جب مِن کے ساتھ البصرۃ کہا اب اس مِن نے اپنے ابتدا خاص والے معنے پر دلالت کی ہے۔ یاد رکھیں ابتدا دو قسم پر ہے ایک ابتداء مطلق دوسری ابتدء امقید اول ابتدء اکلی ہے عام ہے دوئم ابتدء امقید یہ جزئی ہے اور خاص ہے ابتداء اول جو ہے وہ معنی ہے لفظ ابتدء کا اور چونکہ لفظ ابتدء اسم ہے تو یہ ابتدا مطلق مستقل بالمفھوم ہے اور ابتداء خاص ابتدا مقید یہ معنی حرف کا اس لئے یہ غیر مستقل بالمفھوم ہے اسی وجہ سے مصنف الابتداء کو معرف باللام لاکر اشارہ کر دیا یہاں ابتدا سے مراد ابتدا خاص ابتدا جزئی ہے۔

قولہ وعلامۃ ان لا یصح --------- ولا علامات الافعال:

مصنفؒ حرف کی علامت بیان کرنا چاہتے ہیں۔ اسکی پہلی علامت یہ ہے کہ نہ اس سے خبر دینا صحیح ہوتا ہے نہ اس کے ساتھ خبر دینا صحیح ہوتا ہے یعنی حرف نہ محکوم علیہ ہوتا ہے نہ محکوم بہ ہوتا ہے اس لئے کہ دونوں مستقل بالمفھوم ہوا کرتے ہیں اور حرف چونکہ مستقل بالمفھوم نہیں رکھتا اسی لئے حرف نہ مسند ہوتا ہے نہ مسند الیہ ہوتا ہے اور دوسری علامت یہ بیان کی کہ یہ اسماء اور افعال کی علامت کو قبول نہیں کرتا اس لئے کہ ان کے اندر علامتوں کا تقاضا ہی نہیں لہذا جب تقاضا ہی نہیں تو یہ اسم اور فعل کی علامتوں کو قبول بھی نہیں کرے گا۔

سوال مصنف کا ان لا یصح کے بعد ان لا یقبل ذکر کرنا غلط ہے کیونکہ ان لا یصح ان لا یقبل کو شامل ہے۔

جواب یہ تخصیص بعد التعمیم ہے۔

قولہ للحرف فی کلام العرب ---------- ان شاء اللہ تعالیٰ

یہ عبارت سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال جب حرف نہ مسند اور نہ مسند الیہ واقع ہوتا ہے نہ اسم کی علامتوں کو قبول کرتا ہے نہ فعل کی علامتوں کو قبول کرتا ہے تو اس کا کلام عرب میں ذکر کرنا بیکار ہے۔

جواب حروف کے لئے کلام عرب میں بہت سارے فوائد ہیں لہذا اس سے بحث کرنا بے فائدہ نہیں ہوگا اور فوائد میں سے یہ فائدہ ہے کہ یہ دو اسموں کے درمیان ربط دیتا ہے جیسے زید فی الدار اگر فی حرف یہاں نہ ہوتا تو زید الدار کا کوئی معنی نہ بن سکتا تھا اسی طرح دو فعلوں کے درمیان اسم اور فعل کے درمیان، دو جملوں کے درمیان یہ ربط دیتا ہے اور اس کے علاوہ اور بھی فوائد ہیں جن کی تفصیل القسم الثالث حروف کی بحث میں آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

قولہ ویسمی حرفاً لوقوعہ فی الکلام حرفا ای طرفا حرف کی وجہ تسمیہ کا بیان کہ حرف کو حرف کیوں کہتے ہیں حرف کا معنی ہوتا ہے طرف اور کنارہ چونکہ یہ بھی کلام میں طرف اور کنارہ واقع ہوتا ہے اس لئے اسے حرف کہا جاتا ہے

قولہ اذ لیس مقصوداً فی الذات مثل المسند والمسند الیہ

یہ عبارت سوال مقدرہ کا جواب ہے۔

سوال آپ نے کہا حرف یہ طرف کلام میں واقع ہوتا ہے حالانکہ یہ وسط کلام میں بھی واقع ہوتا ہے جیسے زید فی الدار۔

جواب یہاں طرف سے مراد اسم اور فعل کی طرف مقابل ہے یعنی جس طرح اسم و فعل مقصود بالذات ہوتے ہیں یعنی مسند اور مسند الیہ ہوتے ہیں یہ ان کے طرف مقابل ہے یعنی یہ مسند اور مسند الیہ واقع نہیں ہوتا۔

بحث کلام

قولہ فصل الکلام لفظ تضمن کلمتین بالاسناد: مصنف نحو کا موضوع کلمے کی تعریف اور اس کے اقسام اور علامات کے بیان کرنے کے بعد اب نحو کا دوسرا موضوع کلام کی تعریف اور تقسیم بیان کرنا چاہیے۔ اس فصل میں کلام کی تعریف یہ ہے کہ کلام وہ لفظ ہے جو متضمن ہو دو کلموں کو اسناد کے ساتھ یعنی ایک کلمہ مسند اور دوسرا مسند الیہ ہو۔

سوال یہ آپکی تعریف غلط ہے اس لئے کہ یہاں اتحاد المتضمن والمتضمن کی خرابی لازم آتی ہے حالانکہ متضمن اور ہوتا ہے متضمن اور ہوتا ہے جیسے لوٹا میں پانی ہو تو لوٹا متضمن اور پانی متضمن ہے اور یہاں پر زید قائم کلام بھی ہے جو کہ متضمن ہے اور یہ دو کلمے بھی ہے جو کہ متضمن ہے۔

جواب حیثیت کے اعتبار سے فرق ہے اجتماعی حیثیت سے متضمن ہے اور انفرادی حیثیت سے متضمن ہے اور قاعدہ ہے کہ حیثیت بدل جائے تو حکم بھی بدل جاتا ہے۔

سوال آپکی تعریف جامع نہیں کہ یہ اضرب اور لا تضرب پر صادق نہیں آتی کیونکہ یہ ایک کلمہ ہے دو کلمے نہیں حالانکہ یہ کلام ہے بالاتفاق۔

جواب اس میں دوسرا کلمہ ضمیر مستتر ہے۔

سوال پھر بھی یہ تعریف جامع نہیں زید قائم ابوہ اور زید قام ابوہ پر صادق نہیں آتی کیونکہ ان میں تو چار کلمے موجود ہیں۔

جواب ہم نے اقل درجہ بیان کیا ہے کہ کلام کے لئے کم سے کم دو کلمے ہونا ضروری ہے زیادہ کی ہم نے بالکل نفی نہیں کی لہذا ہماری تعریف جامع ہوگی۔

سوال یہ تعریف دو جملوں پر صادق آتی ہے جیسے ان جاءنی زید اکرمتہ کیونکہ وہ بھی ایک ہی کلام ہے۔

جواب صادق آتی ہے تو آنے دو کیونکہ کلام تو فقط جزاء ہے اور شرط تو اس کے لئے محض قید ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ قیودات کلام سے خارج ہوا کرتے ہیں۔

سوال یہ تعرف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ غلام زید پر صادق آتی ہے کہ غلام زید اس میں بھی دو کلمے موجود ہیں۔

جواب بالاسناد کی قید سے یہ خارج ہو جاتا ہے اسلئے کہ دو کلمے ایسے ہوں کہ ایک مسند اور دوسرا مسند الیہ ہو۔

سوال بالاسناد کی بجائے بالاخبار کہہ دیتے تب بھی یہ مقصد حل ہو جاتا۔

جواب اخبار کا استعمال ان اسناد میں ہوا کرتا ہے جو جملہ خبریہ میں ہوں جملہ انشائیہ پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا۔

جواب دوئم اخبار خاص ہے جملہ خبر کے ساتھ اور اسناد عام ہے جملہ خبریہ پر بھی اطلاق ہوتا ہے۔ اور جملہ انشائیہ پر بھی اور یہاں چونکہ اسناد سے مراد عام تھا جو کہ جملہ خبریہ وانشائیہ دونوں کو شامل ہو اس لئے اخبار کا لفظ نہیں لائے اسناد کا لفظ لے آئے۔

یاد رکھیں بالاسناد ظرف لغو ہے تضمن کے لئے یا باعتبار موصوف محذوف کے مفعول مطلق ہے تقدیری عبارت یوں ہوگی۔ تضمن الکلمتین تضمناً حاصلاً بسبب الاسناد

قولہ والاسناد نسبة احدی الکلمتین ------- وقام زید

کیونکہ کلام کی تعریف میں اسناد کا لفظ مذکور تھا اس لئے مصنف اسناد کی تعریف کرنا چاہتے ہیں اسناد کا لغوی معنی ہے نسبت کرنا ایک شیٔ کو دوسری شیٔ سے ربط دینا اور اصطلاحی معنی یہ ہے کہ دو کلموں میں سے ایک کلمہ کی دوسری کلمہ کی طرف نسبت کرنا اس طرح سے کہ وہ نسبت مخاطب کو پورا فائدہ دے پس جس پر متکلم کا سکوت صحیح ہو جائے۔

سوال ضرب زید اس میں مسندومسند الیہ دونوں مذکور ہیں لیکن مخاطب کو سننے کے باوجود مفعول وغیرہ کا انتظار باقی رہتا ہے تو فائدہ تامہ حاصل نہ ہوا۔

جواب فائدہ تامہ سے مراد یہ ہے کہ مخاطب کو نفس مقصود اصلی کے سمجھنے میں کسی اور چیز کا

انتظار نہ ہو بخلاف مفعول وغیرہ کہ وہ مقصود اصلی نہیں ہے۔

قولہ یصح السکوت علیھا ۔ یہ عبارت اسناد کی تعریف میں داخل نہیں بلکہ اسکے فائدہ کی تامہ کی تفسیر ہے کہ فائدہ تامہ سے مراد یہ ہے کہ جس پر متکلم کا سکوت صحیح ہو جائے یعنی اگر متکلم اتنی بات کر کے خاموش ہو جائے تو مخاطب کو مقصود اصلی کو سمجھنے کیلئے کسی اور چیز کا انتظار نہ کرنا پڑے جیسے زید قائم ہے یہ جملہ اسمیہ کی مثال ہے اور قام زید یہ جملہ فعلیہ کی مثال ہے۔

قولہ فعلم ان الکلام لا یحصل ...... جملہ اسمیہ فعلم

جو شرط مقدر کی جزا پر ہوا کرتی ہے۔

تقدیر عبارت یوں ہے اذا کان الاسناد ماخوذاً فی تعریف الکلام فعلم ان الکلام الی آخرہ یعنی جب تعریف کلام میں اسناد معتبر ہے اور اسناد مسند الیہ اور مسند کے بغیر نہیں پائی جاتی تو معلوم ہوا کلام ہمیشہ یا تو دو اسموں سے مرکب ہوگی جیسے زید قائم جس کو جملہ اسمیہ کہا جاتا ہے۔

جملہ اسمیہ کی تعریف: جملہ اسمیہ وہ ہے جس کی دو مقصودی جزؤں میں سے پہلی جز اسم ہو یا وہ کلام فعل اور اسم سے مرکب ہوگی جیسے قام زید اس کو جملہ فعلیہ کا کہا۔

جملہ فعلیہ کی تعریف: جس کے دو جزء مقصودی میں سے پہلی جز فعل ہو الحاصل اس عبارت میں مصنف نے کلام کی تقسیم بیان کی ہے کہ کلام کی دو قسمیں ہیں جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ۔

قولہ اذ لا یو جذ المسند .... للکلام منھما

یہ کلام کی تقسیم کے لئے دلیل اور علت کا بیان ہے کہ کلام کو دو قسموں میں کیوں بند کیا گیا ہے اس کی علت اور دلیل یہ ہے کہ کلام بنتی ہے مسند اور مسند الیہ سے اور یہ دونوں اکٹھے نہیں پائے جاتے مگر انہی دو صورتوں میں کہ دو اسم ہوں یا فعل اور اسم۔

سوال کلمہ کی تقسیم میں کلمہ حصر ذکر نہیں کیا اور یہاں کلام کی تقسیم میں کلمہ حصر کا ذکر کیوں کیا اس کی کیا وجہ ہے۔

جواب کلمہ کا انحصار اقسام ثلثہ میں حصر عقلی تھا کہ عقلاً کوئی اور احتمال نہیں تھا اور جب کہ کلام کا

دو قسموں میں انحصار یہ حصر عقلی نہیں تھا بلکہ چار اور احتمال بھی تھے اس لئے یہاں ضرورت تھی کلمہ حصر لانے کی تب مصنف کلمہ حصر کو ذکر کیا ہے۔

قولہ فان قیل قد نوقض .... فلانقض علیه

مصنف ایک سوال نقل کر کے جواب دینا چاہتے ہیں۔

سوال یا زید کلام ہے جو اسم اور حرف سے مرکب ہے لہذا اب آپکا حصر کرنا کہ کلام کی فقط دو قسمیں ہیں یہ درست نہیں۔

جواب ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ یا زید کلام ہے لیکن یہ نہیں تسلیم کرتے کہ یہ حرف اور اسم سے مرکب ہے بلکہ فعل اور اسم سے مرکب ہے لہذا حصر کرنا کلام کا دو قسموں میں بالکل درست ہوا۔

قولہ واذا فرغنا من المقدمة..... والله الموفق والمعین۔

جب ہم مقدمہ سے فارغ ہو چکے چاہیے کہ تین قسموں کے بیان میں شروع ہوں اور اللہ تعالیٰ توفیق اور مدد کرنے والا ہیں چونکہ مقدمہ تین فصلوں پر مشتمل تھا فصل اول میں علم نحو کی تعریف موضوع وغرض وغایت کا بیان تھا اور فصل ثانی میں کلمہ کی تعریف اور تقسیم اور پھر اقسام کے لئے تعریفات اور علامات کو بیان کیا گیا ہے اور فصل ثالث میں نحو کے دوسرے موضوع کلام کی تعریف اور تقسیم کو بیان کیا گیا ہے۔

﴿القسم الاول فی الاسم﴾

اقسام ثلاثہ میں سے پہلی قسم اسم اور دوسری قسم فعل کے بیان میں آئے گی اور تیسری قسم حرف کے بیان میں ہوگی تو یہاں سے قسم اول کا بیان ہے۔

سوال اسم کی مباحث کو فعل اور حرف کی مباحث پر کیوں مقدم کیا گیا۔

جواب ماقبل میں ہم یہ بتا چکے ہیں کہ اسم اصل ہے بہ نسبت فعل اور حرف کے کیونکہ یہ عمدہ ہے اور عمدہ کیوں ہے اس لئے کہ یہ اپنے وجود میں اور اسی طرح کلام کے بننے میں غیر کا محتاج نہیں۔

جواب ثانی اسم کی مباحث مقاصد ثلاثہ پر مشتمل ہے مرفوعات اور منصوبات اور مجرورات اس لئے مصنف اسم کی مباحث کو مقدم کیا ہے۔

قولہ وقدمر تعریفه و هو ینقسم الی المعرب والمبنی۔

یہ قد مر تعریفہ سوال مقدرہ کا جواب ہے۔

سوال مصنف نے اسم کی تقسیم شروع کی حالانکہ اولاً شیٔ کی تعریف ہوتی ہے پھر تقسیم ہوتی ہے۔

جواب اسم کی تعریف گزر چکی ہے اسم کی دو قسمیں ہیں معرب و مبنی

وجہ حصر: اسم دو حال سے خالی نہیں مفرد ہوگا یا مرکب مفرد ہو تو مبنی جیسے زید مرکب ہو تو دو حال سے خالی نہیں مرکب مع العامل ہوگا یا مع غیر عامل ہوگا اگر مرکب مع غیر العامل ہو تو پھر بھی مبنی ہوگا جیسے غلام زید میں غلام مبنی ہے۔

اور اگر مرکب ہو عامل کے ساتھ ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں مبنی الاصل کے ساتھ مشابہ ہوگا یا نہیں اگر مبنی الاصل کے ساتھ مشابہ ہو تو پھر بھی مبنی ہوگا۔ جیسے قام ھذا اور اگر مبنی الاصل کے مشابہ نہ ہو اور عامل کے ساتھ مرکب ہو تو معرب ہوگا۔

فائدہ مطلق معرب کی وجہ حصر یوں ہوگی کلمہ تین حال سے خالی نہیں اسم ہوگا یا فعل ہوگا یا حرف اگر حرف ہو تو تمام کے تمام مبنی ہونگے اور اگر فعل ہو تو پھر تین حال سے خالی نہیں ماضی ہوگے یا مضارع ہوگا یا امر اگر ماضی اور امر حاضر معلوم تو مبنی ہوگا اور اگر فعل مضارع ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں نون تاکید یا نون جمع مؤنث اس میں ہوگا یا نہیں اگر نون تاکید یا نون جمع مؤنث موجود ہو تو مبنی ہوگا اور اگر فعل مضارع ان سے خالی ہو تو معرب ہوگا اور اگر اسم ہو تو اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

وجہ تسمیہ معرب و مبنی: مبنی کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ مبنی بنانا سے ہے اس کا معنی ہے قرار پکڑنا تبدیل نہ ہونا کیونکہ اسم مبنی بھی ایک حرکت پر مضبوط ہو جاتا ہے کسی عامل سے اس کا آخر نہیں بدلتا اس لئے اسے مبنی کہتے ہیں۔

معرب کی وجہ تسمیہ دو طرح کی ہے (۱) معرب اعرب یعرب اعرابا اسے ہے اعراب کا معنی

ہوتا ہے ظاہر کرنا اور یہ صیغہ چونکہ ظرف کا ہے معنی ہوگا ظاہر کرنے کی جگہ کیونکہ اس پر اعراب ظاہر ہوتا ہے اور اس لئے اسے معرب کہا جاتا ہے۔

(۲) کہ یہ عرب یعرب سے ہے جس کا معنی ہوتا ہے فساد کا ہونا اس کو باب افعال پر لے گئے تو ہمزہ اسمیں سلب کا آیا ہے تو معنیٰ ہو گیا فساد کا نہ ہونا کیونکہ اعراب کی وجہ سے معرب پر جو معنی کے فساد کا اشتباہ تھا وہ ختم ہو جاتا ہے اسی لئے اس کو معرب کہا جاتا ہے۔

قولہ فلنذ کرہ فیبا بین و خاتمہ مصنف یہ بتا رہے ہیں کہ معرب کے احکام کو دو بابوں میں اور ایک خاتمہ میں بیان کیا جائے گا۔

﴿بحث اسم معرب﴾

قولہ الباب الاول فی الاسم المعرب ---- مقاصد و خاتمة

پہلا باب میں اسم معرب کی بحث ہوگی جس کے اجزاء یہ ہوں گے اس میں ایک مقدمہ ہوگا اور تین مقاصد ہوں گے اور ایک خاتمہ۔

سوال معرب کو مبنی پر کیوں مقدم کیا گیا ہے۔

جواب اول معرب کے افراد زیادہ ہے بنسبت مبنی کے افراد کے اور قاعدہ ہے العزة للتکاثر اسی وجہ سے معرب کو مبنی پر مقدم کردیا۔

جواب دوئم معرب میں چونکہ اعراب لفظی وتقدیری دونوں ہوتے ہیں اور مبنی میں فقط اعراب محلی ہوتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ اعراب لفظی و تقدیری دونوں اصل ہیں اعراب محلی سے لہذا معرب اصل کا محل ہوا تو وہ بھی اصل بنا اور اصل غیر اصل پر مقدم ہوا کرتا ہے اس لئے مصنف نے معرب کو مبنی پر مقدم کردیا۔

جواب ثالث معرب کی مباحث بہ نسبت مبنی کے مباحث کے اشرف اور اہم تھیں کیونکہ

نحو کی مباحث میں اہم مباحث مرفوعات ،منصوبات و مجرورات کی ہیں اسی لئے مصنف نے معرب کو مبنی پر مقدم کردیا۔

اما المقدمة ففيها فصول مصنف مقدمہ کے اجزاء بتارہے ہیں کہ اس کے چار اجزاء وہ چار فصلیں ہیں۔ فصل اول اسم معرب کی تعریف فصل ثانی اسم معرب کا حکم فصل ثالث اسم معرب کے اقسام یا اسم معرب کے باعتبار اعراب کے اقسام کا بیان ہے۔

فصل رابع: اسم منصرف غیر منصرف کی مباحث میں ہے۔

فصل فی تعریف الاسم المعرب ۔ ولا یشبه مبنی الاصل

مصنف اسم معرب کی تعریف کرنا چاہتے ہیں معرب ہر وہ اسم ہے جو مرکب ہو اپنے عامل کے ساتھ اور مبنی الاصل کے ساتھ مشابہ نہ ہو۔

سوال مناطقہ نے لکھا ہے کہ لفظ کل کا تعریف میں استعمال کرنا جائز نہیں۔

جواب یہاں پر مناطقہ کی اصطلاح مراد نہیں بلکہ نحو کی اصطلاح مراد ہے اور نحو کی اصطلاح کے اندر لفظ کل تعریف میں ذکر کیا جاتا ہے جس سے مقصود تعریف کی جامعیت ہوا کرتی ہے۔

سوال یہ آپکی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں غلام زید پر صادق آتی ہے کہ لفظ غلام غیر کے ساتھ مرکب بھی ہے اور مبنی الاصل کے مشابہ بھی نہیں حالانکہ یہ معرب نہیں یہ مبنی ہے۔

جواب غیر سے مراد یہاں عامل ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ غلام زید میں لفظ غلام اپنی عامل کے ساتھ مرکب نہیں۔

سوال پھر یہ تعریف جامع نہیں رہے گی جب غیر سے مراد عامل لیا جائے کہ معرب کی تعریف سے مبتدا اور خبر نکل جائیگی کیونکہ انکا عامل لفظوں میں ہوتا ہی نہیں۔

جواب عامل سے مراد عام ہے خواہ لفظی ہو یا معنوی اور مبتدا خبر کا عامل اگرچہ لفظی نہیں ہوتا لیکن معنوی ہوا کرتا ہے۔

سوال آپکی تعریف پھر بھی جامع نہیں کہ غیر منصرف پر صادق نہیں آتی کیونکہ غیر منصرف فعل کے مشابہ ہے اور فعل مبنی الاصل ہے۔

قوله وهو معرب ومبني... الخ
اسم
غیر مرکب مبنی جیسے زَیْدٌ
مرکب مع غیر عامل مبنی غُلَامُ زَیْدٍ
مرکب مع العامل مشابہ مبنی الاصل مبنی جَاءَنِی هٰؤُلَاءِ
مرکب مع العامل غیر مشابہ بمبنی الاصل معرب جَاءَنِی زَیْدٌ
دلیل حصر: اسم دو حال سے خالی نہیں مرکب ہوگا یا غیر مرکب اگر غیر مرکب ہو تو مبنی ہوگا اور اگر مرکب ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں مرکب مع العامل ہوگا یا غیر عامل اگر مع غیر عامل ہو تو بھی مبنی ہوگا اور اگر مرکب مع العامل ہو تو پھر بھی دو حال سے خالی نہ ہوگا مبنی اصل کے مشابہ ہوگا یا نہ ہوگا اگر ہو تو بھی مبنی۔ اگر نہ ہو تو معرب ہوگا۔ امثلہ نقشہ میں ہیں۔
المبنی
اقسام مبنی
مرکب مع العامل مشابہ مبنی الاصل
غیر مرکب
مبنی الاصل

جواب ہماری مراد مشابہت سے مناسبت مؤثرہ ہے جبکہ غیر منصرف کے اندر مشابہت ضعیفہ ہے۔
فائدہ مناسبت مؤثرہ کی سات قسمیں ہیں۔

قسم اول: کوئی اسم مبنی الاصل کے معنی کو متضمن ہو جیسے این ہمزہ استفھام کے معنی کو متضمن ہے اسی طرح لا رجل فی الدار میں من حرف جار کو متضمن ہے اصل تھا لا من رجل فی الدار۔

قسم ثانی: کسی اسم کی بنا تین حرفوں سے کم پر ہو جیسے مبنی الاصل میں سے بعض حروف کی بناء تین حرف سے کم پر ہوتی ہے جیسے من یہ من کے مشابہ ہے۔

قسم ثالث: کہ کوئی اسم قرینے کا محتاج ہو جس طرح مبنی لاصل میں سے حروف قرینے کے محتاج ہوتے ہیں جیسے اسم موصول صلہ کا اور اسماء اشارہ مشار الیہ کا محتاج ہوتا۔

قسم رابع: کوئی اسم مبنی الاصل کی جگہ پر واقع ہو جیسے نزال کے انزل کی جگہ پر واقع ہونے کی وجہ سے مبنی ہے۔

قسم خامس: کہ کوئی اسم کسی ایسے اسم کا ہم وزن ہو جو مبنی الاصل کی جگہ پر ہو جیسے فجار، حضار، تمار، یہ نزال کے ہم وزن ہیں اور نزال مبنی الاصل کی جگہ پر واقع ہے۔

قسم سادس: کہ کوئی اسم مبنی الاصل کا ہم شکل ہو جیسے کاف اسمی کاف حرفی کے ہم شکل ہے جس طرح کذالك کا جو کاف ہے یہ حرفی ہے اگر یہ کاف اسمی ہوتا تو اس کی جگہ کبھی تو اسم ظاہر بھی استعمال ہو سکتا حالانکہ اس کی جگہ کبھی بھی اسم ظاہر استعمال نہیں ہو سکتا۔

قسم سابع: کوئی اسم کسی ایسے اسم کی جگہ پر واقع ہو جو مبنی الاصل کا ہم شکل ہو جیسے یازید کے اس میں زید کاف اسمی کی جگہ پر ہے اور کاف اسمی کاف حرفی کے ہم شکل ہے۔

قولہ اعنی الحرف والامر والحاضروالماضی مصنف مبنی الاصل کی اقسام بتارہے ہیں کہ مبنی الاصل تین چیزوں کو کہتے ہیں۔ تمام حروف اور فعل امر حاضر معلوم اور فعل ماضی معلوم و مجہول اگر چہ اس میں اور مذاھب بھی تھے لیکن راجح یہی مذھب تھا اس لئے مصنف نے اسے بیان کیا

قولہ نحو زید فی قام زید ---------- اویسمی متمکنا

معرب کی تعریف سے دوشرطیں معلوم ہوئیں ایک شرط وجودی اور ایک شرط سلبی پہلی شرط وجودی وہ یہ ہے کہ وہ اپنے عامل کے ساتھ مرکب ہو اور دوسری شرط جو سلبی ہے وہ یہ ہے کہ مبنی الاصل کے مشابہ نہ ہو لہذا قام زید میں زید کے اندر دوشرطیں موجود ہیں کہ عامل سے مرکب بھی ہے اور مبنی الاصل کے مشابہ بھی نہیں لہذا زید معرب ہوگا قام زید میں۔

اگر اکیلا زید ہو تو مبنی ہوگا کیونکہ پہلی شرط وہ موجود نہیں اسی طرح قام ھولاء میں ھولاء معرب نہیں مبنی ہے اس لئے کہ اس میں دوسری شرط موجود نہیں کہ ہم نے کہا کہ مبنی الاصل کا مشابہ نہ ہو اور یہ مبنی اصل کے مشابہ ہے اور معرب کا دوسرا نام اسم متمکن ہے۔

وجہ تسمیہ: متمکن یہ باب تفعل کا اسم فاعل ہے اس کا لغوی معنی ہے جائے دھندہ کیونکہ اسم معرب اعراب کو جگہ دیتا ہے اسی وجہ سے اس کو اسم متمکن کہا جاتا ہے۔

قولہ فصل حکمه ان یختلف ---------- مررت بموسیٰ۔

مصنف اس دوسری فصل میں چند چیزوں کو بیان فرما رہے ہیں۔ (۱) معرب کا حکم (۲) اعراب کی تعریف۔ (۳) اعراب کی اقسام (۴) عامل کی تعریف (۵) محل اعراب۔ (٦) معرب کے اقسام تو اس عبارت میں مصنف نے معرب کا حکم بیان فرمایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ عامل کے بدلنے سے اس کا آخر بدل جائے عام ازیں کہ اختلاف لفظی ہو جیسے جاء نی زید الی آخرہ یا اختلاف تقدیری ہو جیسے جاء نی موسیٰ الی آخرہ یاد رکھیں اختلاف میں دو تعمیمیں ہیں پہلی تعمیم اختلاف ذاتی ہو یا صفتی اختلاف ذاتی سے مراد یہ ہے کہ ایک حرف دوسرے حرف سے بدل جائے اس کو اعراب الحرف کہتے ہیں اور اختلاف صفتی یہ ہے کہ ایک حرکت دوسری حرکت سے بدل جائے اور اس کو اعراب بالحرکت کہتے ہیں۔ پھر اختلاف ذاتی اور صفتی میں تعمیم ہے اختلاف لفظی یا اختلاف تقدیری ہو۔ تو چار صورتیں بن گئی۔

(۱) اختلاف ذاتی لفظی جیسے جاء نی ابوك ورئیت اباك ومررب یا بیك

(۲) اختلاف ذاتی تقدیری جیسے جاء نی مسلمی ورئیت مسلمی و مررت بمسلمی

(۳) اختلاف صفتی لفظی جیسے جاء نی زید الی آخرہ

(۴) اختلاف صفتی تقدیری جیسے جاء نی موسیٰ ورئیت موسیٰ و مررت بموسیٰ

سوال حکم کے چند معنے آتی ہیں لیکن یہاں پر بمعنی اثر کہ ہیں تو اب اثر کی اضافت ہے ضمیر کی طرف اور ضمیر راجع ہے معرب کی طرف تو اثر کی نسبت ہوئی معرب کی طرف تو حالانکہ اثر کی نسبت تو مؤثر اور عامل کی طرف کرنا چاہتے نہ کہ معرب کی طرف۔

جواب آپکی بات درست ہے لیکن اثر کی نسبت جو معرب کی طرف کی گئی ہے۔ یہ ادنی ملابست کی وجہ سے وہ یہ کہ چونکہ وہ اثر ظاہر معرب پر ہی ہوا کرتا تھا اسی لئے کہہ دیا یہ اثر ہی معرب کا ہے۔

سوال آپ نے کہا عامل کے بدلنے سے معرب کا آخر بدل جاتا ہے ہم دیکھاتے ہیں کہ عامل بدل رہا ہے معرب کا آخر نہیں بدل رہا جیسے ضربت زیداً، إن زیداً اور انی ضارب زیداً پہلی مثال میں زید کے لئے عامل فعل دوسری میں حرف اور تیسری میں شبہ فعل اسم ہے لیکن زید کا آخر مختلف نہیں ہوا وہ منصوب ہے۔

جواب اختلاف عامل سے مراد عامل کی ذات کا اختلاف نہیں بلکہ عمل کا اختلاف مراد ہے اور ان مثالوں میں عامل کی ذات تو بیشک مختلف ہے لیکن عمل سب کا زید کے لئے ایک ہے جو کہ نصب ہے۔

سوال آپ نے حکم میں العوامل کا لفظ جمع لائے اور جمع کا اطلاق کم از کم تین فرد پر ہوتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ کم سے کم تین عامل داخل ہوں تب معرب کا آخر بدلے گا حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے۔

جواب العوامل جمع پر الف لام جنس کا داخل ہے اور قاعدہ ہے کہ جس جمع پر جب الف لام جنس کا داخل ہو تو جمعیت والا معنی باطل ہو جاتا ہے لہذا العوامل سے ایک عامل مراد ہے۔

سوال جب العوامل جمع سے ایک عامل مراد ہے تو پھر جمع کا صیغہ لانے کی کیا ضرورت تھی۔

جواب یہ بات طالب علم کو بتانے کے لئے کہ عامل ایک نہیں بلکہ عوامل بہت ہیں اسی وجہ

سے جمع کثرۃ کا صیغہ لائے۔

قولہ **الاعراب مابه يختلف آخر المعرب** مصنف دوسری بات بیان کر رہے ہیں یعنی اعراب کی تعریف اعراب وہ ہے جس کے ذریعے معرب کا آخر مختلف ہو جائے۔

سوال یہ اعراب کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ یہ عامل اور اسناد اور معنی مقتضی للاعراب پر صادق آتی ہے کیونکہ ان کی وجہ سے معرب کا آخر مختلف ہوتا ہے۔

جواب اول ما سے مراد حروف اور حرکات ہیں اب تعریف کا حاصل یہ ہوگا کہ اعراب حرکات اور حروف کا نام ہے جن کے ذریعے معرب کا آخر تبدیل ہو جائے اور یہ بات ظاہر ہے کہ عامل اور اسناد اور معنی مقتضی للاعراب حروف وحرکات نہیں ہیں۔

جواب دوئم به کی جو باء ہے یہ بائسببیت کی ہے جس سے مراد سبب کامل اور سبب قریب ہے کیونکہ قاعدہ ہے المطلق اذا اطلق يراد به الفرد الكامل اور یہ بات ظاہر ہے کہ سبب کامل اور سبب قریب وہ اعراب ہی ہے لہذا یہ تعریف دخول غیر سے مانع ہوئی۔

قولہ **كالضمة والفتحة والكسرة والواوو لالف والياء** اعراب کی دو قسمیں ہیں اعراب بالحرکت جیسے ضمہ، فتحہ، کسرہ اور اعراب بالحرف جیسے الف واؤ اور یاء۔

قولہ **واعراب الاسم على ثلثه انواع رفع ونصب وجر** تیسری بات کا بیان مصنف اسم کے اعراب کے اقسام بتانا چاہتے ہیں کہ اسم کے اعراب کی تین قسمیں ہیں رفع، نصب وجر۔

سوال مصنف انواع کا لفظ لائے اقسام کا لفظ کیوں نہیں لائے اس میں کیا حکمت ہے۔

جواب انواع کا لفظ لا کر اشارہ کر دیا کہ رفع ونصب وجر یہ ایک نوع ہے اور کلی کہ اس کے تحت کئی افراد ہیں رفع کیتین فرد ہیں۔(۱) ضمہ کے ساتھ (۲) رفع الف کے ساتھ (۳) رفع واو کے ساتھ اور نصب بھی ایک نوع کلی ہے جس کے تحت چار فرد ہیں (۱) نصب فتحہ کے ساتھ (۲) نصب کسرہ کے ساتھ (۳) نصب الف کے ساتھ (۴) نصب یاء کے ساتھ اور جر بھی ایک نوع کلی ہے جس کے تحت تین فرد ہیں۔ (۱) جر کسرہ کے ساتھ (۲) جر فتحہ کے

ساتھ (۳) جریا کے ساتھ۔

سوال اعراب کا ایک اور قسم جزم بھی ہے اس کو مصنف نے کیوں بیان نہیں کیا۔

جواب کہ جزم تو فعل کا اعراب ہے اور یہاں پر مصنف اسم کے اعراب بیان کر رہے ہیں نہ کہ فعل کے۔

فائدہ معرب کی حرکات کے القاب رفع، نصب، جر ہے اور مبنی کی حرکات کے القاب ضم، فتح، کسر ہے اور مشترک القاب ضمہ، فتحہ اور کسرہ۔

قولہ **العامل مابه رفع اونصب او جر** مصنف چوتھی بات بیان کرنا چاہتے ہیں یعنی عامل کی تعریف عامل کا لغوی معنی عمل کرنے والا اور تعریف یہ کہ عامل وہ ہے کہ جس کی وجہ سے رفع نصب جر آوے جیسے جاء نی زیداً میں زید پر رفع جاء کی وجہ سے آیا ہے اور رئیت زیداً میں زیداً پر نصب رئیت کی وجہ سے اور مررت بزید میں زید پر جر حرف جار کی وجہ سے۔

سوال عامل کی یہ تعریف جامع نہیں اس لئے کہ یہ عوامل فعل پر صادق نہیں آتی جیسے لم اور لما وغیرہ کیونکہ ان کی وجہ سے تو جزم آتی ہے نہ کہ رفع و نصب و جر۔

جواب یہاں پر اسم کی بحث چل رہی ہے لہٰذا عامل اسم کی تعریف ہے نہ کہ مطلق عامل کی تعریف۔

قولہ **ومحل الاعراب من الاسم هو الحروف الاخير:**

مصنف پانچویں بات بیان کرنا چاہتے کہ اسم کا محل اعراب آخر کا حرف ہوتا ہے نہ پہلا حرف اور نہ درمیان والا۔

سوال محل اعراب آخری حرف ہی کیوں بنایا گیا ہے۔

جواب اعراب بمنزل صفت کے ہے اور قاعدہ ہے کہ موصوف کے بعد صفت آیا کرتی ہے لہذا اعراب معرب کے بعد آئے گا اسی وجہ سے محل اعراب آخری حرف بنایا ہے۔

سوال مسلمون اور مسلمان انکا آخری حرف تو نون ہے لیکن محل اعراب نون سے پہلے والا

حرف ہے۔

جواب یہ نون حرف آخر نہیں بلکہ یہ نون تو مفرد کی حرکت اور تنوین کے عوض ہے اور آخری حرف نون سے پہلا والا حرف ہے لہذا محل اعراب آخری حرف ہوا اسی وھم کو دور کرنے کے لئے مصنف هو الحرف الاخیر کو ضمیر فصل جو حصر کے لئے ہے لائے ہیں۔

قولہ مثال الکل نحو قام زید .... محل الاعراب

اب سب کی مثال اکٹھی بیان کرنا چاہتے ہیں کہ قام زید میں قام عامل اور زید معرب ہے اور اس پر جو ضمہ ہے وہ اعراب ہے زید کی دال محل اعراب ہے۔

قولہ واعلم انه لا یعرب .... ان شاء الله تعالیٰ

چھٹی بات مصنف بیان کرنا چاہتے ہیں کہ معرب کی دو قسمیں ہیں (۱) اسم تمکن بشرطیکہ جب ترکیب میں واقعہ ہوا گر اکیلا اسم متمکن کھڑا ہے جیسے زید، عمرو، بکر تو پھر مبنی ہوگا معرب نہیں اور (۲) فعل مضارع ہے بشرطیکہ نون تاکید اور نون جمع مؤنث سے خالی ہو اگر فعل مضارع میں نون تاکید کا آگیا یا نون جمع مؤنث کا آگیا جیسے یضربن اور لیضربن تو پھر فعل مضارع مبنی ہوگا معرب ہو گز نہیں ہوگا۔ اور فعل مضارع کا حکم یہاں پر نہیں ہوگا کیونکہ یہاں پر مباحث اسم کا بیان ہے اس کا بیان قسم ثانی میں انشاء اللہ تعالیٰ آئے گا کیونکہ قسم ثانی مباحث فعل میں ہے۔

فائدہ مصنف کی عادت حسنہ ہے کہ وہ طلباء کرام کو کسی خاص کلام کی طرف شوق دلانے کے لئے یا کسی خاص امر کی طرف متوجہ اور متنبہ کرنے کے لئے اعلم جیسے الفاظ لایا کرتے ہیں اور یہاں پر چونکہ قواعد کلیہ کا بیان تھا اس لئے لفظ اعلم مناسب تھا لفظ معرفت کا نہیں اس لئے اعرف کا لفظ نہیں لائے نیز ان امور کلیہ سے مقصود درایت تھی نہ قرأت اس لئے مصنف نہ افہم کا لفظ لائے نہ اقرء کا لفظ لائے ہیں۔

﴿بحث اقسام اعراب﴾

قولہ فصل فی اصناف اعراب الاسم وھی تسعة اصناف مصنف

اس تیسری فصل میں اسم کی اعراب کی اقسام بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اعراب کی نو قسمیں ہیں اور جن کو یہ اعراب دینا ہے اسماء متمکن کو ان اسمائے متمکنہ کی سولہ قسمیں ہیں۔

اعراب کا قسم اول: رفع ضمہ کے ساتھ اور نصب فتحہ کے ساتھ اور جر کسرہ کے ساتھ اور یہ اعراب کا پہلا قسم اسمائے متمکنہ کی تین قسموں کو دیا گیا ہے (۱) مفرد منصرف صحیح (۲) مفرد منصرف جاری مجریٰ صحیح (۳) جمع مکسر منصرف مثال جاء نی زید ودلو وظبی و رجال الی آخرہ۔

فائدہ صرفیوں کی اصطلاح میں صحیح اور ہے نحویوں کی اصطلاح میں صحیح اور ہے نحویوں کے نزدیک صحیح وہ ہے جس کے آخر میں حرف علت نہ ہو یعنی ناقص کو خارج کرتے ہیں لہذا مفرد منصرف صحیح میں مھموز، مضاعف، مثال اجوف وغیرہ داخل ہوں گے ان کا یہ ہی اعراب ہوگا اور جاری مجریٰ صحیح وہ ہے جس کے آخر میں واو یا یاء ہو لیکن ماقبل ساکن ہو جیسے دلو وظبی۔

سوال یہ پہلا قسم اعراب کا ان تین قسموں کیوں دیا گیا ہے۔

جواب یہ تینوں قسم اپنے غیر کے اعتبار سے اصل تھے اور اعراب بالحرکت بھی اصل تھا اس لئے اصل کو اصل والا اعراب دے دیا گیا ہے۔

تو اس میں کون سا ظلم ہوا! باقی رہی یہ بات یہ تین اسم اپنے غیر کے اعتبار سے کیسے اصل ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ مفرد تثنیہ جمع کے مقابلے میں اصل ہے اور منصرف غیر منصرف کے مقابلے میں اور صحیح غیر صحیح کے مقابلے میں اصل ہے اور جاری مجریٰ صحیح غیر صحیح کے مقابلے میں اصل اسطرح جمع مکسر یہ جمع سالم کے مقابلے میں اصل ہے۔

سوال آپ نے کہا اعراب بالحرکت اصل ہے اس پر آپ کے پاس کیا دلیل ہے۔

جواب ہمارے پاس چند دلائل ہیں۔

دلیل اول: اعراب بالحرف پیدا ہوتا ہے اعراب بالحرکت سے اس طرح کہ واو ضمہ سے اور الف فتحہ سے اور یا کسرہ سے پیدا ہوتی ہے جبکہ ان کو ذرا لمبا کیا جاوے۔

دلیل ثانی: اعراب بالحرف عوض ہے اور اعراب الحرکت معوض ہے اور یہ بات ظاہر

ہے کہ معوض اصل ہوتا ہے اور عوض فرع ہوتی ہے والتفصیل فی الکاشفہ.

سوال آپ نے جمع مکسر کو اصل قرار دیا ہے جمع سالم سے اس کی کیا وجہ ہے۔

جواب کہ جمع میں اصل یہ ہے کہ اس کا مفرد سے تغایر ہونا چاہیے اور وہ تغایر تام جمع مکسر میں پایا جاتا ہے نہ کہ جمع سالم میں۔

سوال جمع کے ساتھ مکسر کی صفت لانا غلط ہے کیونکہ معنی یہ ہوگا جمع مکسر ہے ایسی جمع جو ٹوٹی ہوئی ہے حالانکہ رجال جمع تو صحیح سالم ہے ٹوٹی ہوئی نہیں ہے۔

جواب اول مکسر کا لغوی معنی مراد نہیں بلکہ اصطلاحی معنی مراد ہے کہ وہ جمع جس میں واحد کی بنا سالم نہ رہی ہو۔

جواب ثانی یہ مکسر جمع کی صفت، صفت بحالی متعلقہ ہے تقدیر عبارت کیوں ہوگی الجمع المکسر واحدہ۔

سوال اسماء ستہ مکبرہ بھی تو مفرد تھے ان کو یہ اعراب کیوں نہیں دیا گیا۔

جواب مفرد سے مراد وہ مفرد ہے جو لفظاً اور معنیً دونوں لحاظ سے مفرد ہو اور اسماء ستہ مکبرہ لفظ کے لحاظ سے مفرد ہیں لیکن معنی کے اعتبار سے تثنیہ ہے۔

قولہ **الثانی ان یکون الرفع .... مررت بمسلمات**

اعراب کا دوسرا قسم: حالت رفع ضمہ کیساتھ حالت نصب و جر کسرہ کے ساتھ اور یہ دوسرا قسم اعراب کا اسماء متمکنہ کے چوتھے قسم جمع مؤنث سالم کو دیا گیا ہے جیسے ھن مسلمات.

سوال جمع مؤنث سالم میں نصب کو جر کے تابع کیوں کیا گیا ہے۔

جواب جمع مونث سالم فرع ہے جمع مذکر سالم کی چونکہ جمع مذکر سالم میں بھی نصب جر کے تابع تھی اسی لئے جمع مؤنث سالم میں بھی نصب کو جر کے تابع کر دیا تا کہ فرع کی زیادتی اصل پر لازم نہ آئے۔

سوال زیادتی تو پھر بھی لازم آرہی کیونکہ جمع مؤنث سالم کا اعراب بالحرکت ہے اور جمع مذکر سالم کا اعراب بالحرف ہے ابھی آپ نے بتایا کہ اعراب بالحرکت اصل ہے اور اعراب بالحرف

فرع ہے۔

جواب اعراب بالحرکت مطلقاً اصل نہیں اسی طرح اعراب بالحرف مطلقاً فرع بھی نہیں بلکہ مفرد میں اعراب بالحرکت اصل ہے اور جمع میں اعراب بالحرف اصل ہے لہذا فرع کی اصل پر زیادتی لازم نہ آئی۔

سوال جب جمع مؤنث سالم فرع ہے جمع مذکر سالم کی تو فرع کو اصل پر کیوں مقدم کیا ہے۔

جواب مصنف یہاں پر اسماء متمکن کا اعتبار نہیں کر رہے بلکہ اعراب کا اعتبار کیا ہے اور چونکہ اولاً اعراب بالحرکت کا بیان تھا تو اس لئے مصنف نے جمع مؤنث سالم کو مقدم کر دیا۔

سوال یہ اعراب جامع بھی نہیں مانع بھی نہیں جامع اس لئے نہیں کہ ثبون قلون ارضون جمع مؤنث سالم ہیں لیکن ان کا یہ اعراب نہیں اور مانع اس لئے نہیں کہ منصوبات مرفوعات مجرورات، عرفات یہ جمع مؤنث سالم نہیں پھر بھی ان کو یہ اعراب دے دیا گیا ہے۔

جواب: جمع مؤنث سالم سے مراد جمع اصطلاحی ہے کہ ہر وہ جمع جس کے آخر میں الف تا زائدہ ہو لہذا ثبون قلون ارضون یہ نکل جائیں گے اور مرفوعات اور منصوبات اور اسی طرح عرفات بھی داخل ہو جائیں گے کیونکہ یہ عرفۃ کی جمع ہے اب بے شک میدان کا نام ہی کیوں نہیں رکھ دیا گیا۔

قولہ الثالث ان یکون الرفع ------------ ومررت بعمر:

تیسرا قسم اعراب: رفع ضمہ کے ساتھ نصب و جر فتحہ کے ساتھ اور یہ تیسرا قسم اعراب کا اسمائے متمکنہ کے پانچویں قسم غیر منصرف کو دیا گیا ہے جیسے جاء نی عمر الی آخرہ۔

سوال غیر منصرف میں جر کو فتحہ کے تابع کیوں کیا گیا ہے۔

جواب غیر منصرف کی مشابہت ہے فعل کے ساتھ اور چونکہ فعل پر کسرہ نہیں آتی اسی وجہ سے غیر منصرف پر بھی کسرہ نہیں آتی لہذا جر کو نصب کے تابع کیا۔

سوال جب غیر منصرف فرع تھی منصرف کی تو اس کا اعراب بھی فرعی اعراب بالرف ہونا چاہیے تھا۔

جواب ہم بتا چکے ہیں کہ تین حالتوں میں دو اعراب دیا جانا یہ فرع ہوتا ہے اصل نہیں۔ لہذا

فرع کو فرع والا اعراب دے دیا گیا۔

سوال جمع مؤنث سالم وغیر منصرف دونوں فرع تھے تو جمع مؤنث کو مقدم کرنے کی کیا وجہ ہے۔

جواب جمع مؤنث اور غیر منصرف دونوں کی مخالفت مفرد کے ساتھ تھی لیکن جمع مؤنث سالم کے اندر مخالفت فقط ایک چیز میں تھی کہ نصب کا نہ آنا بخلاف غیر منصرف اس کی مخالفت زیادہ ہے کیونکہ اس کی مخالفت دو وجہ میں ہے کسرہ کے نہ آنے میں اور تنوین کے نہ آنے میں

قولہ الرابع ان یکون الرفع .... وکذالبواقی

اس سے پہلے اعراب بالحرکت تھے اب یہاں سے اعراب بالحرف شروع ہو رہا ہے۔ پہلے تین قسم اعراب بالحرکت تھے اور الرابع سے اعراب بالحرف شروع ہو گیا۔

اعراب کا چوتھا قسم: رفع واو کے ساتھ نصب الف اور جر یا کے ساتھ یہ چوتھا قسم اسمائے متمکنہ کی چھٹی قسم اسماء ستہ مکبرہ کو دیا گیا ہے لیکن اسمائے ستہ مکبرہ کو یہ اعراب دینے کے لئے چار شرطیں ہیں۔

(۱) یہ اسمائے ستہ مکبر ہوں اگر مصغرہ ہوں تو ان کو اعراب جاری مجریٰ صحیح والا اعراب دیا جائے گا جیسے جاء نی ابی ورئیت ابی الیٰ آخرہ۔

(۲) یہ اسمائے ستہ مکبرہ موحد ہوں اگر تثنیہ جمع ہو تو انکو اعراب تثنیہ جمع والا دیا جائے گا جیسے جاء نی ابوان الی آخرہ۔

(۳) کہ مضاف ہوں اگر مضاف نہ ہوں تو انکو مفرد منصرف والا اعراب دیا جائے گا جیسے جاء نی اب ورئیت ابا ومررت باب۔

(۴) مضاف بھی ہوں بغیر یا متکلم کے اگر یا متکلم کی طرف مضاف نہ ہوں ورنہ ان کو غلامی والا اعراب دیا جائے گا۔

جیسے جاء نی ابی ورئیت ابی وررت یابی۔

سوال اسمائے ستہ مکبرہ کو یہ اعراب بالحرف کیوں دیا گیا ہے حالانکہ یہ اسمائے اصل ہیں انکو اصل والا اعراب دینا چاہیے تھا۔

جواب اول اعراب بالحرکت کے لئے شرط یہ تھی کہ اس کے قبول کرنے کی صلاحیت ہو اور چونکہ ان کے آخر میں حرف علت ہے۔ اس لئے اعراب بالحرکت قبول کرنے کی صلاحیت نہیں تب ان کو اعراب بالحرف فرعی دیا گیا ہے۔

جواب ثانی مفرد اور تثنیہ اور جمع میں منافرت شدیدہ اور وحشت تامہ پائی جاتی تھی اس لئے نحویوں نے سوچا کہ ان میں صلح کرادی جائے اس لئے ان اسمائے مفردہ کو تثنیہ جمع والا اعراب دے دیا گیا۔

سوال اس اعراب کے لئے چھ عدد کی کیا خصوصیت ہے کہ یہ اعراب پانچ یا سات اسماء کو کیوں نہیں دیا گیا۔

جواب تثنیہ اور جمع کی تین تین حالتیں تھیں تو چھ حالتوں کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے چھ کا عدد انتخاب کیا گیا ہے۔

سوال اگر چھ کا عدد تم نے منتخب کرنا تھا تو ان چھ کو کیوں منتخب کیا گیا ہے۔

جواب ان چھ اسموں کے علاوہ کلام عرب میں اور کوئی اسم نہیں تھا کہ جس کے آخر میں حرف علت ہو اور وہ اعراب بالحرف کے قبول کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔

جواب ثانی کہ ان چھ اسموں کو تثنیہ جمع کے ساتھ زیادہ مشابہت تھی کیونکہ تثنیہ جمع کے اندر جس طرح تعدد ہوتا ہے ان یہ نوعی تعدد ہے مثلاً ابوک سے باپ اور بیٹا دونوں سمجھے جاتے ہیں وغیرہ۔

سوال آپ نے کہا ان چھ اسموں کے علاوہ اور کوئی ایسے اسم نہیں ہم دیکھاتے ہیں کہ ید اور دم اصل میں یدو اور دمو تھے انکے آخر میں حرف علت بھی ہے ان دو کو منتخب کیوں نہیں کیا گیا۔

جواب ان دو اسموں میں بے شک حرف علت تھا لیکن ایسا محذوف ہو چکا ہے کہ کبھی واپس نہیں آسکتا تو اسے نسیا منسیا کہا جاتا ہے۔

قولہ الخامس ان یکون الرفع -------- واثنین واثنتین:

پانچواں قسم اعراب: رفع الف کے ساتھ اور نصب وجر یا ماقبل مفتوح کے ساتھ اور یہ اعراب اسمائے متمکنہ کی تین قسموں کو دیا گیا ہے۔ ساتواں قسم تثنیہ حقیقی جیسے رجلان اور

آٹھواں قسم تثنیہ معنوی جیسے کلا کلتا اورنواں قسم تثنیہ صوری جیسے اثنان واثنتان یادرکھیں تثنیہ حقیقی کے لئے تین شرطیں ہیں۔ (۱) تثنیہ والا معنی ہو۔ (۲) تثنیہ والا وزن۔ (۳) اس کے مادہ سے اس کا مفرد بھی آتا ہو جیسے رجلان اور تثنیہ صوری کے لئے دو شرطیں ہیں۔ (۱) تثنیہ والا معنی (۲) تثنیہ والا وزن بھی ہو جیسے اثنان اثنتان.

اور تثنیہ معنوی کے لئے ایک شرط ہے کہ معنی تثنیہ والا ہو جیسے کلا کلتا۔

سوال آپ نے کلا کو ذکر کیا ہے حالانکہ یہ اعراب جس طرح کلا کا ہے اس طرح کلتا کا بھی ہے۔

جواب کلا اصل ہے اور کلتا فرع ہے اور قاعدہ ہے کہ اصل کے بیان سے فرع کا بیان خود بخود ہو جاتا ہے۔

سوال پھر تو اسی طرح اثنان اصل تھا اور اثنتان فرع تھا تو ان دونوں کو کیوں ذکر کیا۔

جواب ان دونوں کو ذکر کر کے مصنف نے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ ان کی تذکیر و تانیث باقی اسماء کی طرح ہے یعنی مذکر کے لئے بغیر تا کہ ہوں گے جیسے اثنان اور مؤنث کے لئے تا کے ساتھ جیسے اثنتان دوسرے اسمائے عدد کی طرح ان کی استعمال نہیں۔

سوال تثنیہ صوری اور حقیقی کے لئے کوئی شرط نہیں لگائی لیکن تثنیہ معنوی کے لئے اضافت الی الضمیر کی شرط کیوں لگائی۔

جواب تثنیہ حقیقی اور تثنیہ صوری کیلئے صرف ایک ہی اعراب متعین تھا اس لئے کوئی شرط نہیں لگائی بخلاف تثنیہ معنوی کے اس کے دو طرح کے اعراب تھے اگر اضافت الی اسم الظاہر ہو تو اس کا اعراب بالحرکت ہوا کرتا ہے اور اگر اضافت الی ضمیر ہو تو اس کا اعراب بالحرف ہوا کرتا ہے تو اس کیلئے یہ اعراب کے دینے کے لئے یہ شرط لگا دی۔

فائدہ یاد رکھیں میں دو اعتبار تھے لفظاً مفرد او معنیً تثنیہ ہم نے دونوں کا لحاظ کیا ہے البتہ اس طرح پر لحاظ کیا جب اسکی اضافت اسمِ ظاہر کی طرف ہو تو اس کو ہم اعراب بالحرکت دیتے ہیں کیونکہ اسم ظاہر بھی اصل ہے اور اعراب بالحرکت بھی اصل ہے تو اصل کو اصل اعراب دیا جاتا

ہے اور جب ان کی اضافت ضمیر کی طرف ہو تو معنی کا لحاظ کر کے اعراب بالحرف دیتے ہیں کیونکہ ضمیر فرع ہے اور اعراب بالحرف بھی فرع ہے۔

قولہ السادس ان یکون الرفع ---------- واولی مال

اعراب کا چھٹا قسم: رفع واو ماقبل مضموم کے ساتھ اور نصب وجر یا ماقبل مکسور کے ساتھ اور یہ اعراب اسمائے متمکنہ کی تین قسموں کو دیا گیا ہے (۱) دسواں جمع مذکور سالم جیسے مسلمون۔ (۲) گیارواں قسم یعنی جمع معنوی کو جیسے اولو۔ (۳) بارھویں قسم جمع صوری جیسے عشرون تا تسعون۔

سوال یہ اعراب جامع نہیں کیوں کہ مرفوعات، منصوبات، مجرورات پر صادق نہیں آتا حالانکہ یہ جمع مذکر سالم ہیں اور مانع بھی نہیں کیونکہ قلون، ثبون، ارضون پر صادق آتا ہے حالانکہ جمع مونث سالم ہیں۔

جواب ضابطہ ہے کہ کبھی ذکر تو علم کا ہوتا ہے لیکن مراد سے اس سے وصف مشہور ہوتی ہے جیسے لکل فرعون موسی کے اندر فرعون سے مراد مبطل ہے اور موسی سے مراد محق ہے یہاں پر بھی جمع مذکر سالم سے اصطلاحی مراد ہے ہر وہ جمع جس کے آخر میں واو نون ہو خواہ مذکر ہو یا مؤنث۔

سوال جمع معنوی کو جمع صوری پر مقدم کیوں کیا۔

جواب ماقبل میں گزر چکا ہے۔

سوال آپ نے کہا عشرون جمع صوری ہے حالانکہ اس کے مادہ سے اس کا مفرد آتا ہے عشرۃ اس کو جمع حقیقی کہنا چاہیے۔

جواب جمع کا اطلاق کم سے کم تین افراد پر ہوتا ہے اب عشر تین شمار کیا جائے تو تیس بن جائیں گے اور عشرون کا معنی تیس بن جائے گا جو کہ بالکل غلط ہے۔

سوال تثنیہ جمع کو یہ اعراب فرعی کیوں دیا گیا ہے اصلی کیوں نہیں دیا گیا۔

جواب تثنیہ جمع بھی فرع تھے اس لئے ان کو فرعی اعراب دیا۔

سوال اگر تم نے ان کو اعراب بالحرف دینا ہی تھا تو کم سے کم تینوں حالتوں میں تین اعراب

دے دیتے آپ نے تین اعراب کیوں نہیں دیا۔

جواب ہمارے پاس اعراب بالحرف تین تھے اب تثنیہ کو بھی دینا تھا اور جمع کو بھی دینا تھا اور اس کی دو صورتیں تھیں یا تو دونوں کو دے دیتے تو ایک دوسرے کا آپس میں التباس لازم آتا اگر ایک کو دے دیتے تو دوسرا محروم ہو جاتا اس لئے ہم نے انصاف کیا ہے کہ اعراب بالحرف کو تقسیم کر دیا حالت رفعی میں تثنیہ کو الف دے دیا اور جمع کو واو دے دی باقی رہ گئی یاء وہ نصب اور جر دونوں حالتوں میں تثنیہ اور جمع کو دے دی البتہ فرق کرنے کے لئے ایسا کیا گیا ہے کہ تثنیہ کے اندر یا ماقبل کو مفتوح کر دیا گیا ہے اور جمع کے اندر یاء کے ماقبل کو مکسور کر دیا گیا ہے۔

سوال اس کی کیا وجہ ہے کہ حالت رفعی میں تثنیہ کو الف اور جمع کو واو دیا اس کے برعکس کر لیتے

جواب ہم نے اسم کا قسیم فعل کو دیکھا تو فعل کے تثنیہ میں الف ضمیر فاعل کا ہوتا ہے اور جمع میں واو ضمیر فاعل تو ہم اسم کے تثنیہ و جمع کو فعل کی تثنیہ جمع کے ساتھ تشبیہ دینے کے لئے ہم نے ایسا ہی کیا کہ تثنیہ کو الف دے دیا اور جمع کو واو دے دی۔

سوال ابھی تک ہم نے تقسیم اعراب میں یہ دیکھا ہے کہ نصب کو جر کے اور جر کو نصب کے تابع کیا گیا ہے لیکن رفع کو کسی کے تابع نہیں کیا گیا اور نہ ہی رفع کے تابع کسی کو کیا گیا ہے اس کی کیا وجہ ہے۔

جواب رفع عمدہ ہے اور نصب و جر فضلہ ہے تو عمدہ اور فضلہ تابع و متبوع بن نہیں سکتے بخلاف نصب و جر کے دونوں فضلہ تھے اس لئے ان دونوں کو ہم تابع متبوع بناتے رہے اور بناتے رہیں گے۔

قولہ **واعلم ان نون التثنية مكسورة .... ومسلمو مصر**

اس عبارت میں دو قاعدوں کا بیان ہے قاعدہ اولیٰ کہ نون تثنیہ کا ہمیشہ مکسور ہوگا۔ یعنی تینوں حالتوں میں اور نون جمع سالم مونث کا ہمیشہ مفتوح ہوگا۔

سوال کیا وجہ ہے کہ نون تثنیہ کا ہمیشہ مکسور اور نون جمع کا ہمیشہ مفتوح کیوں ہوتا ہے۔

جواب تثنیہ کا نون قائم مقام ہے نون تنوین کے اور تنوین حرف ساکن ہوتا ہے اور قاعدہ ہے کہ الساكن اذا حرك حرك بالكسر اس لئے ہم نے نون تثنیہ کو مکسور کر دیا اور نون جمع کو مفتوح

اس لئے کر دیا کہ جمع ثقیل تھا باعتبار معنے کے اور قاعدہ الثقل یقتضی الخفة اور اخف الحرکات فتحہ تھی اس لئے نون جمع سالم کو مفتوح کر دیا ہمیشہ کیلئے۔

قولہ السابع ان یکون الرفع ------- ومررت بعصا وغلامی

مصنف اعراب لفظی کے بیان کرنے کے بعد اعراب تقدیری کو بیان کرنا چاہتے ہیں جس کی تین قسمیں ہیں اور اسمائے متمکنہ کی باقی چار قسمیں رہ گئیں ہیں۔

ساتواں قسم اعراب کا: رفع تقدیر ضمہ کے ساتھ نصب تقدیر فتحہ کے ساتھ اور جر تقدیر کسرہ کے ساتھ اور یہ اعراب اسمائے متمکنہ کی دو قسموں کو دیا گیا ہے۔ (۱) اسم مقصور اور اسم مقصورہ اس اسم کو کہتے ہیں جس کے آخر میں الف مقصورہ ہو جیسے عصی (۲) غیر جمع مذکر سالم مضاف ہو یاء متکلم کی طرف جیسے غلامی۔

سوال ان دو قسموں کو اعراب تقدیری کیوں دیا گیا ہے اس کی علت اور وجہ کیا ہے۔

جواب اسم مقصور کے آخر میں الف مقصورہ ہوتا ہے اب اس کو اعراب دینے کی دو صورتیں ہیں یا تو الف حذف کر دیا جائے یا باقی رکھا جائے اگر الف کو باقی رکھا جائے تو الف اعراب کو بالکل قبول کرتا ہی نہیں اور اگر الف کو حذف کر دیا جائے تو محل اعراب آخری حرف ہوتا ہے۔ وہ باقی نہیں رہیگا اور غیر جمع مذکر سالم مضاف ہو یاء متکلم کی طرف اس کو اعراب تقدیری اس لئے دیا گیا ہے کہ اس کے آخر میں یاء موجود ہے جو ماقبل میں کسرہ ہی کو چاہتی ہے اور کسرہ یاء کی مناسبت سے آچکا ہے تو محل اعراب یہی یاء کا ماقبل تھا جس پر کسرہ آچکی ہے لہذا جب اعراب لفظی نہیں دیا جا سکتا اعراب تقدیری دیا گیا ہے۔

قولہ الثامن ان یکون الرفع ------- القاضی الی آخرہ۔

اعراب کا آٹھواں قسم: رفع تقدیر ضمہ کیساتھ اور جر تقدیر کسرہ اور نصب فتحہ لفظی کے ساتھ اور یہ اعراب کا آٹھواں قسم اسمائے متمکنہ کے پندرھویں قسم اسم منقوص کو دیا گیا ہے اور اسم منقوص اس اسم کو کہتے ہیں جس کے آخر میں یاء ماقبل مکسور ہو جیسے قاضی۔

سوال اسکو یہ اعراب دو حالتوں میں تقدیری دیا گیا ہے اور ایک حالت نصب میں اعراب

لفظی کیوں دیا گیا۔

جواب چونکہ اسم منقوص کے آخر میں یاء ہے اور یاء پر کسرہ وضمہ ثقیل تھا اس لئے ان دونوں حالتوں میں اعراب تقدیری دیا گیا ہے اور چونکہ یاء پر فتحہ کا آنا ثقیل نہیں تھا اس لئے حالت فتحہ میں اعراب لفظی دے دیا گیا۔

قولہ **التاسع ان یکون الرفع ---------- ومررت بمسلمی**

اعراب کا نواں قسم : رفع تقدیر واو کے ساتھ نصب وجر یا لفظی کے ساتھ اور یہ اعراب اسمائے متمکنہ کے سولہواں قسم جمع مذکر سالم مضاف ہو یا متکلم کی طرف اس کو دیا گیا ہے جیسے مسلمی اصل میں مسلمون تھا جب یاء متکلم کی طرف اضافت کی گئی تو نون گر گیا تو مسلموی ہو گیا پھر قویل والے قانون سے واو کو یا کیا پھر یا کو یا میں ادغام کیا تو مسلمی ہو گیا دعی والے قانون سے یا کے ماقبل ضمہ کو کسرہ کے ساتھ تبدیل کیا تو مسلمی ہو گیا۔

سوال جمع مذکر سالم مضاف الی یا متکلم کو یہ اعراب کیوں دیا گیا یعنی رفع تو تقدیر واو کے ساتھ اور نصب وجر یا لفظی کے ساتھ۔

جواب آپ نے ماقبل میں پڑھ لیا ہے کہ جمع مذکر سالم کا اعراب رفع واو کے ساتھ اور نصب وجر یا کے ساتھ ہوتا ہے اور چونکہ جمع مذکر سالم کی یاء متکلم کی طرف اضافت کی وجہ سے واو یا سے بدل ہو چکی ہے اور باقی نہیں رہی تو اعراب رفع کی حالت میں واو کی تقدیر کے ساتھ دیا گیا ہے اور نصب وجر کی حالت میں چونکہ یـــا موجود ہے یعنی ادغام کے بعد یاء باقی ہے اسی لئے حالت نصب اور جر میں اعراب لفظی دیا گیا ہے۔

﴿بحث غیر منصرف﴾

قولہ **فصل الاسم المعرب علیٰ ---------- ومررت بزید** مصنف مقدمۃ کے اس چوتھی فصل میں اسم معرب کی دو قسمیں بتا رہے ہیں کہ اسم معرب دو قسم پر ہے

منصرف وغیر منصرف۔

منصرف کی تعریف: وہ اسم معرب ہے جس میں منع صرف کے نو سببوں میں سے نہ تو دو سبب پائے جائیں نہ ہی ایک سبب قائم مقام دو سببوں کے پایا جائے اور اس کا دوسرا نام اسم متمکن بھی ہے متمکن بمعنی قوی کیونکہ یہ منصرف بھی تینوں حرکتوں اور تنوین کو قبول کرتا ہے اس وجہ سے قوی ہوا اسی مناسبت کی وجہ سے اس کا نام اسم متمکن رکھا گیا ہے۔

سوال منصرف کو غیر منصرف پر کیوں مقدم کیا گیا ہے۔

جواب اصل اسماء میں منصرف ہوتا ہے تو جب منصرف اصل تھا تو اسی وجہ سے منصرف کو غیر منصرف پر مقدم کیا گیا ہے۔

سوال تعریف تو وجودی ہوتی ہے یہاں پر عدمی چیز سے کیوں تعریف کی گئی ہے۔

جواب تعریف سے مقصود کبھی تو تصویر ہوتی ہے یعنی غیر حاصل صورت کو حاصل کرنا اور یہ ذاتیات کے اعتبار سے ہوا کرتا ہے اور کبھی تعریف سے مقصود تمیز ہوتا ہے یعنی کسی چیز کو اس کے ماسوائے سے جدا کرنا۔ اور یہاں پر چونکہ امر ثانی مقصود تھا اسی وجہ سے آپکا اعتراض مندفع ہو جائیگا۔

سوال ضربت میں دو سبب موجود ہیں وزن فعل اور تانیث لیکن یہ غیر منصرف نہیں۔

جواب ہماری بحث اسم میں چل رہی جبکہ یہ فعل کی مثال ہے۔

سوال پھر بھی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں حضار تمار پر صادق آتی ہے اس میں دو علتیں موجود ہیں علمیت و تانیث حالانکہ یہ غیر منصرف نہیں۔

جواب ہماری مراد اسم سے اسم معرب ہے جبکہ یہ حضار تماریہ مبنی ہیں۔

سوال قائمة اور ضاربة میں دو سبب موجود ہیں تانیث اور وصف اور ہے بھی اسم معرب لیکن پھر بھی غیر منصرف نہیں۔

جواب سببان سے مراد سببان مؤثران ہوں کہ دو سبب مؤثر ہوں جبکہ یہ مؤثر نہیں ہیں۔

سوال یہ تعریف نوح اور ھود پر صادق آتی ہے کیونکہ اسم معرب بھی ہے اور اس میں دو

سبب عجمہ اور علیت موجود ہیں اور یہ مؤثر بھی ہیں اور یہ اسم معرب بھی ہیں لیکن یہ منصرف ہے۔

جواب یہاں ایک اور قید ہے مع استجماع شرائطها کہ ان اسباب کے موثر بننے کے جو شرائط ہیں وہ بھی موجود ہو وہ یہاں موجود نہیں۔

سوال: آپ نے غیر منصرف کے حکم میں بیان کیا کہ اس پر کسرہ تنوین نہیں آتی حالانکہ بہت ساری مثالیں ہیں جہاں پر کسرہ وتنوین غیر منصرف داخل ہے جیسا کہ شعر ہے حضرت شافعیؒ کے امام اعظمؒ کی مدح میں۔

اعد ذکر نعمان لنا ان ذکره

هو المسك ما کررته يتضوع

اس میں نعمان غیر منصرف ہے علیت اور الف نون زائدتان کی وجہ سے لیکن اس پر کسرہ وتنوین دونوں داخل ہیں اور قرآن مجید میں ہے سلاسلا واغلالا میں سلاسلا پر تنوین داخل ہے۔

جواب ضرورت شعری اور کلام میں تناسب اور مناسبت پیدا کرنے کے لئے غیر منصرف پر کسرہ وتنوین آسکتی ہے۔

فائدہ فائدہ منصرف کی دو قسمیں ہیں (۱) حقیقی (۲) جعلی منصرف حقیقی کی تعریف گزر چکی ہے اور منصرف جعلی کے اسباب پانچ ہیں۔ (۱) ضرورت شعری جیسے ماقبل میں شعر گزر چکا ہے۔ (۲) تناسب بین الکلمتین جیسے سلاسلا۔ (۳) تنکیر بعد علیت جیسے لکل فرعون موسیٰ۔ (۴) الف لام کا دخول جیسے وانتم عاکفون فی المساجد۔ (۵) غیر منصرف کی اضافت کرنے سے جیسے ان الصفا والمروة من شعائر الله۔

قولہ اما العدل فهو تغير اللفظ ------- الى صيغة اخرى

اب مصنفؒ اسباب منع صرف کی تفصیل بیان شروع فرما رہے ہیں سب سے پہلے عدل کو مقدم کیا۔

سوال عدل کو باقی اسباب پر کیوں مقدم کیا۔

جواب عدل کیونکہ سبب بنتا تھا بغیر کسی شرط کے اور باقی اسباب سبب بنتے تھے شرط کے ساتھ

اسی وجہ سے عدل کو مقدم کیا۔

سوال مصنف نے عدل کی تعریف کی باقی اسباب کی نہیں کی اس کی کیا وجہ ہے۔

جواب عدل کی تعریف چونکہ غیر معروف وغیر مشہور تھی جبکہ باقی اسباب کی تعریف معروف و مشہور تھی اس لئے مصنف نے اس کی تعریف کو ذکر کیا اور باقی اسباب کی تعریف کو ترک کر دیا۔

عدل کی تعریف: عدل کا لغوی معنی پھیرنا ہے لیکن یہاں عدل بمعنی معدول ہے پھیرا ہوا تبدیل شدہ۔ اصطلاحی معنی وتعریف، تبدیل ہونا اسم کا اپنی اصل شکل سے دوسری شکل کی طرف۔

سوال یہ تعریف اسمائے مشتقہ پر صادق آتی ہے جیسے ضارب مضروب اپنی اصل شکل ضرب سے تبدیل ہو چکے ہیں حالانکہ ان میں عدل نہیں۔

جواب ہم نے کہا صرف صورت بدلے معنی نہ بدلے اور مشتقات کے اندر معنی بدل چکا ہے۔

سوال پھر بھی یہ تعریف درست نہیں ید اور دم پر صادق آتی ہے کیونکہ وہ اپنی شکل وصورت سے بدل چکے ہیں کیونکہ ان کا اصل یدو اور دمو تھا حالانکہ عدل ان میں نہیں پایا جاتا۔

جواب تغیر سے مراد فقط صورت کا تغیر ہے مادہ کا تغیر مراد نہیں اور اس میں تو مادہ تبدیل ہو چکا ہے۔

سوال یہ تعریف پھر بھی دخول غیر سے مانع نہیں کہ مقول مرمی یعنی مغیرات قیاسیہ پر صادق آتی ہے کہ وہ بھی اپنی اصل شکل سے بدل چکے ہیں۔

جواب تغیر سے مراد تغیر غیر قیاسی ہے یعنی اسم اپنی اصل شکل سے تبدیل ہوا ہو بغیر قانون صرفی کے اور یہاں قاعدہ قانون صرفی سے تبدیل ہے تو اب ان شرائط سے عدل کی تعریف یوں ہو جائے گی۔ تحويل الاسم من حالة الى حالة اخرى مع بقاء المادة الاصلية والمعنىٰ الاصلى بلا قانون صرفى

قولہ **تحقيقا اوتقديرا** عدل کی دو قسمیں ہیں تحقیقی اور تقدیری عدل تحقیقی مايوجد فيه دليل على وجود الاصل سوامنع صرف، عدل تحقيقى وہ ہے جس کے اصل پر اور معدول عنہ پر غیر منصرف کے علاوہ دلیل موجود ہو۔

اور عدل تقدیری مالم یوجد فیه دلیل علی وجود الاصل ،عدل تقدیری وہ ہے جس کے اصل اور معدول عنہ پر غیر منصرف کے علاوہ دلیل موجود نہ ہو عدل تقدیری کی مثال عمر، زفر یہ غیر منصرف ہیں اس لئے کہ دو سبب موجود ہیں عدل وعلم اور یہ مثالیں عدل تقدیری کی ہیں کیونکہ ان کے اصل پر غیر منصرف پڑھنے کے علاوہ کوئی دلیل موجود نہیں اس لئے کہ کلام عرب میں عمر وزفر کو غیر منصرف پڑھا جارہا ہے نحویوں نے سوچا کہ سبب تو ایک علمیت والا ہے دوسرا سبب نہیں حالانکہ غیر منصرف کے لئے دو سبب کا ہونا ضروری ہے تو انہوں نے اس میں عدل کو فرض کر لیا کہ عمر کا اصل عامر اور زفر کا اصل زافر اس کو غیر منصرف پڑھنے کے علاوہ اس کے اصل پر کوئی دلیل موجود نہیں اور عدل تحقیقی کی مثال۔

قولہ **ثلاث و مثلث** یہ غیر منصرف ہیں اس لئے کہ دو سبب موجود ہیں وصف وعدل اور ان میں عدل تحقیقی ہے کیونکہ ان کے اصل پر غیر منصرف پڑھنے پر دلیل موجود ہے کہ انکا اصل ثلاثہ و ثلاثہ اور مثلث کا اصل بھی ثلاثہ ثلاثہ ہے دلیل یہ ہے کہ اس کا معنی ہے تین تین اور مثلث کا معنی بھی ہے تین، تین جب ان کے معنی میں تکرار ہے تو لفظ میں بھی تکرار ہوگا کیونکہ قاعدہ ہے تکرار معنی دلالت کرتا ہے تکرار لفظ پر لہذا یہ عدل تحقیقی کی مثالیں ہوئیں۔

قولہ **اخر** یہ بھی غیر منصرف ہے اس لئے کہ دو سبب موجود ہیں عدل و وصف اور یہ عدل تحقیقی کی مثال ہے کیونکہ اس کے اصل پر بھی غیر منصرف کے علاوہ دلیل موجود ہے وہ یہ ہے کہ اخر مؤنث ہے **اخری** کے اور اخریٰ مؤنث ہے اخر کی آخر اسم تفصیل ہے اور اسم تفصیل کا استعمال تین طریقوں سے ہے ۔(۱) الف لام کے ساتھ (۲) من کے ساتھ (۳) اضافت کے ساتھ اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہاں کسی ایک طریقے کے ساتھ مستعمل نہیں تو یہ معدول ہے الاخر سے یا اخر من سے۔

سوال اضافت سے تم نے معدول کیوں نہیں بنایا۔

جواب اضافت سے معدول بنایا جائے تو مضاف الیہ کو حذف ماننا پڑے گا اور مضاف الیہ کے حذف کے لئے قاعدہ یہ ہے کہ جب مضاف الیہ حذف کیا جائے تو اس کے عوض تین امور میں

سے ایک امر ضرور ہوگا۔ (۱) یا تو مضاف پر تنوین لائی جاتی ہے مضاف الیہ کے عوض جیسے حینئذ یؤمئذ۔ (۲) مضاف مبنی بر ضمہ کردیا جاتا ہے جیسے قبل بعد۔ (۳) مضاف کا تکرار کردیا جاتا ہے جیسے یاتیم تیم عدی

قولہ وجمع یہ بھی غیر منصرف ہے اس لئے کہ دو سبب موجود ہیں عدل و وصف اور یہ بھی عدل تحقیقی کی مثال ہے کیونکہ اس کے اصل پر غیر منصرف پڑھنے کے علاوہ دلیل موجود نہیں کہ اصل جمع یا جماعیٰ یا جمعوات ہے یہ اس سے معدول ہو چکا ہے اس پر دلیل یہ ہے کہ جمع، جمع، ہے جمعاء کی جمعاء فعلاء کے وزن پر ہے اور فعلا کی دو قسمیں ہیں اسمی وصفتی فعلاء وصفی کی جمع فعل کے وزن پر آتی ہے جیسے حمراء کی جمع حمر آتی ہے فعلاء اسمی کی جمع فعالیٰ یافعلوات آیا کرتی ہے جیسے صحراء کی جمع صحاری یا صحروات آیا کرتی ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ نہ فعل کے وزن پر ہے نہ فعالیٰ نہ فعلوات کے وزن پر ہے لہذا یہ اسی میں سے کسی سے معدول ہے۔

قولہ ولا یجتمع مع وزن الفعل اصلا ضابطے کا بیان کہ عدل وزن فعل کے ساتھ ہرگز جمع نہیں ہوسکتا۔

سوال عدل وزن فعل کے ساتھ جمع کیوں نہیں ہوسکتا۔

جواب اوزان عدل صرف چھ ہیں اور وزن فعل ان چھ وزنوں میں سے کسی پر نہیں آیا کرتا۔ اور وہ چھ وزن یہ ہیں۔ (۱) فعال جیسے ثلاث (۲) مفعل جیسے مثلث۔ (۳) فعل جیسے عمر اخر۔ (۴) فعل جیسے امس۔ (۵) فعل جیسے سحر۔ (۶) فعال جیسے قتام۔

قولہ اما الوصف فلا یجتمع ------------ غیر منصرف

دوسرا سبب وصف: وصف کا لغوی معنی تعریف کرنا اور اصطلاح میں دو معنے کے لئے آتی ہے۔ (۱) وصف ایسا تابع ہے جو اپنے متبوع کے معنے پر دلالت کرے جیسے جاء نی رجل عالم۔ (۲) وصف جس کی دلالت ایسی ذات مبہم پر ہو جس میں کسی صفت کا لحاظ کیا گیا ہو۔ جیسے احمر پہلی قسم معرفہ و نکرہ دونوں ہوسکتی ہے اور دوسری قسم صرف نکرہ ہوسکتی ہے اور یہاں

پر وصف سے مراد معنی ثانی ہے۔

سوال مصنف نے قاعدہ بیان کیا کہ وصف علم کے ساتھ ہرگز جمع نہیں ہوسکتی اس کی وجہ اور علت کیا ہے۔

جواب وصف کی دلالت ہوتی ہے ذات مبہم پر اور علم کی دلالت ہوتی ہے معین ذات پر اور یہ بات ظاہرہ کہ تعین ابہام میں تضاد اور منافات ہے اور جن چیزوں کے درمیان تضاد اور منافات ہوں۔ وہ جمع نہیں ہوسکتی

قولہ **شرطه ان يكون وصفا،** وصف کے غیر منصرف کا سبب بننے کے لئے شرط یہ ہے کہ وصف اصلی وضعی ہو یعنی وصف کی دو قسمیں ہیں وصف اصلی (۱) وصف عارضی، (۲) وصف اصلی وضعی وہ ہے جس کو واضع نے وصف ہی کے لئے وضع کیا ہو جیسے اسود اور ارقم یہ غیر منصرف ہیں اسلئے کہ اس میں دو سبب موجود ہیں وصف اور وزن فعل

قولہ **وان صارا اسمين للحية لاصالتهما فى الوصفية** یہ عبارت سوال مقدرہ کا جواب ہے۔

سوال کہ اسود، ارقم تو سانپوں کے نام ہو چکے ہیں آپ نے اس میں وصفیت کا کیسے اعتبار کیا ہے۔

جواب اعتبار اصل اور وضع کا ہوا کرتا ہے استعمال کا نہیں اور چونکہ ان دونوں کی وضع وصفیت والے معنے کے لئے ہے لہذا ہم اس میں وصفیت کا اعتبار کر کے غیر منصرف پڑھیں گے۔

قولہ **واربع فى مررت بنسوة اربع ---------- فى الوصفية**

یہ احترازی مثال کا بیان ہے کہ مررت بنسوۃ اربع میں لفظ اربع منصرف ہے حالانکہ دو سبب موجود ہیں صفت بھی ہے اور وزن الفعل بھی لیکن چونکہ وصف کے لئے شرط تھی کہ وصف اصلی وضعی ہو اور اس میں وصف عارضی ہے وصف اصلی نہیں کیونکہ لفظ اربع اسمائے عدد میں سے ہے جن کی وضع مراتب معینہ کے لئے ہوا کرتی ہے نہ کہ وصف کے لئے۔

قولہ **اما التانيث بالتاء فشرطه ان يكون علما كطلحة** اسباب منع

صرف میں سے تیسرا سبب تانیث ہے تانیث کی چار قسمیں ہیں تانیث بالتاء جس کو تانیث لفظی بھی کہا جاتا ہے۔ (۲) تانیث معنوی۔ (۳) تانیث بالف مقصورہ۔ (۴) تانیث بالف ممدودہ سب سے پہلے مصنف تانیث بالتاء تانیث لفظی کو بیان کرنا چاہتے ہیں تانیث لفظی کے غیر منصرف کے سبب بننے کے لئے شرط یہ ہے کہ علم ہو۔

سوال آپ نے تانیث لفظی کے لئے شرط لگائی کہ علمیت ہو حالانکہ ظلمۃ اس میں تانیث لفظی موجود ہے علمیت نہیں۔

جواب علمیت کی شرط تانیث لفظی کے موجود ہونے کے لئے نہیں بلکہ تانیث لفظی کا غیر منصرف کیسبب اور مؤثر بننے کے لئے شرط ہے۔

اسی طرح یاد رکھیں کہ شرط جو بھی اسباب کے لئے آرہی ہے وہ ان اسباب کے موجود ہونے کے لئے نہیں بلکہ ان اسباب کے مؤثر اور سبب بننے کے لئے ہوگی۔

سوال تانیث لفظی کے لئے علمیت کی شرط کیوں لگائی ہے۔

جواب تانیث لفظی عارضی چیز ہے اور عارضی چیز محل زوال میں ہوتی ہے تو علمیت کی وجہ سے تانیث لازم ہو جائے گی کیونکہ قاعدہ ہے الاعلام لاتتغیر بقدر الامکان کہ علم حتیٰ الامکان تغیر تصرف سے محفوظ ہوتے ہیں مثال طلحة یہ غیر منصرف ہے اسلئے کہ دو سبب موجود ہیں علمیت و تانیث لفظی

قولہ **وکذلك المعنوی ثم ---------- وسقر وماہ وجور۔**

تانیث کی دوسری قسم تانیث معنوی کے غیر منصرف کے سبب بننے کے لئے دو شرطوں کا بیان۔ (۱) علمیت۔ (۲) احد الامور الثلاثہ یعنی تین امور میں سے کوئی امر پایا جائے۔ (۱) زائد علی الثلثہ جیسے زینب۔ (۲) ثلاثی متحرک الاوسط ہو جیسے سقر۔ (۳) عجمہ ہو جیسے ماہ وجور یہ ساری مثالیں غیر منصرف ہیں کیونکہ دو سبب موجود ہیں علمیت اور تانیث معنوی اور اگر علمیت والی شرط پائی جائے دوسری شرط نہ پائی جائے یعنی تانیث معنوی والا کلمہ زائد علی الثلث نہ ہو بلکہ ثلاثی ہو پھر ثلاثی متحرک الاوسط نہ ہو ساکن الاوسط ہو اور عجمہ نہ ہو غیر عجمہ ہو تو اس کو منصرف پڑھنا بھی

جائز ہے لاجل الخفة کیونکہ وہ کلمہ خفیف ہے جبکہ غیر منصرف ثقل کی وجہ سے پڑھا جاتا ہے اور غیر منصرف پڑھنا بھی جائز ہے کیونکہ دو سبب موجود ہیں خلاصہ یہ نکلا کہ تانیث معنوی کا غیر منصرف کا جوازی طور پر سبب بننے کے لئے ایک شرط ہے علیت اور وجوبی طور پر سبب بننے کے لئے دو شرطیں۔ (۱) علیت۔ (۲) احدالامورالثلاثہ۔

سوال تم نے تانیث معنوی کے لئے یہ دو شرطیں کیوں لگائی ہیں۔

جواب علیت کی شرط کی علت تو آپ نے پڑھ لی ہے اور دوسری شرط احدالامور الثلثة یہ شرط اس لئے لگائی کہ جو کلمہ مؤنث معنوی ہو اور یہ تینوں امور نہ پائے جائیں تو اس میں کمال درجے کی خفت ہوا کرتی ہے جیسے ھند حالانکہ غیر منصرف کے سبب بننے کیلئے ثقل وقوت ضروری ہوتی ہے۔ تو ان امور ثلاثہ سے ثقل وقوت پیدا ہو جائے گی اس لئے یہ دوسری شرط لگائی احد الامور الثلثة کی۔

قولہ والتانيث بالالف المقصورة ... السببين التانيث ولزومه

تانیث کا تیسرا قسم تانیث بالف مقصورہ جیسے حبلیٰ۔ چوتھا قسم تانیث بالف ممدودہ جیسے حمراء یہ ہمیشہ غیر منصرف ہوں گے ان کے سبب بننے کے لئے کوئی شرط نہیں اور یاد رکھیں کہ تانیث بالف مقصورہ اور تانیث بالف ممدودہ یہ ایک ہی سبب قائم مقام دو سبب کے ہوا کرتے ہیں۔ یہ الف مقصورہ یہ تانیث بالف یہ ایک سبب قائم مقام دو سبب کے اس لئے ہے کہ یہ الف مقصورہ اور الف ممدودہ میں یہ خوبی ہے جس کلمہ پر آجائیں۔ اس کلمہ کو لازم ہو جاتے ہیں خواہ وقف کی حالت ہو یا غیر وقف کی حالت اس کے ساتھ ہی رہتے ہیں جیسے حبلیٰ اور حمراء ہیں بخلاف تاء تانیث کے کہ وہ وقف کی حالت میں ھا بن جاتی ہے جیسے ضاربة سے ضاربه تو گویا کہ اس میں دو سبب ہو گئے ایک تانیث دوسرا لزوم تانیث اسی وجہ سے یہ دو سببوں کے قائم مقام ہوا کرتا ہے۔

قولہ اما المعرفة فلا يعتبر ------ وتجتمع مع غير الوصف

اسباب منع صرف میں سے چوتھا سبب معرفة ہے۔

سوال معرفہ تو ذات ہے۔ حالانکہ یہ تمام اسباب اوصاف ہوتے ہیں نہ کہ ذات تو اس کو غیر

منصرف کا سبب کیسے بنایا جاسکتا ہے۔

جواب معرفہ یہ مصدر ہے بمعنی تعریف کے لہذا یہ بھی وصف بن کر اسکا سبب بننا بھی درست ہوگیا معرفہ کی اقسام سات ہیں لیکن ان میں سے غیر منصرف کا سبب فقط علم ہے یا یوں کہو کہ معرفہ کا سبب بننے کے لئے شرط یہ ہے کہ علم ہو۔

سوال معرفہ کی باقی چھ قسمیں غیر منصرف کا سبب کیوں نہیں بنتی۔

جواب اسمائے مضمرات، اشارات و موصولات یہ تینوں مبنی ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ جو مبنی ہو وہ معرب غیر منصرف کا سبب ہرگز بن سکتا نہیں ہے کیونکہ ایک ضد دوسری ضد کے لئے سبب نہیں بن سکتی اور معرف باللام اور بالاضافت ہو تو غیر منصرف کو منصرف کے حکم میں کر دیتے ہیں وہ غیر منصرف کا سبب کیسے بن سکتے ہیں۔ باقی رہا منادیٰ تو اس کو نحات نے معرف باللام کے تحت داخل کیا ہے۔

قولہ **وتجتمع مع غير الوصف** یہ علم تمام اسباب کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے سوائے وصف کے اس کی علت ہم نے ماقبل میں بیان کر دی۔

قولہ **اما لعجمة فشرطها ان تكون ------ الاوسط كشتر۔**

عجمہ کا لغوی معنی ہے کند زبان ہونا اور اصطلاحی معنی یہ ہے کہ لفظ ان الفاظ میں سے ہونا جس کو غیر عرب نے وضع کیا ہو عجمہ کے غیر منصرف کا سبب بننے کے لئے دو شرطیں ہیں۔ (۱) علمیت۔ (۲) احد الامرين یعنی کلمہ وہ عجمہ زائد علی الثلث ہو جیسے ابراھم یا ثلاثی متحرک الاوسط ہو جیسے شتر۔

سوال عجمہ میں علمیت کی شرط کیوں لگائی۔

جواب عرب کی یہ عادت ہے جس لفظ کا تلفظ دشوار سمجھتے ہیں اس میں تغیر تصرف کر دیتے ہیں لہذا جب عجمی لفظ عربی کی طرف منتقل ہوا یہ بھی ثقیل تھا اس میں بھی انہیں تغیر و تصرف کرنا تھا تو ان کے تغیر و تصرف سے محفوظ رکھنے کے لئے علمیت کی شرط لگادی تا کہ ثقل باقی رہے۔ ثقل کی وجہ سے غیر منصرف پڑھا جاتا ہے۔

سوال قالون عجمی زبان میں علم نہیں تھا کیونکہ یہ لغت روم زبان میں ہر عمدہ چیز کو کہا جاتا ہے لیکن جب یہ عربی کی طرف منتقل ہوا تو یہ قاری کا نام بن گیا کیونکہ اس کی قرآت بہت عمدہ ہوتی تھی تو اس کو منصرف ہونا چاہیے تھا لیکن یہ غیر منصرف ہے۔

جواب عجمہ میں علمیت سے مراد عام ہے خواہ حقیقتاً عجمہ میں علم ہو یا حکماً علم ہو حقیقتاً کی مثال ابراھیم حکماً کی مثال قالون اور حکماً عجمہ میں علم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ لغت عجمیہ میں اگرچہ علم نہیں تھا لیکن جب عربیت کی طرف منتقل ہوا تو بغیر تغیر وتصرف کے وہ علم رکھ دیا گیا تو جس طرح وہ علم حقیقی تغیر وتصرف سے محفوظ تھا اسی طرح یہ بھی محفوظ ہو انقل باقی رہا جس کی تفصیل یہ کہ عجمہ میں علم ہونے کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) عجمہ میں ہی علم ہو اور بعد از انتقال بھی علم ہو جیسے ابراھیم۔ (۲) عجمہ میں علم تو نہ ہو لیکن بعد از انتقال الی العرب بغیر تغیر وتصرف کے علم ہو گیا جیسے قالون۔

ان دونوں کا حکم ہے کہ غیر منصرف کا سبب بنیں گے (۳) نہ عجمہ میں علم ہو اور نہ وقت انتقال علم ہو بلکہ تغیر وتصرف کے بعد علم رکھ دیا جائے تو یہ منصرف ہوگا۔

قولہ **فلجام منصرف لعدم..............لسکون الاوسط**

یہ دو احترازی مثالیں فلجام یہ پہلی شرط کی احترازی مثال ہے لجام یہ منصرف ہے اس لئے کہ اس میں پہلی شرط علمیت والی نہیں پائی جاتی اور نوح منصرف ہے اسلئے کہ میں دوسری شرط کلمہ زائد علی الثلث ہو ثلاثی متحرک الاوسط ہو وہ نہیں پائی جاتی کیونکہ یہ ثلاثی ساکن الاوسط ہے۔

قولہ **اما الجمع فشرطه ان یکون ......غیر قابل للهاء۔**

مصنف اسباب منع صرف میں سے چھٹا سبب جمع بیان کر رہے ہیں جمع کے غیر منصرف سبب بننے کے لئے دو شرطیں ہیں۔ (۱) کہ وہ منتھی الجموع کے وزن پر ہو اور جمع منتھی الجموع کے کل وزن تین ہیں جس کی تفصیل یہ ہے کہ پہلے دو حرف مفتوح اس کے بعد الف جمع اس کے بعد ایک حرف ہو تو مشدد جیسے دواب اگر دو ہوں تو پہلا مکسور دوسرا حسب عمل جیسے مساجد اگر تین ہوں تو پہلا مکسور دوسرا ساکن اور تیسرا حسب عامل ہوگا جیسے مصابیح یاد رکھیں جمع کی دو قسمیں۔

(۱) جمع الجمع حقیقی (۲) جمع الجمع تقدیری، جمع جمع الحقیقی وہ جو جمع کی جمع لائی گئی ہو جیسے اکالب جمع ہے اکلب کی اور اکلب جمع ہے کلب کی اور اسی طرح اناعیم جمع ہے انعام کی اور انعم جمع ہے نعم کی اور جمع الجمع تقدیری کا مطلب جمع کی جمع نہ لائی گئی ہو لیکن منتھی الجموع کے وزن پر ہو جس طرح مساجد جمع ہے مسجد کے جو کہ مفرد سے لائی گئی ہے لیکن اکالب کے وزن پر ہے اور مصابیح مصباح کی جمع ہے جو کہ مفرد سے لائی گئی ہے لیکن اناعیم کے وزن پر ہے اس کو بھی جمع منتھی الجموع و جمع اقصیٰ کہا جاتا ہے۔

سوال تم نے جمع کے غیر منصرف کا سبب بننے کے لئے جمع منتھی الجموع کی شرط کیوں لگائی ہے۔

جواب تاکہ جمع تغیر و تبدل سے محفوظ ہو کیونکہ جمع منتھی الجموع کے بعد اور جمع نہیں بن سکتی اسی وجہ سے اس کو جمع اقصیٰ بھی کہا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے شرط لگائی۔

سوال آپ نے کہا کہ جمع منتھی الجموع کے بعد اور جمع نہیں بنائی جاسکتی ہم دیکھاتے ہیں جس طرح حدیث میں ہے ان کن صواحبات یوسف اس میں صواحبات یہ جمع لائی گئی ہے صواحبی حالانکہ صواحب تو جمع منتھیا لجموع ہے۔

جواب یہاں پر جمع تکسیر کی نفی کی گئی ہے کہ جمع تکسیر جمع اقصیٰ کے بعد نہیں لائی جاسکتی اور آپ نے جو مثال پیش کی وہ جمع سالم کی ہے اس کی ہم نے نفی نہیں کی۔

سوال آپ نے جمع منتھی الجموع کے دو ہی وزن بتائے جن میں فواعل اور فعالل خارج ہو جاتے ہے جس طرح ضوارب اور جعافو حالانکہ وہ بھی منتھی الجموع میں داخل ہیں۔

جواب وزن تین قسم پر ہے وزن صرفی، وزن عروضی۔ وزن صوری،

وزن صرفی کہ وزن اور موزون میں تعداد حروف اور حرکات و سکنات کا لحاظ کیا گیا ہو۔ اور اصلی اور زائد کا لحاظ بھی ہو جیسے مساجد بروزن مفاعل،

وزن صوری کا مطلب یہ کہ وزن اور موزوں میں تعداد حروف و سکنات اور حرکات کا لحاظ ہو لیکن اصلی اور زائد کا لحاظ نہ کیا گیا ہو جیسے ضوارب بروزن مفاعل۔

وزن عروضی کا مطلب یہ کہ وزن اور موزون تعداد حروف حرکات و سکنات کا لحاظ کیا گیا ہو۔

اور نمونہ حرکات لحاظ کیا گیا ہو لیکن اس بات کا لحاظ نہ ہو کہ اصلی کے مقابلے میں اصلی ہو جیسے ضارب بروزن فعول اور جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہاں وزن صوری مراد ہے۔

لہذا اکالب کا وزن باعتبار وزن صوری کے مفاعل اور اناعیم کا وزن مفاعیل ہوگا دوسری شرط کہ ایسی تاء کو قبول نہ کرے جو وقف کی حالت میں ھا بن جائے۔

سوال یہ شرط کیوں لگائی۔

جواب جو جمع ایسی تاء کے ساتھ آئے جو وقف کی وجہ سے ھا بن جائے تو اس جمعیت میں ضعف آجاتا ہے کیونکہ وہ مفرد کے ہم وزن ہو جایا کرتی ہے جیسے فرازنۃ منصرف ہیں کیونکہ اس میں تاء موجود ہے جو وقف میں ھا بن جایا کرتی ہے۔

قولہ وھو ایضا قائم مقام السببین ــــــ فکانہ جمع مرتین

مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں تانیث بالف کی طرح جمع بھی قائم مقام دوسببوں کے ہے ایک سبب تو اس میں جمعیت ہے دوسرا سبب اسکا لزوم جمعیت ہے کہ اس کے بعد دوسری جمع مکسر نہیں بنائی جاسکتی کہ گویا کہ دوسبب یہ ہوگی ایک جمعیت مطلقہ دوسرا ایسی جمع کے وزن پر ہونا جس کے بعد پھر جمع تکسیر نہیں لائی جاسکتی تو یہ جمع دوسبب کے قائم مقام ہوگی۔

قولہ اما الترکیب فشرطہ ــــــــــــــ قرنا ھا مبنی

ساتواں سبب ترکیب ترکیب کا لغوی ہے۔ معنی مرکب کرنا اور اصطلاحی معنی دو کلموں کو ایک کلمہ بنانا اسطور پر کہ ان دو جزؤں میں سے کوئی جزء حرف نہ ہو اور ان دونوں کلموں کا حکم ایک ہو۔ ترکیب کا غیر منصرف کا سبب بننے کے لئے دو شرطیں ہیں پہلی شرط علمیت ہے دوسری شرط کہ مرکب اضافی اور مرکب اسنادی نہ ہو۔

سوال یہ دو شرطیں کیوں لگائیں۔

جواب علمیت کی شرط کی وجہ کئی مرتبہ بتا چکے ہیں کہ ترکیب عارضی چیز ہے اس کو تغیر و تصرف سے محفوظ رکھنے کے لئے علمیت کی شرط لگادی ہے باقی دوسری شرط مرکب اضافی نہ مرکب اسنادی نہ ہو مرکب اضافی کی نفی کی وجہ یہ ہے کہ اضافت غیر منصرف کو منصرف کے حکم میں کردیتی ہے تو یہ

سبب کس طرح بن سکتی ہے اور مرکب اسنادی اس کی نفی اس لئے کی جو علم مشتمل ہو اسناد پر وہ مبنی ہوا کرتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ مبنی غیر منصرف کا سبب نہیں بن سکتا جیسے مرکب اضافی کی مثال عبداللہ یہ منصرف اور مرکب اسنادی کی مثال شاب قرناھا تھا یہ ایک عورت کا نام ہے جسکی دونوں گیسو سفید ہو گئے تھے معنی سفید ہونا اور قرناھا یہ تثنیہ قرن بمعنی گیسو کے ہے۔

سوال جس طرح مرکب اضافی و اسنادی سبب نہیں بنتا اس طرح مرکب توصیفی، اور مرکب بنائی اور مرکب صوتی بھی سبب نہیں بنتا تھا ان کی بھی نفی کرنی چاہیے تھی ان کی نفی کیوں نہیں کی۔

جواب مرکب توصیفی کی نفی مرکب اضافی کے تحت ہو گئی ہے کیونکہ جس طرح مرکب اضافی کی دوسری جزء اول کے لئے قید اس طرح مرکب توصیفی کے اندر جز ثانی اول کے لئے قید اور مرکب بنائی اور صوتی کی نفی مرکب اسنادی کے ضمن میں ہو گئی ہے کہ وہ جس طرح مرکب اسنادی مبنی ہونے کی وجہ سے سبب نہیں بن سکتی اسی طرح مرکب بنائی اور مرکب صوتی بھی مبنی ہونی کی وجہ سے سبب نہیں بن سکتے اس لئے مصنف نے صراحت نہیں کی مثل بعلبک یہ غیر منصرف ہے اس میں دو سبب موجود ہیں ایک علمیت دوسرا مرکب منع صرف۔

قولہ اما الالف والنون الزائد تان ۔۔۔ منصرف لعدم العلمیة

اسباب منع صرف میں سے آٹھواں سبب الف نون زائدتان ہے الف نون زائدہ تان کی دو صورتیں ہیں۔

پہلی صورت الف نون زائدتان اسم میں ہو اس کے لئے شرط علمیت ہے جیسے عمران و عثمان اس میں دو سبب موجود ہیں علم، والف نون زائدتان احترازی مثال سعدان یہ منصرف ہے کیونکہ اس میں علمیت والی شرط موجود نہیں۔

سوال الف نون زائدتان کے لئے علمیت کی شرط کیوں لگائی۔

جواب کہ الف نون زائدتان کلمے کے آخر میں ہوتے ہیں اور کلمہ کا آخر تغیر کے لئے محل ہوتا ہے تو علمیت کی شرط لگا کر ان کی زیادتی کو کلمہ کے ساتھ لازم کر دیا تا کہ کلمہ تغیر سے محفوظ ہو جائے۔

سوال الف نون زائدتان کی طرف ان کانتا میں تثنیہ کی ضمیر لوٹائی اور شرطہ میں واحد کی ضمیر لوٹائی اس میں کیا نقطہ ہے۔

جواب مصنف نے ایک نکتہ بتادیا کہ اولاً تثنیہ کی ضمیر لوٹا کر بتا دیا کہ الف نون زائدتان دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں پھر واحد کی ضمیر لوٹا کر بتادیا کہ یہ دونوں چیزیں سبب ایک بنتی ہیں نہ کہ دو۔

قولہ **وان کانتا فی صفة فشرطه ---------لوجود ندمانة**

الف نون زائدتان کی **دوسری صورت** کہ الف نون زائدتان صفت میں ہوتو اسکی مؤنث فعلانة کے وزن پر ہو جیسے سکران یہ غیر منصرف ہے اسمیں دو سبب موجود ہیں صفت اور الف نون زائدتان اور احترازی مثال ندمان یہ منصرف ہے کیونکہ شرط موجود نہیں ہم نے کہا اس کی مؤنث فعلانۃ کے وزن پر نہ ہو اور ندمان کی مؤنث فعلانة کے وزن پر ندمانة آتی ہے۔

سوال صفت کا اسم کا ساتھ تقابل کرنا بھی غلط ہے کیونکہ صفت بھی تو اسم ہوا کرتی ہے۔

جواب اسم تین چیزوں کے مقابلے میں آیا کرتا ہے۔ (۱) فعل اور حرف کے مقابلہ میں (۲) کنیت اور لقب، تخلص کے مقابلہ میں۔ (۳) صفت کے مقابلے میں۔ یہاں پر اسم سے مراد وہ اسم ہے جو صفت کے مقابلے میں ہو۔

فائدہ ندمان جو منصرف ہے وہ بمعنی ندیم کے ہے اگر ندمان بمعنی نادم (پشیمان) ہو تو یہ بالاتفاق غیر منصرف ہے کیونکہ اس کی مؤنث ندمانة نہیں آتی اسی طرح یہ بھی یاد رکھیں حسان جب حسن سے بمعنی خوبی سے لیا جاوے تو منصرف ہوگا۔ بروزن فعال اگر حس سے لیا جائے تو غیر منصرف ہوگا بروزن فعلان۔

قولہ **اما وزن الفعل فشرطه ---------------- کشمر وضرب۔**

وزن فعل کا غیر منصرف بننے کیلئے احد الامرین شرط ہے۔

امر اول اختصاص الوزن بالفعل ہے کہ وہ وزن فعل کے ساتھ مختص ہو۔

قولہ **لا یوجد فی الاسم الا منقولا عن الفعل** سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال اختصاص الوزن بالفعل سے کیا مراد ہے کہ وہ وزن اسم میں پایا جائے گا کہ نہیں اگر

پایا جائے گا تو فعل کے ساتھ کیسے مختص ہوا اور اگر نہ پایا جائے تو وہ غیر منصرف کیسے بن سکتا ہے۔

جواب اختصاص الوزن بالفعل سے مراد باعتبار وضع کے ہے تو وضع کے اعتبار سے فعل کے ساتھ مختص ہو پھر فعل سے نقل ہو کر اسم میں پایا جائے جیسے شمر اور ضرب۔

شمر، تشمیر سے بمعنی سمیٹنا اولاً یہ فعل تھا بعد میں نقل کر کے اسم میں پایا گیا۔

قولہ وان الم یختص به .... ناقة یعملة

اس عبارت میں شرط کے **امر ثانی** کا بیان ہے کہ اگر وہ وزن فعل کیساتھ مختص نہ ہو تو اس کے لئے شرط یہ ہے کہ اس اسم کے شروع میں حروف مضارعت میں سے کوئی حرف ہو۔ اور تاء کو قبول نہ کرے جو وقف کی حالت میں ھا بن جائے۔ جیسے احمد یشکر احترازی مثال یعمل منصرف ہے کیونکہ اس میں شرط نہیں پائی جاتی یہ تا کو قبول کرتا ہے جو وقف کی حالت میں ھا بن جاتی ہے جیسے عربوں کا قول ہے ناقة یعملة۔

سوال اس امر ثانی اور دوسری صورت کے لئے یہ شرط کیوں لگائی کہ اس کے شروع میں حروف مضارعت میں سے کوئی حروف ہو۔ اور تاء کو قبول نہ کرے۔

جواب تاکہ فعل کے ساتھ اس کی مشابہت ہو جائے۔ اور تاء کی شرط اس لئے لگائی کہ تا متحرکہ اسم کا خاصہ ہے جس کی وجہ سے اسمیت والی جہت قوی ہو جائیگی اور مشابہت ضعیف ہو جائے گی۔ اور جب مشابہت کم ہو جائیگی تو اس کو غیر منصرف کیسے پڑھا جا سکتا ہے۔

سوال وزن فعل کو غیر منصرف کا سبب کیوں بنایا گیا ہے۔

جواب جب فعل کا وزن اسم میں آئے گا تو ثقیل ہو گا۔ تو ثقل کی وجہ سے غیر منصرف پڑھا جائے گا۔

قولہ واعلم ان کل ما شرط فیه .... طلحة آخر۔

ایک ضابطہ کا بیان ہے جس میں مصنفؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ کس وجہ سے ان اسباب کی تاثیر ختم ہو سکتی ہے جس سے پہلے فائدہ جان لیں۔

فائدہ غیر منصرف کے اسباب ثمانیہ دو حال سے خالی نہیں کہ علمیت کے ساتھ جمع ہونگے یا

نہیں اگر جمع نہ ہو تو وہ ایک سبب ہے وصف اگر علیت کے ساتھ جمع ہو سکتے ہوں تو پھر دو حال سے خالی نہیں کہ علیت جمع ہو کر سبب بنے گی یا نہیں اگر سبب نہ بنے تو وہ دو سبب ہیں (۱) جمع منتھی الجموع (۲) تانیث بالالف اور اگر جمع ہو بطور سبب ہونے کے تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو فقط سببیت کے طور پر جمع ہوگا یا سببیت اور شرطیت دونوں اعتبار سے جمع ہوگا اگر سبب اور شرط دونوں اعتبار سے جمع ہوں تو ایسے اسباب چار ہیں۔ (۱) تانیث لفظی معنوی۔ (۲) عجمہ۔ (۳) ترکیب۔ (۴) الف نون زائدتان اسمی اور جو اسباب محض بطور سببیت جمع ہو تو وہ سبب دو میں (۱) عدل۔ (۲) وزن فعل اور یہ ضابطہ دو آخری قسم کے لئے ہے۔

اب جس کا حاصل یہ ہے علم کا جمع ہونا اسباب منع صرف کے ساتھ بطور سبب ہونے کے اس کی دو قسمیں ہونگی۔ قسم اول کہ اگر علم ان چار اسباب میں سے کسی سبب کے ساتھ جمع ہو جس میں سبب بھی ہو شرط بھی ہے اگر ایسے اسم غیر منصرف سے علیت زائل ہو جائے تو اسکو منصرف پڑھا جائیگا کیونکہ علیت کے بغیر کے کوئی سبب باقی نہیں رہا کہ ایک سبب تو علیت تھا جو زائل ہو گیا۔ اور دوسرا سبب تانیث معنوی یا عجمہ وغیرہ تو وہ اگرچہ موجود لیکن ان کے سبب ہونے کے لئے علیت شرط تھی۔ جب شرط ختم ہو گئی تو وہ سبب نہ رہے گا۔ وہ لہذا ایسا اسم بلا سبب ہونے کی وجہ سے منصرف پڑھا جائے گا

دوسرا قسم وہ جس میں اسباب کے ساتھ علیت بطور سبب ہونے کے جمع ہوتا ہے لیکن شرط نہیں اگر کسی ایسے غیر منصرف سے علیت زائل ہو جائے تو اس کو بھی منصرف پڑھا جائے گا کیونکہ اس میں فقط ایک سبب باقی ہے اول قسم کی مثال جیسے طلحہ جب علم کا اعتبار کیا جائے تو غیر منصرف ہوگا اس میں دو سبب ہیں (۱) تانیث معنوی (۲) علم لیکن جب اسکو نکرہ اعتبار کیا جائیگا تو اس کو منصرف پڑھا جائے گا۔ کیونکہ اس میں دو سبب تھے ایک علیت دوسرا تانیث معنوی جب علیت زائل ہو گئی نکرہ اعتبار کریں گے۔ اور دوسرا سبب جو تانیث معنوی تھا۔ وہ اگرچہ موجود ہے لیکن سبب نہ رہیگا۔ اسلئے سبب کے لئے شرط تو علیت تھی جو کہ زائل ہو گئی

علمیت کا ابواب منع صرف کے ساتھ تعلق
عَلَمِيَّة
مع
وصف
ممنوع
اسود
وصف
وزن فعل
احمد
علم
وزن فعل
جمع منتہی الجموع
جائز بلا تاثیر
مساجد
تانیث بالالف
جائز بلا تاثیر
حبلیٰ ، حمراء
عدل
جائز مع تاثیر
وسبب فقط
عمر
علم
عدل
سبب محض
وزن الفعل
جائز مع تاثیر
وسبب فقط
احمد
علم
وزن فعل
سبب محض
تانیث بالتاء
جائز مع تاثیر
وسبب مع شرطیة
فاطمة
علم
تانیث بالتاء
شرط
سبب
تانیث معنوی
الخ
زینب
علم
تانیث معنوی
شرط
سبب
عجمہ
الخ
ابراہیم
علم
عجمہ
شرط
سبب
ترکیب
الخ
بعلبک
علم
ترکیب
شرط
سبب
الف نون زائدتان
الخ
عثمان
علم
الف نون زائدتان
شرط
سبب

ہے۔اور دوسری قسم کی مثال جیسے عمر ہے جب اس میں علمیت کا اعتبار کیا جائیگا غیر منصرف پڑھا جائیگا کیونکہ دونوں سبب ہیں۔(۱) عدل (۲) علمیت ۔لیکن جب علمیت کا اعتبار ختم کر دیا جائے۔اسے نکرہ سمجھا جائے تو یہ منصرف ہو جائیگا کیوں کہ اسمیں ایک ہی سبب باقی رہا ہے جو کہ عدل ہے۔

فائدہ علم کو نکرہ بنانے کے دو طریقے ہیں۔ (۱) علم سے مراد کوئی فرد غیر معین لیا جائے ۔مثلاً زید ایک جماعت کا نام ہو اور اس سے مراد بغیر تعین کے کوئی ایک فرد مراد لیا جائے تو یہ اسم نکرہ ہو جائیگا۔ (۲) علم سے مراد وصف مشہور مراد لیا جائے گا جیسے لکل فرعون موسیٰ۔

قولہ **يد خله اللام ضابطه** .غیر منصرف جب اس کی اضافت ہو جائے دوسرے اسم کی طرف یا اس پر الف لام داخل ہو جائے۔تو اس پر کسرہ پڑھی جائے گی۔جیسے مررت باحمدکم احمد کی اضافت ہوگئی تو احمد غیر منصرف پر کسرہ پڑھی جائے گی۔اس طرح بالاحمد احمد غیر منصرف تھا الف لام کے داخل ہونے کی وجہ سے اس پر کسرہ پڑھی جارہی ہے۔

سوال اضافت اور الف لام کے دخول کی وجہ سے غیر منصرف کسرہ کیوں پڑھی جاتی ہے۔

جواب غیر منصرف پہ کسرہ کا نہ آنا یہ فعل کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے تھا۔جب اس غیر منصرف پر الف لام داخل ہو جائے یا اضافت ہو جائے تو اس کی مشابہت فعل کے ساتھ ضعیف ہو جائیگی۔اسلئے الف لام اور اضافت اسم کی عظیم خواص میں سے ہے۔

سوال اسناد اور حرف جار کا دخول بھی اسم کی عظیم خواص میں سے ہیں۔اس کی کیا وجہ ہے کہ لام اور اضافت کی وجہ سے تو کسرہ داخل ہو جاتی ہے لیکن حرف جار اور اسناد کی وجہ سے کسرہ داخل نہیں ہوتی۔

جواب: الف لام اور اضافت میں تاثیر لفظی اور معنوی دونوں ہیں اسی وجہ سے وہ اسم کے اعظم واقوی خواص میں سے ہے۔بخلاف دوسری علامتوں کے کہ وہ اس درجہ میں نہیں ہے واللہ اعلم علمہ اتم واحکم۔

اَسْمَاء
اَسْمَاءُ الْمَلٰٓئِکَة
اَسْمَآءِ اَنْبِیَاءِ عَلَیْهِمُ السَّلَام
اَسْمَآءِ الشُّهُوْر
اِسْمِ شَیْطَان
عجمی
عربی
غیر منصرف
جیسے جبریل
رضوان
مالک
منکر
نکیر
غیر منصرف بوجہ علم والف نون زائدتان
منصرف
غیر منصرف
منصرف
باقی تمام غیر منصرف بوجہ علمیۃ و عجمیۃ جیسے ابراہیم و موسیٰ ... الخ
بوجہ فقدان العجمیہ
بوجہ فقدان الشرط
محمد
شعیب
صالح
ہود
لوط
نوح
شیث
عزیر
عربی
عجمی
موسیٰ
نام پیغمبر
غیر منصرف بوجہ علم و عجمیۃ، معرب موشی ماء و شجر
بمعنی استرہ
بروزن مُفْعَل منصرف
بروزن فُعْلٰی غیر منصرف بوجہ الف مقصورہ
عَرَبِی
منصرف
مِنَ التَّعْزِیْرِ وَهُوَ التَّعْظِیْمُ
عجمی
غیر منصرف
غیر منصرف
منصرف
باقی منصرف
شعبان
رمضان
جُمَادَی الْاُوْلٰی
جُمَادَی الْاُخْرٰی
صفر
رجب
بوجہ علم و الف نون
بوجہ الف مقصورہ
بوجہ عدل و علم
معدول از
الصَّفَر، الرَّجَب
ابلیس
عزازیل
غیر منصرف بوجہ علم و عجمہ
عجمی
غیر منصرف بوجہ علم و عجمہ
عربی
مِنَ الابلاس وھوالا بعاد۔
غیر منصرف بوجہ شبہ العجمۃ۔

﴿المقصد الاول فی المرفوعات﴾

مصنفؒ مقدمہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد مقاصد ثلاثہ میں سے مقصد اول مرفوعات کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔

سوال لفظ مقصد میں دو احتمال ہیں یہ ظرف کا صیغہ ہو یا مصدر میمی کا یہ دونوں معنی غلط ہیں۔ ظرف کا صیغہ بنائیں تو معنی ہوگا۔ (جائے قصد) اور مصدر کا صیغہ بنائیں تو معنی ہوگا (قصد کرنا) اور یہ دونوں معنے یہاں نہیں بن سکتے؟

جواب ہم یہ قاعدہ آپ کو ماقبل میں بتا چکے ہیں کہ جب ظرف اور مصدر میمی کا حقیقی معنی درست نہ ہو تو یہ اس مفعول کے معنی میں ہوا کرتے ہیں یہاں بھی المقصد ظرف یا مصدر میمی کا صیغہ اسم مفعول المقصود کے معنی میں ہے۔

سوال مرفوعات کو منصوبات اور مجرورات پر مقدم کیوں کیا؟

جواب یہ مرفوعات غالبا مسند الیہ پر مشتمل ہوا کرتا ہے اور چونکہ مسند الیہ کلام میں عمدہ ہے تو عمدہ کی رعایت کرتےہوئے مصنفؒ نے مرفوعات کو منصوبات اور مجرورات پر مقدم کر دیا۔

سوال مرفوعات مرفوعة کی جمع ہے یا مرفوع کی، جو بناؤ وہی غلط ہے۔

اگر مرفوع واحد مرکز کی جمع بناؤ تو یہ اس لئے غلط ہے کہ الف تا کے ساتھ جمع تو مونث کی آیا کرتی ہے اور اگر مرفوعة واحدہ مونثہ کی جمع بناؤ تو تب بھی یہ غلط ہے اس لئے کہ پھر موصوف صفت سے مطابقت نہیں رہے گی کہ اس کا موصوف مذکر ہے۔

الاسماء المرفوعات.

جواب مرفوعات جمع واحد مذکر مرفوع کی ہے باقی رہا یہ سوال کہ اسکی جمع الف اور تاء کے ساتھ کیوں آئی ہے اس کا جواب یہ ہے نحویوں نے قاعدہ بنایا ہے کہ مذکر لایعقل کی صفت کی جمع ہمیشہ الف تاء کے ساتھ آیا کرتی ہے جیسے قرآن مجید میں آتا ہے۔ الا یام الخالیه تو خالیات۔ خال کی جمع ہے۔
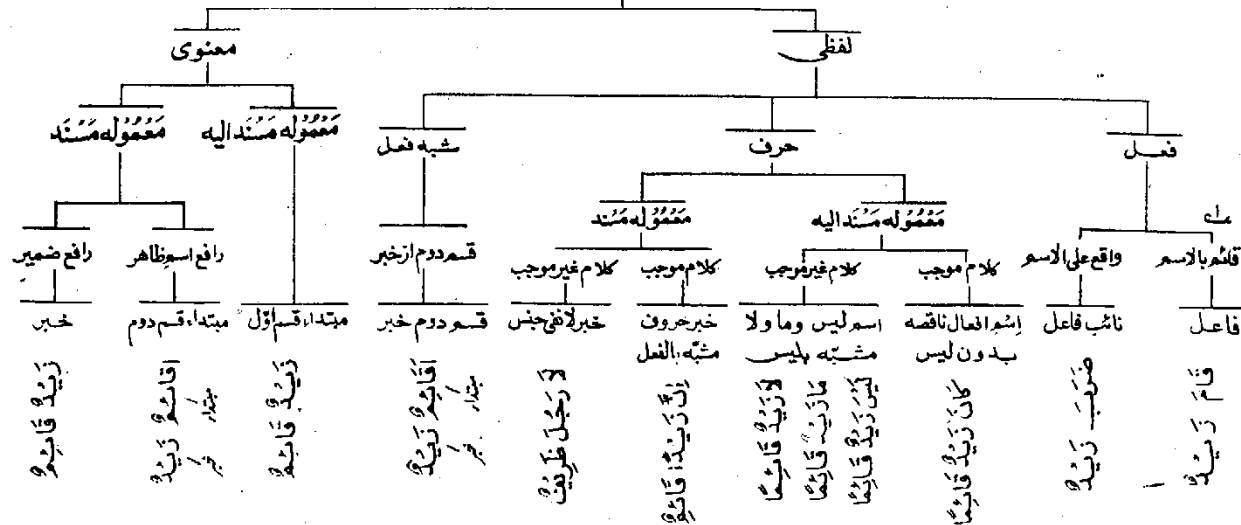
المرفوعات ہشت ہستند : فاعل، نائب فاعل، مبتدا، خبر، اسم افعال ناقصہ
اسم ما و لا مشبہ بلیس، خبر حروف مشبہ بالفعل، خبر لا نفی جنس
تحقیقِ اشتمالی
دلیل حصر
عَامِلِ المَرْفوع
لفظی
معنوی
فعل
حرف
شبہ فعل
معمولہ مسند الیہ
معمولہ مسند
قائم بالاسم
واقع علی الاسم
کلام موجب
کلام غیر موجب
قسم دوم از خبر
رافع اسم ظاہر
رافع ضمیر
فاعل
نائب فاعل
اِسم افعال ناقصہ بدون لیس
اسم لیس وما و لا مشبہ بلیس
خبر حروف مشبہ بالفعل
خبر لا نفی جنس
قسم دوم خبر
مبتداء قسم اوّل
مبتداء قسم دوم
خبر
علہ سوال: مرفوعات ہشت نوع ہستند چرا شمار کردہ اید۔ جواب: مبتدا
سوال: افعال ناقصہ را چرا حرف شمار کردید حالانکہ افعال اند۔ جواب: باعتبار لفظ فعل اند لیکن باعتبار معنی حرف اند۔

قولہ الاسماء المرفوعات ثمانية اقسام ۔۔۔۔۔ لنفی الجنس

مصنفؒ نے مرفوعات کی اقسام بتانا چاہتے ہیں۔ کہ مرفوعات کی آٹھ قسمیں ہیں جو اس کتاب میں مذکور ہیں۔

مرفوعات ثمانیہ کی وجہ حصر اسم مرفوع دو حال سے خالی نہیں اس کا عامل لفظی ہوگا یا معنوی اگر معنوی ہو تو دو حال سے خالی نہیں معمول مسند الیہ ہوگا۔ یا مسند اگر مسند الیہ ہو تو مبتدا اگر مسند ہے تو خبر۔ اگر عامل لفظی ہو تو تین حال سے خالی نہیں عامل فعل ہوگا یا شبہ فعل یا حرف۔ اگر فعل یا شبہ فعل ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں۔ قائم بالمعمول ہوگا یا واقع علی المعمول ہوگا اول ہو تو فاعل ثانی ہو تو نائب فاعل اور اگر عامل حرف ہو تو معمول دو حال سے خالی نہیں مسند الیہ ہوگا یا مسند اگر مسند الیہ ہوگا تو پھر دو حال سے خالی نہیں کلام موجب میں ہوگا یا غیر موجب میں اول ہو تو یہ افعال ناقصہ کا اسم ہے اور ثانی ہو تو یہ ماولا المشبھتين بليس کا اسم ہے۔ اگر مسند ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں کلام موجب میں ہوگا یا غیر موجب میں۔ اور اگر موجب میں ہو تو حروف مشبہ بالفعل کی خبر ہے اور اگر کلام غیر موجب میں ہو تو یہ لانفی جنس کی خبر ہے۔

فصل الفاعل

سوال مرفوعات میں سے فاعل کو مقدم کیوں کیا گیا؟

جواب جمہور نحات کے نزدیک مرفوعات میں سے اصل فاعل ہے باقی رہی یہ بات کہ فاعل کیوں اصل ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ جملہ فعلیہ کی جزء ہے اور جملہ فعلیہ تمام جملوں میں سے اصل ہے۔ لہٰذا اس کی جزو بھی اصل ہوگی جو قاعدہ کے مطابق اصل کی جزو اصل ہوا کرتی ہے باقی رہی یہ بات کہ جملہ فعلیہ تمام جملوں میں سے اصل کیوں ہے۔ تو اس کی وجہ یہ ہے ہر جملہ کی غرض یہ ہوا کرتی ہے مخاطب اور سامع کو فائدہ پہنچانا اور جملہ اسمیہ کی نسبت جملہ فعلیہ میں زیادہ فائدہ ہوا کرتا ہے۔ کیونکہ جملہ فعلیہ کے اندر چند چیزیں زائد ہوتی ہیں۔ زمان، مفعول، حال

وغیرہ لہذا جب فاعل تمام مرفوعات میں سے اصل ہے اس لئے مقدم کر دیا۔

﴿بحث فاعل﴾

قولہ کل اسم قبلہ فعل او صفة ------- ماضرب زید عمراً۔

فاعل کی تعریف کا بیان ہے فاعل ہر وہ اسم ہے جس سے پہلے فعل یا شبہ فعل ہو جس کا اسناد اس اسم کی طرف اس طرح ہو کہ وہ فعل یا شبہ فعل اس اسم کے ساتھ قائم ہو نہ یہ کہ وہ اس پر واقع ہو۔ جس طرح قام زید میں فعل لازمی کی نسبت ہے زید کی طرف اور دوسری مثال شبہ فعل کی ہے اور تیسری مثال فعل متعدی کی ہے۔

سوال آپ نے کہا فاعل اسم ہوتا ہے۔ حالانکہ یسر المرء ما ذھب اللیالی فاعل ہے اسم نہیں۔

جواب یہ ہے کہ اسم سے مراد عام ہے خواہ حقیقی ہو یا تاویلی ہو۔

سوال آپ کی تعریف جامع نہیں کیونکہ مات زید وطال عمرو پر صادق نہیں آتی۔ اس لئے کہ فعل کا فاعل کے ساتھ قیام سے مراد صدور ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ موت کا صدور زید سے اور طوالت کا صدور عمرو سے نہیں ہوا۔

جواب یہ کہ قیام الفعل بالفاعل سے مراد یہ ہے کہ صیغہ معلوم کا ہو نہ کہ مجہول کا۔

سوال یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ فاعل کے توابع پر صادق آتی ہے۔ جیسے جاء نی زید وعمرو۔

جواب اسناد اور نسبت سے مراد نسبۃ بالاصالت ہے۔ اور عمرو کی طرف جو نسبت ہے وہ بالتبع ہے بالاصالت نہیں۔

سوال یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کریم من یکرمك میں من پر صادق آرہی ہے جو کہ فاعل ہیں۔

جواب اور فعل، شبہ فعل کی تقدیم سے مراد تقدیم وجوبی ہے اور کریم کی جو تقدیم ہے من پر

یہ وجوبی نہیں جوازی ہے۔

قولہ وکل فعل لا بدله من فاعل ---------- کزید ذهب

اس عبارت سے لے کر فصل تک مصنفؒ نے فاعل کے بارے میں آٹھ ضوابط بیان کرنا چاہتے ہیں۔اس عبارت میں پہلے ضابطے کا بیان۔

ضابطہ اولیٰ جس کا حاصل یہ کہ ہر فعل خواہ لازمی ہو یا متعدی اس کے لئے فاعل مرفوع کا ہونا ضروری ہے۔فاعل کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) فاعل اسم ظاہر جیسے ذهب زید (۲) فاعل اسم ضمیر پھر فاعل اسم ضمیر کی دو قسمیں ہیں۔فاعل اسم ضمیر بارز جیسے ضربت میں ت ضمیر فاعل ہے ضمیر مستتر جیسے زید ذهب میں ذهب کے اندر ضمیر فاعل مستتر ہے۔

سوال اس ضابطہ کی کیا دلیل ہے یعنی ہر فعل کے لئے فاعل کا ہونا کیوں ضروری ہے۔

جواب ہر فعل عرض ہوا کرتا ہے۔اور ہر عرض کے لئے اس چیز کا ہونا ضروری ہے جس کے ساتھ وہ قائم ہو۔اس وجہ سے ہر فعل کے لئے فاعل کا ہونا ضروری ہے۔

قولہ ان كان الفعل متعدياً كان له مفعول به ايضا

ضابطہ ثانیہ اگر فعل متعدی ہو جس طرح اس کے لئے فاعل کا ہونا ضروری ہے۔اسی طرح اس کے لئے مفعول بہ کا ہونا بھی ضروری ہے۔جیسے ضرب زید عمروا۔

سوال اس ضابطے کے لئے یعنی فعل متعدی کے لئے مفعول بہ کا ہونا کیوں ضروری ہے۔

جواب جس طرح فعل کا سمجھنا فاعل پر موقوف تھا اسی طرح فعل متعدی کا سمجھنا مفعول بہ پر بھی موقوف ہے لہذا فعل متعدی کے لئے فاعل کی طرح مفعول بہ کا ہونا بھی ضروری ہے۔ بخلاف فعل لازمی کے کہ اس کا تعقل اور تفہم فاعل پر تو موقوف ہوتا ہے۔لیکن مفعول بہ پر نہیں۔ جیسے قام زید اسی وجہ سے فعل لازمی کے لئے مفعول بہ ہرگز نہیں ہوا کرتا۔یہی فرق ہے فعل لازمی اور فعل متعدی کے درمیان۔

قولہ وان كان الفاعل مظهرا ---------- نحو زيد ضرب

اس عبارت میں **ضابطہ ثالثہ** کا بیان ہے کہ فعل کو واحد تثنیہ اور جمع کہاں لایا جائیگا۔جس کا

حاصل یہ ہے اگر فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل ہمیشہ واحد لانا واجب ہے خواہ فاعل واحد یا تثنیہ ہو یا جمع ہو جیسے ضرب زید۔ ضرب الزیدان ضرب الزیدون اور اگر فاعل اسم ضمیر ہو تو فعل َ۔فاعل کے مطابق لایا جائیگا۔اگر فاعل واحد ہو تو فعل بھی واحد جیسے زید ضرب۔ اگر فاعل تثنیہ ہو تو فعل بھی تثنیہ جیسے الزیدان ضربا اور اگر فاعل جمع ہے تو فعل کو بھی جمع لایا جائے گا جیسے الزیدون ضربوا۔

سوال؟ اس ضابطہ کی کیا دلیل ہے۔

جواب فعل کو تثنیہ اور جمع اس غرض سے لایا جاتا ہے تا کہ وہ فاعل کی حالت بتائے کہ یہ تثنیہ ہے یا جمع جب فاعل اسم ظاہر ہوگا تو اس کی حالت تثنیہ اور جمع کی اس سے ظاہر ہوگی تو وہاں پر فعل کو تثنیہ جمع لانی کی ضرورت نہیں ہے۔بخلاف اس کے کہ جب فاعل اسم ضمیر ہو تو وہاں پر فعل کو تثنیہ یا جمع لایا جائے گا تا کہ فاعل کی حالت پر دلالت کرے کہ اس کا فاعل واحد ہے یا تثنیہ ہے یا جمع ہے۔

سوال یہ ضابطہ آپکا درست نہیں اس لئے کہ قرآن مجید ہی موجود ہے واسروا النجوی الذین ظلمو۔ الذین ظلموا یہ فاعل اسم ظاہر ہے لیکن اس کے باوجود فعل اسرو جمع لایا گیا ہے۔ اسی طرح بعض امثلہ اور بھی ملتی ہیں میں جیسے قاما الزیدان۔ اس طرح قمن النساء جس سے آپکا یہ قاعدہ اور ضابطہ ٹوٹ چکا ہے۔

جواب الذین ظلموا یہ اسم ظاہر فاعل نہیں بلکہ یہ ضمیر فاعل سے بدل ہے۔اور باقی امثلہ اس میں بھی اس طرح کی تاویل کردی جائے گی۔

قولہ وان کان الفاعل مونثا .... یجب تقدیم الفاعل

ضابطہ رابعہ: کا بیان ہے جو کہ فعل کی تذکیر و تانیث کے بارے میں ہے مصنفؒ نے فاعل کی تین قسمیں بنائی ہیں۔ (۱) فاعل مؤنث حقیقی۔ (۲) فاعل مونث غیر حقیقی (۳) فاعل جمع مکسر

مؤنث حقیقی کی تعریف یہ ہے کہ اس کے مقابلے میں جنس حیوان سے نر موجود ہو جیسے امرأۃ اور ناقۃ

مونث غیر حقیقی وہ ہے کہ اس کے مقابلے میں جنس حیوان سے مذکر موجود نہ ہو جیسے شمس وظلمت وان کان الفاعل سے وان شئت قلت ضربت الیوم ھند تک فاعل مونث حقیقی کا بیان ہے جس کی دو صورتیں ہیں کہ فعل و فاعل کے درمیان فاصلہ ہوگا یا نہیں۔

پہلی صورت: اگر فاصلہ نہ ہو تو فعل کو مؤنث لانا واجب ہے جیسے قامت ھند، ھند فاعل مؤنث حقیقی ہے یہاں پر فعل کو مونث لانا واجب ہے

دوسری صورت: اگر فاعل مؤنث حقیقی ہو اور فعل فاعل کے درمیان فاصلہ ہو تو فعل کی تذکیر و تانیث میں اختیار ہے، فعل کو مذکر لانا بھی جائز ہے جیسے ضرب الیوم ھند اور فعل کو مونث لانا بھی جائز ہے جیسے ضربت الیوم ھند یاد رکھیں کہ فاعل مؤنث حقیقی میں تعمیم ہے کہ فاعل مونث حقیقی اسم ظاہر ہو یا فاعل مونث حقیقی اسم ضمیر ہو۔

سوال نعم ھند اس میں فاعل مونث حقیقی ہے اور فاصلہ بھی نہیں لیکن پھر بھی فعل کو مذکر لایا گیا ہے تو آپکا ضابطہ کہاں گیا۔

جواب یہاں پر ایک شرط پہلی صورت کیلئے مقدر ہے کہ فعل متصرف ہو اور آپ کی پیش کردہ مثال میں نعم فعل غیر متصرف ہے۔

سوال اتی النعجة اس میں فاعل مونث حقیقی بغیر فاصلے کے ہے اور فعل بھی متصرف ہے لیکن اس کے باوجود مذکر لایا گیا ہے۔

جواب یہاں پر ایک اور شرط بھی محذوف ہے کہ فاعل جنس انسان میں سے ہو اور النعجة یہ انسانوں میں سے نہیں، خلاصہ یہ ہوا کہ فاعل مونث حقیقی کیلئے فعل کو مونث لانا واجب ہے جو کہ مشروط ہے۔ تین شرطوں کے ساتھ شرط اول فعل متصرف ہو شرط ثانی فاعل انسانوں میں سے ہو شرط ثالث فعل اور فاعل کے درمیان فاصلہ نہ ہو۔

سوال اس ضابطے کی کیا دلیل ہے۔

جواب اس ضابطے کی دلیل یہ ہے کہ فاعل مونث قوی ہے جس کی تانیث اثر کرتی ہے فعل میں تب جا کر فعل کو مونث لانا واجب ہوا کرتا ہے اور جب فاصلہ آجائے تو فاصلے کی وجہ سے فاعل

فعل کی تذکیر و تانیث کے قاعدے کے اعتبار سے
فاعل
فاعل مؤنث غیر حقیقی
اسم ضمیر
اس کا حکم یہ ہے کہ فعل کو مؤنث لانا واجب ہے۔
اَلشَّمْسُ طَلَعَتْ
اسم ظاہر
اس کا حکم فاعل مؤنث حقیقی منفصل والا ہے۔
یعنی فعل کی تذکیر و تانیث دونوں جائز ہے جیسے طَلَعَ الشَّمْسُ، طَلَعَتِ الشَّمْسُ
فاعل جمع مکسر
اسم ضمیر
اس کا حکم یہ ہے کہ اس میں بھی دو امر میں سے ایک کا لانا واجب ہے
۱۔ تاء ۲۔ نون جمع مؤنث جیسے اَلْاَیَّامُ مَضَتْ، اَلْاَیَّامُ مَضَیْنَ
اس کا حکم یہ ہے کہ دو امر میں سے ایک کا لانا واجب ہے۔
۱۔ فعل میں علامت تانیث کی تاء لائی جائے جب کہ فاعل کو بتاویل جماعت کے کیا جائے۔ اَلرِّجَالُ قَامَتْ،
۲۔ یا واؤ جمع کی لائی جائے۔ جیسے اَلرِّجَالُ قَامُوْا۔
اسم ظاہر
اس کا حکم یہ ہے فعل کی تذکیر و تانیث میں اختیار و جواز ہے۔
قَالَ الرِّجَالُ۔ قَالَتِ الرِّجَالُ۔
فاعل مؤنث حقیقی
اس کا حکم یہ ہے کہ فعل کی تذکیر و تانیث دونوں جائز ہے۔
جیسے قَامَتِ الْیَوْمَ هِنْدٌ، قَامَ الْیَوْمَ هِنْدٌ۔
اس کا حکم یہ ہے کہ فعل میں علامت تانیث لانا واجب ہے۔
جیسے قَامَتْ هِنْدٌ۔

کی تانیث فعل میں سرایت نہیں کرتی۔

قولہ وکذالک فی المونث الغیر ------- الشمس طلعت

فاعل مونث غیر حقیقی کے لئے فعل کی تذکیر تانیث کا بیان فاعل مونث غیر حقیقی کی بھی دوصورتیں ہیں۔

پہلی صورت: فاعل مونث غیر حقیقی اسم ظاہر ہوتو اس کا حکم یہ ہے کہ فعل کی تذکیروتانیث دونوں جائز ہیں جیسے طلع الشمس طلعت الشمس۔

دوسری صورت: اگر فاعل مونث غیر حقیقی اسم ہوتو فعل کو مونث لانا واجب ہے جیسے الشمس طلعت۔

سوال اس ضابطے کی کیا دلیل ہے۔

جواب فاعل مونث غیر حقیقی کی دوحیثیتیں ہیں۔لفظ کے اعتبار سے مونث ہے اور معنی کے اعتبار سے مذکر ہے دونوں حیثیتوں کا اعتبار کرتے ہوئے فعل کو مذکر دمونث لانا جائز ہے تاکہ دونوں پر عمل ہو جائے لیکن اگر فاعل مونث غیر حقیقی اسم ضمیر ہوتو پھر فعل کو مونث لانا واجب ہے تاکہ راجع مرجع مطابقت ہو جائے۔

قولہ وجمع التکسیر کالمونث ------------ الرجال قامو

فاعل کی تیسری قسم فاعل جمع مکسر کا حکم بتانا چاہتے ہیں فاعل جمع مکسر کی بھی دوصورتیں ہیں۔

پہلی صورت: فاعل جمع مکسر اسم ظاہر ہو۔اس کا حکم مونث غیر حقیقی والا ہے یعنی فعل کو مذکر لانا بھی جائز ہے اور مونث لانا بھی جائز ہے جیسے قام الرجال وقامت الرجال

دوسری صورت: فاعل جمع مکسر اسم ضمیر ہوتو اس میں تفصیل ہے کہ اگر وہ جمع مکسر عقلاء کی جمع ہے تو دوامر میں سے ایک کا لانا ضروری ہوجاتا ہے یا فعل کے ساتھ تا لائی جائے یا واو جمع لائی جائے جیسے الرجال قامت یا الرجال قامو اور اگر جمع مکسر غیر عقلاء ہے تو اس میں تاء ساکنہ واحدہ یا نون جمع مونث کا لانا ضروری ہوتا ہے جیسے الایام مضت الایام مضین۔

سوال فاعل جمع مکسر کی پہلی صورت کی کیا دلیل ہے۔

جواب فاعل جمع مکسر جماعت کی تاویل میں ہو سکتا ہے تو یہ لفظ کے اعتبار سے مونث اور معنی

کے اعتبار سے مذکر تو دونوں کا اعتبار کرتے ہوئے مذکر و مونث پڑھنا جائز ہے۔

سوال فاعل جمع مذکر سالم کا صیغہ ہو تو اس کے فعل کو مونث لانا کیوں واجب ہے جیسے قرآن مجید میں آتا ہے آمنت به بنو اسرائیل۔

جواب کہ جمع مذکر سالم جماعت کی تاویل میں نہیں ہو سکتا کیونکہ اس میں مذکر کی علامت موجود ہے جو کہ واو ہے اور یہ ہی وجہ ہے کہ جمع مذکر سالم کی اضافت اسمائے عدد کی طرف بھی جائز نہیں ہوا کرتی۔

قولہ ویجب تقدیم الفاعل ---------- وضرب عمرا زید۔

ضابطہ خامسہ : فاعل کا اصل درجہ اور مرتبہ یہ ہے کہ فعل کے تمام معمولات میں سے مقدم ہو کیونکہ یہ فاعل فعل کی لفظاً بھی جزء ہے اور معنی بھی لیکن اگر کوئی مانع موجود نہ ہو تو پھر مفعول کو فاعل پر مقدم کرنا بھی جائز ہے مانع یہ ہے کہ جب فاعل اور مفعول پر اعراب لفظوں میں موجود نہ ہو اور فاعل اور مفعول کی تعین پر قرینہ بھی موجود نہ ہو تو وہاں فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا واجب ہے تا کہ التباس لازم نہ آئے جیسے ضرب موسیٰ عیسیٰ یہاں اعراب لفظوں میں نہیں ہے اور قرینہ بھی موجود نہیں ہے یہ دونوں اسم مقصور ہیں اس لئے فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا واجب ہے اور اگر اعراب لفظوں میں موجود ہو یا قرینہ تعیین پر موجود ہو تو پھر تقدیم جائز ہے جیسے ضرب عمرا زید یہاں پر اعراب موجود ہے لہذا مفعول کو فاعل پر مقدم کیا گیا ہے اور اکل الکمثریٰ یحی اس میں قرینہ موجود ہے فاعل مفعول کی تعیین پر اس لئے کہ فاعل یحی تو بن سکتا ہے کمثریٰ نہیں یہاں پر بھی مفعول کی تقدیم فاعل پر کی گئی ہے۔

قولہ ویجوز حذف الفعل ---------- من قال من ضرب

ضابطہ سادسہ کا بیان ہے کہ اگر قرینہ موجود ہو تو فعل کا حذف کرنا جائز ہے جیسے کسی شخص نے کہا من ضرب اس کے جواب میں کہا جائے زید، زید فاعل ہے جس کا فعل حذف ہے تقدیر عبارت یہ ہے ضرب زید جس پر قرینہ یہ ہے کہ جب سوالیہ کلام جملہ ہے تو جوابیہ کلام بھی جملہ ہونا ضروری ہے۔ حالانکہ یہ مفرد ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہاں فعل محذوف ہے۔

سوال: ہوسکتا ہے کہ زید مبتدا ہو اور اس کے لئے قام خبر محذوف ہو۔

جواب: اس صورت میں جملہ کا محذوف ماننا لازم آئے گا اور قاعدہ ہے کہ حذف لقلة اولی من حذف الکثرة

قوله **وکذا یجوز حذف الفعل والفاعل من قال اقام زید**

ضابطہ سابعہ کہ اگر قرینہ موجود ہو تو فعل اور فاعل دونوں کا اکٹھے حذف کرنا جائز ہے جیسے کوئی شخص سوال کرے اقام زید تو اسکے جواب میں کہا جائے گا نعم جس کے بعد فعل فاعل قام زید محذوف ہے۔

سوال اس پر کیا قرینہ ہے کہ نعم کے بعد جملہ فعلیہ محذوف ہے جملہ اسمیہ زید قام کیوں محذوف نہیں۔

جواب اس پر قرینہ سوالیہ کلام ہے کہ جب سوالیہ کلام جملہ فعلیہ ہے تو جوابیہ کلام بھی جملہ فعلیہ ہونا چاہیے کیونکہ جب تک کوئی مانع نہ ہو تو مطابقت اولی ہوا کرتی ہے۔

قوله **وقد یحذف الفاعل .... من المرفوعات**

ضابطہ ثامنہ: کبھی فاعل کو حذف کر دیا جاتا ہے اور مفعول کو اس کے قائم مقام ٹھہرا دیا جاتا ہے اور یہ اس وقت جائز ہے جبکہ صیغہ فعل مجہول کا ہو جیسے ضرب زید اس میں زید مفعول ہے جو فاعل کے قائم مقام ہے اور اس کو نائب فاعل کہتے ہیں تو کل تین صورتیں ہو جائیں۔ (۱) فقط فعل کا حذف اس کو اول نمبر پر بیان کیا گیا ہے۔ (۲) فاعل اور مفعول دونوں کا حذف اس کو دوسرے نمبر پر بیان کیا۔ (۳) فقط فاعل کا حذف یہ بغیر قائم مقام کے جائز نہیں اس کو تیسرے نمبر پر بیان کیا گیا۔

فائدہ فقط فاعل کا حذف پانچ مقامات کے علاوہ کسی مقام پر جائز نہیں مقام اول ما قام الا زید جیسی ترکیب میں (۲) مصدر میں او اطعام فی یوم ذی مسغبة۔ (۳) فعل تعجب میں جیسے اسمع بھم وابصر۔ (۴) فعل مجہول میں جیسے ا (۵) تنازع الفعلین

﴿بحث تنازع الفعلین﴾

قولہ فصل اذا تنازع الفعلان ------- فی ذالک الاسم

فاعل غیر متنازع فیہ کے احکامات سے فارغ ہونے کے بعد اب فاعل متنازع فیہ کو بیان کیا گیا ہے۔ اور اس فصل میں تنازع الفعلین کا مسئلہ بیان کیا جا رہا ہے جس میں پانچ درجات کا بیان ہو گا۔ درجہ اولیٰ تعریف تنازع درجہ ثانیہ تصویر تنازع درجہ ثالثہ اختلاف در جواز و عدم جواز درجہ رابع اختلاف در دو اختیار و عدم اختیار درجہ خامسہ درطرق قطع تنازع، اس عبارت میں

درجہ اولیٰ یعنی تعریف تنازع کا بیان جب تنازع کریں دو فعل ایسے اسم ظاہر میں جو ان کے بعد واقع ہو یعنی اس اسم میں عمل کرنے کا دو فعلوں میں سے ہر ایک فعل یہ تقاضا کرے۔

سوال تنازع جھگڑا کرنا یہ ذی روح چیز کا کام ہے۔ جبکہ یہ دو فعل غیر ذی روح چیز ہیں تو انکا تنازع کیسے ہو سکتا ہے۔

جواب یہاں تنازع کا لغوی معنی مراد نہیں اصطلاحی معنی مراد ہے یعنی دو فعل کے بعد واقع ہونے والے اسم ظاہر میں دونوں کے لئے علی سبیل البدلیت معمول بننے کی صلاحیت ہو۔

سوال تنازع بایں معنی شبہ فعل میں موجود ہے جیسے زید ضارب ومکرم بکرا تو پھر فعل کی کیوں تخصیص کی۔

جواب فعل سے مراد عامل ہے۔

سوال پھر العاملان کہہ دیتے۔

جواب عمل کرنے میں چونکہ فعل اصل تھا اس لئے اس کو ذکر کیا ہے۔

سوال تنازع تو دو فعل سے زیادہ میں بھی ہوا کرتا ہے جیسے حدیث میں ہے۔ تسبحون وتکبرون وتحمدون دبر کل صلوٰۃ ثلاثاً وثلاثین تو دو کی تخصیص تم نے کیوں کی ہے۔

جواب دو فعلوں کا ذکر کرنا حصر کے لئے نہیں بلکہ اقل درجہ کا بیان ہے کہ تنازع کے لئے کم سے کم دو فعلوں کا ہونا ضروری ہے۔

سوال اسم ظاہر کی تخصیص کی کیا وجہ ہے کہ اسم ضمیر میں تنازع نہیں ہو سکتا۔

جواب ضمیر متصل میں تو تنازع ممکن نہیں اس لئے اسم ظاہر کی قید لگا دی۔

سوال بعدهما کی قید کیوں لگائی کیا اسم ظاہر شروع میں ہو یا درمیان میں تو تنازع نہیں ہو سکتا۔

جواب جی ہاں اسم ظاہر اگر دونوں پر مقدم ہو یا دونوں کے درمیان ہو تو تنازع نہیں ہو سکے گا کیونکہ وہ فعل اول کا معمول ہوگا۔

قولہ فهذا انما يكون على اربعة اقسام الاول

درجہ ثانیہ: تصویر تنازع اور تقسیم تنازع کہ تنازع کی چار صورتیں ہیں۔

پہلی صورت دونوں فعل فاعلیت کا تقاضا کریں۔

دوسری صورت دونوں فعل مفعولیت کا تقاضا کریں۔

تیسری صورت فعل اول فاعلیت کا تقاضا کرے اور فعل ثانی مفعولیت کا تقاضا کرے۔

چوتھی صورت فعل اول مفعولیت اور فعل ثانی فاعلیت کا تقاضا کرے۔

قولہ واعلم ان في جميع .... فهذا في الجواز

درجہ ثالثہ: کا بیان ہے جو اختلاف جواز و عدم جواز کے بارے میں ہے جمہور نحاۃ کے نزدیک ان چاروں صورتوں میں پہلے فعل کو عمل دینا بھی جائز ہے اور دوسرے فعل کو عمل دینا بھی جائز ہے۔ على سبيل البدلية لیکن فراء نحوی کے نزدیک پہلی اور دوسری صورت میں دوسرے فعل کو عمل دینا نہ جائز ہے اس کی دلیل کہ پہلی صورت اور تیسری صورت میں عمل دوسرے فعل کو دیا جائے تو دو خرابیوں میں سے ایک خرابی لازم آئے گی یا اضمار قبل الذکر یا حذف فاعل اس لئے پہلی اور تیسری صورت میں پہلے فعل کو عمل دیا جائے گا۔ دوسرے فعل کو عمل دینا جائز نہیں۔ جمہور نحاۃ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ پہلی اور تیسری صورت میں دوسرے فعل کو عمل دیں گے اور پہلے فعل کے لئے ضمیر کریں باقی رہا آپ کا سوال کہ اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے تو اس کا جواب یہ کہ اضمار قبل الذکر فاعل میں لازم آتا ہے اور فاعل چونکہ عمدہ ہے اور قاعدہ ہے کہ اضمار قبل الذکر عمدہ کا جائز ہوتا ہے۔

قولہ اما الاختيار ففيه ...... مراعاه للتقديم والاستحقاق

درجه رابعه : کا بیان ہے کہ بصریین اور کوفین کا اس بات میں اتفاق تھا کہ چاروں صورتوں میں علی سبیل البدلیۃ دونوں فعلوں کو عمل دینا جائز ہے لیکن اختلاف اس بات میں ہے کہ پہلے فعل کو عمل دینا مختار ہے۔ یا دوسرے فعل کو۔

بصريين کا مذهب: دوسرے فعل کو عمل دینا مختار ہے بصریین کی دلیل اول

دليل نقلي: جو قرآن مجید میں ہے اٰتوني افرغ عليه قطر اور هاءم اقرئوا کتابيه

(۱) دليل عقلي: اگر فعل اول کو عمل دیا جائے تو عامل اور معمول میں اجنبی کا فاصلہ لازم آئے گا۔

(۲) دليل عقلي: الحق للقرب والجوار اور قریب چونکہ دوسرا فعل ہے اس لئے دوسرے فعلکو عمل دینا مختار ہے۔

کوفيين کا مذهب: پہلے فعل کو عمل دینا مختار ہے۔

اس کی عقلی دلیل الاول فالاول کیونکہ فعل اول پہلے ہے اس لئے اس کو عمل دینا مختار ہے اور چونکہ راجح مذہب بصریین کا تھا اس لئے مصنفؒ ان کے مذہب کو مقدم کر دیا۔

قولہ فان اعمات الثاني فانظر ...... اعملت الفعل الاول

بصریین کے مذہب پر قطع تنازع کی تفصیل ہے جس کی تین صورتیں بنتی ہیں۔

پهلی صورت: اگر دونوں فعل فاعليت کا تقاضا کریں یا فعل اول فاعليت کا تقاضا کرے تو عمل ہر حال میں دوسرے فعل کو دیں گے اور پہلے فعل کے لئے فاعل کی ضمیر کر دیں گے کیونکہ قطع تنازع کے تین طریقے تھے (۱) حذف (۲) اظہار (۳) اضمار حذف تو اس لئے نہیں کر سکتے کہ فاعل کا حذف بغیر قائم مقام ناجائز ہے اور اظہار بھی نہیں کر سکتے کیونکہ تکرار لازم آئے گا جو کہ قبیح ہے لہٰذا اضمار ہی متعین ہوا کہ باقی رہا اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ وہ عمدہ میں جائز ہے متوافقین کی مثال ضربني واكرمني زيد متخالفین کی مثال ضربني واكرمت زيد۔

دوسری صورت: اگر پہلا فعل مفعول کا تقاضا کرے اور دو فعل جھگڑا کرنے والے افعال قلوب میں سے نہ ہوں تو ہر حال میں عمل دوسرے فعل کو دیں گے۔ خواہ متوافقین کی صورت میں ہو یا متخالفین کی اور پہلے فعل کے لئے مفعول کو محذوف مانیں گے دلیل قطع تنازع کے تین طریقے تھے حذف اظھار اضمار، اضمار تو اس لئے نہیں کر سکتے کہ اس سے اضمار قبل الذکر فضلہ کا لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں اور اظہار بھی نہیں کر سکتے کہ تکرار لازم آئے گا جو کہ قبیح ہے لہذا حذف ہی متعین ہوا اور مفعول کا حذف یہ فضلہ کا حذف ہے جو کہ جائز ہے متوافقین کی مثال ضربت واکرمت زیداً متخالفین کی مثال ضربت واکرمنی زید۔

تیسری صورت: کہ پہلا فعل مفعول کا تقاضا کرے اور دو جھگڑا کرے والے فعل افعال قلوب میں سے ہوں وہ تو عمل دوسرے فعل کو دیں گے اور پہلے فعل کے لئے مفعول کو ظاہر کریں گے دلیل قطع تنازع کے تین طریقے تھے حذف اظھار اضمار حذف کرنا تو اس لئے غلط ہے کہ افعال قلوب کے دو مفعولوں میں سے ایک کا حذف کرنا جائز نہیں ہوتا اور اضمار بھی نہیں کر سکتے کہ اضمار قبل الذکر فضلہ کا لازم آئے گا یہ بھی جائز نہیں لہذا متعین ہوا اظھار تو پہلے کے لئے مفعول کو ظاہر کرنا واجب ہے حسبنی منطلقا وحسبت زیداً منطلقا

قولہ وان اعملت الفعل الاول ---------------- فصل

قطع تنازع کی تفصیل علی مذھب الکوفین کا بیان ہے یہاں پر بھی ماقبل کی طرح تین صورتیں بنیں گی کہ عمل ہر حال میں پہلے فعل کو دیا جائے گا اور دوسرے فعل کیلئے انتظام کیا جائے گا۔

پہلی صورت: کہ دوسرا فعل فاعل کا تقاضا کرے خواہ متوافقین کی صورت ہو یا متخالفین دوسرے فعل کے لئے ضمیر کی جائے گی متوافقین کی مثال ضربنی واکرمنی زید متخالفین کی مثال ضربت واکرمنی زید

دوسری صورت: دوسرا فعل مفعول کا تقاضا کرے اور دو فعل جھگڑا کرنے والے افعال قلوب سے نہ ہوں تو عمل ہر حال میں پہلے فعل کو دیا جائے گا اور دوسرے فعل کیلئے مفعول۔

تیسری صورت: کہ دوسرا فعل مفعول کا تقاضا کرے اور وہ دو فعل جھگڑا کرنے والے

افعال قلوب میں سے ہوں تو عمل پہلے فعل کو دیا جائے۔ اور دوسرے فعل کے لئے مفعول کو ظاہر کرنا واجب ہوگا دلیل قطع تنازع کے تین طریقے تھے حذف، اظہار، اضمار حذف تو اس لئے نا جائز ہے کہ افعال قلوب کے دو مفعولوں میں سے ایک کا حذف لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں دوسرا طریقہ اضمار یہ بھی جائز نہیں اس لئے کہ ضمیر مفرد کی کریں گے یا تثنیہ کی اگر ضمیر مفرد کی کریں تو افعال قلوب کے دو مفعولوں میں مطابقت نہ ہوگی اگرچہ راجع مرجع میں مطابقت ہوگی اور اگر ضمیر تثنیہ کی کریں تو راجع مرجع میں مطابقت نہ ہوگی۔ اس لئے کہ مرجع مفرد ہے اور راجع ضمیر تثنیہ کی ہے باقی رہا ایک طریقہ اظہار کا وہی متعین ہوا۔

﴿مفعول مالم یسم فاعلہ﴾

قولہ **و مفعول ما لم یسم فاعله ـــــ مقامه نحو ضرب زید**

مصنفؒ مرفوعات کی پہلی قسم فاعل سے فارغ ہونے کے بعد مرفوعات کی دوسری قسم کو بیان کرنا چاہتے ہیں جس کی تعریف یہ ہے کہ ہر وہ مفعول جس کا فاعل حذف کیا گیا ہو اور اس کے مفعول کو اسکی جگہ ٹھہرایا گیا ہو۔

سوال آپکی عبارت میں تضاد ہے لم یسم سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا فاعل ہوتا ہی نہیں اور لفظ حذف سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہوتا تو ہے لیکن اس کو حذف کیا جاتا ہے۔

جواب یہاں لم یسم بمعنی لم یذکر کے ہے۔

سوال مفعول کو فاعل کی جگہ کیسے ٹھہرایا جا سکتا ہے اس لئے کہ فاعل اور مفعول میں بڑا فرق ہے کہ فاعل پر رفع اور مفعول پر نصب اور اسی طرح فاعل میں قیام کا اعتبار ہوتا ہے اور مفعول میں وقوع کا۔

جواب ہم مانتے ہیں کہ فاعل مفعول میں فرق ہوتا ہے لیکن فاعل کی جگہ مفعول کا واقع ہونا صرف اس اعتبار سے ہے کہ جو اسناد فاعل کی طرف تھی وہ مفعول کی طرف کر دی جائے یہ بات ظاہر ہے کہ جب اسناد مفعول کی طرف ہوگی تو رفع بھی اس پر ہوگا۔

سوال یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کہ انبتالربیع البقل میں الربیع پر صادق آتی ہے کیونکہ یہ اصل میں تھا انبت الله البقل فی الربیع لفظ اللہ جو فاعل تھا اس کو حذف کر کے اس کی جگہ مفعول کو ٹھہرا دیا گیا حالانکہ الربیع فاعل ہے لیکن نائب فاعل نہیں۔

جواب ہماری مراد فاعل سے فاعل حقیقی نہیں بلکہ فاعل نحوی مراد ہے لہذا اس اعتبار سے ربیع فاعل بنے گا نائب فاعل نہیں۔

سوال فاعله کی ھو ضمیر راجع ہے مفعول کی طرف جسکا مطلب یہ ہوا کہ فاعل مفعول کا ھوتا ہے حالانکہ فاعل فعل کا ھوتا ہے۔ اس لئے فعل کی طرف نسبت کرنی چاہیے تھی۔

جواب ادنی ملابست اور تعلق کی بناء پر فاعل کی نسبت مفعول کی طرف کر دی اسلئے فاعل کا فعل مفعول پر واقع ہوا کرتا ہے۔

سوال اقیم کے بعد ھو ضمیر منفصل کیوں لائے ہو حالانکہ ضمیر منفصل کے ساتھ تاکید اس وقت لائی جاتی ہے جب ضمیر مرفوع متصل پر کسی شی کا عطف ڈالا جائے اور یہاں پر تو ضمیر مستتر پر کسی چیز کا عطف نہیں ڈالا گیا تو ضمیر منفصل سے تاکید کیوں لائی گئی ہے۔

جواب ضمیر متصل کی تاکید ضمیر منفصل کے ساتھ اس لئے لائے تاکہ دو خرابیاں سے بچا جاسکے پہلی خرابی یہ تھی کہ اگر ھو ضمیر منفصل نہ لاتے تو کوئی طالب علم یہ سمجھ سکتا تھا کہ مقامه اقیم کا نائب فاعل ہے حالانکہ نائب فاعل اس میں ضمیر مستتر ہے۔ دوسری خرابی یہ بھی ہو سکتی تھی کہ اقیم کی ضمیر فاعل کی طرف راجع ہے اس لئے کہ وہ قریب ہے اور کیونکہ ضابطہ ہے قریب کو چھوڑ کر بعید کی طرف ضمیر کو راجع نہیں کرنا چاہیے حالانکہ یہ دونوں صورتوں میں کلام کا معنی غلط بنتا تھا اس لئے ضمیر منفصل سے تاکید لائی گئی ہے تاکہ یہ دونوں وہموں کا ازالہ ہو جائے۔

قوله وحکمه فی توحید فعله ...... ما عرفت فی الفاعل

مفعول مالم یسم فاعله۔ چونکہ فاعل کا نائب ہے اسی وجہ سے اسکے فعل کے واحد اور تثنیہ اور جمع کے لئے وہی ضابطہ جو کہ فاعل کے لئے تھا یعنی نائب فاعل اگر اسم ظاہر ہو تو فعل ہمیشہ واحد لایا جائے گا اگر نائب فاعل اسم ضمیر ہو تو پھر فعل نائب فاعل کے مطابق لایا جائے گا اور اسی

طرح نائب فاعل کے فعل کے تذکیر وتانیث بھی اسی قانون پر مبنی ہے جو قانون آپ فاعل کی مباحث میں پڑھ چکے ہیں وہاں پر فاعل کی تین قسمیں تھیں یہاں پر نائب فاعل کی بھی تین قسمیں ہیں۔ (۱) نائب فاعل مونث حقیقی (۲) نائب فاعل مونث غیر حقیقی (۳) نائب فاعل جمع مکسر الی آخرہ

﴿بحث المبتدا والخبر﴾

هما اسمان مجردان .... وهو الابتدا

مصنفؒ اس فصل میں مرفوعات کی تیسری قسم مبتدا و چوتھی قسم خبر کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔

مبتدا خبر کی تعریف: مبتدا خبر وہ دو اسم ہیں جو خالی ہوں عوامل لفظیہ سے ان میں سے ایک مسند الیہ ہوتا ہے جو کہ مبتدا ہوتا ہے اور دوسرا اسم مسند ہوتا ہے جو کہ خبر ہوا کرتا ہے جیسے زید قائم اور مبتدا اور خبر دونوں کا عامل معنوی ہوا کرتا ہے وهو الابتدء اور وہ عامل معنوی ابتدا ہے یعنی کلام کے شروع میں ہونا۔

سوال مرفوعات کی ان دو قسم مبتدا خبر کو ایک فصل میں کیوں ذکر کیا جبکہ باقی اقسام کو علیحدہ علیحدہ فصل میں ذکر کیا اس کی کیا وجہ ہے۔

جواب اس کی دو وجہ ہیں پہلی وجہ یہ ہے کہ مبتدا خبر ایک دوسرے کو لازم ہیں کہ مبتدا خبر کے بغیر اور خبر مبتدا کے بغیر نہیں ہو سکتا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ دونوں عامل میں شریک ہیں اس لئے کہ ان دونوں کا عامل معنوی کرتا ہے۔

سوال آپ نے کہا مبتدا خبر عامل لفظی سے مجرد ہوتے ہیں اور مجرد تجرید سے ہے جس کا معنی ہے خالی کرنا جس کا مطلب یہ ہوگا کہ مبتدا خبر کا عامل لفظی پہلے موجود ہوتا ہے پھر اس سے اس کو خالی کیا جاتا ہے۔ حالانکہ مبتدا خبر کا عامل لفظی سرے سے ہوتا ہی نہیں۔

جواب یہاں تجرید بمعنی عدم کے ہے یہ ذکر الخاص وارادة العام کے قبیل سے ہے۔

جواب بحسبك الله اس میں حسب مبتدا ہے لیکن عامل لفظی اس پر داخل ہے۔

جواب عامل سے مراد وہ عامل ہے جو موثر فی المعنی ہو نہ کہ زائدہ اور آپ کی پیش کردہ مثال میں عامل لفظی موجود ہے لیکن یہ زائدہ ہے معنی میں اثر نہیں کرتا۔

سوال آپ العوامل جمع کا لفظ لائے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مبتدا تین یا تین سے زائد عاملوں سے خالی ہوا کرتا ہے ایک یا دو عامل داخل ہوں تو کوئی حرج نہیں۔

جواب جمع پر الف لام جنسی داخل ہو تو جمعیت کا معنی باطل ہو جایا کرتا ہے یہاں پر الف لام جنسی ہے۔

سوال سوال کا حاصل یہ ہوا کہ تجرید یہ عدمی چیز ہے اور عدمی چیز موثر اور عامل نہیں بن سکتی۔

جواب عوامل اثر کی علامت ہوتے ہیں نہ کہ موثر کیونکہ موثر تو متکلم ہوا کرتا ہے۔

فائدہ مبتدا خبر کے عامل کے بارے میں اختلاف ہے لیکن مشہور یہ ہے کہ ان کا عامل معنوی ہوتا ہے بعض نزدیک مبتدا کا عامل معنوی ہے لیکن خبر کا عامل مبتدا ہوا کرتا ہے اور بعض کے نزدیک مبتدا عامل ہے خبر میں اور خبر عامل ہے مبتدا میں۔

قولہ واصل المبتدا ان یکون معرفة واصل الخبر ان یکون نکرة مبتدا اور خبر کی اصل بتا رہے ہیں **ضابطہ** کا مطلب یہ ہے کہ مبتدا کی اصل یعنی وہ حالت مناسبہ جس پر مبتدا کا ہونا مناسب ہے وہ یہ ہے کہ مبتدا معرفہ ہو اس لئے کہ مبتدا محکوم علیہ ہوتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ جب تک محکوم علیہ متعین اور معلوم نہ ہو تو اس پر حکم نہیں لگایا جا سکتا اور خبر کی اصل یعنی وہ حالت مناسبہ جس پر خبر پر ہونا چاہے وہ نکرہ ہے کیونکہ خبر محکوم بہ ہوا کرتی ہے اور محکوم بہ میں اصل نکرہ ہوتا ہے۔

قولہ والنکرة اذا وصفت ---------- وسلام علیك

اس عبارت میں مصنفؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ نکرہ بھی مبتدا واقع ہو سکتا ہے لیکن جب کہ اس میں تخصیص پیدا ہو جائے اور وجوہ تخصیص مصنفؒ نے چھ بیان کیے ہیں اور وجوہ تخصیص میں سے

پہلی وجہ تخصیص: یہ ہے کہ نکرہ میں تخصیص ہو صفت کی وجہ سے اور صفت میں تعمیم ہے کہ خواہ مذکور ہو جیسے ولعبد مومن خیر من مشرك اس میں عبد نکرہ مخصصہ ہے جس میں تخصیص مومن کی صفت کی وجہ سے ہے یا صفت مقدر ہو جیسے السمن منوان بدرھم، منوان نکرہ مبتدا واقع ہو رہا ہے جس میں تخصیص صفت مقدر کی وجہ سے یا معناً جیسے تصغیر میں رجیل قائم معنی ہوتا ہے رجل صغیر۔

دوسری وجہ تخصیص: کہ نکرہ اس ہمزہ کے بعد جو ام متصلہ کے ساتھ واقع ہو رہا ہو جیسے ارجل فی الدار ام امرأۃ اس میں رجل اور امرأۃ نکرہ مخصصہ ہے جس میں تخصیص متکلم کے علم کی وجہ سے ہے کیونکہ متکلم جانتا ہے کہ اس گھر میں ان دو میں سے ایک ضرور ہے وہ ہمزہ اورام کے ذریعے اس کی تعیین حاصل کرنا چاہتا ہے۔

تیسری وجہ تخصیص: کہ نکرہ تحت النفی واقع ہو جیسے ما احد خیر منك اس میں احد نکرہ مخصصہ مبتداء ہے جس میں تخصیص عموم والے معنے کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے۔

لیکن یاد رکھیں نکرہ کی تخصیص تحت النفی کے ساتھ مختص نہیں بلکہ ہر وہ نکرہ جس میں عموم مقصود ہو خواہ وہ مقام اثبات میں ہو یا مقام نفی میں تو وہ نکرہ مخصصہ ہو کر مبتدا بن سکتا ہے جیسے تمرۃ خیر من جرادۃ۔

چوتھی وجہ تخصیص: کہ یہ وہ نکرہ جس میں کسی صفت مقدرہ کی وجہ سے تخصیص آگئی ہو جیسے شر اھر ذاناب۔

پانچویں وجہ تخصیص: یہ ہے کہ نکرہ پر خبر مقدم ہو جائے جیسے فی الدار رجل۔

چھٹی وجہ تخصیص: یہ ہے کہ ہر وہ نکرہ جو متکلم کی طرف نسبت کرنے سے خاص ہو جائے جیسے سلام علیك اس میں سلام نکرہ مخصصہ مبتدا واقع ہو رہا ہے جس میں تخصیص آئی ہے متکلم کی طرف نسبت کرنے سے یہ سلام علیك اصل میں جملہ فعلیہ تھا پھر جملہ فعلیہ سے عدول کر کے جملہ اسمیہ بنایا گیا جس طرح جملہ فعلیہ میں متکلم کی طرف نسبت تھی اسی طرح جملہ اسمیہ میں بھی متکلم کی طرف نسبت ہوگی اس کا اصل تھا سلمت سلاماً علیك پھر جس طرح کے یہ افعال

کو حذف کر کے مصادر کو اس جگہ ٹھہرا دیا جاتا ہے دوام و استمرار کے معنی کو حاصل کرنے کے لئے یہاں پر بھی ایسے کیا گیا ہے۔

قولہ وان کان احد الاسمین ------ والنکرۃ خبراً البتہ

اگر دو اسم میں سے ایک معرفہ اور دوسرا نکرہ ہو تو معرفہ کو مبتدا بنایا جائے گا اور نکرہ کو خبر بنابر ضابطہ سابقہ اور اگر دونوں معرفے ہوں تو یا دونوں تخصیص میں برابر ہوں تو جس کو بھی مبتدا بنانا چاہو اس کو مقدم کر کے مبتدا بنا دیا جائے کیونکہ ان میں سے ہر ایک کے اندر مبتدا ہونے کی صلاحیت ہے اور دوسرے کو خبر بنا دیا جائے۔

سوال مصنفؒ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر دو معرفے ہوں تو ان دونوں میں سے جس اسم کو چاہو مبتدا بناؤ اور آپ نے یہ شرط لگا دی کہ جس کو مبتدا بنانا چاہو اس کو مقدم کر کے مبتدا بناؤ اس کی کیا وجہ ہے۔

جواب عبارت کا مطلب صحیح نہیں بن سکتا اسلئے کہ یہ اپنی جگہ ضابطہ مسلم ہے کہ اگر مبتدا خبر دونوں معرفے ہوں تو مبتدا کو خبر پر مقدم کرنا واجب ہوا کرتا ہے اسی لئے یہ شرط لگا دی کہ جس کو بھی مبتدا بنانا چاہو اسی کو مقدم کر کے مبتدا بنا دیا جائے یعنی بشرط تقدیمہ۔

قولہ وقد یکون الخبر جملۃ: مبتداء خبر کے احکامات چل رہے تھے ایک حکم خبر کا یہ ہے کہ جس طرح مبتدا کی خبر مفرد بھی ہوتی ہے اسی طرح مبتدا کی خبر جملہ بھی ہوتی ہے اسلئے جس طرح مبتدا پر مفرد سے حکم لگایا جا سکتا ہے اسی طرح جملہ سے بھی لگایا جا سکتا ہے لیکن لفظ قد لا کر اشارہ کر دیا خبر میں اصل مفرد ہونا ہے کیونکہ خبر میں اصل یہ ہے کہ اس کا ربط اور تعلق ہو مبتدا کے ساتھ اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ ربط مفرد میں ہو سکتا ہے جملہ میں نہیں کیونکہ جملہ وہ خود ہی کامل اور تام ہوا کرتا ہے جس میں دوسرے اسم کی احتیاجی بالکل نہیں ہوتی بعنوان دیگر یوں کہا جا سکتا ہے کہ خبر کا اصل مفرد ہونا اس لئے ہے کہ اس کا تعلق اور ربط ہوتا ہے بلا واسطہ مبتداء کے ساتھ بخلاف جملہ کہ اس کے ربط کے لئے ضمیر اور عائد کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔

جملہ خبریہ کی چار قسمیں ہیں جملہ اسمیہ جملہ ظرفیہ، جملہ فعلیہ، جملہ شرطیہ، یہ چاروں قسم مبتدا کی خبر

واقع ہو سکتے ہیں۔

(۱) جملہ اسمیہ خبر واقع ہو زید ابوہ قائم۔

(۲) جملہ فعلیہ خبر واقع ہو جس طرح زید قام ابوہ۔

(۳) جملہ شرطیہ خبر واقع ہو جس طرح زید ان جاء نی اکرمتہ۔

(۴) جملہ ظرفیہ خبر واقع ہو جیسے زید خلفك وعمرو فی الدار۔

قولہ والظرف متعلق بجملة .... زید استقر فی الدار

خبر جب ظرف ہو خواہ ظرف زمان ہو جیسے القیام لیلة القدر یا ظرف مکان جیسے زید اما ملك یا جار مجرور جیسے زید فی الدار تو اکثر یعنی بصریین کا مذہب یہ ہے کہ جملہ فعلیہ کی مقدر مانتے ہیں اور بعض نحوی شبہ فعل کو محذوف مانتے ہیں۔

مذہب اول کی دلیل یہ ہے کہ ظرف معمول ہوتا ہے جسکے لئے عامل کی ضرورت ہے اور عمل میں اصل چونکہ فعل ہوا کرتا ہے لہذا جب عامل کو مقدر ماننا ہے تو عامل اصل یعنی فعل کو مقدر ماننا چاہیے۔

دوسرے مذہب کی دلیل ہے کہ یہ ظرف خبر ہے اور خبر میں اصل مفرد ہونا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ شبہ فعل کو مقدر ماننے کی صورت میں تو خبر مفرد ہو سکتی ہے اور جملہ فعلیہ ہونے کی صورت میں نہیں لیکن راجح پہلا مذہب ہے۔ وجہ ترجیح یہ ہے کہ قول اول کی دلیل باعتبار معمولیت ظرف کے ہے۔ اور قول ثانی کی دلیل باعتبار خبریت ظرف کے ہے اور چونکہ معمولیت اصل ہے جو کسی حال میں جدا نہیں ہو سکتی بخلاف خبریت کے یہ عارضی چیز ہے جو کہ جدا ہو جاتی ہے لہذا راجح پہلا قول ہوا۔

قولہ ولا بد فی الجملة من ضمیر الی المبتداء۔

خبر جملہ ہو تو اس میں ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو مبتدا کی طرف لوٹے جیسے پہلی مثالوں میں ہا ضمیر جو عائد ہے۔

سوال مصنفؒ کو چاہیے تھا کہ ضمیر کی جگہ عائد کا لفظ لاتے جس طرح صاحب کافیہ نے کیا ہے تاکہ یہ عائد کی تمام قسموں کو شامل ہو جاتا۔

جواب کیونکہ عائد میں سے ضمیر اصل تھی اس لئے اس کو ذکر کر دیا۔

سوال خبر جب جملہ ہو تو اس میں عائد کا ہونا ضروری کیوں ہے۔

جواب جملہ کامل اور تام ہونے کی وجہ سے مستقل ہوا کرتا ہے کسی کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا تو اس کا مبتدا کے ساتھ تعلق جوڑنے کے لئے عائد کا لانا ضروری ہے اور عائد کی چند قسمیں ہیں۔

(۱) ضمیر جیسا کہ مثالوں میں سے گزر چکا ہے۔

(۲) الف لام جیسے نعم الرجل ابو بکرؓ

(۳) اسم ظاہر کا ضمیر کی جگہ ہونا جیسے الحاقه ما الحاقة

(۴) خبر مفسر ہو جیسے قل هو الله احد۔

(۵) اسم اشارہ جیسے ولباس التقوی ذلك خیر۔ (۶) خبر کا مبتدا کے عین ہونا حدیث افضل ما قلته انا والنبیون من قبلی لا اله الا الله تو عائد کی یہ چھ قسمیں ہوئی۔

قولہ ویجوز حذفه عند قرینة .... درھما ،

اگر قرینہ موجود ہو تو ضمیر رابط کا حذف کرنا بھی جائز ہے جیسے السمن منوان بدرھم البر الکر بستین درھما میں منه رابط محذوف ہے۔

جس پر قرینہ یہ ہے کہ بائع اس وقت گیہوں کا رخ بتا رہا ہے نہ کہ کسی اور چیز کا۔

قولہ وقد یتقدم الخبر علی المبتدا نحو فی الدار زید مبتدا خبر کے احکامات میں سے ایک حکم یہ ہے کہ کبھی کبھی خبر کو مبتدا پر مقدم کیا جاتا ہے جیسے فی الدار زید میں اور یہاں لفظ قد تقلیل کے لئے لا کر یہ مسئلہ بتا دیا کہ خبر میں اصل یہ ہے کہ مبتدا سے موخر ہو اور مبتدا میں اصل یہ ہے کہ مبتدا مقدم ہو اور خبر کا تقدم دو قسم پر ہے (۱) جائز (۲) واجب، اگر مبتدا نکرہ ہو تو اس وقت خبر کا تقدم واجب ہوا کرتا ہے، اور اگر معرفہ ہو تو خبر کا تقدم جائز ہوا کرتا ہے۔

قولہ ویجوز للمبتدأ الواحد اخباراً کثیرة

ایک مبتداء کے لئے اخبار متعدد ہو سکتی ہیں اس لئے کہ محکوم علیہ پر متعدد حکم لگائے جا سکتے ہیں جس

قوله : وقد يتعدد الخبر...الخ
تعمیمِ اوّل
تعدّد الخبر
مع تعدّد المخبرعنه درین صُورت عطف واجب شد
بدون تعدد المخبرعنه
لفظاً مثل زَیدٌ وعمرٌو عَالِمٌ وجَاهِلٌ
معنیً مثل هُمَا عَالِمٌ وجَاهِلٌ
جائز وقتیکہ معنی بدون تعدد تمام شد
واجب وقتیکہ نباشد
عطفِ اولیٰ
ترکِ جائز
عطفِ جائز
ترکِ اولیٰ
تعمیمِ دوم
تعدّد خبر
متفق الجنس
مختلف الجنس فَاِذَا هِیَ حَیَّةٌ تَسْعٰی
دراسم
درفعل
دریک مرتبہ
دربسیار مرتبہ
مع عطف
بدون عطف

میں عقلی طور پر چار احتمال ہیں۔ (۱) تعدد المبتداء مع تعدد الخبر یہ صورت بہت ہی پائی جاتی ہے اس لئے اس سے بحث کرنا مقصود ہی نہیں۔ (۲) توحد المبتدا مع توحد الخبر اس صورت کی بحث اب تک چلی آئی ہے۔

(۳) تعدد المبتدا مع توحد الخبر یہ صورت محض عقلی ہے خارج میں نہیں پائی جاتی۔

(۴) توحد المبتدا مع تعدد الخبر۔

اس مقام میں اسی صورت کا بیان ہے اس کی پھر تین صورتیں ہیں تعدد بحسب اللفظ والمعنی جمیعا یہ صورت پائی جاتی ہے۔ (۲) تعدد بحسب اللفظ ہو فقط یعنی جس میں الفاظ متعدد ہوں معنی ایک ہو یہ صورت بھی پائی جاتی ہے۔ (۳) تعدد بحسب المعنی فقط یعنی معنی کے اندر تعدد لفظا ایک ہو یہ صورت نہیں پائی جاتی پہلے دوصورتوں کی پھر دودوصورتیں ہیں۔(۱) حرف عطف کے ذریعے سے (۲) بغیر عطف کے ذریعے سے جیسے زید عالم عاقل فاضل وھذا حلو حامض اس جگہ اس صورت کو ذکر کیا جو حرف عطف کے بغیر ہو باقی کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

قولہ واعلم ان لھم قسما آخر ...... ما قائمان الزیدان۔

مبتدا کی قسم ثانی کو بیان کر رہے ہیں مبتدا کی قسم جو اول جو ہمیشہ مسند الیہ ہوتا ہے لیکن مبتدا کی قسم ثانی مسند ہوا کرتا ہے اس کی تعریف وہ صیغہ صفت کا جو حرف نفی یا حرف استفہام کے بعد واقع ہو بشرطیکہ اسم ظاہر کو رفع دینے والا ہو۔ حرف نفی کے بعد کی مثال ماقائم الزیدان اور حرف استفہام کے بعد کی مثال اقائم الزیدان ۔ان میں قائم صیغہ صفت کا اپنے بعد والے اسم ظاہر کو رفع دے رہا ہے۔ جو کہ مسند الیہ ہے اور فاعل ہے۔

سوال ہوسکتا ہے کہ قائم خبر مقدم ہو اور الزیدان مبتدا مؤخر ہو۔

جواب یہ ترکیب ہرگز نہیں ہوسکتی کیونکہ اس صورت میں قائم کے اندر ضمیر واحد کا راجع ہونا لازم آیگا الزیدان تثنیہ کی طرف جو کہ قطعاً جائز نہیں۔

سوال آپ نے صیغہ صفت کے مبتدا ہونے کے لئے شرط لگائی ہے کہ اسم ظاہر کو رفع دینے

والا ہو حالانکہ اراغب انت میں راغب صیغہ صفت کا اسم ضمیر کو رفع دے رہا ہے۔

جواب اسم ظاہر سے مراد یہ ہے کہ ضمیر مستتر نہ ہو باقی رہی ضمیر بارز وہ اسی میں سے داخل ہے۔

فائدہ صیغہ صفت جو حرف نفی اور حرف استفہام کے بعد واقع ہوتا ہے اس کے بعد اسم ظاہر ہو اس میں تین صورتیں ہیں۔

پہلی صورت: صیغہ صفت اپنے مابعد والے اسم ظاہر کے مطابق نہ ہو جیسے ما قائم الزیدان ما قائم الزیدون پہلی صورت کا حکم یہ ہے کہ صیغہ صفت کا مبتدا ہونا واجب ہے۔

دوسری صورت: کہ صیغہ صفت اپنے مابعد والے اسم ظاہر کے مطابق ہو مفرد ہونے میں جیسے اقائم زید ما قائم زید اس کا حکم یہ ہے کہ یہاں دونوں صورتیں جائز ہیں صیغہ صفت کو اسم ظاہر میں رفع دینے کا لحاظ کیا جائے گا تو صیغہ صفت کو مبتدا بنایا جائے گا اور اگر ضمیر میں رافع ہونے کا لحاظ کیا جائے گا تو خبر بنایا جائے گا۔

تیسری صورت: کہ صیغہ صفت اپنے مابعد والے اسم ظاہر کے موافق اور مطابق ہو تثنیہ جمع ہونے میں اس تیسری صورت کا حکم یہ ہے کہ صیغہ صفت کا خبر ہونا متعین اور واجب ہے اور ما بعد والا اسم مبتدا ہوگا ہمیشہ جیسے اقائمان الزیدان ما قائمون الزیدون اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے شرط لگائی تھی صیغہ صفت اسم ظاہر کو رفع دے اور اس صورت میں صیغہ صفت اسم ظاہر کو رفع نہیں دے رہا اسلئے اگر اسم ظاہر کو رفع دیتا تو صیغہ صفت واحد ہی لایا جاتا جیسا کہ قاعدہ فاعل کی بحث میں گزر چکا ہے۔

فصل خبر ان واخواتها

مصنف **فخبر ان هو المسند بعد دخولها نحو ان زیداً قائم۔**

مبتدا اور خبر کے بیان کے بعد مرفوعات کا پانچواں قسم حروف مشبہ بالفعل کی خبر کو بیان کر رہے ہیں یہ حروف مشبہ بالفعل مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں جن کا عمل یہ ہوتا ہے کہ مبتدا کو نصب دیتے

ہیں اور اسکو ان کا اسم کہا جاتا ہے اور خبر کو رفع دیتے ہیں اور اسکو خبر کہا جاتا ہے۔

فائدہ ان حروف کی مشابہت ہے فعل کے ساتھ چار چیزوں میں۔ (۱) صیغۃً مشابہت ہے جیسے ان فـرکی طرح الی آخرہ (۲) صورت میں جس طرح فعل ثلاثی ہوتا ہے رباعی ہوتا ہے یہ حروف مشبہ بالفعل بھی ایسے ہوتے ہیں ان، ان، کـأن، لیت، لکن یہ ثلاثی مجرد ہیں اور لعل رباعی مجرد ہے۔ (۳) معناً ان کا معنی فعل کی طرح ہوتا ہے جیسے ان ان حـقـقـت کے معنی میں اور لکن استدرکت کے معنی میں لعل ترجیت کے معنی میں اور لیت تمنیت کے معنی میں کان تشبہت کے معنی میں۔

(۴) عملاً مشابہت ہے جس طرح فعل متعدی ایک اسم کو رفع اور دوسرے کو نصب دیتا ہے اسی طرح یہ بھی ایک اسم کو رفع اور دوسرے کو نصب دیتے ہیں البتہ فعل کا عمل اصلی اور ان کا عمل فرعی ہے۔ تو عمل اصلی اور عمل فرعی میں فرق کرنے کے لئے فعل پہلے اسم کو رفع اور دوسرے کو نصب اور یہ حروف پہلے کو نصب اور دوسرے کو رفع دیتے ہیں۔

قولہ فخبر ان هو المسند بعد دخولها نحو ان زيداً قائم حرف مشبہ بالفعل کی خبر کی تعریف ان کی خبر مسند ہوتی ہے بعد داخل ہونے ان حروف کے۔

سوال یہ تعریف تو بالکل غلط ہے کسی پر صادق نہیں آتی جیسے ان زید قائم، قائم پر تمام حروف مشبہ بالفعل داخل نہیں بلکہ ایک داخل ہے۔ اور آپ نے یہ کہا کہ ان تمام حروف کے داخل ہونے کے بعد وہ خبر مسند ہوتی ہے۔

جواب هذه الحروف سے پہلے مضاف لفظ احد محذوف ہے اب معنی یہ ہوگا کہ حروف مشبہ بالفعل میں سے کسی ایک حرف کے داخل ہونے کے بعد وہ مسند ہوتی ہے۔

سوال اخوات جمع ہے اخت کی جس کا معنی ہوتا ہے بہن یہ تو ذوی العقول کے لئے ہوتی ہے۔ جب کہ یہ حروف مشبہ بالفعل ذوی العقول میں سے نہیں تو اخوات کا لفظ کیوں لائے۔

جواب یہاں پر اخوات بـمـعـنـی امثال اور مشابہت کے ہیں اور چونکہ حروف بتاویل کلمہ مونث ہوا کرتے ہیں اس لئے یہاں اخوات جمع مونث لائے جمع مذکر اخوۃ نہیں لائے۔

قولہ **وحكمه في كونه مفردا اور جملة او معرفه اونكرة**

حروف مشبہ بالفعل کی خبر کا حکم مفرد او جملہ ہونے میں اور اسی طرح معرفہ ونکرہ ہونے میں مبتدا کی خبر کی طرح ہے یعنی جس طرح مبتدا کی خبر معرفہ اور نکرہ وغیرہ ہوتی ہے۔ اسی طرح ان حروف کی خبر جملہ بھی ہوتی ہے اور مفرد بھی معرفہ بھی ہوتی ہے اور نکرہ بھی پھر جملہ کی صورت جس طرح مبتدا کی خبر جملہ اسمیہ بھی ہوتی ہے اور جملہ فعلیہ بھی اور جملہ شرطیہ بھی اور جملہ ظرفیہ بھی تو اسی طرح اسی کی خبر بھی، اور جس طرح خبر کے جملہ ہونے کی صورت میں عائد کا ہونا ضروری ہے اسی طرح حروف مشبہ بالفعل کی خبر جملہ ہو تو اس میں بھی عائد کا ہونا ضروری ہے، جس طرح مبتدا کی خبر واحد اور متعدد بھی ہوسکتی ہے مثبت بھی اور منفی بھی اسی طرح ان حروف کی خبر بھی۔

قولہ **ولا يجوز تقديم اخبارها على اسمائها**

یہ سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال جب حروف مشبہ بالفعل کی خبر کا حکم مبتدا کی خبر کی طرح ہے تو جس طرح مبتدا کی خبر کا مبتدا پر مقدم ہونا جائز ہے اسی طرح حروف مشبہ بالفعل کی خبر کا بھی اسم پر مقدم ہونا جائز ہونا چاہیے تھا حالانکہ یہ جائز نہیں۔

جواب حروف مشبہ بالفعل کی خبر کا مقدم ہونا اس لئے ناجائز ہے کہ یہ حروف عامل میں ضعیف اور عامل ضعیف اپنی ترتیب سے عمل کرتا ہے جب ترتیب بدل جائے تو عامل ضعیف کا عمل باطل ہو جاتا ہے نیز عمل اصلی اور عمل فرعی میں فرق بھی ختم ہو جائے گا اس لئے قاعدہ بنا دیا کہ حروف مشبہ بالفعل کی خبر اس کے اسم پر ہرگز مقدم نہیں ہوسکتی۔

قولہ **الا اذا كان ظرفا** یہ اس حکم سے مستثنیٰ ہے یعنی حروف مشبہ بالفعل کی خبر مقدم ہونا جائز نہیں مگر جس وقت خبر ظرف ہو تو پھر جائز ہے یاد رکھیں اگر اسم معرفہ ہو تو پھر خبر کا مقدم ہونا جائز ہوگا جیسے ان فی الدار زیدا اور اگر اسم نکرہ ہو تو پھر تقدیم واجب ہوگی جیسے ان من البيان لسحرا۔

فصل اسم کان واخواتها

وهی صار واصبح ، وامسیٰ ....ویسمیٰ خبر کان

مرفوعات کی چھٹی قسم کا بیان وکان اوراس کی اخوات کا اسم ہے اوراس کے اخوات یہ ہیں صار اصبح الی آخرہ انکا عمل یہ افعال ناقصہ اوران کے مشتقات مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں مبتدا کو رفع دیتے ہیں اوران کو ان کا اسم قرار دیا جاتا ہے اور خبر کو نصب دیتے ہیں اوراس کو ان کی خبر کہا جاتا ہے۔

قولہ فاسم کان .... کان زید قائم

کان اس کے اخوات کے اسم کی تعریف یعنی افعال ناقصہ کے اسم کی تعریف، افعال ناقصہ کا اسم وہ ہے جو ان کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہو جیسے کان زید قائماً زید کان کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہے اور کان کا اسم ہے اور قائم، خبر ہے۔

یہاں پر بھی یہ سوال ہوگا کہ آپ کی عبارت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تمام افعال ناقصہ کے داخل ہونے کے بعد وہ اسم مرفوع ہوگا اور مسند الیہ ہوگا حالانکہ یہ تعریف بالکل غلط ہے اسلئے تمام افعال ناقصہ ایک اسم پر داخل نہیں ہوتے جیسے کان زید قائماً لھذا یہ تعریف تو کسی پر صادق نہیں آئے گی۔

جواب دخول سے پہلے لفظ احد مضاف محذوف ہے مطلب یہ کہ ان افعال ناقصہ میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہوا کرتا ہے۔

قولہ ویجوز فی الکل تقدیم اخبارھا ..... کان قائماً زید۔

ضابطہ: اس عبارت میں ضابطہ کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تمام افعال ناقصہ میں یہ جائز ہے کہ ان کی خبر کو ان کے اسماء پر مقدم کیا جائے جس طرح کان قائما زید، قائما خبر تھی جو زید اسم پر مقدم کی گئی ہے۔

سوال اس کی کیا وجہ ہے حروف مشبہ بالفعل کی خبر کا تو اسم پر مقدم ہونا جائز نہیں لیکن

افعال ناقصہ کی خبر کا افعال ناقصہ کے اسم پر مقدم ہونا جائز ہے۔

جواب حروف مشبہ بالفعل چونکہ عامل ضعیف ہیں۔وہ ترتیب کے بدلنے کے بعد عمل نہیں کر سکتے بخلاف افعال ناقصہ کے کہ یہ عامل قوی ہیں کہ اگر ترتیب بدل بھی جائے پھر بھی ان کا عمل باقی رہتا ہے۔

قولہ **وعلی نفس الافعال ایضا۔۔۔۔۔قائما ما زال زید۔**

ضابطہ: افعال ناقصہ کی خبر کو خود افعال ناقصہ پر مقدم کرنا جائز ہے یا نہیں اسکی تفصیل ہے کہ ان افعال ناقصہ کی اس اعتبار سے تین قسمیں بنتی ہیں۔

پہلا قسم : گیارہ افعال ایسے ہیں جن کی خبر کا خود افعال ناقصہ پر مقدم ہونا جائز ہے وہ **کان** سے لے کر **غدا** تک،اس جواز کی وجہ یہ ہے کہ یہ عامل چونکہ افعال ہیں اور افعال کا عامل ہونا اصل قوی ہے لہذا مقدم ہوں یا موخر ہوں ہر صورت میں یہ عمل کرتے رہتے ہیں اور مانع بھی موجود نہیں ہے لہذا ان گیارہ افعال کی خبر کو خود افعال ناقصہ پر مقدم کرنا جائز ہے یاد رکھیں التسعۃ الاول یہ کاتب کی غلطی ہے کیونکہ نو افعال نہیں بنتے گیارہ افعال بنتے ہیں۔

دوسرا قسم: وہ افعال جن کے شروع میں (ما) موجود ہو خواہ وہ ما مصدریہ ہو یا نافیہ ان کی خبر ان افعال پر مقدم کرنا جائز نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ قاعدہ ہے کہ نفی کہ بعد جو معمول ہو ہو اس کو نفی پر مقدم کرنا جاز نہیں ہوتا اور اسی طرح یہ بھی ضابطہ ہے کہ مصدر کے معمول کو مصدر پر مقدم کرنا جائز نہیں،یاد رکھیں ما مصدریہ ما دام میں ہے باقیوں میں جو ما ہے وہ ما نافیہ ہے۔

تیسرا قسم وہ لیس ہے اس کی تقدیم کے بارے میں اختلاف ہے بعض نحاۃ کا مذہب یہ ہے کہ ان کی خبر کو لیس پر مقدم کرنا جائز نہیں کیونکہ اس کی خبر بھی نفی کے ماتحت ہے اور قاعدہ ہے کہ نفی کے ما بعد کا نفی پر مقدم ہونا جائز نہیں ہوا کرتا،اور بعض کا مذہب یہ ہے کہ لیس کا عمل نفی کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ فعلیت کی وجہ سے تھا جس طرح دوسرے افعال کے منصوب کو فعل پر مقدم کرنا جائز ہوا کرتا ہے اس طرح لیس کی خبر کو بھی لیس پر مقدم کرنا جائز ہے۔

قولہ **وباقی الکلام** اور افعال ناقصہ کے متعلق مباحث باقی رہ گئی ہیں وہ انشاء اللہ قسم

ثانی افعال کی مباحث میں آئیں گی۔

فائدہ افعال ناقصہ کے اسم میں دو جہتیں ہیں پہلی جہت اسناد کو دیکھا جائے تو یہ فاعل بنتا ہے کیونکہ فعل کا اس طرف اسناد کیا گیا ہے دوسری جہت حقیقت کو دیکھا جائے تو یہ فاعل ہرگز نہیں بن سکتا کیونکہ بظاہر اس کی طرف فعل کا اسناد ہے لیکن یہ اسناد مقصود نہیں بلکہ اسناد سے مقصود ہے وہ اسناد معنی مصدری کی طرف ہے جو خبر میں موجود ہے اسی وجہ سے تو ان افعال کا نام افعال ناقصہ رکھا گیا ہے۔

لہذا اگر جہت اول جہت اسناد کا اعتبار کیا جائے تو یہ مرفوعات کوئی علیحدہ قسم نہیں بنتی بلکہ یہ فاعل ہی بنے گی اور دوسری جہت کا اعتبار کیا جائے یعنی حقیقت کا اعتبار کی اجائے تو یہ مرفوعات کا ایک مستقل قسم بنتا ہے لہذا علامہ ابن واجب نے اس کو فاعل بھی شمار کرتے ہوئے یعنی جہت اسناد کا لحاظ کرتے ہوئے مرفوعات کا مستقل قسم نہیں بنایا بلکہ فاعل میں داخل کیا اور مصنف حقیقت کا اعتبار کرتے ہوئے اس کو مستقل قسم بنا کر علیحدہ شمار کیا ہے۔

﴿فصل اسم ما ولا المشبهتين بليس﴾

مرفوعات میں سے ساتویں قسم کا بیان کہ وہ ساتواں قسم ما ولا مشبھتین بلیس کا اسم ہے ما اور لا کو لیس کے ساتھ دو باتوں میں مشابہت ہے معنے میں کہ جس طرح لیس کا معنی نفی والا ہے اس طرح ان کا معنی نفی والا ہے۔

(۲) عملا مشابہت ہے جس طرح لیس مبتدا خبر پر داخل ہو تو مبتدا کو رفع اور خبر کو نصب دیتا ہے اسی طرح ما اور لا بھی مبتدا خبر پر داخل ہو کر مبتدا کو رفع اور خبر کو نصب دیا کرتے ہیں۔

قولہ وهو المسند بعد دخولها قائما ولا رجل افضل منك،

تعریف ما ولا المشبھتین بلیس کا اسم وہ مسند الیہ ہوا کرتا ہے بعد داخل ہونے ان میں سے کسی ایک کے جیسے ما زید قائما زید اسم ہے ما کا قائما خبر ہے ما کی اور لا رجل افضل منك میں

رجل اسم ہے لا کا اور مسند الیہ ہے۔

قولہ **ویختص لا بالنکرۃ ویعم ما بالمعرفۃ والنکرۃ** مصنفؒ ما اور لا میں فرق بتانا چاہتے ہیں

پہلا فرق: کہ نکرہ کے ساتھ خاص ہے یعنی لا کا عمل فقط نکرہ ہی میں ہوگا معرفہ میں نہیں اور ما عام ہے نکرہ اور معرفہ دونوں کو شامل ہے یعنی ما کا اسم نکرہ بھی ہوسکتا اور معرفہ بھی۔

سوال اس فرق کی وجہ اور علت کیا ہے۔

جواب ما کی مشابہت لیس کے ساتھ قوی ہے کہ جس طرح لیس نفی حال کے لئے آتا ہے اس طرح ما بھی نفی حال کے لئے آتا ہے اور بخلاف لا کے کہ اس کی مشابہت ضعیف ہے اسلئے کہ یہ مطلق نفی کے لئے آتا ہے نیز دوسرا فرق یہ بھی ہے کہ ما اور لیس کی خبر پر با زائدہ آتی ہے لیکن لا کی خبر پر ہرگز نہیں آتی۔

سوال ما لا مشبھتان کا عمل لیس کی مشابہت کی وجہ سے تھا لھذا ان کا عمل فرعی ہوا تو عمل اصلی اور عمل فرعی میں تو برابری لازم آرہی ہے۔

جواب جو ممنوع اور ناجائز ہے وہ عمل فرعی کی عمل اصلی پر زیادتی ہے اور برابری ممنوع نہیں البتہ غیر مستحسن ہے اور غیر مستحسن کا ارتکاب ایک مجبوری کی وجہ سے ہے کہ اگر حروف ما لا مشبھتان بلیس کو عمل فرعی دیا جاتا تو اس کا التباس ہو جاتا حروف مشبہ بالفعل کے ساتھ اس ضرورت کی وجہ سے ہم نے ان کو عمل فرعی ہی دے دیا جو عمل اصلی والا ہے کیونکہ قاعدہ ہے الضروریات تبیح المحذورات۔

﴿فصل خبر لا التی لنفی الجنس﴾

آٹھواں قسم مرفوعات کا لائے نفی جنس کی خبر ہے لائے نفی جنس کا عمل حروف مشبہ بالفعل کی مشابہت کی وجہ سے ہے کہ جس طرح وہ تاکید اثبات کے لئے آتے ہیں اسی طرح یہ تاکید نفی کے لئے ہیں تو یہ حمل النظیر علی النظیر کے قبیل سے ہوگا۔

قولہ **وهوالمسند بعد دخولها نحو لا رجل قائم۔** تعریف لائے نفی جنس کی خبر اس کے داخل ہونے کے بعد مسند ہوا کرتی ہے۔

سوال یہ مثال ممثل کے مطابق نہیں اس لئے ممثل یہ تھا کہ جو جنس کی نفی کرتا اور آپ نے جو مثال دی ہے اس میں جنس رجولیت کی نفی نہیں ہے بلکہ اس کی صفت قیام کی نفی ہے۔

جواب یہاں پر نفی کے بعد مضاف محذوف ہے لنفی صفة الجنس کہ جو جنس کی صفت کی نفی کے لئے آتا ہے نہ کہ ذات جنس کی نفی کیلئے۔

سوال پھر تو لا مشبہ بلیس اور لا نفی جنس میں کوئی فرق باقی نہیں رہے گا۔

جواب یہ ہے کہ دو اعتبار سے فرق ہے۔(۱) عمل کے اعتبار سے جو کہ واضح ہے۔ (۲) معنی کے اعتبار سے وہ یہ ہے کہ لا رجل فی الدار کا معنی یہ ہوگا کہ گھر میں ایک فرد نہیں ہے اس سے اس دو رجل یا اس سے زیادہ اس کی نفی نہیں بخلاف لا رجل قائم فی الدار اس میں جنس رجل کی نفی ہو جائے گی کہ کوئی فرد بھی گھر میں موجود نہیں ہے۔

﴿المقصد الثاني في المنصوبات﴾

دوسرا مقصد منصوبات کی بحث میں۔

سوال منصوبات کو مجرورات پر مقدم کیوں کیا۔

جواب کہ منصوبات کے افراد زیادہ تھے کیونکہ یہ بارہ قسمیں ہیں۔ اور قاعدہ ہے العزة للتكاثر اس لئے ہم نے منصوبات کو مجرورات پر مقدم کیا۔

قولہ **الاسماء المنصوبات اثنا عشر قسما** اسمائے منصوبہ کی بارہ قسمیں ہیں (۱) مفعول مطلق، (۲) مفعول بہ، (۳) مفعول فیہ، (۴) مفعول لہ، (۵) مفعول معہ، (۶) حال، (۷) تمیز (۸) المستثنیٰ، (۹) حروف مشبہ بالفعل کا اسم، (۱۰) افعال ناقصہ کی خبر، (۱۱) لائے نفی جنس کے ساتھ منصوب (۱۲) ما اور لا مشبهتان بليس کی خبر ان کی وجہ حصر کاشفہ شرح میں دیکھیں۔

منصوبات
عامِل
فعل یا شبہ فعل
حرف
معمُول
معمُول
مفاعیل
ملحقات بالمفاعیل
مسند
مسند الیہ
کلام موجب
کلام غیر موجب
کلام موجب
کلام غیر موجب
مبین ہو
مبین نہ ہو
مبین وصف
مبین ذات
۶ حال
۷ تمیز
۸ مستثنیٰ
۱ مفعول مطلق
۲ مفعول بہٖ
۳ مفعول فیہ
۴ مفعول لہٗ
۵ مفعول معہٗ
۹ حروف مشبہ بالفعل کا اسم
۱۰ لائے نفی جنس کا اسم
۱۱ افعال ناقصہ کی خبر
۱۲ ما و لا المشبہتین بلیس کی خبر

﴿بحث المفعول المطلق﴾

وهو مصدر بمعنى فعل مذكور قبله مفعول مطلق کی تعریف مطلق وہ مصدر ہے جو اس فعل کے معنی میں ہو جو اس سے پہلے مذکور ہو جیسے ضربت ضربا میں ضربا مصدر ہے اور اپنے فعل مذکور ضربت کے ہم معنی ہے۔

سوال یہ تعریف تو جامع نہیں اس سے تو خیر مقدم نکل جاتا ہے اسلئے کہ خیر اسم تفضیل ہے مصدر نہیں حالانکہ یہ بالاتفاق مفعول مطلق ہے۔

جواب مصدر سے مراد عام ہے خواہ اصالۃً ہو یا نیابۃً اور یہ خیر مصدر ہے باعتبار نیابت کے کیونکہ اصل تعاقد وما خیر مقدم قدو ما موصوف کو حذف کر دیا گیا اور اس کی جگہ اسم تفضیل کو ٹھہرا دیا گیا۔

سوال اھلك الله ویحة. میں ویحة مفعول مطلق تو ہے حالانکہ نہ یہ مصدر اصالۃً ہے نہ نیابۃً۔

جواب مصدر سے مراد عام ہے خواہ مصدر حقیقتاً ہو یا حکماً اور ویحة حکماً مصدر ہے۔

سوال الضرب واقع میں الضرب مصدر ہے لیکن مفعول مطلق نہیں۔

جواب ہم نے کہا تا کہ اس مصدر سے پہلے فعل مذکور ہو اور اس سے پہلے چونکہ فعل مذکور نہیں اس لئے یہ مفعول مطلق نہیں۔

سوال پھر بھی یہ تعریف درست نہیں کیونکہ ضرب الرقاب میں ضرب مفعول مطلق ہے لیکن اس سے پہلے فعل مذکور نہیں۔

جواب مذکور سے مراد عام ہے خواہ لفظوں میں ہو یا مقدر ہو اور ضــرب الــرقــاب کے لئے اضربوا فعل مقدر ہے۔

سوال ضربته تادیبا، تادیبا مصدر ہے اور اس سے پہلے فعل مذکور بھی ہے تو اس کو مفعول مطلق کہنا چاہیے حالانکہ مفعول مطلق نہیں بلکہ یہ مفعول لہ ہے۔

جواب ہم نے کہا تھا کہ مفعول مطلق فعل مذکور کے معنی میں ہو اور یہ چونکہ فعل مذکور کے معنی میں نہیں اس لئے یہ مفعول مطلق نہیں۔

سوال مفعول مطلق فعل کے معنی میں ہو ہی نہیں سکتا اس لئے کہ فعل تو مرکب ہے تین چیزوں سے اور جب کہ مصدر ایک ہی چیز ہے یعنی معنی مصدری معنی حدثی۔

جواب ہماری مراد یہ ہے کہ فعل اس مصدر پر اس طرح مشتمل ہو جس طرح کہ کل مشتمل ہوتا ہے جزء پر۔

وجہ تسمیہ مفعول مطلق کو مفعول مطلق اس لئے کہا جاتا ہے کہ باقی مفاعیل کسی نہ کسی قید کے ساتھ مقید ہیں اور یہ کسی قید کے سات مقید نہیں تھا اس لئے اس کو مفعول مطلق نام رکھ دیا گیا۔

قولہ ویذکر للتاکید .... اوجلستین اوجلسات

مصنفؒ مفعول مطلق کی پہلی تقسیم بیان کرنا چاہتے ہیں۔ کہ مفعول مطلق کی تین قسمیں ہیں مفعول مطلق تاکیدی مفعول مطلق نوعی مفعول، مفعول مطلق عددی وجہ حصر مفعول مطلق دو حال سے خالی نہیں اپنے فعل کے معنے سے کسی زائد معنے پر دلالت کرے گا یا نہیں اگر زائد معنے پر دلالت نہ کرے تو مفعول مطلق تاکیدی ہوگا جیسے ضربت ضربا۔

اور اگر زائد معنے پر دلالت کرے تو پھر دو حال سے خالی نہیں اس میں کسی شکل وصورت کا بیان ہو گا تو مفعول مطلق نوعی ہوگا جیسے جلست جلسة القاری بیٹھا میں قاری کی نشست پر بیٹھنا اور تعداد بیان کرنے کے لئے ہو تو مفعول مطلق عددی ہوگا جیسے جلست جلسة او جلستین او جلسات بیٹھا میں ایک مرتبہ بیٹھنا او جلستین دو مرتبہ بیٹھا او جلسات،

فائدہ فعلة کا وزن مفعول مطلق نوعی کے لئے آیا کرتا ہے اور فعلة کا وزن مفعول مطلق عددی کے لئے آیا کرتا ہے۔

سوال ہم تسلیم نہیں کرتے کہ مفعول مطلق تاکید کے لئے ہے اسلئے کہ تاکید کی دو قسمیں ہیں۔ تاکید لفظی، تاکید معنوی، اور یہ مفعول مطلق نہ تاکید لفظی ہے اور نہ ہی تاکید معنوی۔ اس لئے کہ تاکید لفظی میں کہ لفظ اول کو بعینہ دوبارہ ذکر کیا جاتا ہے جیسے زید زید اور تاکید معنوی چند الفاظ

مخصوصہ کے ساتھ ہوتی ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ مفعول مطلق ان دونوں میں سے نہیں تو مفعول مطلق کو تاکیدی کیسے کہا جاسکتا ہے۔

جواب تاکید کا وہ اصطلاحی معنی مراد نہیں بلکہ لغوی معنی مراد ہے وہ یہ ہے کہ فعل کے مدلولات میں سے کسی ایک کی تاکید کے لئے آئے۔

ہر ایک کی تعریف: مفعول مطلق تاکیدی وہ ہے جو معنی فعل سے مستفاد ہوں یہ مفعول مطلق اسی پر دلالت کرے اس سے زائد کسی معنے پر دلالت نہ کرتا ہو جیسے ضربت ضربا

مفعول مطلق نوعی وہ ہے جو فعل مذکور کے معنے پر دلالت کرنے کے ساتھ ساتھ فعل کے معنی کی انواع بتائے جیسے جلست جلسةُ القاری

مفعول مطلق عددی وہ ہے جو فعل مذکور کے فعل کے معنے پر دلالت کرنے کے ساتھ ساتھ وحدت یا کثرت پر بھی دلالت کرے۔

قولہ وقد یکون من غیر لفظ الفعل ---------- وانبت نباتا۔

دوسری تقسیم کا بیان ہے پہلی تقسیم باعتبار معنی کے تھی اور یہ تقسیم ثانی باعتبار لفظ کے ہے یاد رکھیں یہ تقسیم مفعول مطلق کی پہلی تین قسموں کو شامل ہے اس کا مطلب یہ ہے مفعول مطلق اور فعل کا معنی میں متحد ہونا تو ضروری ہے لیکن الفاظ میں متحد ہونا ضروری نہیں بلکہ تغایر بھی ہوسکتا ہے جس کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) تغایر فی الباب والمادہ جیسے واوجس فی نفسہ خیفۃ۔ (۲) تغایر فی الباب جیسے انبت نباتا وتبتل الیہ تبتیلا۔ (۳) تغایر فی المادہ جیسے جلست قعود۔

قولہ وقدیحذف فعلہ ---------------- رعاك الله رعیا

ضابطہ: کا بیان ہے کہ اگر قرینہ موجود ہو تو فعل کو حذف کردیا جاتا ہے پھر فعل کے حذف کی دو صورتیں ہیں۔ حذف جوازی جیسے خیر مقدم یہ اصل میں تھا قدمت قدوما خیر مقدم اس فعل کے حذف پر قرینہ مشاہدہ حال ہے کہ یہ کلام اس شخص کو بولا جاتا ہے جو سفر سے واپس آرہا ہو۔

حذف وجوبی کی مثال سقیا، شکراً حمداً، رعیا یہ مفعول مطلق ہے جن کے فعل کو حذف کیا گیا ہے وجوبی طور پر لیکن وجوبی سماعی ہے کہ محض سماع پر موقوف ہے یعنی جن کے لئے کوئی ایسا قاعدہ نہیں جس پر دوسرے مفعول مطلق کو قیاس کر کے ان کے فعل کو حذف کر دیا جائے۔

سوال آپ نے کہا ان کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے حالانکہ کلام عرب میں ان کو فعل کے ساتھ بھی ذکر کیا گیا جیسے سقاك الله سقیاً۔

جواب یہ متولدین کا کلام ہے خالص عربوں کا کلام نہیں اس لئے ان کا کلام حجت نہیں ہے۔

فائدہ یہ باب قدم اگر شرف سے آئے تو اس کا معنی قدیم والا ہوتا ہے اور اگر نصر سے آئے تو اس کا معنی مقدم ہونے کا آتا ہے اور اگر علم سے ہے تو اس کا معنی سفر سے آنے کا ہوتا

﴿بحث مفعول به﴾

وھو اسم ما وقع علیه فعل الفاعل مفعول به کی تعریف مفعول بہ اس شی کا نام ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو جیسے ضرب زید عمرا اس میں زید کا فعل ضرب عمرو پر واقع ہے لہذا یہ عمرو مفعول بہ

سوال آپ نے کہا وہ مفعول بہ ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو ضرب زید عمرواً میں لفظ عمرو پر تو فعل واقع نہیں بلکہ فعل تو واقع ہے ذات عمرو پر لہذا ذات عمرو کو مفعول بہ کہنا چاہیے نہ کہ لفظ عمرو کو حالانکہ آپ مفعول بہ لفظ عمرو کو کہتے ہیں۔

جواب ہماری تعریف میں اسم کا لفظ موجود ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ مفعول بہ نام ہے اس ذات کا جس پر فعل واقع ہو اور یہ بات ظاہر ہے کہ عمرو نام ہے ذات کا تو اسی کو مفعول بہ کہیں گے۔

سوال آپ کی تعریف درست نہیں اس لئے مات زید میں زید پر یہ تعریف صادق آرہی ہے اسلئے کہ موت والا فعل زید پر واقع ہے حالانکہ زید فاعل ہے مفعول بہ نہیں۔

جواب فعل کے واقع ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ فعل فاعل نحوی سے صادر ہو کر مفعول پر واقع

ہو اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہاں پر فاعل نحوی سے فعل صادر ہو کر مفعول بہ واقع نہیں ہو رہا لہذا یہ تعریف اس پر صادق نہیں آئے گی۔

سوال ایاك نعبد وایاك نستعین ، ایاك نعبد عبادت والا فعل اللہ کی ذات پر واقع نہیں ہو رہا تو اس کو مفعول بہ نہیں کہنا چاہیے، تم کیوں کہتے ہو۔

جواب فعل کے واقع ہونے سے مراد تعلق ہے لیکن خاص تعلق مراد ہے جس طرح فعل کا فاعل کے ساتھ ہوا کرتا ہے اسی طرح اس کے دوسرے درجے پر اسکے ساتھ ہو یعنی جس طرح فاعل کا سمجھنا فعل کے بغیر نہیں ہو سکتا اسی طرح فعل کا سمجھنا مفعول بہ کے بغیر نہیں ہو سکتا اور بات ظاہر ہے کہ ایسا خاص تعلق اور کسی مفعول میں موجود نہیں ہے۔

قولہ وقد یتقدم علی الفاعل کضرب عمراً زید مفعول بہ کی تعریف کے بعد اب اس کے احکامات اور ضوابط کا بیان ہے۔

پہلا ضابطہ اور **پہلا حکم** یہ کہ کبھی کبھی مفعول بہ کو فاعل پر مقدم کیا جاتا ہے جیسے ضرب عمرا زید اس پر علت اور دلیل یہ ہے کہ فعل عامل قوی ہے یہ اپنے معمولات میں عمل کرنے میں ترتیب کو نہیں چاہتا اس لئے اسکے معمول ترتیب کے ساتھ واقع ہو یا بغیر ترتیب کے یہ ہر حال میں عمل کرتا ہے یاد رکھیں کہ مفعول بہ کے مقدم ہونے کی تفصیل یہ ہے کہ بعض کسی صورت میں مقدم کرنا جائز ہے اور بعض صورت میں ناجائز ہے ہم نے اس کی تفصیل فاعل کے احکامات میں بیان کر دی ہے۔

قولہ وقد یحذف لقیام قرینہ .... من اضرب

دوسرے ضابطے اور دوسرے حکم کا بیان اگر قرینہ موجود ہو تو مفعول بہ کے فعل کو حذف کر دیا جاتا ہے اور یہ حذف کی دو صورتیں ہیں حذف جوازی حذف وجوبی حذف جوازی کی مثال جیسے کوئی شخص من اضرب کہے۔ کہ میں کس کو ماروں تو اس کے جواب میں کہا جائے زیداً تو زیداً مفعول ہے اس کا فعل حذف ہے جوازی طور پر جو اضرب ہے۔ جس پر قرینہ یہ ہے کہ سوال میں جو فعل مذکور ہے تو جواب میں بھی وہی فعل مقدر مانا جائیگا۔

فائدہ پانچ صورتوں میں مفعول بہ کا حذف جائز نہیں۔

(۱) مفعول بہ متعجب منہ ہو جیسے ما احسن زیدا۔

(۲) مفعول بہ مقصود ہو جیسے من ضربت کے جواب میں ضربت زیدا۔

(۳) کہ مستثنیٰ مفرغ ہو جیسے ما ضربت الا زیدا۔

(۴) اس کا عامل محذوف ہو جیسے خیرا لنا وشرا لاعدائنا۔

(۵) افعال قلوب میں بھی مفعول کا حذف جائز نہیں۔

قولہ وجوبا فی اربعة مواضع۔ مفعول بہ کی حذف کی دوسری صورت حذف وجوبی جس کے لئے چار مقامات ہے جن میں سے ایک سماعی اور تین قیاسی ہیں۔

قولہ الاول سماعی ــــــــــــــ اهلا وسهلا

مصنف حذف وجوبی کے چار مقامات میں سے پہلے مقام کو بیان کر رہے ہیں۔

پہلا مقام سماعی ہے جس کی چار مثالیں دی ہیں۔

(۱) امرء ونفسه یہ مفعول بہ ہے جس کا فعل حذف ہے اترك جسکا حذف جوبی سماعی طور پر یعنی اس کا حذف سماعی ہے جس کے لئے کوئی قاعدہ نہیں۔ ترجمہ چھوڑ دے تو مرد کو اور اس کے نفس کو یعنی تو اپنے ہاتھ کو اس کے مارنے سے اور زبان کو اس کو نصیحت کرنے سے روک لئے۔

(۲) (وانتهو خیر الکم) اس میں خیرا مفعول بہ ہے اس کا فعل حذف ہے وجوبی سماعی طور پر اصل میں تھا (وانتهوا عن التثلیث واقصد واخیرالکم) یعنی تم اے نصاریٰ تین خدا کو ماننے سے رک جاؤ اور بہتر چیز یعنی توحید کا قصد کرو۔

(۳) اهلا۔ (۴) سهلا کے دونوں بھی مفعول بہ ہے ان کا فعل وجوبی طور پر حذف ہے یعنی (اتیت اهلا وطیت سهلا) تو اپنے اھل میں آیا اور تو نے نرم زمین کو روندا) اھل عرب ان الفاظ کو مسافر کے لئے بطور مبارکبادی کہا کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے اے مسافر ہم لوگ تیری اھل ہے اس لیئے تو غیروں میں نہیں گیا اور میرے گھر میں تیرے لئے رحمت کا سامان ہے تکلیف نہیں ہے۔

قوله والبواقي قياسيه: اور باقی تین مقام مفعول بہ کے فعل کے حذف وجوبی کے قیاسی ہیں۔

قوله الثاني التحذير: **دوسرا مقام** جہاں پر مفعول بہ کے فعل کو جوبی قیاسی طور پر حذف کیا جاتا ہے وہ تحذیر ہے تحذیر کا لغوی معنی کسی چیز کو کسی چیز سے ڈرانا جس کو ڈرایا جائے اس کو محذر کہا جاتا ہے اور جس سے ڈرایا جائے اس کو محذر منه کہتے ہیں اور نحویوں کی اصطلاح میں تحذیر مفعول بہ کے اقسام میں سے ایک قسم کا نام ہے جس کی تعریف مصنف یوں کرتے ہیں۔(وهو معمول بتقدير اتق تحذيراً مما بعده)

تحذیر وہ اسم ہے جو بنا بر مفعولیت اتق یا اس جیسا فعل احذر یا باعد یا جانب وغیرہ کا معمول ہو اور تحذیر کی دو قسمیں ہے۔

(۱) کہ اس کو مابعد سے ڈرایا جارہا ہو یعنی محذر اور محذر منہ دونوں کا ذکر ہو جیسے اس عبارت میں اياك والاسد ہے۔

(۲) او ذكر المحذرمنه مكرراً جس میں محذر منہ کا ذکر مکرر ہو ان دونوں صورتوں میں اتق یا اس جیسا فعل مقدر ہوا کرتا ہے اور یہ مفعول بہ ہوتا ہے۔

سوال اس مقام پر مفعول بہ کا حذف کرنا کیوں واجب ہے۔

جواب یہ ضیق مقام اور تنگی وقت کے وجہ سے جب متکلم دیکھتا ہے کہ بلاء اور مصیبت سامنے ہے۔ اور میرا مخاطب ابھی اس مصیبت میں گرفتار نہ ہو جائے تو اس لئے وہ فعل کی تلفظ کو ترک کر کے محذر منه کو ذکر کر دیتا ہے۔ جیسے آپ کو سانپ نظر آرہا ہے مخاطب قریب ہو تو کہا جائے سانپ سانپ، مطلب یہ ہے کہ سانپ قریب ہے اس سے بچنے کی کوشش کر۔

قوله اياك والاسد اصله اتقك والاسد: قسم اول کی مثال ہے جس میں محذر اور محذر منہ دونوں مذکور ہیں اس کا اصل تھا اتقك والاسد: فعل کو ضیق مقام کی وجہ سے حذف کر دیا اور ضمیر متصل کو منفصل کے ساتھ بدل دیا تو اياك والاسد ہو گیا۔ تفصیل کاشفہ میں دیکھیے

قوله الطريق الطريق یہ قسم ثانی کا مثال ہے جس میں محذر منه مکرر ہے جس کا فعل

اتی تنگی مقام کے وجہ سے حذف کیا گیا ہے اور محذر منہ کا تکرار برائے تاکید ہے۔

قولہ الثالث ما اضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر:

تیسرا مقام: جہاں پر مفعول بہ کے عامل ناصب کو حذف کرنا واجب ہوا کرتا ہے وہ ما اضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر ہے یعنی وہ مفعول بہ جس کا عامل کو اس شرط پر حذف کردیا گیا ہو کہ اس کے عامل کی تفسیر آگے آرہی ہے ما اضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر کی تعریف وھو کل اسم بعدہ فعل اوشبھہ .... ضربتہ:

ما اضمر عاملہ کی تعریف: ہر وہ اسم جس کے بعد ایسا فعل یا شبہ فعل ہو جو اس اسم کی ضمیر یا متعلق میں عمل کرنے کی وجہ سے اس اسم میں عمل نہ کرتا ہو اور فعل یا شبہ فعل اس حیثیت سے ہوں اگر اس فعل یا شبہ فعل کو بعینہ یا اسکے مناسب یعنی اسکے مراوف یا لازم معنی کو اس اسم پر داخل مان لیا جائے تو وہ اس اسم کو مفعولیت کی بنا پر نصب دے سکے۔ مثالیں:

پہلی مثال: زید ضربتہ اس میں زید منصوب ہے فعل محذوف کی وجہ سے جو کہ ضربت ہے جس کی تفسیر بعد میں ضربت کررہا ہے۔ اب اس ضربت کو بعینہ ضمیر سے ہٹا کر مسلط کیا جائے زید پر تو اس کو نصب دے سکتا ہے۔

دوسری مثال: وہ فعل جو تفسیر کررہا ہے بعینہ نصب نہ دے سکے تو اس کے مناسب ہم معنی کو اگر اس پر مسلط کیا جائے تو نصب دے سکے مثال زیداً مررت بہ اب زیدا پر مررت کو مسلط کیا جائے تو نصب نہیں دیتا البتہ اس کا مناسب جاوزت کو مسلط میں کیا جائے تو وہ نصب دے سکتا ہے۔ عبارت یوں ہوگی جاوزت زید امررت بہ۔

تیسری مثال: فعل کے مناسب لازم معنی کو اس پر مسلط کیا جائے وہ نصب دے سکے جیسے زیدا ضربت غلامہ اب اس ضربت کو بعینہ مسلط کیا جائے تو معنی خلاف مقصود بنتا ہے اس لئے اس ضربت کا جو لازم معنی اھنت فعل بنتا ہے اس کو مسلط کیا جائے تو وہ نصب دے سکتا ہے۔ عبارت یوں ہوگی اھنت زیدا ضربت غلامہ اور شبہ فعل کی مثال جیسے (زیداً انت ضاربہ اب ضارب ضمیر سے ہٹا کر اسی کو زید پر مسلط کیا جائے تو نصب دے سکتا ہے عبارت یوں ہوگی۔

(انت ضارب زیداً)

سوال اس مقام پر مفعول کے فعل کو کیوں حذف کیا جاتا ہے۔

جواب اگر حذف نہ کیا جائے ذکر کیا جائے تو لازم آجائیگا مفسر اور مفسر کا اجتماع جو کہ جائز نہیں تفصیل کاشفہ میں دیکھئے۔

قولہ ولھذہ الباب فروغ کثیرۃ: اس باب کے لئے یعنی ما اضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر کے لئے بہت ساری فروعات ہے جو کہ ما اضمر عاملہ والے اسم کی باعتبار اعراب کے باعتبار پانچ صورتیں ہے خواہ وہ حقیقتاً ما اضمر عاملہ ہو یا اس پر ما اضمر عاملہ کی تعریف صادق آئے اس کی پانچ صورتیں ہے۔ (۱) اختیار رفع۔ (۲) اختیار نصب (۳) وجوب رفع۔ (۴) وجوب نصب۔ (۵) مساوی رفع و نصب۔ تفصیل کے لئے کاشفہ میں دیکھیں۔

قولہ الرابع المنادیٰ چوتھا مقام وہ جہاں مفعول بہ کے عامل ناصب کو وجوبی قیاسی طور پر حذف کیا جاتا ہے وہ منادی ہے۔

منادی کی تعریف: منادی یعنی مفعول بہ وہ اسم ہے جس کو حرف نداء کے ذریعے پکارا گیا ہو اس حال میں کہ وہ حرف نداء ملفوظ ہو یا مقدر ملفوظ کی مثال۔ جیسے یا عبداللہ میں عبد اللہ منادی مفعول بہ ہے اس کو حرف نداء یا کے ذریعے سے پکارا گیا ہے اصل میں تھا ادعوا عبداللہ تو ادعو فعل کو حذف کیا گیا ہے اور اس کے قائم مقام یا کو ٹھہرا دیا گیا ہے حرف نداء مقدر کی مثال یوسف اعرض عن ھذا۔

سوال اس مقام پر مفعول کے فعل کو کیوں حذف کرنا واجب ہے۔

جواب کثرۃ استعمال کی وجہ سے کیونکہ کثرۃ خفۃ کا تقاضہ کرتا ہے تو اس لئے اس مقام پر فعل کو حذف کرنا واجب ہوتا ہے۔

سوال منادی کی یہ تعریف جامع نہیں اس سے یا سماء یا جبال یا ارض خارج ہو جاتے ہیں کیونکہ ان میں مدعو ہونے کی صلاحیت نہیں ہے۔

جواب دعوۃ کی دو قسمیں ہے دعوۃ حقیقی جیسے یا زید یا عبداللہ میں۔ (۲) دعوۃ حکمی جیسے

باسماء یا جبال یا راض میں دعوت حکمی کا مطلب یہ ہے جس چیز میں مدعومتوجہ ایجابت سوال کی صلاحیت ہی نہ ہو تو اس پر حرف ندا کو داخل کیا جائے۔

سوال آپ نے کہا یازید میں یا حرف نداء ادعو کے قائم مقام ہے تو اس سے یہ لازم آئیگا کہ جملہ ندائیہ جملہ خبریہ ہونا چاہے حالانکہ یہ جملہ انشائیہ ہے۔

جواب فعل خبری کے مقدر ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ جملہ خبریہ ہوں۔ جس طرح (بعت واشتریت) فعل ماضی ہیں لیکن مراد انشاء ہے تو لہذا منادی جملہ انشائیہ ہی رہے گا۔

سوال اس سے تو یہ لازم آئیگا کہ منادی بھی یعنی تعریف منادی مندوب پر بھی صادق آئیگی۔ جس طرح جبال وغیرہ میں دعوۃ حکمی موجود ہے تو اسی طرح مندوب میں بھی دعوۃ حکمی موجود ہے۔

جواب مندوب میں دعوۃ حکمی نہیں ہوسکتی اس لئے کہ دعوۃ حکمی میں نداء قصداً ہوتی ہے لیکن مندوب میں نداء کا قصد نہیں ہوتا بلکہ وہاں مقصود تو تفجع اور تحزن ہوا کرتا ہے۔

﴿بحث منادیٰ﴾

حروف نداء پانچ ہے۔ (۱) یا (۲) ایا (۳) ای (٤) هیا (۵) همزه المفتوحة.

قولہ وقد یحذف حرف الندا .... عن هذا

ضابطہ کا بیان ہے کہ کبھی کبھی حرف نداء کو لفظوں سے حذف کیا جا سکتا ہے جبکہ قرینہ موجود ہو جیسے یوسف اعرض عن هذا اصل میں تھا یا یوسف اعرض عن هذا۔ اس یا کی حذف پر قرینہ بعد والا فعل امر حاضر معلوم اعرض ہے۔

سوال حرف نداء کے حذف کرنے سے لازم آئیگا اصل اور قائم مقام کو حذف کرنا نائب اور منوب کا حذف کرنا جو کہ جائز نہیں۔

جواب نائب کا حذف کرنا اس وقت ناجائز ہوتا ہے جب کہ منوب کا حذف کرنا جائز نہ ہوں اور یہاں پر ایسا نہیں۔

قولہ **واعلم ان المنادی علی اقسام ---------- ویا زیدون۔**

مصنفؒ منادی کی اقسام بیان کرنا چاہتے ہے۔ منادی کی چھ قسمیں ہیں۔

پہلا قسم: مفرد منادی مفرد معرفہ، مفرد سے مراد یہاں مقابل مضاف یا شبہ مضاف کے ہے تو لہذا اس میں تثنیہ جمع داخل ہے۔ اور معرفہ سے مراد عام ہے قبل از نداء معرفہ ہو یا بعد از نداء معرفہ ہو تو یا رجل اسی میں داخل ہو جائیگا اس منادیٰ کی پہلی قسم کا حکم اور اعراب یہ ہے کہ یہ مبنی ہوگا علامۃ رفع پر جیسے یا زید، یا رجل یا زیدان، یا زیدون، علامۃ رفع اس لئے کہا کہ اس میں ضمہ لفظی ضمہ تقدیری اس طرح واو اور الف داخل ہو جائے۔

قولہ **ویختص بلام الا ستغاثة نحو یا لزید**

دوسرا قسم: منادی کا منادی مستغاث باللام ہے اس کا حکم یہ ہے کہ یہ مجرور ہوگا جیسے یالذید استغاثہ کا معنی ہوتا ہے فریاد طلب کرنا جس سے فریاد طلب کی جائے اس کو مستغاث کہتے ہیں اور جس کے لئے فریاد طلب کی جائے اسکو مستغاث لہ کہتے ہیں۔

لام استغاثه اس لام کو کہتے ہے جو استغاثہ کے وقت مستغاث پر داخل ہو یاد رکھیں لام استغاثہ ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اس مستغاث کے بعد مستغاث لہ ہوتا ہے۔ جسکا لام مکسور ہوتا ہے اور اگر یہ بھی مکسور ہو تو التباس لازم آیگا۔ جو کہ باطل ہے۔ تو اسی وجہ سے لام مستغاث ہمیشہ مفتوح اور لام مستغاث لہ ہمیشہ مکسور ہوتا ہے جیسے یا للہ للمسلمین ویا لذید للمظلوم۔

سوال برعکس کر لیتے کہ لام مستغاثکو مکسور کر لیتے اور لام مستغاث لہ کو مفتوح کر لیتے تو پھر بھی التباس نہ ہوتا۔

جواب منادی مستغاث یہ کاف ضمیر کی جگہ پر واقع ہے اور ضمائر پر جو لام آتا ہے وہ لام جارہ مفتوحہ ہوا کرتا ہے جیسے (لك لكما وغیرہ تو جب منادی ضمیر کی جگہ پر واقع ہو رہا ہے تو اس پر بھی لام مفتوح ہوگا۔

قولہ **ویفتح بالحاق الفها نحو یا زایده**

تیسرا قسم: منادی کا منادی مستغات بالالف یعنی وہ منادی جس کے آخر میں الف

استغاثہ کا لایا گیا ہو جس کا حکم یہ ہے مبنی بر فتح ہوگا۔ اس لئے کہ الف آخر میں ہے جو ما قبل پر فتحہ کو چاہتا ہے تو اس لئے اس کو مبنی بر فتح کر دیا گیا ہے۔

قولہ ینصب ان کان مضافا یا رجلاً خذبیدی۔

چوتھا قسم: منادی مضاف ہے جیسے یا عبد اللہ۔

پانچواں قسم: شبہ مضاف ہے جیسے یا طالعا جبلا۔

چھٹا قسم: نکرہ غیر معین جیسے اعمی کا یہ قول یا رجلاً خذ بیدی ان تینوں کا حکم یہ ہے کہ منصوب ہونگے۔

منادی کا خلاصہ: منادی کے اعراب کی چار قسمیں ہوئی (۱) مبنی برعلامۃ رفع (۲) معرب مجرور۔ (۳) مبنی برفتحہ۔ (۴) معرب منصوب۔

سوال پہلا قسم مفرد معرفہ کو مبنی علامت رفع پر کیوں کیا گیا ہے۔

جواب مبنی تو اس لئے کیا گیا ہے کہ یہ منادی کاف ضمیر کے جگہ پر واقع ہے اور کاف ضمیر مشابہہ ہے کاف خطاب حرفی کے اور کاف خطاب حرفی مبنی ہے تو اس لئے یہ مبنی ہوگیا اور مبنی برحرکت اس لئے یہ مشابہ مبنی الاصل اور مبنی برعلامۃ رفع اس لئے کہ منادی جب معرب ہوتا ہے تو وہ مجرور یا منصوب ہوتا ہے تو فرق کرنے کے لئے جب مبنی ہوگا تو مرفوع کر دیا گیا ہے علامۃ رفع پر۔

سوال منادی مستغاث باللام کو معرب مجرور کیوں بنایا ہے حالانکہ مشابہت یہاں موجود ہے اسلئے کہ یہ کاف اسمی کی جگہ پر ہے اور کاف اسمی کاف حرفی کے مشابہ ہے۔

جواب اس پر لام جارہ داخل ہے اور لام جارہ اسم کے عظیم خواص میں سے ہے جسکی وجہ سے جہۃ اسمیت قوی ہوگئی ہے اور جہۃ مشابہت ضعیف ہوچکی ہے تو اس لئےاس منادی مستغاث باللام کو معرب کر دیا۔

سوال منادی مضاف، شبہ مضاف، نکرہ غیر معین کو معرب منصوب کیوں بنایا گیا ہے۔

جواب معرب اس لئے کہ اضافت اور شبہ اضافت معرب کے عظیم خواص میں سے ہے جس

کے وجہ سے اسمیت والی جہت قوی ہوگئی اور مشابہت والی جہت ضعیف ہو چکی ہے۔ اس لئے معرب بنادیا اور منصوب اسی لئے کہ منادی ہے اور منادی حقیقت میں مفعول بہ ہوتا ہے اور مفعول بہ کا اعراب نصب ہی ہوتا ہے باقی رہا نکرہ کہ وہ اس لئے معرب ہے اس میں مشابہت باقی نہیں رہی کیونکہ وہ کاف ضمیر کی جگہ واقع ہی نہیں کیونکہ نکرہ معرفہ کے جگہ قائم نہیں ہوسکتا۔

فائدہ شبہ مضاف اس کو کہتے ہے جس کا معنی دوسرے کلمے کے ملائے بغیر تمام نہ ہو اور اس کی مشابہت مضاف کے ساتھ اس وجہ سے ہے کہ جس طرح مضاف کے معنی بغیر مضاف الیہ کے تمام نہیں ہوتے تو اس طرح اس کا معنی بھی بغیر دوسرے کے تمام نہیں ہوتا جیسے اس مثال میں طالعا کا معنی بغیر جبلا کے ذکر سے تمام نہیں ہوتا اسی طرح (یا خیر من زید) میں خیر کا معنی بغیر زید معنی تمام نہیں ہوتا۔

قولہ **وان کان معرفا باللام .... ویا ایتها المرأة**

ضابطے کا بیان کہ منادی جب معرفا باللام ہوں تو منادی اور حرف نداء کے درمیان فاصلہ لفظ ای یا اية کے ساتھ کا لانا لازمی ہے تا کہ لازم نہ آئے دو آلہ تعریف کا جمع ہونا جس طرح الرجل یہ معرف باللام ہے جب اس پر حرف نداء داخل ہو جائے تو دو آلہ تعریف جمع ہو جائینگے۔

(۱) الف لام (۲) یا جو کہ جائز نہیں۔

سوال یا الله میں لفظ الله معرف باللام ہے جس پر یا حرف نداء داخل ہے تو دو آلہ تعریف کے جمع گئے۔

جواب لفظ اللـــــــه اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے تفصیل کا شوقہ یا غرض جامی فی شرح جامی میں دیکھیں۔

قولہ **ویجوز ترخیم المنادی........ آخره للتخفیف**

مصنف ترخیم منادی کو ذکر فرمار ہے ہے کیونکہ یہ منادی کی خصوصیات میں سے ہے۔

یادرکھیں کہ منادی میں ترخیم بغیر ضرورت کے بھی جائز ہے لیکن غیر منادی میں فقط ضرورت شعری کے وجہ سے ترخیم جائز ہے۔

ترخیم کا لغوی معنی ہے نرمی کا کرنا اور اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ آخر منادی کو فقط تخفیف کے وجہ سے حذف کرنا۔

قولہ کما تقول فی الحارث ------ وفی المنصور یا منص

منادی مرخم کی چار مثالیں بیان فرمائی اس لئے کہ تین صورتیں بنتی تھی۔

پہلی صورۃ منادی کی آخر میں دو حرف ایسے زائد ہوں جو حکم واحد میں ہوں جیسے عثمان کا الف اور نون یہ دو حرف زائد ہیں اور حکم واحد میں ہیں یعنی اکٹھے زائد لائے گئے ہیں۔

دوسری صورۃ: منادی کے آخر میں حرف صحیح اصلی اور ماقبل میں مدہ ہو جیسے ی ا منصور ان دونوں صورتوں کے اندر دونوں حرفوں کو حذف کیا جائے گا جیسے یا عثمان کو یا عثم اور یا منصور کو یامنص پڑھا جائیگا اور۔

تیسری صورۃ: کہ ان دونوں صورتوں کے علاوہ میں صرف ایک حرف کو حذف کیا جائیگا۔ جیسے یا مالک کو یا مال پڑھا جائیگا۔

قولہ ویجوز فی آخرالمنادی المرخم --- یا حارث یا حار

مصنفؒ یہاں سے منادی مرخم کا حکم بیان کر رہے ہے کہ منادی مرخم پر دو حرکتیں جائز ہیں۔ (۱) مبنی برضمہ اس بناء پر کہ اس کو منادی مستقل سمجھا جائے اور محذوف کو نسیاً منسیاً بنا دیا جائے چونکہ اس صورت میں یہ منادی مرخم مفرد معرفہ ہو جائے گا جس کی وجہ سے اس پر ضمہ پڑھا جائیگا (۲) حرکت اصلیہ کے ساتھ پڑھا جائے اس بنا پر کہ حرف محذوف گویا کہ لفظوں میں موجود سمجھا جائے۔ جیسے یا حارث کو یا حار اور حرکت اصلی یا حارِ بھی پڑھنا جائز ہے۔

قولہ واعلم ان الیاء ------- قدیستعمل فی المندوب

مصنفؒ اس عبارت میں حروف نداء میں سے یاء کی ایک خصوصیت بیان کر رہے ہیں کہ حروف نداء میں سے چونکہ (یـا) اصل اور مشہور ہے اسی وجہ سے غیر منادی یعنی مندوب میں بھی اسی کو استعمال کیا جائیگا لیکن شرط یہ ہے کہ قرینہ موجود ہو جو نداء اور ندبہ کے درمیان فارق ہو ورنہ مندوب میں حرف ندا کا استعمال قطعاً نہیں ہوگا۔ مندوب اسم مفعول کا صیغہ ہے لغتمیں اس میت

جس کے محاسن کو یاد کر کے جائز یا جائے تا کہ سامعین اس کے موت کو امر عظیم خیال کریں اور رونے والے کو اس میں معذور سمجھا جائے اور تعریف مندوب هو المتفجع علیه بیا او واو کما یقال یا زیداه وازایده تفجع یہ باب تفعل سے ہے جس کا معنی ہے جسکی وجہ سے رنج کیا ہو اعلی یہاں بمعنی لام ہے۔

تعریف مندوب: وہ اسم ہے جس کے لئے (یاء) یا (واو) کے ذریعے رنج اور غم کیا جائے جسے یا زیداہ واو زیداہ ان دونوں کے آخر میں جو ھا ہے مدصوت یعنی اواز کو لمبا کرنے کے لئے ہے جو کہ مندوب میں مطلوب ہوا کرتی ہے۔

قوله واو مختصه بالمندوب ویا مشترکه بین النداء والمندوبه

واو اور یاء کے درمیان فرق بیان کیا جا رہا ہے کہ واو تو مندوب ہی کے ساتھ مختص ہے منادی میں استعمال نہیں ہوتی اور یا مشترک ہے منادی اور مندوب دونوں میں استعمال ہوتی ہے۔

قوله وحکمه فی الاعراب والبناء مثل حکم المنادی۔ مندوب کا حکم اعراب اور بناء میں منادی جیسا ہے لہذا اگر مندوب مفرد معرفہ ہوگا تو مبنی پر ضم ہوگا جیسے وازید۔

﴿بحث مفعول فیه﴾

قوله والمفعول فیه هو اسم ما وقع ۔۔من الزمان والمکان

مصنف منصوبات میں سے تیسرے قسم مفعول فیہ کو بیان کر رہا ہے مفعول فیہ کے۔

تعریف مفعول فیہ اس چیز کا نام ہے جس میں فاعل کا فعل واقع ہوتا ہے خواہ وہ چیز زمان ہو یا مکان۔

سوال یہ تعریف جامع نہیں کیونکہ مفعول فیہ شبہ فعل اسم فاعل وغیرہ کا بھی ہوا کرتا ہے یہ تعریف اس کو شامل نہیں۔

جواب یہاں فعل سے مراد فعل لغوی ہے یعنی حدث نہ کہ اصطلاحی لہذا یہ تعریف اسم فاعل

مصدر وغیرہ سب کو شامل ہو جائیگی۔

سوال یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کہ یہ تعریف یوم الجمعة حسن الجمعۃ پر صادق آتی ہے حالانکہ مفعول فیہ نہیں۔

جواب یہاں المذکور کی قید محذوف ہے یعنی جس میں فعل مذکور کا فاعل واقع ہو جس سے یہ مثال نکل جائیگی۔

سوال پھر یہ تعریف جامع نہیں رہے گی اسلئے کہ اس سے یوم الجمعة صمت فیه خارج ہو جائیگی کیونکہ یوم الجمعہ سے پہلے فعل مذکور نہیں۔

جواب فعل اصطلاحی اور شبہ فعل سے مراد عام ہے خواہ مذکور ہو یا مقدر ہو اور مثال مذکور میں فعل اصطلاحی وجوباً مقدر ہے کیونکہ یہ مثال ما اضمر عامله علیٰ شریطة التفسیر کے قبیلے سے ہے۔

قولہ **وسمی ظرفا** اور مفعول فیہ کا دوسرا نام ظرف ہے کیونکہ ظرف کا معنیٰ ہوتا ہے برتن اور یہ مفعول فیہ بھی فعل کے واسطے بمنزل برتن کے ہوا کرتا ہے اسی وجہ سے اس کا نام ظرف رکھا گیا ہے اور ظروف کے دو قسم ہوا کرتی ہیں۔ ظرف زمان اور ظرف مکان لیکن جسکی پہچان کے لئے ضابطہ یہ ہے اگر متیٰ کے جواب بننے کی صلاحیت رکھتا ہو تو وہ ظرف زمان ہوگا اور جو ظرف (این) کے جواب بننے کی صلاحیت رکھتا ہو تو وہ ظرف مکان ہوگا۔

قولہ **وظروف الزمان علی قسمین وشهر وسنة**

ظرف زمان کے دو قسمیں ہیں۔

مبهم وہ ہے جس کے لئے حد معین نہ ہو جیسے دهر بمعنی زمانہ اور حین بمعنی وقت۔

محدود وہ ہے جس کے لئے حد معین ہو جیسے یوم اور لیل الخ اور ظرف مکان کی بھی دو قسمیں ہوتی ہیں ظرف زمان مبہم جیسے خلف امام اور ظرف مکان محدود جیسے دار سوق مسجد وغیرہ ظرف زمان کا حکم یہ ہے کہ ظروف زمان مطلقا تقدیر فی قبول کرتی ہے اور منصوب ہوتی ہے اور ظروف مکان میں سے جو مبہم ہے وہ بھی تقدیر فی کو قبول کرتے ہیں۔ اور منصوب ہوتی ہیں

لیکن ظرف مکان تقدیر فی کو قبول نہیں کرتی ان میں فی کا ذکر کرنا ضروری ہوا کرتا ہے۔

مثالیں: ظروف زمان کے مثال صمت دھراً سافرت شھراً ظرف مکان مبھم کی مثال جلست خلفك وامامك محدود کی مثال جلست فی الدار وفی السوق۔

سوال ظرف زمان مطلقاً یعنی مبھما اور محدود منصوب ہوتے ہیں اور فی کی تقدیر کو قبول کرتے ہے لیکن ظرف مکان میں آپ نے تقسیم کردی کہ مبھم تو فی کی تقدیر کو قبول کرتے ہے اور محدود فی کی تقدیر کو کیوں قبول نہیں کرتا اور منصوب کیوں نہیں ہوتا۔

جواب کہ ظرف زمان مبھم یہ تو فعل کا جزء ہوا کرتا ہے اور قاعدہ ہے کہ جب فعل کی جزء کو علیحدہ مستقل طور پر ذکر کردیا جائے تو بلا واسطہ منصوب ہوا کرتی ہیں جیسے مفعول مطلق لھذا ظرف زمان مبھم فی کی تقدیر کو قبول کرکے منصوب ہوگا اور باقی رہا ظرف زمان محدود اس کو اسی زمان مبھم پر محمول کیا جاتا ہے کیونکہ دونوں ذات میں یعنی زمانیت میں مشترک ہیں اور ظروف مکان میں سے ظرف مکان مبھم کو بھی اسی پر محمول کیا جاتا ہے کیونکہ وہ وصف میں یعنی ابھام میں شریک ہے بخلاف ظرف مکان محدود کے نہ تو وہ ذات زمانیہ میں شریک ہیں اور نہ وصف ابھامیت میں اس لئے وہ نہ فی کی تقدیر کو قبول نہیں کرتا ہے بلکہ اس میں فی ذکر کرنا ضروری ہوتا ہے جس کے وجہ سے وہ مجرور ہوتا ہے۔

فائدہ یہ مصنف اور صاحب کافیہ کے رائے کے مطابق مفعول فیہ کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) وہ جس میں فی حرف مقدر ہو اور مفعول فیہ منصوب ہوتا ہے۔

(۲) جس میں فی لفظوں میں موجود ہوتا ہے اور مفعول فیہ مجرور ہوا کرتا ہے لیکن جمہور کے نزدیک مفعول فیہ کی ایک قسم ہے کہ مفعول فیہ کی مفعولیت کے صحیح ہونے کے لئے شرط نصب ہے اور فی کا مقدر ہونا ہے بخلاف مصنف اور علامہ ابن حاجب کے ان کے نزدیک مفعول فیہ کے صحیح ہونے کے لئے فی کی تقدیر شرط ہے۔

﴿بحث المفعول له﴾

فصل مفعول له هو اسم ما لاجله جنبا ای للجبن۔

قسم چہارم مفعول لہ کو بیان کیا جارہا ہے۔

مفعول له کی تعریف: مفعول لہ اس چیز کا نام ہے جس کے حاصل کرنے کے لئے یا جس کے موجود ہونے کی وجہ سے وہ فعل جو اس سے پہلے مذکور ہے واقع ہو جیسے ضربته تادیبا اس کو میں نے مارا ادب سکھانے کیلئے تو اس میں تادیبا مفعول لہ ہے جس کے حاصل کرنے کے لئے یہ ضرب واقع ہوئی ہے۔

سوال یہ تعریف جامع نہیں جیسے تادیبا اس شخص کے جواب میں کہا جائے جس نے کہا لم ضربت زیدا تو یہ تادیبا مفعول لہ ہوگا لیکن اس کے لئے فعل مذکور نہیں ہے۔

جواب مذکور میں تعمیم ہے خواہ حقیقتا ہو یا حکما اور یہاں حکما مذکور ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی ضربته تادیبا جس قرینہ سوال ہے۔

قولہ وینصب بتقدیر اللام مفعول له کے منصوب ہونے کی شرط یہ ہے کہ لام مقدر ہو کیونکہ اگر مذکور ہوگا تو پھر مفعول له مجرور ہوگا تو حسب سابق جس طرح کہ مفعول فیہ میں جمہور اور مصنفؒ کا اختلاف تھا یہاں پر بھی مصنفؒ اور جمہور کا اختلاف ہے کہ مصنفؒ کی رائے کے مطابق مفعول لہ کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) مفعول له وہ جس میں لام مقدر ہو اور وہ منصوب ہوگا مفعول لہ وہ ہے جس میں لام لفظوں میں موجود ہو اور وہ اس وقت مجرور ہوگا لیکن جمہور کے نزدیک مفعول لہ کی ایک ہی قسم ہے کہ جس میں لام مقدر ہو اور وہ منصوب ہو تو لہذا مصنف کے مذہب کے مطابق یہ تقدیر لام نصب کے صحت کے لئے شرط ہے نہ کہ صحت مفعولیت کے لئے جب کہ جمہور کے نزدیک یہ مفعول کی صحت کے لئے شرط ہے یعنی مفعول له ہونے کے لئے شرط ہے۔

فائدہ تعلیلات میں چونکہ لام اغلب اور کثیر الاستعمال ہے اس لئے مصنف نے اس کو ذکر

کیا اس کے علاوہ من حرف جار اور (باء) اور (فی) یہ بھی مفعول لہ پر داخل ہوتے ہیں۔

قولہ وعند الزجاج هو مصدر تقديره ادبته تاديباً زجاج نحوی کے نزدیک مفعول لہ ہے ہی نہیں اور اس کو تسلیم بھی کرتے ان کا مذہب یہ ہے کہ کلام عرب جہاں بھی مفعول لہ مستعمل ہو رہا ہے وہ دراصل میں مفعول مطلق ہوتا ہے دلیل کہ مفعول لہ کو جب تاویل کے ذریعے مفعول مطلق بنایا جا سکتا ہے تو ایک نئی قسم بنانے کی ضرورت نہیں لہذا ضربته تاديبا کے تاویل یہ ہوگی ادبته بالضرب تاديبا۔

جواب ایسی تاویل کرنا جس سے چیز اپنی ماھیت اور نوع سے نکل جائے یہ تاویل صحیح نہیں ہوتی پھر یہ تاویل حال میں بھی چل سکتی ہے حال بھی مفعول فیہ کے معنی میں ہو سکتا ہے تو حال کو بھی مفعول فیہ مان لیا جائے اس لئے یہ بات درست نہیں۔

فائدہ مصنفؒ نے دو مثالیں ذکر کر کے مفعول لہ کے اقسام کی طرف اشارہ کیا کہ مفعول لہ کے دو قسمیں ہیں۔ (۱) وہ مفعول لہ جس کے حاصل کرنے کے لئے فعل کیا جائے جسے ضربۃ تادیباً تادیب کو حاصل کرنے کے لئے ضرب والا فعل واقع ہوا ہے۔ (۲) مفعول لہ پہلے سے موجود تھا اس کے موجود ہونے کی وجہ سے فعل کیا جائے جیسے قعدت عن الحرب جنباً یہ مفعول لہ پہلے سے موجود تھا قعود والا فعل اسی کی وجہ سے واقع ہوا اور اس دوسری مثال میں مصنفؒ نے زجاج پر چوٹ لگائی چلے کہ زجاج نحوی نے کوئی غور و فکر نہیں کیا، کوشش نہیں کی ورنہ مفعول لہ سے کبھی وہ انکار نہیں کرتے۔

﴿بحث مفعول معه﴾

قولہ المفعول معه هو ما يذكر الفعل

مفعول معه : وہ اسم ہے جو واو بمعنی مع کے بعد ذکر کیا جائے یا فعل کے معمول کی مصاحبت کے لئے خواہ وہ فعل کا معمول فاعل ہو یا مفعول ہو اگر فاعل ہو تو پھر مصاحبت کا مطلب یہ ہوگا کہ مفعول معہ اور فعل کا معمول فعل سے صدور میں دونوں شریک ہو جس طرح

استوی الماء والخشبة اوراگر مفعول به ہوتو پھر مصاحبت کا مطلب یہ ہوگا کہ مفعول اور فعل کا معمول ابپذات پر فعل کے وقوع میں شریک ہو جیسے جئت انا وزیداً یاد رکھیں فعل سے مراد عام ہے خواہ فعل لفظی ہو یا معنوی،

فعل معنوی: اس فعل کو کہتے ہیں کہ نہ تو لفظوں میں ہو اور نہ مقدر ہو بلکہ انداز کلام سے مستنبط کیا جا سکے وجہ استنباط یہ ہے کہ جب جار مجرور استفہام کے ساتھ ہو تو وہ فعل پر دلالت کرتا ہے کیونکہ حروف جارہ کے وضع اس لئے ہیں کہ فعل کے معنی کو اپنے مدخول تک پہنچائیں تو حروف جارہ کو فعل کی ضرورت ہے اسی طرح استفہام بھی فعل کا مقتضی ہے اسلئے استفہام اکثر فعل سے ہوتا ہے۔

قولہ فان کان الفعل لفظا واو کے بعد جو اسم ہے اسکے فعل میں دو احتمال ہیں فعل لفظی ہو یا فعل معنوی پھر ہر ایک میں دو احتمال ہے کہ عطف جائز ہوگا یا نہیں کل چار صورتیں بنتی ہیں

پہلی صورت: فعل لفظی ہو اور عطف جائز ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ یہاں دو وجہ پڑھنا جائز ہے (۱) مفعول معہ کی بناء پر نصب پڑھنا۔ (۲) عطف ڈالنا جیسے جئتانا وزیداً وزید عطف اس لئے جائز کہ اسم ظاہر کا ضمیر مرفوع متصل پر عطف ڈالنے کے لئے ضمیر منفصل کے ساتھ تاکید کے ضرورت ہے وہ یہاں موجود ہے۔

دوسری صورت: کہ فعل لفظی ہو اور عطف جائز نہ ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ یہاں مفعول معہ کے بناء پر نصب پڑھنا واجب ہوگی۔ جیسے جئت وزیداً عطف کیوں جائز نہیں اس لئے کہ اسم ظاہر کا ضمیر مرفوع متصل پر عطف ڈالنے کیلئے ضمیر منفصل کے تاکید کے ضرورت ہوتی ہے جو یہاں موجود نہیں۔

تیسری صورت: کہ فعل معنوی ہو اور عطف جائز ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ اس صورت میں عطف واجب ہوگا جیسے مالزید وعمرو اس کی وجہ ہے کہ یہاں عطف کیوں متعین ہے اس لئے کہ یہاں پر اگر نصب پڑھی جائے تو اسکے لئے عامل فعل معنوی کو مانا جائیگا جو کہ ضعیف ہے بخلاف اس صورت کے کہ جب اس پر عطف پڑھا جائے تو اس کے عامل لفظی ہو جائیگا اور یہ بات

ظاہر ہے کہ عامل لفظی عامل معنوی سے قوی ہوتا ہے۔

چوتھی صورت: کہ فعل معنوی ہو اور عطف جائز نہ ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ یہاں مفعول معه کے بناء پر نصب واجب ہے جیسے مالك وزیدا کیونکہ دوسرا احتمال ہے ہی نہیں۔ باقی رہی یہ بات کہ یہاں عطف کیوں جائز نہیں۔اس لئے جب ضمیر مجرور متصل پر عطف ڈالا جائے۔تو اس لئے حرف جار کا اعادہ ضروری ہوتا ہے۔جو یہاں موجود نہیں۔

قولہ لان المعنى ما تصنع ان دونوں مثالوں کے فعل معنوی پر مشتمل ہونے کی دلیل کہ مالك و زیدا وما شانك وعمرا میں مفعول معہ کا عامل معنوی ہے۔اس لئے کہ ان دونوں کا معنی ہے ما تصنع کیونکہ میں نے پہلے بتایا ہے کہ ما استفهامیه ہے اور استفهام اکثر فعل سے ہوا کرتا ہے اس سے فعل سمجھا جارہا ہے معنی ہوگا مالك وزیدا کا ما تصنع وزیدا کا معنی ہوگا اور ماشانك وعمرا کا معنی ہوگا ما تصنع وعمراً اور ما لزید و عمرو کا معنی ہوگا.

﴿بحث الحال﴾

قولہ الحال لفظ یدل............ لقیت زیداً راکبین

چھٹے قسم منصوبات میں سے حال ہے حال کا لغوی معنی صفت اور شان ہے اور حال زمانہ موجودہ کو بھی کہتے ہیں۔

حال کی تعریف: حال وہ لفظ ہے جو فاعل یا مفعول بہ یا دونوں کے ہیئت پر دلالت کرے

سوال جاء نی زید الراکب ،الراکب بھی فاعل کے ہیئت بیان کر رہا ہے اس کو بھی حال کہنا چاہیے حالانکہ یہ حال نہیں بلکہ فاعل کی صفت ہے۔

جواب یہاں ایک قید محذوف ہے کہ وہ حال ایسی ہیئت بیان کرے جو صدور فعل یا وقوع فعل کے وقت پائی جائے جیسے جاء نی زید راکبا میرے پاس زید آیا اس حال میں کہ وہ سوار تھا اس میں راکبا حال نے زید فاعل کے حالت بتلائی کہ اسکا آنا حالت سواری میں تھا۔

قولہ وقد یکون الفاعل معنویا... المشار الیه قائما هو زید

فاعل اور مفعول میں تعمیم کا بیان ہیکہ خواہ فاعل لفظی ہو یا معنوی ہو اس طرح مفعول میں بھی تعمیم ہے کہ خواہ مفعول لفظی ہو یا معنوی ہو۔

فاعل معنوی کی مثال جیسے زید فی الدار قائما اس میں قائما حال ہے فاعل معنوی سے جو کلام کے نظم میں تو موجود ہے۔ لیکن ملفوظ نہیں اس لئے کہ اس کا معنی ہے زید استقرا فی الدار قائما تو یہ قائما استقر فعل کے ضمیر سے حال ہے۔

مفعول معنوی سے حال کی مثال ھذا زید قائماً ہے۔ اس میں قائما زید سے حال ہے۔ اور زید مفعول معنوی ہے اس لئے کہ لفظ کے اعتبار سے بے شک یہ خبر ہے مبتدا کی لیکن اشارہ اور تنبیہ سے جو اس کا معنی سمجھا جاتا ہے وہ یہ ہے انبہ واشیر زیدا حال کونہ قائما یا یوں عبارت اشیر الی زیداً یا انبہ علی زید حال کو نہ قائما لھذا یہ زید بواسطہ حرف جر مفعول معنوی ہوا اسی سے قائما حال ہے۔

قولہ والعامل فی الحال فعل او معنی فعل حال میں عامل فعل ہوتا ہے خواہ لفظوں میں ہو یا مقدر ہو اور یا معنی فعل ہوتا ہے۔

یاد رکھیں معنی فعل سے مراد اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ، اسم تفصیل، مصدر، جار مجرور ظرف، اسمائے افعال ہیں۔ اور اسی طرح ہر وہ چیز ہے جس سے معنی فعل مستنبط ہوتے ہیں جیسے حرف نداء اسم اشارہ تمنی، حروف تنبیہ اور ترجی اور تشبیہ وغیرہ یہ معنی فعل پر دلالت کرتے ہیں۔

قولہ والحال نکرة ابدا وذوالحال معرفة غالبا

ضابطے کا بیان حال ہمیشہ نکرہ ہوتا ہے اور ذوالحال اکثر معرفہ ہوتا ہے۔

سوال حال ہمیشہ نکرہ کیوں ہوتا ہے اور ذوالحال اکثر معرفہ کیوں ہوا کرتا ہے۔

جواب کہ حال معنی حدثی کی قید ہوا کرتا ہے اگر حال معرفہ ہو تو لازم آئے گا قید کی افضلیت مقید پر جو کہ جائز نہیں۔

دوسرا جواب ذوالحال بمنزل مبتدا کے ہے اور حال بمنزل خبر کے تو جس طرح مبتدا کے لئے اصل معرفہ ہونا اور خبر کے لئے نکرہ ہونا تو اسی بنا پر ذوالحال اکثر معرفہ ہوتا ہے اور حال ہمیشہ

نکرہ ہوتا ہے۔

قولہ فان کان ذوالحال نکرۃ رئیت راکبا رجل اس ضابطہ پر تفریع کا بیان ہے کہ اگر ذوالحال نکرہ محضہ ہو تو اس وقت حال کو ذوالحال پر مقدم کرنا واجب ہے جیسے جاء نی راکبا رجل اس تقدیم کی علت یہ ہے اگر حال کو ذوالحال پر مقدم نہ کیا جائے، موٴخر کیا جائے تو حالت نصب میں

حال کو صفت کے ساتھ التباس لازم آئے گا جیسے رئیت رجلا راکبا میں لہذا جب ایک حالت میں صفت کو موصوف کے ساتھ التباس لازم آتا تھا تو ہم نے ایک قاعدہ کلیہ بنا دیا کہ ذوالحال جب نکرہ ہو تو حال پر مقدم کرنا واجب ہے حالت رفع اور حالت نصب میں۔

یاد رکھیں اگر ذوالحال نکرہ مجرور ہو تو پھر تقدیم واجب نہیں ہوگی جیسے مررت برجل راکبا اسی طرح الکلمۃ لفظ وضع لمعنی مفرداً کو جب معنی سے حال بنا دیا جائے تو وہاں بھی تقدیم نہیں ہے۔

قولہ تقول جاء نی زید وغلامہ راکب اویر کب غلامہ ضابطہ کا بیان کہ جس طرح حال مفرد ہوتا ہے اسی طرح حال جملہ خبریہ بھی ہوتا ہے اسلئے جس طرح مفرد فاعل اور مفعول کی ہیئت کو بیان کرتا ہے اسی طرح جملہ بھی ھئیت پر دلالت کرتا ہے۔

نیز حال بمنزل خبر کے تھا جس طرح مبتدا کی خبر مفرد بھی ہوتی ہے جملہ بھی ہوسکتی ہے اسی طرح ذوالحال کے لئے حال مفرد بھی ہوسکتا اور جملہ بھی ہوسکتا ہے پھر جملہ خبریہ میں تعمیم کہ جملہ اسمیہ خبریہ بھی حال واقع ہوسکتا ہے۔ جیسے جاء نی زید وغلامہ راکب اس میں غلامہ راکب فاعل زید سے حال واقع ہے اور ویر کب غلامہ یہ جملہ فعلیہ خبریہ حال واقع ہو رہا ہے۔

فائدہ جملہ کے حال واقع ہونے کے لئے تین شرطیں ہیں۔ (۱) ذوالحال نکرہ ہو۔ (۲) جملہ خبریہ ہو انشائیہ حال واقع نہیں ہوسکتا۔ (۳) جملہ حالیہ میں رابط کا ہونا بھی ضروری ہے۔

قولہ ومثال ما کان عاملها معنی الفعل واشیر حال کے عامل معنی فعل کی مثال ھذا زید قائما ہا تنبیہ سے انبہ اور ذا اسم اشارہ سے اشیر فعل مستنبط

ہوتے ہیں۔

قولہ وقد یحذف العامل---------ترجع سالما وغانما

اگر قرینہ موجود ہو تو کبھی کبھی حال کے عامل کو حذف کر دیا جاتا ہے عام ازیں قرینہ حالیہ ہو یا قرینہ مقالیہ جیسے مسافر کو کہا جاتا ہے سالما غانما اس میں قرینہ حالیہ ہے جس کے لئے فعل ترجع محذوف ہے ترجع سالما غانما۔

﴿بحث تمیز﴾

قولہ التمیز ھو نکرۃ تذکر--------ترفع ذالک الابھام

مصنف منصوبات کا ساتواں قسم تمیز کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔

تمیز کا لغوی معنی ہے جدا کرنا اور تمیز کو تبیین تفسیر اور ممیز بھی کیا جاتا ہے۔

تمیز کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) مفرد مقداری سے ابہام کو دور کرے۔

(۲) مفرد غیر مقداری سے ابہام کو دور کرے۔

(۳) جمع کی نسبت سے ابہام کو دور کرے، اس عبارت میں

پہلا قسم کا بیان ہے اسکی تعریف یہ ہے تمیز وہ نکرہ جو مقدار کے بعد ذکر کی جائے اور اس مقدار کے ابہام کو دور کرے مقدار اسم آلہ کا صیغہ ہے بمعنیٰ ما یقدر به الشی وہ چیز جس سے شی کا اندازہ کیا جائے مقدار کی پانچ قسمیں ہیں۔ (۱) عدد (۲) کیل۔ (۳) وزن۔ (۴) مساحت (۵) مقیاس۔

مقدار عددی کی مثال عندی عشرون درھما اور مقدار کیلی کی مثال قفیزان برا اور مقدار وزنی کی مثال عندی منوان سمناً اور مقدار مساحت کی مثال عندی جریبان قطنا، اور مقدار مقیاسی کی مثال علی التمرة مثلها زبدا۔

فائدہ مقیاس بمعنی وہ چیز جس سے قیاس اور اندازہ کریں اور کیل بمعنی پیمانہ ہوتا

ہے اور عربوں میں یہ اکرہ لکڑی کا بنا ہوا ہوتا تھا جس سے گندم وغیرہ کو ناپا کرتے تھے۔ اور مساحت بمعنی پیائش کرنا ہے۔

قولہ وقد یکون عن -------- خاتم حدیدا او سوار ذھب۔

دوسرا قسم کا بیان ہے مفرد غیر مقدار سے ابہام کو دور کرے غیر مقدار سے مراد یہ ہے کہ مقدار کی پانچ قسمیں نہ ہوں جیسے هذا اخاتم حدیدا یہ انگوٹھی ہے از روئے لوہے کے هذا سوار ذھبا یہ سونے کے کنگن ہیں۔

قولہ فیه الخفض اکثر اس تمیز کو منصوب پڑھنا بھی جائز ہے تمیز ہونے کی بنا پر لیکن کثرت استعمال میں یہ تمیز اضافت کی وجہ سے مجرور ہوتی ہے کہ ممیز کی طرف مضاف ہوا کرتی ہے اس لئے کہ تمیز کے مجرور ہونے کی صورت میں تمیز کا جو مقصود رفع ابہام ہے وہ بھی حاصل ہو جاتا ہے ساتھ تخفیف بھی حاصل ہو جاتی ہے۔

قولہ قد یقع بعد الجملة لرفع الابهام عن نسبت نحو د طاب زید نفسا او علما او ابا اس عبارت میں تمیز کے

تیسرا قسم: کا بیان ہے کہ تمیز جملے کی نسبت سے ابہام کو دور کرتی ہے جیسے طاب زید نفسا اس طاب کی جو نسبت زید کی طرف تھی اس میں ابہام تھا نفسا نے اس ابہام کو دور کر دیا اسی طرح طاب زید علماً، علماً نسبت سے ابہام کو دور کر دیا ہے۔ اسی طرح طاب زید ابا میں ابا نے جملہ کی بھی نسبت سے ابہام کو دور کر دیا مصنف تین مثالیں دیں پہلی مثال منتصب عنه کے ساتھ خاص ہے، اور دوسری مثال متعلق منتصب کے ساتھ خاص ہے اور تیسری مثال میں دونوں ہیں۔ اگر نفسا منتصب سے ہو یعنی نفس زید سے تو تو ترجمہ یہ ہوگا کہ زید اچھا ہے آز روئے اس امر کے کہ وہ کسی کا باپ ہے اور اگر متعلق منتصب سے ہو تو ترجمہ یہ ہوگا کہ زید اچھا ہے از روئے اس امر کے کہ اس کا کوئی باپ ہے۔

﴿بحث مستثنیٰ﴾

فصل المستثنیٰ لفظ یذکر ---------- لا یدخل ما قبلھا۔

مستثنیٰ کی تعریف: مستثنیٰ وہ لفظ ہے جو ذکر کیا جائے الا اور اس کے اخوات کے بعد تاکہ یہ بات معلوم ہو کہ جو حکم ماقبل کی طرف یعنی مستثنیٰ منہ کی طرف منسوب تھا۔ وہ مابعد یعنی مستثنیٰ کی طرف سے منسوب نہیں۔

فائدہ یاد رکھیں الا کے بعد مستثنیٰ ہوا کرتا ہے۔ اور الا سے پہلے مستثنیٰ منہ ہوا کرتا ہے۔ اور الا کے اخوات سے مراد عدا، خلا ماخلا، ماعدا لیس، ل ایکون ، وغیرہ ہیں۔

قولہ وھو علی قسمین مستثنیٰ کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) مستثنیٰ متصل۔ (۲) مستثنیٰ منقطع۔

(۱) مستثنیٰ متصل وہ ہے جو الا یا اس کے اخوات کے ذریعہ کسی شی کو متعدد سے نکالا گیا ہو۔ یعنی اس حکم سے جو مستثنیٰ منہ پر ہے مستثنیٰ کو نکالا گیا ہو۔

عام ازیں مستثنیٰ منہ لفظوں میں ہو جیسے جاء نی القوم الا زید یا مقدر ہو جیسے ما جاء نی الا زید۔

قولہ ومنقطع وھو المذکور بعد الا واخواتھا لعدم الدخول فی المستثنیٰ منه ۔

(۲) مستثنیٰ منقطع وہ ہے جو الا یا اس کے اخواتٰ کے ذریعے مذکور ہو لیکن متعدد سے یعنی مستثنیٰ منہ سے نکالا نہ گیا ہو۔ اس لئے کہ مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ میں داخل ہی نہیں تھا تو نکالا کیسے جاتا ہے خواہ مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہو جیسے جاء نی القوم الازیداً۔ یہ زید اس وقت مستثنیٰ منقطع ہوگا جب کہ قوم سے مراد وہ جماعت ہو جس میں زید داخل نہ ہو۔ ورنہ متصل ہوگا جیسے ماقبل میں بھی ہم نے یہی مثال دی ہے۔ یا مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ کی جنس سے نہ ہو۔ جیسے جاء نی القوم الا حماراً۔

قولہ اعراب مستثنیٰ علی اربعة اقسام مصنف مستثنیٰ کے اعراب بیان کرنا چاہتے ہیں۔ مستثنیٰ اعراب کی چار قسمیں ہیں۔ (۱) نصب (۲) اعراب دو وجہ سے پڑھنا

جائز ہے۔ (۳) اعراب علی حسب العامل۔ (۴) جر۔

پہلا اعراب: نصب ہے جو چار مقامات پر ہوتی ہے۔

پہلا مقام: مستثنیٰ متصل ہو الا کے بعد کلام موجب میں جیسے جاء نی القوم الا زیداً۔

دوسرا مقام: مستثنیٰ منقطع ہو جیسے جاء نی القوم الا حماراً۔

تیسرا مقام: مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ پر مقدم ہو جیسے جاء نی الا زیداحد۔

چوتھا مقام: مستثنیٰ خلا اور عدا اکثر نحویوں کے نزدیک اور ماخلا ما عدا اور لیس اور لا یکون کے بعد جیسے جاء نی القوم خلا زیداً۔ان چاروں مقامات پر مستثنیٰ پر نصب واجب ہے۔

قولہ وان كان بعد الا فيكلام غير النصب والبدل عما قبلها۔

دوسرا اعراب: دووجہ پڑھنا جائز ہے یہ اعراب ایک مقام کیلئے ہے ہر وہ مقام جہاں مستثنیٰ الا کے بعد ہو کلام غیر موجب میں اور مستثنیٰ منہ مذکور ہو تو اس مستثنیٰ پر دو وجہ پڑھنا جائز ہے (۱) نصب مستثنیٰ کی بنا پر۔ (۲) ماقبل سے بدل بنانا جیسے ما جاء نی احد الا زیداً، زید کو منصوب پڑھنا بھی جائز ہے مستثنیٰ ہونے کی بنا پر زید کو مرفوع پڑھنا بھی جائز ہے احد سے بدل ہونے کی بنا پر۔

فائدہ کلام موجب اسے کہتے ہیں جس میں نفی اور نہی اور استفھام نہ ہو اور کلام غیر موجب اسے کہتے ہیں جس میں نفی یا نہی یا استفھام ہو۔

قولہ وان كان مفرغاً بان يكون.........بحسب العوامل

تیسرا اعراب مستثنیٰ کا حسب عامل ہے یہ بھی ایک مقام کے لئے ہے کہ ہر وہ مقام جہاں پر مستثنیٰ مفرغ ہو یعنی مستثنیٰ الا کے بعد ہو کلام غیر موجب میں اور مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو۔ تو اس کا اعراب عامل کے مطابق ہوگا۔ اگر عامل رافع ہے تو رفع پڑھا جائے گا جیسے ما جاء نی فی الا زید اگر عامل ناصب ہے تو نصب پڑھی جائی گی۔ جیسے ما رئیت الا زیداً اور اگر عامل جار ہو تو مستثنیٰ پر جر پڑھی جائیگی جیسے ما مررت الا بزید اسکو مستثنیٰ مفرغ کہتے ہیں۔ جس کا مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو وجہ تسمیہ یہ ہے کہ چونکہ عامل مستثنیٰ میں عمل کرنے کی وجہ سے مستثنیٰ میں عمل کرنے سے

فارغ ہو چکا ہے اس لئے عامل مفرغ ہوا مستثنیٰ مفرغ لہ پھر لہ کو حذف کر دیا گیا جیسے مشترک فیہ کو مشترک کہا جاتا ہے تو گویا اصل نام مستثنیٰ کا مستثنیٰ مفرغ لہ ہے۔

قولہ وان کان بعد غیر کان مجروراً۔

چوتھا اعراب: مستثنیٰ کا جر ہے یہاں مستثنیٰ کا اعراب ہے جو غیر اور سوی اور سواء کے بعد واقع ہو اور اسی طرح حاشا کے بعد واقع ہو تو یہ بھی اکثر نحویوں کے نزدیک مجرور ہوگا۔ غیر سوی، سواء کے بعد مجرور اس لئے ہے کہ یہ الفاظ ان کی طرف مضاف ہوتے ہیں اور مستثنیٰ مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے مجرور ہوتا ہے اور حاشا کے بعد اسلئے کہ اکثر نحویوں کے نزدیک حرف جر ہے اور بعض نحویوں نے اسے فعل شمار کیا ہے تو اسکا مستثنیٰ مفعولیت کی بنا پر منصوب ہوگا جیسے حدیث میں ہے دعا منقول ہے اللھم اغفرلی ولمن سمع دعائی حاشا الشیطان شیطان مستثنیٰ ہے اور منصوب ہے مفعولیت کی بنا پر مثال جاء نی القوم غیر زید الی آخرہ۔

قولہ واعلم ان اعراب غیر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ وما مررت بغیر زید

مصنف کلمات مستثنیٰ میں سے لفظ غیر کا اعراب بیان کرنا چاہتے ہیں۔ لفظ غیر کا اعراب مستثنیٰ بالا کا اعراب ہوگا۔ کیونکہ لفظ غیر نے مستثنیٰ کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے اسے جر دے دی ہے لہذا جو اعراب مستثنیٰ پر آتا تھا وہی اعراب لفظ غیر پر جاری کر دیا گیا ہے۔ اور مستثنیٰ بالا کا اعراب ماقبل میں آپ نے پڑھ لیا ہے وہ تین ہیں۔ (۱) نصب۔ (۲) دووجہ (۳) حسب عامل اور نصب مستثنیٰ بالا کے لئے تین مقام تھے تو لفظ غیر کے منصوب ہونے کے بھی تین مقام ہونگے۔

پہلا مقام: غیر کے بعد مستثنیٰ متصل ہو کلام موجب میں جیسے جاء نی القوم غیر زید۔

دوسرا مقام: غیر کے بعد مستثنیٰ منقطع ہو جیسے جاء نی القوم غیر حمار۔

تیسرا مقام: غیر کے بعد مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ پر مقدم ہو جیسے ماجاء نی غیر زید القوم ان تینوں مقام پر لفظ غیر پر نصب پڑھنا واجب ہے۔

دوسرا اعراب: دووجہ پڑھنا جائز ہے، جس طرح مستثنیٰ بالا کے لئے ایک مقام تھا تو غیر

کے لئے بھی ایک مقام ہے کہ غیر کے بعد مستثنیٰ کلام غیر موجب میں ہو اور مستثنیٰ منہ مذکور ہو جیسے ماجاء نی احد غیر زید اوغیر زید پڑھنا بھی جائز ہے۔

تیسرا اعراب: مستثنیٰ بالا اعراب کا حسب عامل جس کیلئے ایک مقام تھا اسی طرح غیر کے لئے بھی ایک مقام ہے کہ غیر کے بعد مستثنیٰ مفرغ ہو یعنی مستثنیٰ کلام غیر موجب میں ہو اور مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو تو لفظ غیر پہ اعراب عامل کے مطابق پڑھا جائے گا۔ اگر عامل رافع تو رفع تو ناصب تو نصب اگر جار تو جر پڑھی جائے گی لیکن شرط یہ ہے کہ یہ غیر صفتیہ نہ ہو بلکہ بمعنی استثناء ہو۔

سوال کلمات استثناء میں سے صرف غیر کا اعراب کیوں بیان کیا گیا ہے باقی کا اعراب کیوں نہیں بیان کیا گیا۔

جواب خلا، عدا، ما خلا، ما عدا، حاشا، لیس، یہ چونکہ فعل ماضی اور مبنی ہیں اور مبنی ہونے کی وجہ سے بالکل اعراب کو قبول نہیں کرتے سوی، سواء، ظرف ہونے کی وجہ سے لازم النصب ہے اس لئے ان کے اعراب کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں تھی اور کلمہ لا یکون یہ فعل مضارع ہے جو کہ مرفوع ہوگا عامل معنوی کی وجہ یا منصوب عامل ناصب کی وجہ یا مجزوم عامل جازم کی وجہ سے ہے۔ لہذا باقی رہا ایک لفظ غیر رہ گیا جو کہ اسم متمکن تھا جس کے اعراب بیان کرنے کی ضرورت تھی اس لئے مصنفؒ نے صرف لفظ غیر کا اعراب کو بیان کیا۔

قولہ واعلم ان لفظة غير موضوعة للصفة وقد يستعمل

مصنفؒ غیر کا اعراب بیان کرنے کے بعد اب غیر کا حقیقی اور مجازی معنی بیان کرنا چاہتے ہیں۔ لفظ غیر کی اصل وضع صفت کے معنی کے لئے ہے لیکن کبھی کبھی بمعنی استثناء کے استعمال ہوتا ہے جس طرح کہ لفظ الا کی اصل وضع استثناء کیلئے لیکن کبھی کبھی بمعنی غیر اور صفت کے استعمال ہوتا ہے۔

فائدہ جب الا غیر کے معنی پہ ہوگا تو اس وقت یہ اعراب الا کے مابعد کو دے دیا جائے گا۔ کیونکہ الا حرف ہے اور حرف میں اعراب کے قبول کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔

جیسے **لو كان فيهما الهة الا الله لفسدتا** یہاں پر **الا بمعنی غیر** کے ہے اب

قوله واعراب غیرفیه ... الخ ،
اعراب مُستثنیٰ بالاّ
نصب واجب
وقتیکہ مستثنیٰ بعد الاّ غیر صفتی
در کلام موجب واقع شود مثل
نصب واجب
وقتیکہ مستثنیٰ بر مستثنیٰ منہ
مقدم باشد مثل
نصب واجب
وقتیکہ مستثنیٰ منقطع باشد مثل
نصب جائز بدل مختار
وقتیکہ مستثنیٰ بعد الاّ در کلام غیر موجب باشد
مستثنیٰ منہ ہم مذکور باشد مثل
اعراب بحسب عوامل
وقتیکہ مستثنیٰ بعد الا در کلام غیر موجب
باشد و مستثنیٰ منہ مذکور نباشد مثل
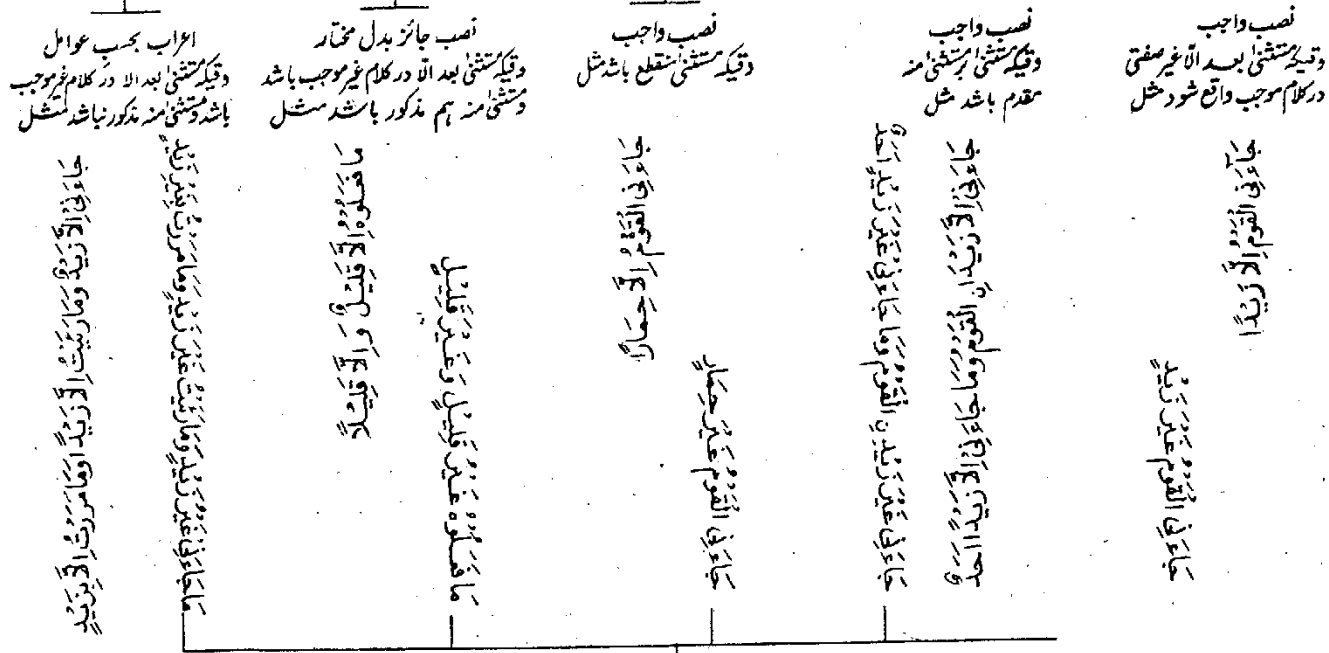
عبارت یوں ہوگی آلھۃ غیر اللہ تو الا بمعنیٰ غیر ہو کر یہ مضاف، مضاف الیہ بن کر یہ صفت بن جائے گی آلھۃ کی یہ بھی

فائدہ الا بمعنی غیر کے استعمال تب ہوگا۔ جس وقت الا استثناء والے معنی پر معمول نہ ہو سکے۔ اور متعذر ہو۔

فائدہ کہ غیر وصفی اور غیر استثنائی میں یہ فرق ہوا کرتا ہے کہ جب لفظ غیر صفت کے لئے ہو تو اس وقت اس کا مابعد اس کے ماقبل میں داخل نہیں ہوگا جیسے جاء نی القوم غیر اصحابك اس مثال میں اصحاب قوم میں داخل نہیں ہے اور جس وقت استثناء کیلئے ہو تو اس کا مابعد اس کے ماقبل میں داخل ہوگا جیسے جاء نی القوم غیر اصحابك میرے پاس قوم آئی مگر تیرے اصحاب نہیں آئے یہاں اصحاب قوم میں داخل ہیں۔ اسی بنا پر کسی نے کہہ دیا لفلان علی درھم غیر دانق یعنی کہ رفع کے ساتھ تو اسی پر ایک درہم پورا واجب ہوگا۔ اسی لیے کہ اس کی تردید ہوگئی۔ لفلان علی درھم لا دانق اور اگر منصوب پڑھا تو ناقص درھم واجب ہوگا اسلئے اسکی تقدیر یہ ہوگی الا دانقاً

فائدہ غیر کا حقیقی معنی صفت ہے۔ اور مجازی معنی استثناء ہے اور الا کا حقیقی معنی استثناء ہے اور مجازی معنی صفت ہے۔

﴿بحث خبر کان واخواتھما﴾

قولہ فصل خبر کان واخواتھما کان زید قائماً منصوبات کا نواں قسم کان یعنی افعال ناقصہ کی خبر ہے اس کی تعریف کان اور اس کی اخوات کی خبر ان میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد مسند ہوتی ہے جیسے کان زید قائماً

قولہ وحکمہ کحکم خبر المبتداء۔ افعال ناقصہ کی خبر کا حکم احکام میں اور اقسام میں اور شرائط میں مبتداء کی خبر کی طرح ہے جس طرح مبتدا کی خبر مفرد اور جملہ معرفہ اور نکرہ

بھی اسی طرح افعال ناقصہ کی خبر بھی ہوتی ہے اور جس طرح مبتدا کی خبر واحد اور متعدد اور مذکور اور محذوف ہوتی ہے اسی طرح افعال ناقصہ کی خبر بھی وغیرہ۔

قولہ الا انه يجوز تقديم .... كان القائم زيد۔

یہاں سے مصنفؒ مبتدا کی خبر اور افعال ناقصہ کی خبر کے درمیان فرق بتانا چاہتے ہیں۔ کہ افعال ناقصہ کی خبر کو مقدم کرنا ان کے اسماء پر مطلقاً جائز ہے۔ خواہ وہ خبر معرفہ ہی کیوں نہ ہو جیسے کان القائم زید یہاں خبر معرفہ ہے پھر بھی اسم پر مقدم کی گئی ہے لیکن مبتدا کی خبر جبکہ معرفہ ہو تو مبتدا پر مقدم کرنا جائز نہیں ہوتا۔

سوال اس فرق کی وجہ اور علت کیا ہے؟

جواب اسلئے مبتدا اور خبر کا اعراب ایک ہوا کرتا ہے اس لئے مبتدا اور خبر کے درمیان التباس کا خوف ہے اسی لئے قانون بنا دیا کہ مبتدا کی خبر مبتدا پر مقدم نہیں ہو سکتی معرفہ ہونے کی صورت میں لیکن چونکہ افعال ناقصہ کے اسم و خبر کا اعراب ایک نہیں ہوتا یہاں التباس کا کوئی خوف نہ تھا اس لئے قانون بنا دیا کہ اس کی خبر معرفہ ہونے کے باوجود بھی مقدم ہو سکتی ہے اسم پر یہی وجہ ہے کہ اگر اسم و خبر کے تعین پر قرینہ نہ ہو اور اعراب لفظوں میں موجود نہ ہو تو ان کی خبر کو بھی اسم پر مقدم کرنا جائز نہیں مثلاً دونوں اسم مقصور ہوں۔

﴿بحث اسم ان واخواتها﴾

قولہ فصل اسم ان واخواتها هو المسند بعد كره نحو ان زيد قائماً۔ منصوبات میں سے گیارہویں قسم کا بیان ہے۔ جو کہ ان اور اس کے اخوات کا اسم ہے ان اور اس کے اخوات کی تعریف یہ ہے کہ وہ ان اور اس کے اخوات میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہوتا ہے جیسے ان زيد قائماً۔

بحث لا نفی جنس

قولہ المنصوب بلا التی لنفی الجنس۔۔۔۔۔۔بعد دخولها

سوال مصنفؒ نے یہاں اپنا اصول اور انداز کیوں بدل دیا۔ یوں کیوں نہ کہا کہ لا نفی جنس کا اسم؟

جواب چونکہ لا نفی جنس کا اسم اکثر منصوب نہیں تھا اگر وہ اسم لا کہتے تو وہم ہوسکتا تھا۔ کہ باقی منصوبات کی طرح اکثر منصوب ہوتا ہے۔ منصوبات میں سے گیارہویں قسم منصوب بلا التی لنفی الجنس ہے جس کی تعریف یہ ہے کہ وہ اسم ہے جو لا نفی جنس کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہوتا ہے دراں حالیکہ اس کے بعد بلا فاصلہ نکرہ مضاف ہو یا شبہ مضاف واقع ہو نکرہ مضاف کی مثال لا غلام رجل فی الدار، نکرہ شبہ مضاف کی مثال لا عشرین درهما فی الکیس اس تعریف سے شرطیں اور تین قیودیں حاصل ہوئیں۔ (۱) کہ لا اور مسند الیہ کے درمیان فاصلہ نہ ہو (۲) نکرہ مضاف ہو۔ (۳) نکرہ شبہ مضاف ہو۔

قولہ فان کان بعد لا نکرة مفردة تبنیٰ علی الفتح لا رجل فی الدار ۔ مصنفؒ ان شرائط اور قیود کے فوائد بتا رہے ہیں کہ اگر لا کے بعد نکرہ مضاف نہ ہو بلکہ مفرد ہو تو اس اسم نکرہ مفردہ کو مبنی برفتحہ پڑھا جائے گا۔ مراد اس سے مبنی بر علامت نصب ہوتا ہے اور مفرد سے مراد کہ مضاف اور شبہ مضاف نہ ہو لہٰذا تثنیہ اور جمع اسمیں داخل ہونگے جیسے لا رجل، لا مسلمات، لا مسلمین، لامسلمین فی الدار۔

سوال یہ مبنی کیوں ہوتا ہے اور پھر مبنی ہو کر مبنی علامت نصب پر کیوں ہوتا ہے۔

جواب مبنی اس لئے ہے کہ یہ من حرف کے معنی کو متضمن ہوتا ہے قاعدہ ہے جو مبنی کے معنی کو متضمن ہو وہ مبنی ہوا کرتا ہے اور علامت نصب پر اس لئے ہے کہ تاکہ حرکت بنائی، حرکت اعرابی کے موافق ہو جائے، کیونکہ قاعدہ ہے کہ حتی الامکان عمل اصلی کی رعایت کرنی چاہیے۔

قولہ **وان کان معرفۃ اونکرۃ.........لا مع اسم آخر**

پہلی شرط: اگر نکارت والی شرط منتفی یعنی و لا کا اسم معرفہ ہو یا پہلی شرط اتصال والی منتفی ہو یعنی اسم اور لا کے درمیان فاصلہ موجود ہو عام ازیں کے مضاف یا شبہ مضاف ہو یا نہ ہو اس شرط کا منتفی ہونا کوئی ضروری نہیں۔ تو اس صورت میں اس اسم کو مبتداء ہونے کی بناء پر رفع پڑھا جائے گا اور لا کا تکرار دوسرے اسم کے ساتھ واجب ہوگا۔ جیسے معرفہ کی مثال لا زید فی الدار و لا عمرو اور نکرہ مفصولہ کی مثال جیسے لا فیھا رجل ولا امراۃ۔

سوال اس صورت میں معرفہ اور نکرہ مفصولہ کی صورت میں رفع کیوں واجب ہے اور لا کا تکرار کیوں واجب ہے اور اسی طرح دوسرے اسم کا تکرار کیوں واجب ہے۔

جواب لا کی وضع ہے نکرہ کی نفی کے لئے لہذا جب اس کے بعد معرفہ آئے گا تو اس کا عمل لغو ہو جائے گا۔ اس میں یہ عمل نہیں کر سکتا اور نکرہ مفصولہ میں اس لئے عمل نہیں کر سکتا کہ لا عمل ضعیف ہے اور فاصلہ کے باوجود عمل کرنا عامل قوی کا کام ہے۔ نہ کہ عامل ضعیف کا لہذا جب لا معرفہ اور نکرہ مفصولہ دونوں صورتوں میں عمل نہ کر سکا تو یہ اسم اپنی اصلی حالت پر لوٹ آئے گا۔ لہذا یہ مرفوع بالابتدا ہونگے باقی رہی یہ بات کہ لا کا تکرار کیوں واجب ہے وہ نفی کی تاکید کے لئے ہے وہ اسم کا تکرار وہ سوال کی مطابقت کی وجہ سے کہ سائل نے سوال یہ کیا تھا کہ ازید فی الدار ام عمرو۔ جواب دیا لا زید فی الدار ولا عمرو۔

قولہ **ویجوز فیمثل لا حول ولا قوۃ.........فتح الثانی**

مصنفؒ ایسی ترکیب کا حکم بتانا چاہتے ہیں جس میں بعض صورتوں میں لا نفی جنس کا بنتا ہے۔ اور بعض صورتوں میں لا نفی جنس کا نہیں بنتا تو فرمایا لا حول ولا قوۃ الا باللہ جیسی ترکیب میں باعتبار اعراب کے پانچ صورتیں جائز ہیں۔ اور مراد اس سے ہر وہ ترکیب جس میں لا نفی جنس بطریق عطف کے مکرر ہو اور دونوں کا اسم مفرد نکرہ بلا فاصلہ واقع ہو جیسے لا حول ولا قوۃ الا باللہ تو ان دونوں اسموں میں باعتبار اعراب کے پانچ وجہ پڑھنا جائز ہے۔

وجہ اول فتحھما: یعنی دونوں اسموں کو مبنی بر فتحہ پڑھنا اس صورت میں دونوں

لا نفی جنس کے ہونگے۔ اور بعد والے کلمے ان کے لئے اسم ہونگے۔ البتہ عطف کی دو صورتیں ہیں۔

عطف الجمله علی الجمله ہر ایک کیلئے علیحدہ خبر محذوف مانی جائے تقدیر عبارت اس طرح ہوگی۔ لا حول عن المعصية ثابت باحد الا بالله ولا قوة على الطاعة ثابت باحد الا بالله تو اس وقت جملے کے جملے پر عطف ہوگا۔

عطف المفرد: علی المفرد ہو تو اس صورت میں ایک خبر مقدر مانی جائیگی عبارت یہ ہوگی لاحول ولا قوة ثابتان باحد الا بالله تو اس میں لا مفرد کا عطف ہوگا۔ لا حول مفرد پر اور اس ثابتان الا بالله دونوں کی خبر بنے گی۔

دوسری وجه رفعهما: کہ دونوں اسموں کو مرفوع پڑھا جائے مبتدا ہونے کی بنا پر تو اس صورت میں دونوں لا زائدہ ہونگے ملغيين العمل ہونگے اور گویا کہ یہ ایک سوال کا جواب ہے

سوال الغير الله حول و قوة جواب دیا لا حول ولا قوة الا بالله اس صورت میں بھی عطف کی دونوں صورتیں جائز ہے۔ عطف الجمله على الجمله، عطف المفرد على المفرد۔

تیسری وجه فتح الاول ونصب الثانی: پہلے لا کو مبنی پر فتح پڑھا جائے اور دوسرے کو نصب تنوین کے ساتھ پڑھی جائے تو اس صورت میں پہلا لا نفی جنس کا ہوگا۔ دوسرا لا زائدہ جو تاکید نفی کیلئے ہوگا۔ اور قوة کا عطف ہوگا حول کے لفظ پر اس صورت میں بھی عطف المفرد على المفرد بھی جائز ہے عطف الجملة على الجملة بھی جائز ہے۔ تقدیر عبارت یوں ہوگی لا حول ولا قوة ثابتان باحد الا بالله ۔

وجه رابع فتح الاول ورفع الثانی: پہلے اسم کو مبنی بر فتحہ اور دوسرے پر رفع تنوین کے ساتھ پڑھا جائے تو اس صورت میں پہلا لا نفی جنس کا ہوگا اور دوسرا لا زائدہ ہوگا۔ اور اس دوسرے اسم کا عطف ہوگا۔ محل اول پر تو بنا بر مبتدا مرفوع ہوگا جیسے لا حول ولا قوة الا بالله یہاں بھی دونوں صورتیں جائز ہیں۔ عطف المفرد على المفرد، عطف الجملة على الجملة۔

وجه خامس رفع الاول وفتح الثانی: پہلے اسم کو مرفوع پڑھا جائے تنوین کے

ساتھ اور دوسرے اسم کو مبنـــی بر فتح پڑھا جائے تو اس صورت میں پہلا لا مشبہ بلیس ہوگا۔ اور دوسرا لا نفی جنس کا ہوگا لیکن پہلے اسم کا رفع ضـعیف ہوگا کیونکہ لا مشبہ بلیس کا عمل قلیل ہوا کرتا ہے اور اس صورت میں عـطف الـمفرد عـلـى المفرد جائز نہیں ہوگا کیونکہ ان دونوں کی خبر دن میں اتحاد نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ مشبہ بلیس کی خبر منصوب ہوتی ہے اور لا نفی جنس کی خبر مرفوع ہوتی ہے اور اگر عطف المفرد مانیں تو لازم آیگا ایک ہی خبر مقدر مانی جائے اور یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ کہ آن واحد میں ایک ہی اسم کو دو مختلف اعرابوں کے ساتھ متصف کرنا لہذا یہاں فقط عـــــطف الجملة علی الجملة کی صورت جائز ہے۔

قولہ وقد يحذف اسم لا نحو لا عليك اى لا باس عليك۔ اگر قرینہ موجود ہو تو لا نفی جنس کا اسم اکثر حذف کر دیا جاتا ہے۔ جیسے لا عـلـيـك اصل میں تھا لا بـاس عليك۔

﴿بحث خبر ما ولا المشبهتين بليس﴾

قولہ فصل خبر ماولا المشبهتين بليس------ مازيد قائماً

منصوبات کا بارہواں قسم ما ولا المشبهتين بلیس کی خبر ہے۔ جس کی تعریف یہ ہے کہ خبر وہ اسم ہے جو ان دونوں میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد مسند ہوا کرتی ہے جیسے مـا زيـد قائماً ولا رجل حاضراً۔

قولہ وان وقع الخبر بعد الا---------------- بطل العمل

مصنفؒ وہ امور اور موانع بتا رہے ہیں جنکی وجہ سے ما اور لا کا عمل باطل ہو جاتا ہے وہ امور تین ہیں

امر اول: خبر الا کے بعد آجائے جیسے ما زيد الا قائم

سوال اسوقت عمل باطل کیوں ہو جاتا ہے۔

جواب الا کی وجہ سے ما کی نفی والا معنی ختم ہو چکا ہے حالانکہ ما کا عامل ہونا لیس کی مشابہت کی وجہ سے تھا معنی نفی میں اور جملہ پر داخل ہونے میں چونکہ نفی ختم ہو چکی ہے اس لئے مشابہت ختم ہو گئی لہذا اما عامل نہیں رہی۔

امر ثانی کہ خبر اسم پر مقدم ہو جائے جیسے ما قائم زید

سوال اس صورت میں عمل کیوں باطل ہو جاتا ہے۔

جواب اسلئے کہ ما اور لا یہ عامل ضعیف ہیں جسکے لئے پہلے بھی قانون بتایا ہے کہ اگر معمولات ترتیب سے ہوں تو عامل ضعیف عمل کرتا ہے اگر ترتیب سے نہ ہو تو عمل نہیں کرتا۔

امر ثالث ما کے بعد ان زائدہ آجائے جیسے ما ان زید قائم۔

سوال اس صورت میں عمل کیوں باطل ہو جاتا ہے۔

جواب اسلئے ہو جاتا ہے کہ عامل اور معمول کے درمیان فاصلہ آگیا کیونکہ عامل ضعیف ہے۔ جو بغیر فاصلے کے تو عمل کرتا ہے اگر فاصلہ آجائے تو عمل نہیں کرتا۔

قولہ و ھذا لغت اھل الحجاز .... فلا یعملو نھا اصلا

مصنفؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ما اور لا دوسرے عوامل کی طرح اتفاقی نہیں بلکہ اختلافی ہیں اھل حجاز کے نزدیک یہ عامل ہیں اور بنو تمیم کے نزدیک ما و لا مشبھتین بلیس یہ عامل نہیں جنکی دلیل یہ ہے کہ ما اور لا یہ اسموں پر بھی داخل ہوتے رہتے ہیں اور فعلوں پر بھی حالانکہ عمل کرنے کیلئے ضروری یہ ہے کہ وہ کسی ایک کے ساتھ مختص ہو۔

اھل حجاز کی دلیل یہ ہے ما اور لا کی مشابہت لیس کے ساتھ معنی نفی میں ہے اور لیس جب جملہ اسمیہ پر داخل ہو تو عمل کرتا ہے اور اسی طرح ما اور لا مشبھتین جب جملہ اسمیہ پر داخل ہونگے تو عمل کریں گے اور راجح مذھب اھل حجاز کا ہے اسلئے کہ قرآن مجید کی تائید ان ہی کے مذھب کو حاصل ہے جیسے قرآن مجید میں ما ھذا بشرا ماھن امھاتھم۔

شعر

و مھفھف کالغصن قلت لہ انتسب

فاجاب ماقتل المحب حرام

درجہ اولیٰ مشکل الفاظ کی تشریح: (واو) بمعنیٰ رب ہے۔ (مھفھف) اسم مفعول کا صیغہ ہے جس کا معنیٰ ہے باریک کمر، سکرو، (انتسب) امر حاضر کا صیغہ ہے۔ جسکا مصدر انتساب ہے۔ انتساب کے دو معنیٰ آتے ہیں۔ (۱) نسب نامہ بیان کرنا۔ (۲) میلان کرنا (قتل) مصدر مضاف ہے۔ (المحب) مفعول کی طرف جسکا فاعل متروک ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ قتل المحبوب المحبَ۔

درجہ ثانیہ ترجمہ: انتساب کے پہلے معنیٰ کے اعتبار سے ترجمہ اور مطلب یہ ہوگا بہت سے باریک کمر والوں سے جو نزاکت و لطافت میں درخت کی ٹہنی کی مانند ہیں میں نے کہا (یعنی محبوب سے کہا) کہ تم اپنا نسب بیان کرو تو اس نے جواب دیا کہ عاشق کو قتل کرنا حرام نہیں۔ اس محبوب نے ضمناً جواب میں اپنا نسب بیان کر دیا۔ کہ ماشبیہ بلیس کو عمل نہ دے کر بتا دیا کہ میں تمیمیں ہوں قبیلہ بنو تمیم ہے۔

(۲) انتساب کے دوسرے معنیٰ کے اعتبار سے ترجمہ اور مطلب یہ ہے کہ بہت باریک کمر والوں میں سے جو نزاکت میں شاخ کی مانند ہیں میں نے کہا کہ تو میری طرف مائل ہو (تا کہ میں اپنے مقصد کو حاصل کرسکوں اور مجھے جدائی کی تکلیف میں مار نہ ڈال) تو اس نے جواب دیا عاشق کو قتل کر دینا حرام نہیں (یعنی اگر تو محبت میں مرجائے تو میرا جرم نہیں اسلئے بہت سے عاشق محبت میں مرجاتے ہیں۔

درجہ ثالثہ محل استشہاد: مصنفؒ نے یہ شعر اس استشہاد کیلئے پیش کیا کہ بنو تمیم کے نزدیک ما، لا مشبھتین بلیس عامل نہیں اس ما کے بعد دونوں اسم مبتدا خبر کی بنا پر مرفوع ہیں۔

درجہ رابعہ ترکیب: واو بمعنیٰ رب حرف جار مھفھف صیغہ اسم مفعول کالغصن ظرف لغو متعلق مھفھف کے۔ قلت فعل با فاعل لہ ظرف لغو متعلق ہے قلت کے ہو کر قول انتسب امر حاضر معلوم ضمیر در و مستتر مرفوع محلاً فاعل۔ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر مقولہ ہوا قول کا۔ ف عاطفہ اجاب فعل ضمیر در و مستتر معبر بہ ھو فاعل ماشبہ بلیس غیر عامل قتل المحب مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا حرام مرفوع باضمہ لفظاً خبر، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ

﴿المقصد الثالث فی المجرورات﴾

قوله الا سماء المجرورة هی المضاف الیه

مصنفؒ منصوبات کے فارغ ہونے کے بعد اب تیسرا مقصد مجرورات کو بیان کرنا چاہیے ہیں اور اسماء مجرورہ فقط ایک ہے مضاف الیہ۔

سوال جب مجرورات کی ایک ہی قسم تھی تو پھر المقصد الثالث فی المجرور کہنا چاہیے تھا مجرورات جمع کیوں لائے؟

جواب مجرورات کی انواع اور اقسام چونکہ زیادہ تھیں تو اسکا لحاظ کرتے ہوئے مصنفؒ جمع لائے۔

سوال تم نے کہا اسماء مجرورہ فقط مضاف الیہ ہوتے ہیں یہ حصر ٹھیک نہیں جیسے کفی باللہ ماجاء نیمن احد وغیرہ ان میں مجرور تو پایا جارہا ہے لیکن مضاف الیہ نہیں؟

جواب مجرور اصلی وہ مضاف الیہ ہوا کرتا ہے اور باقی رہا مضاف الیہ کے علاوہ جو مجرور ہوتے ہیں وہ حقیقتا مجرور نہیں ہوتے بلکہ اس کے ساتھ ملحق ہوا کرتے ہیں۔

جواب ثانی یہاں کچھ عبارت مقدر ہے تقدیر عبارت یہ ہے هی المضاف الیه وما یشتمل علی علامت المضاف الیه لہذا بحسك درهم میں مجرور اگر چہ مضاف الیہ نہیں لیکن علامت مضاف الیہ یعنی جر پر مشتمل ہے۔

قوله کل اسم نسب الیه شئ .... مضاف الیه

چونکہ مجرور کی تعریف کا سمجھنا موقوف تھا مضاف الیہ کی تعریف پر اسلیئے مصنفؒ مضاف الیہ کی تعریف کرنا چاہتے ہیں۔

مضاف الیه: ہر وہ اسم ہے جو جسکی طرف کسی چیز کی نسبت کی گئی ہو خواہ فعل کی ہو یا اسم کی بواسط حرف جر کے خواہ وہ حرف جر لفظوں میں ہو جیسے مررت بزید یا حرف جر مقدر ہو جیسے غلام زید اصل میں تھا غلام لزید البتہ حرف جر لفظوں میں ہو تو نحویوں کی اصطلاح میں اسے جار مجرور

کہاجاتا ہےاوراگرحرف جر مقدر ہوتو پھر اسکومضاف مضاف الیہ کہا جاتا ہے جیسے غلام زید۔

سوال مصنفؒ کو کل اسم کے بجائے تھاکل لفظ کہنا چاہیے تھا تاکہ مضاف الیہ کی تعریف میں وہ جملے بھی داخل ہوجاتے جومضاف الیہ واقع ہوتے ہیں جیسے یوم ینفع الصادقین میں یوم کا مضاف الیہ ینفع یہ جملہ ہے؟

جواب نحویوں کا مضاف کے بارے میں اتفاق ہے کہ مضاف اسم کا خاصہ ہے لیکن مضاف الیہ کے بارے میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک مضاف الیہ اسم بھی ہوتا ہےاور جملہ بھی ہوتا ہےاور بعض کےنزدیک مضاف اور مضاف الیہ دونوں اسم کے خاصے ہیں جیسا کہ سیبویہ کا مذھب ہے۔ مصنفؒ نے اسی مذھب کواختیار کرتے ہوئے فرمایا ہے کل اسم۔

سوال مضاف الیہ جب اسم کا خاصہ ہے یوم ینفع الصادقین اس جیسی مثالوں کا کیا جواب ہے؟

جواب کہ اسم میں تعمیم ہےخواہ وہ اسم صریحی ہو یا اسم تاویلی اوراس جیسی مثالوں میں اسم تاویلی ہوتا ہے۔

سوال مصنفؒ نے مضاف الیہ کی تعریف میں بواسطہ حرف جر کی قید لگائی ہے تو اس سے مضاف الیہ باضافت لفظیہ خارج ہوجاتا ہے کیونکہ اس میں حرف جر مقدر۔

قولہ **نحو جاء نی غلا ما زید ومسلو مصر** جس اسم کومضاف کرنا ہو اسکے لیے ضروری ہے کہ اسکو تنوین اور قائم مقام تنوین سے خالی کیا جائے اسلئے کہ تنوین اور قائم مقام تنوین یہ انفصال کو چاہتی ہیں اور اضافت اتصال کو اور بات ظاہر ہے کہ اتصال وانفصال یہ دونوں ضدیں ہیں اسلیے مضاف کو تنوین اور قائم مقام تنوین نون تثنیہ وجمع ذکر کیا جاتا ہے ان سے خالی کیا جائے جیسے غلام زید اصل میں تھا غلام اضافت ہوئی تو نون تنوین گرگیا اسی طرح غلامازید اصل میں غلامان تھا اضافت ہوئی تو نون تثنیہ گرگیا اوراسی طرح مسلمو مصر اصل میں مسلمون تھا۔

قولہ **واعلم ا ن الا ضافت علی قسمین معنویۃ ولفظیۃ**

مصنفؒ اضافت کی قسمیں بتانا چاہتے ہیں اضافت کی دو قسمیں ہے اضافت لفظی اضافت

قوله اما المعنوية فهي -----غير صفته مضافة الى معمولها

اضافت معنویه کی تعریف: چونکہ اضافت معنوی اصل تھی اس لئے اس کو مقدم کردیا اسکی تعریف بیان کرنا چاہتے ہیں

اضافت معنویہ وہ ہے جس میں مضاف صیغہ صفت نہ ہو جو کہ اپنے معمول کی طرف مضاف ہو جسکی مستعمل ہونے کی تین صورتیں ہیں۔

(۱) مضاف صیغہ صفت کا نہ ہو اور نہ ہی اپنے معمول کی طرف مضاف ہو جیسے غلام زید۔

(۲) مضاف صیغہ صفت کا ہو لیکن اپنے معمول کی طرف مضاف نہ جیسے کریم البلد۔

(۳) مضاف صیغہ صفت نہ ہو اور اپنے معمول کی طرف مضاف ہو جیسے ضرب الیوم۔

یاد رکھیں کے یہاں پر صیغہ صفت سے مراد اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ اور اسم تفضیل ہے اور معمول سے مراد فقط فاعل اور مفعول ہیں۔

قوله وهي اما بمعنىٰ اللام نحو----------صلوة الليل

مصنف اضافت معنوی کی تقسیم بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اضافت معنویہ تین قسم پر ہے۔

پہلی قسم اضافت لامیه: یہ اس وقت جب کہ مضاف الیہ نہ تو مضاف کی جنس سے ہو اور نہ مضاف کیلئے ظرف ہو جیسے غلام زید اس میں لام حرف جر مقدر ہوتا ہے اصل میں غلام لزید۔

دوسری قسم اضافت بیانیه : یہ اس وقت ہوگی جس وقت مضاف الیہ مضاف کی جنس ہو، جس پر وہ مضاف صادق آئے اس پر مضاف بھی صادق آئے جیسے خاتم فضة یہاں پر من بیانیہ مقدر ہوتی ہے اصل میں خاتم من فضة تھا۔

تیسری قسم اضافت فویه : اضافت اس وقت ہوگی۔ جبکہ مضاف الیہ ظرف ہو عام ازیں کہ ظرف زمان ہو یا ظرف مکان جیسے صلواة الليل یہاں پر فی حرف جر مقدر ہوا کرتا ہے

قولہ وفائدة هذه الاضافة ---- الی نكرة اضافت معنویه کی تقسیم کے بعد اضافت معنویہ کا فائدہ بتانا چاہتے ہیں، اضافت معنویہ کا فائدہ تعریف یا تخصیص ہوتا ہے اگر اسکی اضافت معرفہ کی طرف ہو تو تعریف کا فائدہ دیتی ہے یعنی مضاف معرفہ بن جاتا ہے جیسے غلام زید اور اگر اضافت نکرہ کی طرف ہو تو پھر یہ اضافت تخصیص کا فائدہ دیتی ہے جیسے غلام رجل۔

فائدہ بعض اسماء ایسے ہیں جن میں اسقدر ابہام ہوا کرتا ہے کہ جو معرفہ کی طرف مضاف ہونے کا باوجود معرفہ نہیں ہوا کرتے۔ جیسے لفظ غیر لفظ مثل لفظ شبه وغیرہ ان الفاظ کو متوغله فی الابہام کہا جاتا ہے۔

قولہ اما اللفظیه فهی ان تکون الی آخره اضافت معنویہ سے فراغت کے بعد اضافت لفظی کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔

اضافت لفظی کی تعریف: کہ اضافت لفظی وہ ہے جس میں مضاف صیغہ صفت کا ہو جو اپنے معمول یعنی اپنے فاعل یا مفعول بہ کی طرف مضاف ہو وهی فی تقدیر الانفصال اضافت لفظی معنی کے لحاظ سے تقدیر انفصال میں ہے یعنی اضافت اگر چہ اتصال کا تقاضہ کرتی ہے لیکن یہ اتصال بمنزل انفصال کے ہے اس لئے کہ عامل و معمول والے معنی جس طرح پہلے موجود تھے۔ اب بھی باقی ہیں اس اضافت نے معنی میں تبدیلی پیدا نہیں کی کہ یعنی جس طرح مجرور بالاضافت باعتبار معنیٰ کے مرفوع یا منصوب تھے فاعل اور مفعول ہونے کی بناء پر اسی طرح اب بھی ہیں تو گویا کہ سمجھیں کہ مجرور بالاضافت ہی نہیں۔

قولہ وفائدتها تخفیف فی اللفظ فقط اضافت لفظی کا فائدہ یہ ہے کہ وہ صرف لفظوں میں فائدہ دیتی ہے جس کی تین صورتیں ہیں۔

پہلی صورت: صرف مضاف میں تخفیف پیدا کرے گی جس سے تنوین اور نون تثنیہ گر جاتے ہیں۔ جیسے ضارب زید اصل میں ضارب تنوین کے ساتھ تھا اسی طرح ضاربا زید، ضاربو زید۔

دوسری صورت : تخفیف صرف مضاف الیہ میں ہوگی کہ مضاف الیہ سے ضمیر حذف ہو کر صیغہ صفت مضاف میں مستتر ہو جائے گی جیسے القائم الغلام اصل میں تھا القائم غلامه تو غلامه کی (ہ) ضمیر مضاف الیہ کو حذف کر کے اسے صیغہ صفت القائم میں مستتر کر دی گئی۔

تیسری صورت: تخفیف مضاف اور مضاف الیہ دونوں میں ہو جیسے حسن الوجه اصل میں تھا حسن وجهه تو مضاف سے تنوین حذف کی اور مضاف الیہ سے ضمیر کو حذف کیا۔

وجہ تسمیہ: چونکہ اضافت لفظی لفظوں میں فائدہ دیتی ہے۔ تو اس کو لفظ کی طرف منسوب کرتے ہوئے اضافت لفظی نام رکھ دیا اور اضافت معنوی کا فائدہ معنی میں ہوتا ہے۔ یعنی تعریف و تخصیص اسی وجہ سے اس کو معنی کی طرف منسوب کرتے ہوئے اضافت معنوی نام رکھ دیا۔ اضافت معنوی بمعنی لام کو اضافت لامیہ کہا جاتا ہے اور وہاں لام حرف جر مقدر ہوتا ہے اور اضافت بمعنیٰ فی کو اضافت فویہ اور ظرفیہ اور اضافت بمعنیٰ فی بھی کہا جاتا ہے اور اضافت معنویہ ب معنیٰ من کو اضافت منیہ اور اضافت بیانیہ کہا جاتا ہے۔

فائدہ اضافت معنوی باعتبار نسبت کے جو مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان مقدر ہوتی ہے۔ اس کی تین قسمیں ہیں حالانکہ عقلاً پانچ قسمیں بنتی ہیں۔ کیونکہ نسبت کی پانچ قسمیں ہیں۔ (۱) نسبت تباین۔ (۲) نسبت تساوی۔ (۳) نسبت اعم مطلق۔ (۴) نسبت اخص مطلق۔ (۵) نسبت عموم خصوص مطلق من وجہ لیکن تساوی کی طرف اور اسی طرح خاص کی عام کی طرف ممتنع تھی کیونکہ اضافت میں فائدہ نہیں ہوتا اسی وجہ سے اضافت معنوی کو تین اقسام میں منحصر کیا گیا ہے باقی رہی یہ بات کہ مساوی کی مساوی کی طرف اور خاص کی عام کی طرف اس سے فائدہ کیوں نہیں ہوتا وہ کافیہ کی شرح کاشفہ میں دیکھیے۔

قولہ واعلم انك اذا اضفت الاسم واسكنت اليا وفتحتها

مصنفؒ مضاف کیلئے کچھ ضوابط بیان کر رہے ہیں کیونکہ ماقبل میں صرف یہ حکم بیان تھا کہ اس سے تنوین اور الف لام کو حذف کر دیا جائے گا لیکن جب اسماء کی یاء متکلم کی طرف اضافت ہو تو پھر ان کیلئے اور بھی تغیر تصرف ہوتا ہے جسکے لئے پانچ ضوابط ذکر کر رہے ہیں۔

ضابطہ اولی: جس وقت اسم صحیح اور جاری مجریٰ صحیح کی اضافت یاء متکلم کی طرف کی جائے تو یاء کی مناسبت کی وجہ سے یاء کے ماقبل کسرہ کو دی جائے گی اور یاء کو ساکن پڑھنا بھی جائز ہے۔ اور یاء پر فتحہ پڑھنا بھی جائز ہے۔ ساکن تو اس لئے کہ سکون میں تخفیف ہے اور فتحہ اس لئے کہ یاء پر فتحہ پڑھنا بھی خفیف ہے۔ کیونکہ یہ فتحہ اخف الحرکات ہے، اسم صحیح کی مثال غلامی اور جاری مجریٰ صحیح کی مثال دلوی ظبیی اس کو غلامی دلوی، ظبیی۔ پڑھنا جائز ہے۔

قولہ وان کان فی آخر الاسم الفا کعصای ورحای خلافا۔

ضابطہ ثانیہ: کا بیان اگر اسم مضاف کے آخر میں الف ہو اور وہ یا متکلم کی طرف مضاف ہو۔ اور خواہ وہ الف تثنیہ کا ہو یا غیر تثنیہ کا تو الف کو ثابت رکھا جائے گا جیسے غلامای، عصای، لیکن قبیلہ ہزیل الف غیر تثنیہ کو یا کے ساتھ تبدیل کر کے ادغام کر دیتے ہیں۔ جب عصای، ورحای، کو عصی رحی پڑھتے ہیں۔

سوال تثنیہ کے الف کو یاء سے کیوں نہیں بدلتے۔

جواب تثنیہ کے الف اگر یاء سے بدل دیا جائے تو پھر غلامای سے غلامی پڑھا جائے گا اب حالت رفعی اور نصبی، جری میں التباس لازم آئے گا اس لئے بالاتفاق الف تثنیہ کا ہو تو اسے ثابت رکھا جائے گا۔

قولہ وان کان آخر الاسم یاء مکسور ما قبلها تقول فی قاضی

ضابطہ ثالثہ کا بیان اگر اسم مضاف کے آخر میں یاء ماقبل مکسور ہو اس کو مضاف کیا جائے یاء متکلم کی طرف تو دو حرف ایک جنس کے جمع ہونے کی وجہ سے یا کو یا میں ادغام کر دیا جائے گا اور دوسری یا پر فتحہ پڑھی جائے گی اس لئے تا کہ اجتماع ساکنین لازم نہ آئے جیسے قاضی جب اس کی اضافت کی یا متکلم کی طرف تو اس کو قاضی پڑھا جائے گا۔

قولہ وان کان آخره واوا مضموما ما قبلها۔

ضابطہ رابعہ: کا بیان اگر اسم مضاف کے آخر میں واو ماقبل مضموم جب اس کی اضافت یاء

متکلم کی طرف کی جائے تو اس میں یہ کریں کہ واو کو یا سے بدل دیں گے۔ قویل والے قانون سے مسلمی ہو جائے گا پھر دعی والے قانون سے یا کے ماقبل ضمہ کو کسرہ سے بدل دیا جائے گا تو مسلمی ہو جائیگا۔

قولہ وفی الاسماء الستته مضافة الی یاء المتکلم تقول اخی

ضابطه خامسه: اگر اسمائے ستہ مضاف ہوں تو پھر یہ تغیر و تصرف ہوگا کہ اب، اخ، هن ان کو یاء متکلم کی طرف مضاف کر کے ابی اخی هنی پڑھا جائے گا یعنی جو لام کلمہ حذف تھا اس کو واپس نہیں لایا جائے گا بلکہ اس کو نسیاً منسیاً قرار دیا جائے گا جس طرح کہ ید اور دم میں نسیاً منسیاً قرار دیا گیا ہے۔

لیکن مبرد اس حرف کو واپس لا کر ابی اخی پڑھتے ہیں۔ یعنی واو کو واپس لا کر پھر واو کو یا میں ادغام کر کے ابی اخی پڑھتے ہیں اور فی کے بارے میں بھی اختلاف ہے اکثر نحویوں کے نزدیک اس کو فی پڑھا جاتا ہے اور بعض نحوی اس کو فمی پڑھتے ہیں۔ جس سے پہلے فم کے بارے میں فائدہ جان لیں۔

فائدہ فم اصل میں فوہ تھا۔ جس پر دلیل اس کی جمع مکسر ہے افواہ ہے کیونکہ قاعدہ التصاغیر والتکاسیر تردان الشی الی اصله پھر ہا کو خلاف قیاس حذف کر دیا فوہ ہو گیا۔

پھر ہا کو خلاف قیاس حذف کر دیا گیا فو ہو گیا اب اس واو کو باقی رکھا جائے تو اس پر اعراب جاری ہوگا تو یہ واو متحرک ہو جائے گی پھر قال والے قانون سے ماقبل مفتوح ہونے کی وجہ سے الف سے بدل جائے گا پھر التقائے ساکنین کی وجہ سے الف گر جائے گا اور نون تنوین باقی رہ جائے گی اور لازم آئے گا اسم معرب کا ایک حرف پر باقی رہنا جو کہ جائز نہیں تھا اس لئے ان قوانین اور تغیر سے بچانے کے لئے واو کو میم سے بدل دیا کیونکہ واو اور میم دونوں قریب المخرج تھے پھر جس وقت اس کی اضافت کی جائے گی یاء متکلم کی طرف تو واو کے جو بدلنے کا سبب تھا وہ باقی نہیں رہا اس لئے واو کو واپس لایا جائے گا تو فوی ہو جائے گا تو پھر قویل قویلة والے قانون سے واو کو یا کر کے ادغام کر دیا جائے گا اور یاء کی مناسبت سے ماقبل کو کسرہ دی جائے گی تو فی ہو

جائے گا تو اب سمجھیں کہ جمہور نحات تو اس کو فی پڑھتے ہیں اور دلیل یہ ہی پیش کرتے ہیں کہ جو میم تھی وہ واو سے بدل کر آئی تھی اب چونکہ واو کے بدلنے کا سبب وہ زائل ہو گیا اس لئے میم کو دوبارہ واو سے بدل دیں گے اور واو کو یا کر کے ادغام کر دیا جائے گا اور بعض نحوی کہتے ہیں کہ جو واو میم سے بدل چکی ہے اب اس کو واپس نہیں لائیں گے بلکہ اسی طرح فم کو مضاف کر کے فمی پڑھا جائے گا۔

قولہ **وذو لا یضاف الی مضمر اصلا** سوال مقدار جواب ہے۔

سوال اسمائے ستہ کے بارے تم ضابطہ بتا رہے تھے کہ اسمائے ستہ یا متکلم کی طرف مضاف ہوتے ہیں لیکن آپ نے ذو کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ حالانکہ یہ بھی تو اسماء ستہ میں سے ہے۔

جواب ذو ضمیر کی طرف مضاف ہوتا ہی نہیں تو یاء متکلم کی طرف کیسے مضاف ہو سکتا ہے۔

سوال ذو ضمیر کی طرف مضاف کیوں نہیں ہوتا۔

جواب اس کی علت یہ ہے کہ ذو کی وضع ہے اس لئے کی گئی ہے کہ اس کے ذریعے اسمائے جنس کو اسمائے نکرہ کی صفت بنائی جائے اور یہ بات ظاہر ہے کہ ضمیر جنس نہیں ہوتی اس لئے ضمیر کی طرف مضاف نہیں ہو سکتا مثال کے طور پر کسی اسم جنس کو کسی رجل کی صفت بنائی جائے تو یوں کہا جائے گا رائیت رجلا ذا مال اور قام رجل ذومال۔

قولہ **قول القائل** سے ایک سوال کا جواب ہے۔

سوال آپ نے کہا ذو ضمیر کی طرف مضاف نہیں ہوتا حالانکہ شعر میں ہے انما یعرف ذالفضل من الناس ذووہ اس میں ضمیر کی طرف مضاف ہے۔

جواب یہ شاذ ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ لوگوں میں سے فضیلت والے کو فضیلت والا ہی پہچانتا ہے۔

قولہ **واذا قطعت هذا الاسماء.................وهن وفم**

جب اسمائے خمسہ مقطوع عن الاضافۃ ہوں تو لام کلمہ حذف ہو گا اور عین کلمہ پر اعراب جاری کیا جائے گا مفرد منصرف صحیح والا اعراب جاری ہو گا۔

قوله **وذو لا يقطع عن اضافة البتته** ذو کا باقی اسمائے خمسہ سے فرق بتارہے ہیں کہ ذو کیلئے قانون یہ ہے کہ کبھی بھی اضافت کے بغیر مستعمل نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ اور علت سابقہ ہے کہ اس کی وضع اسم جنس کو اسم نکرہ کی صفت بنانا اور مقطوع عن الاضافت ہو تو یہ خلاف وضع استعمال ہوگا جو کہ جائز نہیں اسکا فرق باقی اسمائے خمسہ سے دو طرح کا ہے۔

پہلا فرق: کہ یہ ذو ضمیر کی طرف مضاف نہیں ہوتا بخلاف باقی اسمائے خمسہ۔

دوسرا فرق: کہ یہ ذو مقطوع عن الاضافت ہو کر استعمال نہیں ہوتا بخلاف باقی اسمائے خمسہ کے۔

﴿بحث التوابع﴾

قوله **الخاتمة فی التوابع** مصنفؒ مقاصد ثلاثہ جن میں معمولات اصلیہ اور معربات اصلیہ کا بیان تھا اس کے فارغ ہونے کے بعد اب معمولات تبعیہ اور معربات تبعیہ کو بیان فرمارہے ہیں۔

قوله **اعلم ان التی مرت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ويسمى التابع**

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اسمائے معربہ کی دو قسمیں ہیں قسم اول اسمائے معربہ خواہ مرفوعات ہوں یا منصوبات ہوں یا مجرورات ان کا اعراب بالاصالت ہے۔

اعراب بالاصالت: کا مطلب یہ ہے کہ عامل رافع اور عامل ناصب اور عامل جار خود اس پر داخل ہو کر اس میں عمل و اثر کرتا ہو اور دوسرا قسم اسمائے معربہ خواہ مرفوعات یا منصوبات یا مجرورات ہوں۔ انکا اعراب بالتبع ہوتا ہے۔

اعراب بالتبع کا مطلب یہ ہے کہ عامل براہ راست تو ان پر عمل نہیں کرتا وہ عمل اس کے ما قبل والے اسم میں کرتا ہے پھر اس کے واسطے سے اس میں بھی عمل کرتا ہے یہاں تک ان اسماء معربہ کا ذکر تھا جن کا اعراب بالاصالت تھا اب ان اسماء کو ذکر کیا جارہا ہے جن کا اعراب بالتبع ہے۔

اوران اسماء معربہ کا نام توابع رکھا جاتا ہے لانہ یتبع ماقبلہ فی الاعراب۔

وجہ تسمیہ، اس کو تابع اس لئے کہا جاتا ہے کہ اپنے ماقبل والے اسم کے تابع ہوتا ہے اعراب یعنی رفع، نصب وجر میں۔

قولہ وھو کل ثان معرب باعراب سابقه من جهة واحدة،

میں ہر تابع وہ پچھلا کلمہ جو اپنے پہلے کلمے کے اعراب کے ساتھ معرب ہو دراں حالیکہ وہ اعراب ایک جہت سے ہو یعنی اگر پہلے کلمہ پر رفع ہے تو اس پر بھی رفع اگر اس پر نصب ہو تو اس پر نصب اگر جر ہو تو اس پر بھی جر اور نیز ان دونوں کا عامل اور سبب اعراب ایک ہو جیسے قام رجل عالم ورئیت رجلاً عالماً ومررت برجل عالم اس میں عالم اپنے موصوف کے تابع ہے پہلی مثال میں رفع ہے اور جہت اعراب بھی ایک ہے کہ دونوں پر فاعل ہونے کی وجہ سے رفع ہے دوسری مثال میں دونوں پر مفعول ہونے کی وجہ سے نصب ہے۔

قولہ والتوبع خمسة ---------------- وعطف البيان۔

توابع کی پانچ قسمیں ہیں۔ (۱) نعت (۲) عطف بالحروف (۳) تاکید (۴) بدل۔ (۵) عطف بیان۔

وجہ حصر: تابع دو حال سے خالی نہیں مقوی حکم ہوگا۔ یا نہیں اگر مقوی حکم ہو تو پہلا قسم یہ تاکید ہے اگر مقوی حکم نہیں تو پھر دو حال سے خالی نہیں مبین ہوگا یا نہیں اگر مبین ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں مشتق ہوگا یا نہیں اگر مشتق ہو تو دوسرا قسم صفت اگر نہیں تو یہ تیسرا قسم عطف بیان ہوگا اگر مبین نہیں تو پھر دو حال سے خالی نہیں حرف عطف ہوگا یا نہیں اگر عطف ہو تو چوتھا قسم عطف بالحرف ہوگا اور اگر نہیں تو پانچواں قسم بدل ہوگا۔

سوال تابع کی جمع توابع لانا غلط ہے کیونکہ تابع کی جمع تابعون آنی چاہیے تھی۔

جواب لفظ تابع وصفیت سے تبدیل ہو کر اسم بن چکا اور قاعدہ ہے کہ فاعل اسمی کی جمع فواعل آیا کرتی ہے لہذا تابع کی جمع توابع لانا درست ہوا۔

سوال توابع کی تعریف حروف اور فعل کے تابع پر صادق نہیں آتی جیسے ان ان اور ضرب

ضرب کیونکہ تعریف میں یہ کہا تھا کہ اس کا سابق اسم والا اعراب ہوگا۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ حرف اور فعل میں اعراب ہوتا ہی نہیں۔

جواب یہاں مطلق توابع کی بحث نہیں بلکہ مرفوعات اور منصوبات اور مجرورات کے توابع کو بیان کیا جارہا ہے۔ یعنی یہ اسماء توابع کی تعریف ہے۔

سوال یہ تابع کی تعریف پھر بھی درست نہیں اسلئے کہ جو دوسرا اور تیسرا تابع ہوگا اس پر صادق نہیں آتی۔

جواب اسی وجہ سے ہم نے تعریف کے اندر ثانی کا معنی پچھلا اور متاخر کیا ہے۔

﴿بحث صفت﴾

قولہ فصل النعت تابع بدل علی ---------- ویسمی صفة

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ نعت کی دو قسمیں ہیں۔

قسم اول: کی تعریف نعت وہ تابع ہے جو ایسے معنے پر دلالت کرے جو متبوع میں ہو جیسے جاء نی رجل عالم اس میں عالم تابع صفت ہے جو علم والے معنے پر دلالت کرتا ہے اور وہ علم والا معنی موصوف متبوع رجل میں موجود ہے اس پہلی قسم کا نام صفت بحال موصوف ہے۔

دوئم قسم: صفت وہ تابع ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو متبوع کے متعلق میں موجود ہو جیسے جاء نی رجل عالم ابوہ۔ اسمیں عالم صفت ایسے معنے پر دلالت کرتا ہے جو اس کے موصوف رجل میں نہیں بلکہ اس کے متعلق اب میں پائی جاتی ہے۔ اس صفت کو صفت بحال متعلقہ کہا جاتا ہے اور اس نعت کا دوسرا نام صفت بھی ہے۔

قولہ والقسم الاول یتبع متبوعه فی عشر ---------- والتاکید

نعت کے حکم کا بیان ہے قسم اول نعت بحالہ کا حکم یہ ہے کہ یہ اپنے متبوع کے موافق ہوگی دس چیزوں میں سے بیک وقت چار چیزوں میں۔ (۱) اعراب، (۲) تعریف وتنکیر، (۳) افراد وتثنیہ

جمع، (۴) تذکیروتانیث جیسے جاء نی رجل عالم، جاء نی رجلان عالمان ورجال عالمون الی آخرہ۔

قولہ القسم الثانی انما یتبع۔۔۔ ھذہ القریۃ الظالم اھلھا

قسم ثانی یعنی صفت بحالی متعلقہ کا حکم یہ ہے کہ یہ اپنے متبوع کے موافق ہوگی پانچ چیزوں میں سے بیک وقت دو چیزوں میں۔ (۱) اعراب، (۲) تعریف وتنکیر جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے من ھذا القریۃ الظالم اھلھا اس میں قریہ موصوف ہے الظالم صفت ہے ان میں دو چیزوں میں مطابقت ہے کہ (۱) اعراب میں کہ دونوں پر جر ہے (۲) دونوں معرفہ ہیں۔

سوال مصنف ماقبل کی مثالوں میں قرآن کی مثال نہیں دی لیکن اس مقام پر قرآن مجید کی مثال کیوں دی ہے اس میں کیا حکمت ہے۔

جواب کیونکہ طلباء کرام اس کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ دیکھیں القریۃ موصوف ہے الظالم صفت ہے۔ اور موصوف اور صفت میں تذکیروتانیث میں مطابقت کا ہونا ضروری ہے یہاں نہیں ہے تو مصنفؒ یہ آیت کا حصہ ذکر کر کے بتادیا یہ قسم ثانی ہے قسم اول نہیں لہذا یہاں صرف دو چیزوں میں مطابقت ضروری ہے تذکیروتانیث میں نہیں۔

قولہ فائدۃ النعت التخصیص۔۔۔۔۔۔۔۔ان کانا معرفتین

صفت کے فوائد کا بیان صفت کا۔

پہلا فائدہ یہ ہے کہ اگر موصوف صفت دونوں نکرہ ہوں تو صفت تخصیص کا فائدہ دیتی ہے اور تخصیص کا معنی تقلیل الاشتراک فی النکرات یعنی نکرہ کے افراد میں کمی ہوجایا کرتی ہے جیسے جاء نی رجل عالم، عالم کا رجل کی صفت بننے سے رجل کے افراد کم ہوگئے اس سے جاہل نکل گئے اگر دونوں معرفہ ہوں تو توضیح کا فائدہ دیتی ہے تو توضیح کی تعریف رفع الاجمال فی المعارف معرفہ کے اجمال کو دور کر دینا جیسے جاء نی زید العالم تو العالم کی صفت سے زید میں جو اجمال تھا یعنی پتہ نہیں کون سا زید آیا ہے تو وہ ابہام دور ہوگیا۔

دوسرا فائدہ: کہ نعت مدح اور ثنا کے لئے آتی ہے جیسے بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

تیسرا فائدہ : کہ یہ مذمت کے لئے آتی ہے اعوذ با اللہ من الشطان الرجیم یہ رجیم ہوشیطان کی صفت سے محض مذمت مقصود ہے۔

چوتھا فائدہ: تاکید کے لئے آتی ہے جیسے نفخة واحدة میں کیونکہ نفخة کی تاء سے وحدت مفہوم ہورہی تھی تو لفظ واحدة نے اس وحدت والے معنے میں تاکید پیدا کردی ہے۔

فائدہ یہ صفت مدح اور مذمت والے معنے پر اس وقت دلالت کرے گی جب مخاطب اور سامع کو اس موصوف کے بارے میں علم ہو کہ وہ موصوف اس صفت کے ساتھ متصف ہے جیسے بسم اللہ الرحمن الرحیم مصنفؒ کو علم ہے کہ اللہ رب العزت رحمان اور رحیم کی صفت کے ساتھ متصف ہے تو یہ صفت مدح بنے گی۔

فائدہ نعت چونکہ پہلے دو فائدے کیلئے کثیر الاستعمال تھی اور آخری تین فائدوں کے لئے قلیل الاستعمال تھی اس لئے مصنفؒ نے آخر تین پر لفظ قد لاکر قلت بتادی کے پہلے دو فائدے زیادہ تر نعت سے مقصود ہوتے ہیں اور آخری تین فائدے قلیل استعمال ہوتے ہیں۔

قولہ واعلم ان النكرة توصف--------------قام ابوه

مصنف نعت کی تعریف اور حکم اور فوائد بیان کرنے کے بعد دو ضابطے بیان کرنا چاہتے ہیں

پہلا ضابطہ: نکرہ کی صفت جملہ خبریہ لائی جاسکتی ہے البتہ جملہ کی صفت واقع ہونے کے لئے تین شرطیں ہیں۔ (۱) ایک شرط موصوف کیلئے اور دو شرطیں جملے کے لئے، موصوف کے لئے شرط کہ وہ نکرہ ہو اور جملہ کے لئے کہ پہلی شرط یہ ہے کہ جملہ خبریہ ہو دوسری شرط کہ اس میں رابط موجود ہو اور جملہ خبریہ میں تعمیم ہے کہ جملہ خبریہ اسمیہ بھی صفت بنتا ہے جیسے مررت برجل ابوه عالم رجل موصوف ہے اور ابوه عالم جملہ اسمیہ صفت ہے اور اسی طرح نکرہ کی صفت کی جملہ فعلیہ خبریہ بھی بنتا ہے جیسے مررت برجل قام ابوه اسمیں رجل کی صفت قام ابوه جملہ فعلیہ ہے۔

سوال جملہ کی صفت ہونے کے لئے تین شرطیں کیوں لگائیں اس میں کیا فائدہ اور حکمت ہے۔

جواب چونکہ جملہ نکرے کے حکم میں ہوتا ہے اور ماقبل میں تم ضابطہ پڑھ چکے ہو کہ موصوف اور صفت کے درمیان تعریف و تنکیر میں مطابقت ضروری ہوتی ہے اسی لئے جب جملہ نکرہ ہوا تو اس کا موصوف بھی نکرہ ہونا چاہیے اور جملہ کے ساتھ خبریہ شرط اس لئے لگائی کہ صفت بمنزل خبر اور محکوم بہ کے ہوتی ہے اور جس طرح خبر اور محکوم بہ جملہ انشائیہ نہیں ہوسکتا اس طرح موصوف کی صفت بھی جملہ انشائیہ نہیں ہوسکتی اور تیسری شرط رابط والی ہم نے اس لئے لگائی جملہ مستقل بنفسہ ہوا کرتا ہے جو غیر کے ساتھ تعلق کا تقاضہ نہیں کرتا اسی وجہ سے اسکا موصوف کے ساتھ تعلق اور ربط جوڑنے کے لئے رابط اور عائد کو لانا ضروری ہوتا ہے۔

قولہ والمضمر لا یوصف ولا یوصف به

ضابطہ ثانیہ: کا بیان ہے کہ ضمیر نہ موصوف واقع ہوتی ہے نہ صفت۔

سوال اس ضابطے کی کیا دلیل ہے۔

جواب موصوف تو اس لئے نہیں واقع ہوتی یہ اعرف المعارف ہے جس کیلئے توضیح کی ضرورت نہیں جبکہ صفت سے مقصود توضیح ہوتی ہے۔ لہذا جب فائدہ نہیں تو ضمیر موصوف واقع نہیں ہوگی۔

اور اسی طرح ضمیر صفت بھی واقع نہیں ہوتی اس لئے وہ معنی متبوع پر دلالت نہیں کرتی بلکہ وہ ذات پر دلالت کرتی ہے حالانکہ وصف کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ ایسے معنی پر دلالت کرے جو متبوع میں پائے جاتے ہوں واللہ اعلم وعلمه اتم واحکم۔

﴿بحث عطف بالحرف﴾

فصل العطفبالحروف تابع ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ عطف النسق

توابع کادوسرا قسم عطف بالحرف کو بیان فرمارہے ہیں۔عطف کالغوی معنی مائل کرنا۔

تعریف عطف بالحرف: وہ تابع ہے کہ جس کی طرف اس چیز کی نسبت کی جائے جو اس کے متبوع یعنی معطوفعلیہ کی طرف کی گئی ہو۔اور دونوں اس نسبت سے مقصود ہوں اور اس کا دوسرانام عطف النسق بھی ہے۔

سوال یہ تعریف جامع نہیں اس لئے کہ ان معطوفات پر صادق نہیں آتی جو چھ حروف میں سے کسی حرف کے بعد ہوں وہ چھ حروف یہ ہیں۔ بل، لا، لکن، ام، اما، اوْ کیونکہ ان میں مقصود بالنسبت تابع اور متبوع میں سے ایک ہوا کرتا ہے دونوں نہیں۔

جواب متبوع مقصود بالنسبت ہونے کا مقصد یہ ہے کہ اس کو تابع کے ذکر کے لئے تمہید کے طور پر ذکر نہ کیا گیا ہو اور تابع مقصود بالنسبت سے مراد یہ ہے کہ تابع متبوع کیلئے مثل فرع کے نہ ہو اور یہ بات ظاہر ہے جو ان حروف ستہ کے بعد معطوف اور معطوف علیہ ہوتے ہیں اس میں معنی مذکور کے اعتبار سے دونوں مقصود بالنسبت ہوا کرتے ہیں۔ وجہ تسمیہ عطف کا معنی مائل کرنا چونکہ حرف عطف اپنے مابعد کو ماقبل کے حکم کے طرف مائل کردیتے ہیں اس لئے ان کا نام عطف بالحرف رکھ دیا گیا عطف النسق اس لئے کہتے ہیں کہ نسق کا معنی ہے ترتیب دینا اور یہ بھی چونکہ بعض جگہوں میں معطوف، معطوف علیہ کے درمیان ترتیب بتانے کے لئے آیا کرتے ہیں اس لئے اس کا نام عطف النسق رکھ دیا گیا ہے۔

قولہ وشرطه ان یکون بینه ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ انشاء الله تعالیٰ

عطف بالحرف کے لئے شرط کا بیان ہے۔معطوف بالحرف تابع اور متبوع کے درمیان حروف عطف میں سے ایک کا ہونا ضروری ہے تابع کو معطوف کہتے ہیں بمعنی عطف ڈالا ہوا اور متبوع کو معطوف علیہ کہتے بمعنیٰ اس پر عطف ڈالا ہوا جیسے قام زید وعمر اس میں زید وعمر دونوں

مقصود بالنسبت ہوتے ہیں دونوں کے لئے قیام ثابت ہے اور حروف عطف دس ہیں۔
واو، فا، ثم، حتیٰ، او، اما، ام، لا، لکن، بل۔ جن کی تفصیل انشاء اللہ تیسری قسم میں آئے گی۔

قولہ واذا عطف علی الضمیر المرفوع ۔۔۔۔۔۔۔۔ الیوم زید

مصنف عطف بالحروف کیلئے چند ضوابط بیان کرنا چاہتے ہیں اور اس عبارت میں۔

ضابطہ اولی: کا بیان ہے کہ جب ضمیر مرفوع متصل پر عطف ڈالنا ہو خواہ وہ ضمیر متصل بارز ہو یا مستتر تو اس وقت اس ضمیر کی تاکید لانا ضمیر منفصل کے ساتھ واجب ہوتی ہے جیسے ضربت انا وزید اب زید کا عطف ڈالنا تھا ضربت کی ت ضمیر مرفوع متصل پر اس لئے ضمیر مرفوع متصل کی تاکید اِنَ کے ساتھ لائی گئی ہے۔

سوال اس ضابطے کی کیا دلیل ہے۔

جواب ضمیر مرفوع متصل لفظا اور معنا فعل کی جز ہوا کرتی ہے اور معطوف ہمیشہ کلمہ مستقل ہوا کرتا ہے اگر معطوف کا عطف بغیر تاکید کے کر دیا جائے تو لازم آئے گا کلمہ مستقل کا عطف جزء کلمہ پر جو کہ جائز نہیں الا اذا فصل ہاں اگر فاصلہ ہو جائے معطوف، معطوف علیہ کے درمیان تو پھر تاکید لانا واجب نہیں بلکہ وہی فاصلہ قائم مقام تاکید کے بن جائے گا جیسے ضربت الیوم زید اس میں الیوم کا فاصلہ آ گیا۔

سوال مصنف نے ضمیر کے ساتھ مرفوع کی قید لگائی ہے تو منصوب اور مجرور پر عطف کی کیا صورت ہوگی۔

جواب ضمیر منصوب اور مجرور پر بغیر تاکید کے عطف جائز ہے جیسے ضربتك وزیداً اور ومامررت بك وبزید۔

قولہ واذا عطف علی الضمیر المجرور ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ وبزید

ضابطہ ثانیہ کا بیان کہ ضمیر مجرور پر عطف کیا جائے تو اس وقت معطوف پر حرف کا جر کا اعادہ واجب ہوا کرتا ہے۔

سوال اس ضابطے کی کیا دلیل اور علت ہے۔

جواب ضمیر مجرور شدت اتصال کی وجہ سے وہ جار کا جزء بن چکی ہے لہذا اگر بغیر حرف جار کے اعادہ کے عطف جائز نہ ہوگا۔

پیدا ہو جائیگی شدت اتصال کی وجہ سے حرف جار کا جز بن چکی ہے لھذا اگر بغیر حرف جر کے عطف ڈالا جائے گا تو لازم ہے بعض کلمہ مستقل کا جز کلمہ پر عطف جو کہ جائز نہیں۔

فائدہ ضمیر مجرور پر عطف ڈالنے کے لیے حرف جار کا اعادہ کا وجوب حرف جار کا اعادہ کرنا یہ بصرین کا مذہب ہے۔مگران کے ہاں بھی ضرورت کے وقت بغیر اعادہ کے بھی جائز ہے اور جبکہ کوفین کے نزدیک صرف جار کا اعادہ واجب نہیں بلکہ ترک بھی جائز ہے

قولہ ان المعطوف فی حکم المعطوف علیه ایضاً

ضابطه ثالثه: جس کا حاصل یہ ہے کہ معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے یعنی جو چیز معطوف علیہ کے لیے جائز ہوگی وہ معطوف کیلئے بھی جائز ہوگی اور جو معطوف علیہ کے لیے ممتنع ہو گی وہ معطوف کے لیے بھی ممتنع ہوگی مصنف اس کو یوں تعبیر فرما رہے ہیں کہ معطوف علیہ جو چیز بنے گی تو معطوف بھی وہ چیز بنے گی مثلاً معطوف علیہ صفت بنتی ہے کسی شے کے لیے تو معطوف بھی صفت بنے گی اسی طرح اگر معطوف علیہ خبر بنتی ہے تو معطوف بھی خبر بنے گی اس طرح اگر معطوف علیہ اگر صلہ ہے تو معطوف بھی صلہ بنے گی اور اسی طرح اگر معطوف علیہ اگر حال تو معطوف بھی حال بنے گا۔

قولہ والضابطه فیه ا نه حیث جاز العطف ۔۔۔وحیث لا فلا

ضا بطه رابعه: جس کا حاصل یہ ہے کہ کن کن مقامات پر معطوف اپنے معطوف علیہ کے تا بع ہوتا ہے اس کے لیے قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس جگہ معطوف اپنے معطوف علیہ کی جگہ ٹھر سکتا ہو وہا ں عطف بھی جائز ہوگا اور جہاں معطوف اپنے معطوف کی جگہ نہ ٹھر سکتا ہو یعنی کوئی خرابی لازم آتی ہو تو وہاں عطف جائز نہیں ہوگا۔یہ ضابطہ حقیقت میں اس پہلے ضابطے پر متفرع ہے۔اسلئے کہ جو چیز کسی چیز کے قائم مقام ہوا کرتی ہو وہ اس کا حکم رکھا کرتی ہے۔لہذا معطوف اپنے معطوف علیہ کا حکم لیا کرتا ہے۔

قولہ **والعطف علی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔لا یجوز مطلقا عند سیبویہ**

ضابطہ خامسہ: ایک حرف عطف کے ذریعے دو عامل مختلف کے دو معمولوں پر دو اسموں کا عطف ڈالنا جائز ہے یا نہیں جسمیں تین مذہب ہے۔

پہلا مذہب: جمہور کے نزدیک ایک شرط کے ساتھ جائز ہے کہ جب معطوف علیہ مجرور ہو اور مقدم ہو مرفوع اور منصوب پر۔ مثال فی الدار زید والحجرۃ عمرا اس مثال میں الدار مجرور معطوف علیہ ہے اور الحجرۃ مجرور معطوف ہے اور زید معطوف علیہ مرفوع ہے اور اس کا معطوف عمر بھی مرفوع ہے پہلے معطوف علیہ یعنی الدار کا عامل حرف جار ہے اور دوسرا معطوف علیہ یعنی زید اس کا عامل معنوی ہے تو عاملین مختلفین کے معمولین پر ایک حرف عطف کے ذریعے عطف ڈالا گیا ہے کہ حجرہ کا دار پر اور عمر کا زید پر یہ جائز ہے کیوں کہ اس میں مجرور مقدم ہے مرفوع پر۔

دوسرا مذہب: فرانحوی کہ نزدیک مطلقاً جائز ہے خواہ مجرور مقدم ہو یا نہ ہو۔

تیسرا مذہب: سیبویہ کا ہے اس کے نزدیک مطلقا جائز نہیں خوا مجرور مقدم ہو یا نہ ہو۔ اور اس جیسی مثالوں میں وہ تاویل کرتے ہیں کہ معطوف میں حرف جار فی مقدر ہے تقدیر عبارت یوں ہوگی فی الدار زید وفی الحجرۃ عمرو ۔تو اس صورت میں یہ عطف الجملہ علی الجملۃ کے قبیل سے ہوگا۔

﴿بحث التاکید﴾

قولہ **فصل التاکید تابع یدل ۔۔۔۔فرد من افراد المتبوع**

مصنف توابع کے تیسرا قسم تاکید کو بیان کیا ہے تاکید وہ تابع ہے جو سامع کے نزدیک متبوع کی حال کو پختہ اور ثابت کردے فی مانسب الیہ اس چیز کے بارے میں جو متبوع کی طرف نسبت کی گئی ہے یا اس بات پر دلالت کریں کہ وہ حکم افراد متبوع میں سے ہر ہر فرد کو شامل ہے۔

فائدہ تاکید کے اغراض یہ ہے کہ تاکید کو اسلیے لایا جاتا ہے تاکہ سامع کی غفلت دور کردی جائے کہ شاید متبوع کو اس نے سنا ہی نہ ہو یا سنا تو ہو لیکن غلط سمجھ لے اور کبھی تاکید اس غرض سے ذکر

کی جاتی ہے کہ سامع متکلم کے بارے میں غلطی کا گمان نہ کرلے یعنی متکلم کو بولنا تو کچھ اور تھا لیکن غلطی سے متبوع بول دیا۔

خلاصہ تاکید کو ذکر کیا جاتا ہے تاکہ مجاز اور سہو اور غفلت کا احتمال ختم ہو جائے۔ تقریر متبوع فی النسبت کی مثال۔ جیسے قام زید زید اگر صرف قام زید کہا جاتا تو اس میں احتمال تھا شاید زید نہ کھڑا ہو اس کا لڑکا کھڑا ہو یا اسکا غلام کھڑا ہو یا قیام کی نسبت زید کی طرف بھول کر غلطی سے ہو یا مجاز کی طور پر ہو گئی ہو لیکن جس وقت قام زید کے ساتھ دوسرا زید ذکر کر دیا جائے گا تو سب احتمال ختم ہو گئے اور نسبت متبوع یعنی پہلے زید کی طرف جو نسبت تھی وہ محقق اور ثابت ہو جائیگی اور شمول حکم کی مثال جاء نی القوم کلھم لفظ قوم اگرچہ سو افراد کو شامل ہے مگر کبھی کبھی اکثر افراد پر قوم کا لفظ بولا جاتا ہے لیکن لفظ کلھم کے ذکر کرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ قوم کے تمام افراد مراد ہیں بعض نہیں۔

قولہ والتاکید علی قسمین لفظی ---------- جاء جاء زید

تاکید کی تقسیم کا بیان تاکید کی دو قسمیں ہیں (۱) لفظی (۲) معنوی تاکید لفظی کہ لفظ اول کو مکرر لانے سے حاصل ہوتی ہے خواہ وہ اسم ہو یا فعل ہو یا حرف ہو یا جملہ ہو یا مرکب ہو جیسے جاء نی زید زید اور فعل کے مکرر لانے کی مثال قام قام زید حرف کے مکرر لانے کی مثال ان ان زیدا قائم یہ دوسرا لفظ تاکید ہوگا اور جاء زید جاء زید یہ جملہ فعلیہ کی تاکید کی مثال اور جملہ اسمیہ کی مثال زید قائم زید قائم اور مرکب توصیفی کی مثال ھذا رجل عالم رجل عالم اور مرکب اضافی کی مثال ھذا غلام زید غلام زید۔

قولہ ومعنوی بالفاظ معدودۃ اور تاکید معنوی کے لیے چند الفاظ مخصوص ہے۔ وہ یہ ہے نفس اور عین اور کلا اور کلتا اور کل اور اجمع اکتع ابصع اور عند البعض لفظ جمیع لفظ عامہ ہے۔ بمنزلہ کل کے ہو کر یہ بھی تاکید معنوی کے لیے استعمال ہوتے ہے۔

قولہ وھی النفس والعین للواحد ---------- الصیغہ والضمیر

تاکید معنوی کی الفاظ کیلئے حکم کا بیان کہ تاکید معنوی میں سے لفظ نفس اور عین عام ہے مفرد اور تثنیہ

اور جمع سب کی تاکید کے لیے آتے ہیں البتہ ان میں متبوع کے لحاظ سے صیغہ اور ضمیر بدلتی رہے گی اگر متبوع واحد ہے تو صیغہ بھی واحد اور ضمیر بھی واحد اور اگر متبوع تثنیہ ہے تو صیغہ بھی تثنیہ اور ضمیر بھی اسی طرح اگر وہ جمع ہے تو یہ بھی جمع اور ضمیر بھی جمع اگر وہ مذکر ہے تو یہ بھی مذکر اگر وہ مؤنث ہے تو یہ بھی مؤنث ہوگی۔ مثال۔ جاء نی زید نفسہ متبوع زید مفرد مذکر ہے تو صیغہ بھی اور ضمیر بھی مفرد لائی گئی ہے۔ الزیدان نفسھما ونفسھما اور زیدون انفسھما البتہ یاد رکھیں کہ متبوع اگر تثنیہ ہو تو لفظ نفس اور عین کی تثنیہ لانے میں اور نہ لانے میں اختلاف ہے۔

جمہور کے نزدیک جمع کا صیغہ لایا جائے گا اس قاعدہ کی بنا پر کہ تثنیہ کی اضافت تثنیہ کی طرف جائز نہیں۔

عند البعض تثنیہ کا صیغہ بھی لانا جائز ہے تو وہ جاء نی زیدان نفساھما پڑھیں گے اور جمہور کے نزدیک جاءنی زیدان انفسھما پڑھیں گے۔

قولہ وکلا وکلتا للمثنی خاصتہ ---------- کلتا ھما

تاکید معنوی کے الفاظ میں سے کلا اور کلتا کا حکم یہ ہے کہ یہ خاص ہیں تثنیہ کے ساتھ صرف تثنیہ کے تاکید کے لیے آتے ہے کلا تثنیہ مذکر کے لیے اور کلتا تثنیہ مؤنث کے لیے آتا ہے اور تثنیہ سے مراد عام ہے کہ تثنیہ اصطلاحی ہو جیسا کے ان امثلہ میں ہے یا مفرد ہو بواسطہ حرف دونوں پر دلالت کرتا ہو۔ جیسے قاما زید وعمرو کلاھما اور کلا اور کلتا کی ضمیر بھی بدلتی رہے گی لیکن غائب اور متکلم اور مخاطب کے اعتبار سے ہے جیسے قاما الرجلان کلاھما اور جیسے قمتما کلاکما قمنا کلانا۔

قولہ وکل ابتع وابصع ---------- والصیغۃ فی البوقی

یہ پانچ الفاظ غیر تثنیہ کے تاکید کے لیے آتے ہیں یعنی مفرد اور جمع کی تاکید کے لیے آتی ہے عام ازیں کہ مذکر ہو یا مؤنث البتہ ان میں فرق یہ ہے کہ لفظ کل میں تو متبوع کے اعتبار سے ضمیر بدلتی رہے گی یعنی متبوع مفرد مذکر ہے تو کل کے مضاف الیہ کی جو ضمیر ہے وہ مذکر مفرد اگر اور وہ جمع تو یہ بھی جمع لیکن باقی چار الفاظ ان میں صیغہ بدلے گا ضمیر نہیں لفظ کل میں صیغہ نہیں بدلتا تھا ضمیر بدلتی ہے اور ان میں صیغہ بدلتا ہے۔ جیسے مفرد مذکر کیلیے ابتع ابصع اجمع اکتع. معنی انکا تمام والا ہے اور

واحد مؤنث کے لیے کتعی بتعی بصعی جمعی ہے۔اور جمع مذکر عاقل کیلئے اکتعون ابتعون ابصعون اجمعون اور جمع مؤنث عاقل اور غیر عاقل کے لیے جمع کتع بتع بصع۔

قولہ وإذا ردت تاكيد الضمير ---- نحو ضربت انت نفسك

تاکید کی تعریف اور اقسام کے فراغت کے بعد چند ضوابط کا بیان۔

ضابطہ اولیٰ: جب ضمیر مرفوع متصل کی تاکید لفظ نفس اور عین کے ساتھ لائی ہو تو اس ضمیر کی تاکید ضمیر منفصل کے ساتھ لانا واجب ہوتا ہے جیسے ضربت انت نفسك نفس تاکید ہے ضربت کی ضمیر مرفوع متصل کے لیے تو اسلیے اس ضمیر کی تاکید ضمیر منفصل کے ساتھ لائی گئی ہے جو کہ انت ہے۔

سوال اس ضابطہ کی علت اور دلیل کیا ہے۔

جواب اگر ضمیر متصل کی تاکید منفصل کے ساتھ نہ لائی جائے تو بعض مقامات پر تاکید کا التباس فاعل کے ساتھ لازم آتا ہے جیسے زید اکرمنی نفسہ اور یہاں تاکید نہیں لائی گئی تو اس میں التباس ہوا کہ نفس فاعل ہے یا ضمیر مستتر فاعل ہے تو اس التباس سے بچنے کیلیے یہ ضابطہ مذکورہ ہے۔ بنادیا گیا ہے

سوال یہ علت اور دلیل صرف ضمیر مستتر میں جاری ہوتی ہے اور ضمیر بارز میں نہیں اسلئے وہاں التباس کا خطرہ نہیں تو وہاں پھر تاکید کیوں واجب ہے

جواب طرداً اللباب۔

فائدہ ضمیر کیساتھ مرفوع کی قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ ضمیر مجرور اور منصوب کی تاکید لفظ نفس اور عین کے ساتھ بغیر تاکید ضمیر منفصل کے جائز ہے جیسے ضربتك نفسك مررت بك نفسك۔

قولہ ولا يوء كد بكل واجمع ---- اكرمت العبد كله

ضابطہ ثانیہ : کل اور اجمع کیساتھ ان چیزوں کی تاکید لائی جاتی ہے جن کے تحت کئی اجزاء اور ابعاض نکل سکتے ہو یعنی ان کا افتراق اور جدا ہونا صحیح ہو خواہ وہ افتراق حقیقی ہو جیسے لفظ قوم

میں کئی افراد ہیں جو جدا ہو سکتے ہیں افتراق حکمی ہو یعنی جسکے حقیقتاً ابعاض اور افتراق نہیں ہو سکتے لیکن حکماً ہو سکتے ہوں مثال کے طور پر۔ غلام جس کے حقیقتاً ابعاض اور افتراق اور اجزاء نہیں ہو سکتے لیکن ملکیت کے اعتبار سے ہو سکتے ہے کہ جیسے پورا غلام ملکیت میں ہو نصف غلام ملکیت میں ہو چوتھائی غلام ملکیت میں ہو۔ لیکن اکرمت العبد کلہ کہنا غلط ہے کیوں کہ اسمیں افتراق نہ حقیقی ہے اور نہ حکمی ہے کیوں کہ اکرام کے اجزا نہیں بن سکتے۔

قولہ واعلم ان اکتع وابتع اتباع---- ولا ذکرھا بدونہ

ضابطہ ثالثہ: اکتع ابتع ابصع ان چار الفاظ کا ذکر اجمع کے تابع ہونے کی حثیت سے ہوا کرتا ہے۔ باالاصالت نہیں ہوتا تو لہذا تابع ہونیکی وجہ نہ سے یہ اجمع پر نہ مقدم ہو سکتے ہیں اور نہ ہی اجمع کے بغیر ذکر ہو سکتے ہے۔

سوال اس ضابطہ کی علت کیا ہے۔

جواب اس کی وجہ یہ ہے کہ ان تین کلمات کی دلالت جمیعت والی معنی پر ظاہر نہیں جبکہ اجمع کی دلالت واضح اور ظاھر ہے اور بغیر اجمع کی ان کا ذکر اس لیے نہیں ہو سکتا کہ لازم آئے گا تابع کا ذکر بغیر متبوع کے اور مقدم اس لیے نہیں ہو سکتے کہ لازم آئیگا تابع کا مقدم ہونا متبوع پر یہ بالکل جائز نہیں۔

﴿بحث البدل﴾

قولہ فصل تابع ینسب الیہ --------------- دون متبوعہ

توابع میں سے چوتھا قسم بدل کا بیان ہے بدل وہ تابع ہے جس چیز کی نسبت اس کے متبوع کی طرف کی گئی ہو بعینہ اسی چیز کی نسبت تابع کی طرف کی گئی ہو اور مقصود نسبت سے تابع ہو اور متبوع کا ذکر محض توطیہ اور تمہید کیلئے ہو۔ جیسے جاءنی زید اخوک زید متبوع مبدل منہ ہے اور اخوک بدل ہے اور اب مجئیتہ کی نسبت دونوں کی طرف ہے لیکن مجئیتہ کی نسبت سے مقصود اخوک ہے اور زید کی نسبت محض توطیہ اور تمہید کیلئے ہے

قولہ **واقسام البدل اربعۃ بدل الکل من الکل ۔**

وجہ حصر: بدل دو حال سے خالی نہیں اس منہ کا مدلول اور مبدل منہ کا مدلول اور مصداق ایک ہوگا یا نہیں اگر ایسے ہے تو یہ پہلا قسم بدل الکل من الکل ہوگا اگر نہیں تو اس کا مدلول مبدل کے مدلول کا بعض ہوگا یا نہیں اگر بعض ہوں تو یہ دوسرا قسم بدل بعض ہے۔ دوسرا قسم اگر بدل اور مبدل منہ کے درمیان کلیۃ اور جزیت کے تعلق علاوہ دوسرا کوئی تعلق ہو تو یہ تیسرا قسم بدل اشتمال ہے اور اگر کوئی تعلق نہ ہو تو یہ بدل الغلط ہے۔

پہلا قسم : بدل کل وہ تابع ہے جس کا مدلول بعینہ متبوع کا مدلول ہو یعنی جس پر متبوع کی دلالت ہو بعینہ اس پر بدل بھی دلالت کرتا ہو جیسے جاءنی زید اخوک اس میں لفظ زید کی جس ذات پر دلالت ہے اس پر بعینہ اخوک کی بھی دلالت ہے یعنی دونوں کا مصداق ذات واحد ہے۔

دوسرا قسم : بدل بعض۔ بدل بعض وہ تابع ہے جو متبوع کے بعض پر دلالت کرے یعنی وہ متبوع کا جز ہو جیسے ضربت زیداً رءسہ اس میں رءسہ بدل بعض ہے جو اپنے متبوع زید کے بدن کے اجزا میں سے ایک جز ہے۔

تیسرا قسم : بدل اشتمال ہے بدل اشتمال وہ تابع ہے جس کا مدلول متبوع کے متعلق ہوں جیسے سلب زید ثوبہ اسمیں ثوبہ بدل اشتمال ہے جو نہ تو اپنے متبوع زید کا کل ہے نہ اس کا جز بلکہ اس کے متعلقات میں سے ہے۔

چوتھا قسم : بدل غلط۔ بدل غلط وہ تابع ہے جو غلطی کے بعد ذکر کیا جائے جیسے جاءنی زید جعفر ورایت رجلاً حماراً متکلم کی زبان سے غلطی سے جاء کے نکلنے کے بعد زید کا ذکر آ گیا لیکن پھر یاد آنے پر اس نے جعفر کو ذکر کر دیا اور غلطی کو دور کیا تو جعفر بدل غلط بنے گا اسی طرح اس نے رایت حماراً کہنا تھا لیکن زبان سے نکل گیا رجلا تو یہ حماراً بدل غلط ہوگا۔

قولہ **والبدل ان کان نکرۃ من معرفۃ ---- یجب عکسہ**

ضابطہ : بدل اور مبدل منہ کی چار صورتیں ہیں (۱) دونوں معرفہ ہوں جیسے قرآن مجید میں ہے الی صراط العزیز الحمید اللہ الذی الخ (۲) دونوں نکرہ ہوں جیسے ان للمتقین مفا

زأحدا ئق واعنا باً (۳) مبدل منہ نکرہ ہواور بدل معرفہ ہو جیسے الی صراط مستقیم صراط الله (۴) مبدل منہ معرفہ ہواور بدل نکرہ ہو پہلی تین صورتیں صحیح ہیں چوتھی صورت کے صحیح کرنے کیلیے شرط یہ ہے کہ بدل نکرہ کی صفت لائی جائے جیسے بالناصیۃ ناصیۃ کاذبۃ خاطئۃ اس میں الناصیۃ معرفہ مبدل منہ ہے اور ناصیۃ بدل نکرہ ہے تو اس کے لیے صفت لائی گئی ہے کاذبۃ خاطئۃ۔

سوال اس کی کیا وجہ ہے کہ پہلی تین صورتوں میں کوئی شرط نہیں لگائی گئی چوتھی صورت میں بدل نکرہ کیلیے شرط صفت کی لگائی گئی ہے۔

جواب آپ نے ماقبل میں پڑھ لیا ہے کہ بدل مقصود بالنسبت ہوا کرتا ہے تو اسکو مبدل منہ سے اقوی یا مساوی ہونا چاہیے اور یہ بات ظاہر ہے کہ چوتھی صورت میں مبدل منہ معرفہ اور بدل نکرہ ہے تو اس کو معرفہ کے قریب لانے کے لیے نکرہ مخصصہ کی شرط لگائی گئی ہے۔

﴿بحث عطف البیان﴾

قولہ وعطف البیان تابع غیر صفة یوضح متبوعه

توابع میں سے پانچواں قسم عطف بیان ہے عطف بیان وہ تابع ہے جو باوجود صفت نہ ہونے کے اپنی متبوع کی وضاحت کرے صفت نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح صفت اس معنی پر دلالت کرتی ہے جو متبوع کی ذات میں یا متعلق میں پائی جاتی ہے۔ اس طرح عطف بیان دلالت نہیں کرتا۔

قولہ وھو اشھر اسمی شی

عطف بیان وہ ہوتا ہے جو کسی چیز کے دو اسموں میں سے زیادہ مشہور ہو یاد رکھیں یہ صاحب مفصل کا قول ہے جب کہ دیگر کتب میں عطف بیان کے لیے متبوع سے اشھر ہونا۔ اور اوضح ہونا ضروری نہیں بلکہ ان دونوں اسموں کے اجتماع سے وضاحت ہو جاتی ہے جو کہ صرف ایک سے نہ ہو سکتی ہوں اور یہی قول صحیح ہے عطف بیان کی مثال۔ قام ابوحفص عمر۔ اس میں ابوحفص

متبوع مبین ہے اور عمر عطف بیان ہے ابو حفص حضرت عمر کی کنیت ہے اس میں جو نام عمر ہے وہ کنیت سے زیادہ مشہور ہے اور دوسری مثال قام عبداللہ ابن عمر اس میں عبداللہ متبوع مبین ہے اور ابن عمر عطف بیان ہے اس میں کنیت زیادہ مشہور ہے لیکن دونوں کے اجتماع سے پوری پوری وضاحت حاصل ہو رہی ہے۔

قولہ ولا یلتبس با لبدل لفظاً

مصنف بعض نحات پر رد کرنا چاہتے ہیں کیوں کہ بعض نحاۃ کا خیال ہے کہ توابع چار ہیں اور عطف بیان کو وہ علیحدہ نہیں شمار کرتے بلکہ اس کو بدل میں داخل کرتے ہیں۔

شعر ان ابن التارك البكرى بشر

علیه الطیر ترقبه وقوعا

درجہ اولیٰ الفاظ کی تشریح: تارك کے دو معنی ہوتے ہیں (۱) قاتل اسوقت ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے۔ (۲) مصیر اور جاعل اس معنی کے اعتبار سے دو مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے۔

درجہ ثانیہ ترجمہ: میں اس شخص کا بیٹا ہوں جس نے قبیلہ بکر کے بشر نامی شخص کو قتل کر کے چھوڑ دیا اس حال میں کہ پرندے اس کے گرنے کا انتظار کر رہے ہیں (یعنی روح جسم سے نکلے اور ہم اسے کھائیں اسلئے کہ انسان کے بدن میں جب تک روح رہتی ہے پرندے اس کے پاس نہیں جاتے) شاعر کا مقصد اس شعر میں اپنی اور اپنے باپ کی تعریف کرنا ہے۔

درجہ ثالثہ محل استشھاد: جس سے پہلے دو ضابطے جان لیں۔

ضابطہ (۱): بدل تکرار عامل کے حکم میں ہوتا ہے۔ اسلئے کہ مبدل منہ غیر مقصود ہوتا ہے جب اس پر عامل داخل ہوتا ہے تو بدل جو کہ مقصود ہوتا ہے اس پر بطریق اولیٰ داخل ہونا چاہیے۔

ضابطہ ۲: الضارب زید والی مثال ناجائز ہے اور الضارب الرجل والی مثال جائز ہے اب سمجھیں محل استشہاد بعض نحاۃ کا مسلک یہ ہے کہ توابع کی فقط چار قسمیں ہیں عطف بیان کو علیحدہ تابع نہیں مانتے بلکہ اس کو بدل قرار دیتے ہیں اور ان میں کوئی فرق نہیں کرتے۔

مصنفؒ ان کی تردید کرتے ہوئے فرق لفظی بیان کررہے ہیں اور مراد اس ترکیب سے اس شعر میں ہر وہ ترکیب ہے جس میں عطف بیان کا متبوع ایسا معرف باللام ہو جو صیغہ صفت معرف باللام کا مضاف الیہ ہو جیسے الضارب الرجل زید۔ اس ترکیب میں زید کو الرجل سے بدل بنانا ناجائز ہے اس لئے کہ بنابر ضابطہ اولی الضارب عامل ہوگا زید کا اور تقدیر عبارت یوں ہو جائے گی الضارب زید حالانکہ بنابر ضابطہ ثانیہ یہ مثال غلط ہے لیکن عطف بیان بنانا جائز ہے کیونکہ عطف بیان تکرار عامل کے حکم میں نہیں ہوتا بالکل اسی طرح اس شعر التارك البكرى بشر، الضارب الرجل زيد کی طرح ہے کہ بشر کو البكرى سے عطف بیان بنانا جائز ہے لیکن بدل بنانا جائز نہیں۔

درجه رابعه تركيب: تارك کا پہلا معنی مراد ہو یعنی تارك بمعنیٰ قاتل ہو تو ترکیب یہ ہوگی ان مرفوع محلا مبتدا الف لام موصول التارك صیغہ صفت مضاف البكرى ذوالحال عليه ظرف مستقر متعلق ثابت کے ہو کر خبر مقدم الطير مرفوع باضمہ لفظاً ذوالحال ترقب مرفوع باضمہ لفظاً فعل مضارع هو ضمیر در و مستتر مرفوع محلا ذوالحال وقوعاً منصوب بالفتحہ لفظاً حال۔ ذوالحال حال ملکر فاعل ہ ضمیر منصوب محلا مفعول بہ ترقب فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر حال ہے۔ الطير ذوالحال اپنے حال سے مل کر مبتدا موخر۔ مبتدا موخر خبر مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر حال ہے البكرى سے البكرى ذوالحال حال سے مل کر مبین بشر مجرور بالکسرہ لفظاً عطف بیان۔ مبین عطف بیان سے ملکر مفعول ہوا التارك کا التارك اسم فاعل اپنے فاعل اور مفعول سے ملکر شبہ جملہ ہو کر صلہ ہوا موصول کا۔ موصول صلہ ملکر خبر ہے مبتدا کی۔ مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ۔

(۲) اگر تارك کا دوسرا معنی مصیر مراد لیا جائے پھر بھی یہی سابقہ ترکیب ہوگی۔ البتہ فرق یہ ہوگا کہ البكرى بشر کو مفعول اول اور عليه الطير جملہ کو مفعول ثانی ہوگا۔

﴿بحث اسماء مبنیہ﴾

قولہ الباب الثانی فی الاسم المبنی

دوسرا باب اسماء مبینہ کے بیان میں ہے۔

ربط مصنف نے اپنی کتاب کو تین اقسام پر مشتمل کیا تھا قسم اول اسماء کے بیان میں قسم دوم افعال کے بیان میں قسم ثالث حروف کے بیان میں پھر قسم اول جو اسماء کے بیان میں تھی اسکو دو بابوں میں تقسیم کیا تھا۔ باب اول اسماء معربہ کے بیان میں تھا اب باب ثانی کو بیان کر رہے ہیں جو کہ اسماء مبینہ کے بیان میں ہے مبنی اصل میں مبنوی تھا قویل قویلۃ کے قانون سے واو کو یا سے اور یا کو یا میں ادغام کیا مبنی ہو گیا پھر دعی والا قانون سے ضمہ ماقبل کو کسرہ سے بدل دیا مبنی ہو گیا۔

قولہ وھو اسم وقع غیر------ و ثلاثۃ وکلفظۃ زید وحدہ

مبنی کی دو قسمیں ہیں۔

قسم اول : کی تعریف مبنی وہ اسم ہے جو اپنے عامل کے ساتھ غیر مرکب واقع ہو یعنی مرکب نہ ہو اپنے عامل کے ساتھ جیسے الف با تا ثا اسی طرح اسماء عدد واحد اثنان ثلاثہ اربع وغیرہ اور اسی طرح اسماء متمکنہ جبکہ تنہا واقع ہوں عامل سے مرکب نہ ہوں۔

دوسرا قسم : مبنی کی تعریف اوشابہ مبنی الاصل مبنی وہ اسم ہے جو مبنی الاصل کے ساتھ مشابہت رکھتا ہو جیسے دونوں قسموں میں فرق کے بارے مصنف نے بتایا کہ فانہ مبنی با الفعل علی السکون ومعرب با القوۃ اور دوسری قسم کے بارے میں فرمایا وھذا القسم لا یصیر معرباً اولاً کہ پہلا قسم تو بالفعل مبنی ہوتا ہے اسلئے تنہا اور اپنے عامل کے ساتھ مرکب نہ ہونیکی وجہ سے مبنی ہوتا ہے لیکن اس میں معرب ہونے کی صلاحیت موجود ہے کہ جب بھی وہ اپنے عامل سے مرکب واقع ہو گا تو معرب بن جائیگا جیسے یہ الف ہے یہ معرب بن جائے گا قام الف قام واحد اسی طرح قام زید اور دوسرا قسم یہ کبھی بھی معرب نہیں بن سکتا ہمیشہ

ہمیشہ کے لیے مبنی رہے گا جیسے اسماء اشارہ ھولاء

سوال آپ نے الف با تا ان کو اسماء مبینہ میں شمار کیا ہے حالانکہ یہ تو حروف ہیں اسلئے حروف تہجی ہیں

جواب ان حروف سے مراد ان کے اسماء یعنی الف باء تاء مراد ہیں

سوال آپ نے جو مبنی کی دوسری قسم کی تعریف کی ہے یہ جامع نہیں کیوں کہ اس سے وہ تمام اسماء مبنیہ خارج ہو جاتے ہیں جو مبنی الاصل کی جگہ واقع ہوتے ہیں جیسے نزال یا مبنی الاصل کی طرف مضاف ہوتے

ہیں جیسے یومئذ۔حینئذ کیوں کہ ان کی مشابہت مبنی الاصل کے ساتھ نہیں اسلیے کہ مشابہت اشتراک فی الکیف کے نام ہے اور یہ مشابہت وہاں نہیں۔

جواب ماقبل میں ہم بتا چکے ہیں کہ مشابہت سے مراد مناسبت ہے اور مناسبت مشارکت فی الشیء کا نام ہوتا ہے۔

سوال پھر تو یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں رہے گی کیوں کہ ہر اسم کی مبنی الاصل کے ساتھ کلمہ میں مناسبت اور شرکت موجود ہے اس سے لازم آئیگا کہ تمام کے تمام اسماء مبنی ہو جائیں جو کہ بالکل غلط ہے۔

جواب مناسبت سے مراد مطلق مناسبت نہیں بلکہ مناسبت مؤثرۃ فی منع الاعراب ہے اب دوسری قسم کی تعریف ہوگی مبنی وہ اسم ہے جس مناسبت ہو مبنی الاصل کیساتھ ایسی مناسبت جو منع اعراب میں مؤثر ہو۔مصنف نے مشابہت کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔

قولہ **بان یکون فی الدلالت نحو ھوا لاء ونحو ھا**

قسم اول شبہ افتقاری : کہ اسم اپنے معنی پر دلالت کرنے میں قرینے کا محتاج ہو جیسے حروف اپنے معنی پر دلالت کرنے میں غیر کو محتاج ہوتے ہیں جیسے اسماء اشارات اور اسماء موصولات

قولہ **او یکون علی اقل من ثلاثۃ احرف**

دوسری قسم شبہ وضعی : کہ اسم کی وضع تین حرف سے کم پر ہو جیسے فی ہے من ہے

قولہ **اوتضمن معنیً ...... واحد عشرۃ الیٰ تسعۃ عشرہ**

اور قسم ثالث شبہ معنوی کہ اسم حرف کے معنی کو متضمن ہو جیسے احد عشر سے لے کر تسعۃ عشرہ تک یہ حرف عطف کے معنی کو متضمن ہے کہ احد عشر اصل میں احد و عشر اور تسعہ عشر اصل میں تسعۃ وعشرۃ۔

قولہ **وحکمه ان لایختلف آخره باختلاف العوامل**

مبنی کا حکم کہ عامل کے مختلف ہونے سے اسکا آخر مختلف نہیں ہوتا۔

سوال مبنی کی قسم اول میں آپ نے کہا تھا کہ اپنے عامل کے ساتھ مرکب نہیں ہوتا اور اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے عامل کے ساتھ مرکب ہوتا ہے لہذا یہ آپ کی عبارت میں تضاد ہے

جواب یہ حکم مبنی کی قسم اول کا نہیں بلکہ دوسری قسم کی کا ہے۔

سوال باختلاف العوامل کی قید کا کیا فائدہ ہے۔

جواب باختلاف العوامل کی قید لگا کر طلباء اکرام کو بتادیا کہ مبنی کے آخر تو مختلف ہوتا ہے لیکن عامل کی وجہ سے نہیں جیسا کہ واضح ہے۔

قولہ **وحرکاته تسمی ضماً وکسرا وفتحاً وسکونه وقفا**

فائدہ اسم مبنی پر جو حرکات داخل ہوتے ہیں ان کا نام ضم فتح کسر اور سکون کا نام وقف رکھا جاتا ہے۔ یاد رکھیں بصریین یہ فرق کرتے ہیں مبنی کے حرکات کے نام ضم فتح کسر اور معرب کے حرکات کے نام رفع نصب جر رکھتے ہیں لیکن کوفیین فرق نہیں کرتے اور اصل بات یہ ہے کہ بصرین معرب اور مبنی کے القاب میں فرق کرتے ہیں کہ معرب کو مرفوع منصوب مجرور اور مبنی کو مضموم مفتوح مکسور کہا کرتے ہیں لیکن حرکات کی القاب میں فرق نہیں مانتے جیسا کے کتب میں ملتا ہے۔

قولہ **وهو علی ثمانیة انواع**

مبنی کی آٹھ قسمیں ہیں (۱) مضمرات (۲) اسماء اشارات (۳) اسماء موصولات (۴) اسماء افعال (۵) اسماء کنایات (۶) بعض ظروف (۷) اسماء اصوات (۸) اسماء مرکبات۔

﴿بحث المضمرات﴾

فصل المضمر اسم وضع المتکلم ------- او حکماً او معناً

مصنف اسماء غیر متمکنہ کے اقسام کی تفصیل کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔ قسم اول میں مضمرات کو بیان کرنا چاہتے ہیں مضمر اور ضمیر ایک چیز ہیں بمعنی پوشیدہ دل کو بھی دل اس لیے کہتے ہیں کہ وہ بھی پوشیدہ ہوتا ہے۔

تعریف ضمیر: ضمیر وہ اسم ہے جس کو اس بات کیلئے وضع کیا گیا ہے کہ وہ دلالت کرے متکلم یا مخاطب یا ایسے غائب پر جس کا ذکر پہلے گذر چکا ہے پہلے ذکر ہونا عام ہے کہ تقدم لفظی ہو یا تقدم معنوی ہو یا حکمی ہو بعنوان دیگر یوں کہا جاسکتا ہے کہ اگر تقدم ذکری ہو تو اسکو مرجع لفظی اور اگر تقدم معناً ہو تو مرجع معنوی اور اگر تقدم حکمی ہو تو اسکو مرجع حکمی کہا جاتا ہے۔

مرجع لفظی: اس کو کہتے ہے جس کا پہلے ذکر لفظوں میں ہو خواہ حقیقتاً جیسے ضرب زید علامہ کہ وہ ضمیر کا مرجع زید جو مذکور ہے لفظاً یا تقدیراً مقدم ہو مرجع جیسے ضرب غلامہ زید تو اس میں (ہ) ضمیر کا مرجع زید ہے جو اگرچہ مذکور لفظاً نہیں لیکن تقدیراً ہے اس لئے کہ یہ فاعل کا رتبہ مقدم ہوا کرتا ہے۔

مرجع معنوی: اسکو کہتے ہیں کہ ضمیر غائب کا مرجع لفظ کے اعتبار سے تو مقدم نہ ہو لیکن معنی کے اعتبار سے مقدم ہو جیسے اعدلو ھو اقرب للتقوی اس میں ھو ضمیر کا مرجع عدل مذکور تو نہیں لیکن عدل اعدلو سے سمجھا جاتا ہے۔

مرجع حکمی: اسکو کہتے ہیں کہ ضمیر کیلیے مرجع ماقبل میں نہ باعتبار لفظ مذکور ہو نہ باعتبار معنی کے بلکہ بعد والا مفرد اس کی تفسیر کر رہا ہو جیسے نعم رجلا، نعم میں ضمیر مستتر کی بعد والا مفرد مرجع رجل اسکی تفسیر کر رہا ہے یا جملہ اس کی تفسیر کرے جیسے ضمیر شان اور قصہ میں ہوا کرتا ہے،

ضمیر شان کی مثال قل ھو اللہ احد ضمیر قصہ کی مثال انھا امرء ۃ قائمۃ۔

ضمیر شان اس ضمیر غائب کو کہتے ہیں۔اس کا مرجع نہ بہ اعتبار لفظوں کا مذکور ہو اور نہ باعتبار معنی کے مذکور ہو بلکہ بعد والا جملہ اسکی تفسیر کر رہا ہو اور اس سے مقصود کسی چیز کی عظمت کو بیان کرنا ہو یہی تعریف ضمیر قصہ کی ہے لیکن ضمیر شان مذکر کے لئے اور ضمیر قصۃ مونث کے لئے ہوا کرتی ہے۔

سوال قراان مجید میں ہے ولابویہ لکل واحد منھما السدس اسمیں ابویہ کی ضمیر کا مرجع نہ باعتبار لفظ کے مقدم ہے اور نہ باعتبار معنی کے مقدم ہے اور نہ بعدوالا مفرد اور جملہ اس کی تفسیر کر رہا ہے لہذا یہ کسی میں داخل نہ ہوا۔

جواب یہ مرجع معنوی میں داخل ہے کہ معنی میں تعیم ہے کہ وہ باعتبار تضمن کے ہو یا باعتبار التزام کے، اعدلو ھو اقرب معنی تضمن کی مثال تھی اور ابویہ لکل واحد یہ مثال التزامی کی ہے اسلئے ذکر میراث کا چل رہا تھا جو التزاماً وارث پر دلالت کرتا ہے۔

قولہ وھو علیٰ قسمین ما لا یستعمل۔۔۔۔۔۔غلامھن ولھن

مصنف ضمیر کی تقسیم بیان کرنا چاہتے ہیں۔اس کی تفصیل یہ ہے کہ ضمیر دو قسم پر ہے پہلا متصل اور دوسرا منفصل ضمیر۔

ضمیر متصل: وہ ہے جو بذاتہ غیر مستقل ہو اور اس کا تلفظ بقانون اھل لغت بغیر ملائے دوسرے کلمے کے نہ ہو سکے۔

ضمیر منفصل: وہ ہے جو بذاتہ مستقل ہو اور اس کا تلفظ بغیر ملائے دوسرے کلمے ہو سکے اور اسی تعریف کو مصنف نے کہا ہے کہ ضمیر متصل وہ ہے جو اکیلے استعمال نہ ہو سکے اور ضمیر منفصل وہ ہے جو اکیلے استعمال ہو سکے اور ضمیر متصل باعتبار اعراب تین قسم پر ہے۔

پہلا قسم: ضمیر مرفوع متصل جیسے ضربت سے ضربنا تلک ضربت سے ضربنا

دوسرا قسم: ضمیر منصوب متصل جیسے ضربنی ضربنا سے لےکر ضربھن تک یہ فعل کے ساتھ متصل کی مثال ہے۔اور متصل منصوب جو حروف مشبہ بالفعل کے ساتھ متصل ہوں جیسے انا۔

تیسرا قسم: مجرور متصل جو مضاف سے متصل ہوں جیسے غلامی الخ اور جو جار کے ساتھ

متصل ہو جیسے لی لنا الخ اور منفصل دو قسم پر ہے پہلا مرفوع جیسے انا نحن سے هنتك دوسرا قسم منصوب جیسے ایای سے لے کر هن تک۔

یہ کل ساٹھ ضمیریں بنتے ہیں یاد رکھیں۔ مجرور ہمیشہ متصل ہوتی ہے منفصل نہیں جیسا کہ آپ نے پڑھ لیا ہے۔

فائدہ ضمیر کی کل پانچ قسمیں ہوتی ہیں عقل کے اعتبار سے اعتبار سے ہر ایک اٹھارہ اٹھارہ قسمیں ہونا چاہیے اس لئے فاعل اٹھارہ قسم پر ہے یعنی چھ متکلم کیلئے چھ مخاطب کیلئے اور چھ غائب کیلئے اس اعتبار سے نوے ضمائر بنتی ہیں لیکن متکلم کیلئے فقط دو ضمیریں مستعمل ہے بقایا کیلئے پانچ پانچ مستعمل ہیں۔

فائدہ: ضمیر کی باعتبار ذات کے تین قسمیں ہے (۱) متکلم (۲) غائب (۳) مخاطب اور باعتبار اعراب تین قسم پر ہے مرفوع منصوب مجرور اور باعتبار محل تین قسم پر ہے۔

پہلا قسم: مختص بالرفع ہو وہ پانچ ہیں (۱) تا جیسے قمتَ، قمتِ، قمتُ، (۲) الف جیسے قاما (۳) واو جیسے قاموا (۴) نون جیسے قمن (۵) یاء ضمیر مخاطبہ جیسے تضربین

دوسرا قسم: مشترک بین النصب والکسرۃ اس کی تین قسمیں ہے (۱) یاء متکلم جیسے اکرمنی اور غلامی (۲) کاف خطاب جیسے ایاك نعبد (۳) یاء غائب کی جیسے قال له صاحبه وهو یحاوره۔

تیسرا قسم مشترک بین الثلثة ایک حرف ہے جو نا ہے جیسے ربنا اننا سمعنا

قوله والضمير المتكلم مطلقا مصنف اس عبارت میں ضمائر کیلئے احکامات بیان کرنا چاہتے ہے۔ پہلا حکم کا بیان۔

پہلا حکم: استتار ہے ضمیر کی دو قسمیں ہے (۱) بارز (۲) مستتر،

ضمیر بارز: وہ ہے جو حقیقتا ملفوظ ہو۔

ضمیر مستتر: وہ ہے جو حقیقتا ملفوظ نہ ہو سکے بلکہ اس کیلئے واقع میں کوئی لفظ ہی نہ ہو ضمیر کی پانچ انواع میں صرف ضمیر مرفوع متصل مستتر ہو سکتی ہے باقی کوئی نہیں۔ جس کی مستتر

ہونے کی تفصیل یہ ہے کہ ماضی کے صرف دو صیغے واحد مذکر غائب اور واحد مونثہ غائبۃ مستتر ہوسکتی ہے اور مضارع متکلم کے پانچ صیغوں میں (۱) واحد متکلم جیسے اضرب میں انا (۲) جمع متکلم جیسے نضرب میں نحن (۳) واحد مذکر غائب میں جیسے یضرب میں ھو (۴) واحدہ مونثہ غائبہ جیسے تضرب میں ھی (۵) واحد مذکر مخاطب جیسے تضرب میں انت

قوله وفی الصفة اور صفۃ میں یعنی اسم فاعل اسم مفعول اسم تفضیل الخ میں مطلقا مستتر ہوسکتی ہے۔

فائدہ مستتر کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم جائزالاستتار۔ دوسری قسم واجب الاستتار۔ جائز الاستتار واحد مذکر غائب اور واحدہ مونثہ غائبہ مضارع اور ماضی میں ہوتی ہے اور صیغہ صفتہ میں مطلقا جائز ہے اور واجب الاستتار پانچ جگہ میں ہوتی ہے (۱) واحد متکلم (۲) جمع متکلم فعل مضارع معلوم میں (۳) واحد مذکر مخاطب فعل مضارع معلوم میں۔ (۴) واحد مذکر مخاطب امر حاضر معلوم۔ (۵) اسماء افعال بمعنی امر کے اس کے اندر بھی وجوبی طور پر مستتر ہوا کرتی ہے۔

قوله ولا یجوز استعمال المنفصل ------ وما ضربك الا انا

دوسرا حکم: ضمیر منفصل کو اس وقت استعمال کرینگے جب ضمیر متصل متعذر ہوں۔

سوال: اس حکم کی علۃ اور وجہ کیا ہے۔

جواب: ضمائر کی وضع اختصار اور خفت حاصل کرنے کے لئے اور بات ظاہر ہے کہ خفت اور اختصار ضمیر متصل میں ہے نہ کہ منفصل میں اور چند مقامات ہیں جن میں پر ضمیر متصل کا استعمال متعذر ہوتا ہے۔

پہلا مقام: ضمیر عامل پر مقدم ہوجائے جیسے ایاك نعبد۔

دوسرا مقام: کسی غرض اور غایۃ کیلئے ضمیر اور عامل کے درمیان فاصلہ کیا جائے جیسے ماضر بك الا انا۔

تیسرا مقام: ضمیر کا عامل معنوی ہو جیسے انا زید۔

چوتھا مقام: ضمیر کا عامل حرف ہو اور ضمیر مرفوع ہو جیسے ما انت الا قائما

پانچواں مقام: ضمیر کا عامل حذف کیا گیا ہو جیسے اياك والا سد۔

چھٹا مقام: ضمیر صیغے صفۃ کیلئے فاعل بن رہی ہو جو اس صیغہ صفۃ کیلئے قائم مقام خبر ہو جیسے ارراغب الخ

ساتواں مقام: ضمیر مصدر کیلئے فاعل ہو کیونکہ ضمیر مصدر میں مستتر نہیں ہو سکتی۔

آٹھواں مقام: ضمیر مصدر کے لئے مفعول ہو اور عامل مضاف ہو فاعل کی طرف جیسے کفی بنا فضلاً علی من غیرنا الخ

قوله واعلم ان له ضمیر یقع قبل۔۔۔۔۔۔۔وضمیر القصه

ضمیر شان اور قصہ کی تعریف گزر چکی ہے۔

سوال ضمیر شان اور ضمیر قصہ جب ان کا مرجع پہلے مذکور نہیں تو ان کو ذکر کیوں کیا جا رہا ہے۔

جواب ضمیر شان اور ضمیر قصہ سے مقصود واقعہ کی عظمت او منزلۃ بیان کرنا ہوا کرتی ہے اس لئے کہ کسی چیز کو پہلے بصورت ابہام ذکر کیا جاتے اور بعد میں بصورت تفصیل ذکر کیا جائے تو مخاطب اور سامع کے ذہن میں اس کی عظمۃ اور منزلۃ بڑھ جاتی ہے۔

فائدہ ضمیر شان کیلئے چار شرطیں ہے۔ (۱) ضمیر غائب کی ہو (۲) اس کے بعد جملہ ہو۔ (۳) مابعد والے جملہ اس کی تفصیل کر رہا ہو۔ (۴) جملے کا مضمون عظیم الشان ہو جیسے قل ھو اللہ احد۔

سوال وھو محرم علیکم اخراجھم اسمیں ھو ضمیر شان ہے اور بعد میں جملہ ہی نہیں بلکہ شبہ جملہ ہے۔

جواب ضمیر شان کے بعد شبہ جملہ نہیں بلکہ پورہ جملہ موجود ہے اخراجھم متبدا موخر اور علیہ متعلق محرم کے خبر مقدم ہے لہذا پورا جملہ ہوا۔

قوله ویدخل بین المبتدا والخبرا۔۔۔۔۔۔۔ویسمی فصلا

مبتدا اور خبر کے درمیان صیغہ مرفوع منفصل کا لایا جاتا ہے جو مبتداء کے موافق ہوتا ہے جبکہ خبر معرفہ واقع ہو یا افعل مستعمل به من ہو۔ اور اسکا نام صیغہ فصل رکھا گیا ہے کیونکہ یہ مبتدا اور خبر کے درمیان فصل کرتی ہے جیسے زید هو القائم ہو ضمیر فصل ہے وکان زید هو افضل من عمرو میں هو اور کنت انت الرقیب میں انت۔

سوال مصنفؒ اسے صیغہ کہا ہے ضمیر کیوں نہیں کہا۔

جواب بعض اس کو حرف قرار دیتے ہے کیونکہ یہ نسبت غیر مستقل پر دلالت کرتا ہے اور بعض اس کو اسم قرار دیتے ہیں۔ مصنفؒ نے توقف کیا دونوں میں سے کسی ایک کو ترجیح نہیں دی۔

فائدہ صیغہ فصل ضمیر کیلئے چار شرطیں ہیں۔ (۱) ضمیر منفصل ہو (۲) مسند اور مسند الیہ کے درمیان واقع ہو ۳ مبتدا کے مطابق ہوں ۴ مبتدا اور خبر دونوں معرفہ ہوں جیسے اولئك هم المفلحون۔

﴿بحث اسماء اشارہ﴾

قولہ **فصل اسماء الاشارات ما وضع لیدل علی مشار الیه**

اسماء غیر متمکنہ میں سے ایک قسم اسماء اشارات ہے۔

اسم اشارہ کی تعریف: اسم اشارہ وہ اسم ہے جن میں سے ہر ایک معنی مشار الیہ پر دلالت کرنے کیلئے وضع کیا گیا ہو۔

سوال اس تعریف میں دور والی خرابی لازم آتی ہے اس لئے کہ محدود اور معرف اشارہ ہے اور تعریف میں مشار الیہ کا لفظ ہے جو کہ مشتق ہے قاعدہ ہے کہ مشتق میں مبداء اشتقاق متحقق ہوا کرتا ہے لہذا یہ تعریف الشی بنفسه ہوئی جو کہ باطل ہے۔

جواب اسم اشارہ جو محدود ہے اس سے مراد اصطلاحی معنی ہے اور جو مشار الیہ اندر اشارہ ہے اس سے لغوی معنی مراد ہے لہذا جب جہتہ مختلف ہو گئی تو دور لازم نہیں آیا۔

سوال یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں اس لئے کہ ضمیر غائب اور لام ذھنی سے بھی اشارہ

ہوتا ہے حالانکہ وہ اسم اشارہ نہیں۔

جواب اشارہ سے مراد اشارہ حسیہ ہے اب تعریف کا حاصل یہ ہوگا اسم اشارہ ان معانی کیلئے وضع کیا گیا ہے جن کی طرف اشارہ حسیہ کیا جاتا ہے۔

سوال اب یہ تعریف جامع نہیں رہے گی کیونکہ ذالکم اللہ سے اشارہ تو ہے لیکن اشارہ حسیہ نہیں بلکہ ذھنیہ ہے۔

جواب اشارہ حسیہ میں تعمیم ہے حقیقۃً ہو یا مجازاً ہو اور ذالکم اللہ ربکم میں اشارہ حسیہ حکماً ہے کیونکہ باری تعالیٰ اشارہ حسیہ سے مبرہ اور منزہ ہے۔

قولہ وھی خمسۃ الفاظ لستۃ معان اسماء اشارہ کے پانچ الفاظ ہے چھ معانوں کے لئے ذا واحد مذکر کے لئے ذان ذین تثنیہ مذکر کے لئے اور تا تی تہ تھی ذہ، ذھی واحد مونث کے لئے تان حالت رفعی تین حالت نصبی جری میں تثنیہ مونث کیلئے اور اولاء الف ممدودہ اور مقصورہ کے ساتھ پڑھا جائے کہ جمع مذکر اور جمع مونث دونوں کیلئے ہے۔

قولہ وتدیلحق باوا ئلھا ھاء التنبیہ چند فوائد کا بیان ہے۔

فائدہ اولی : کبھی اسماء اشارہ کے شروع میں ہا تنبیہ کا داخل کیا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ ان اسماء اشارہ کے شروع میں کبھی ھاء تنبیہ آتی ہے جس سے مخاطب کو مشار الیہ پر تنبیہ کرنی ہوتی ہے تاکہ مخاطب اس سے غافل نہ ہو جیسے ھذا، ھذان، ھولاء۔

قولہ ویتصل اخرھا حرف الخطاب کما کن۔

فائدہ ثانیہ: کبھی اسماء اشارہ کے آخر میں حروف خطاب لاحق کیا جاتا ہے تاکہ وہ مخاطب کے مفرد اور تثنیہ اور جمع اور مذکر اور مونث ہونے پر دلالت کریں اور یہ حرف خطاب بھی پانچ لفظ ہے چھ معانی کیلئے ک، کما، کم، ک، کما، کن تمام اشارہ کو حروف خطاب کے ساتھ ضرب دی جائے تو پانچ کو پانچ میں ضرب دینے سے تو ۲۵ صورتیں بنتی ہیں۔ جیسے ذاک ذاکما الخ۔

فائدہ یہ حروف خطاب حروف ہیں اسم نہیں اس پر دلیل یہ ہے کہ اگر یہ اسم ہوتے تو ان کے جگہ کبھی اسم ظاہر آتا ہے جیسے کاف ضمیر کی جگہ اسم ظاہر آتے یا زید اصل تھا ادعوک اسمیں

زید کاف ضمیر کی جگہ ہے لہذا ان حروف خطاب اس کی جگہ اسم ظاہر کا نہ آنا دلیل ہے کہ یہ حروف ہیں اسماء نہیں۔

فائدہ حروف خطاب سے اسم اشارہ واحد، تثنیہ، جمع نہیں ہوتا طلباء کرام کو غلطی لگتی ہے کہ ذالکم تو جمع مذکر کہہ دیتے ہیں ذالکن کو جمع مونث کہتے ہیں تو حالانکہ ذالکن ہو یا ذالکم ہو یہ اسم اشارہ واحد کے لئے ہے یہ حرف خطاب تو صرف مخاطب کا تعین کرتے ہیں کہ مخاطب فرد واحد ہے یا دو یا تین ہیں۔

قولہ واعلم ان ذاللقریب وذالك للبعيد وذاك للمتوسط مشار الیہ کے تین درجے تھے ۱ مشار الیہ قریب ہو ۲ مشار الیہ بعید ہو۔ ۳ مشار الیہ متوسط ہو۔ جمہور نحویوں نے اسم اشارہ جو کاف اور لام سے خالی ہو تو مشار الیہ قریب کیلئے معین کیا ہے کیونکہ یہ قلیل الحروف ہے اور لام اور کاف کے ساتھ ہو یہ مشار الیہ بعید کے لئے ہے اس لئے یہ کثیر الحروف ہے اور صرف کاف ہو ذاك یہ متوسط کے لئے ہے اس لئے یہ متوسط ہے تو مشار الیہ بھی متوسط کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

﴿بحث اسماء موصلہ﴾

قولہ الموصول اسم لا يصلح ان يكون جز اتاما من جملة الا بصلة بعده۔

اسمائے غیر متمکن کی تیسری قسم اسم موصول ہے اسم موصول کی تعریف موصول وہ اسم ہے جو جملہ کا جزء تام بغیر صلہ کے نہ بن سکے اور صلہ کے ساتھ مل کر جملہ نہیں بنے گا بلکہ جز تام بنے گا مثلاً مسند الیہ یا مسند، فاعل مفعول وغیرہ

قولہ والصلة جملة خبرية ولا بدمن عائد فيها يعود الى الموصول۔ موصول کا صلہ ہمیشہ جملہ خبریہ ہوا کرتا ہے جس میں عائد کا بھی ہونا بھی ضروری ہے جو کہ موصول کی طرف لوٹے۔

سوال موصول کے لئے صلہ جملہ ہونا پھر جملہ ہو کر خبریہ ہونا کیوں ضروری ہے پھر صلہ میں عائد کا ہونا کیوں ضروری ہے۔

جواب صلہ کے لئے جملہ کا ہونا اس لئے ضروری ہے کہ صلہ بیان کے لئے آتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ بیان جملہ ہی کے ذریعے ہوسکتا ہے اور خبریہ ہونا اس لئے ضروری ہے کہ صلہ کا تعلق اور ربط ہوتا ہے موصول کے ساتھ اور جملہ انشائیہ لا تقبل الربط وہ کبھی بھی ربط کو قبول کرتا نہیں اور عائد ہونا اس لئے ضروری ہے تاکہ صلہ اور موصول کے درمیان ربط اور تعلق ہو جائے ورنہ جملہ مستقل ہوتا ہے جو ربط کو قطعاً نہیں چاہتا یاد رکھیں یہاں پر بھی وہی سوال ہوگا کہ موصول ماخوذ ہے صلے سے قاعدہ ہے کہ مبداء اشتقاق مشتق میں معتبر ہوا کرتا ہے تو یہ تعریف الشئ بنفسہ لازم آیا جو کہ دور ہے۔

قولہ **ومثاله الذی فی قولنا جاء الذی ابوه قائم۔**

صلہ کی مثال جیسے الذی قام ابوہ الذی موصول ہے۔ اور ابوہ قائم جملہ اسمیہ اس کا صلہ ہے اور قام ابوہ یہ جملے فعلیہ صلہ بنے گا تو موصول صلہ مل کر تو پھر سے جزء تام مسند الیہ یعنی فاعل بنتا ہے جاء کے الذی واحد مذکر کے لئے الذان حالت رفعی الذین حالت نصبی میں تثنیہ مذکر کے لئے اللتی واحدۃ مونثہ کے لئے اللتان، اللتین حالتی رفعی نصبیت تثنیہ مونث کے لئے اور الذین الالی جمع مذکر کے لئے اس کے اللاتی اللواتی یہ جمع مونث کے لئے اور یہ موصولات خاص ہیں آگے موصولات عام کا بیان ما اور من اور ای اور ایۃ اور ذو بمعنی الذی لغۃ بنی طیء میں۔

شعر

فان الماء ماء ابی وجدی

وبیری ذو حفرت وذو طویت

درجہ اولیٰ الفاظ کی تشریح: ذو کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) ذو موصولی۔ مثال جاء نی ذو ضربك (۲) ذو صاحبی جاء نی رجل ذو مال۔

فائدہ ذو موصولی اور صاحبی میں چند فرق ہیں۔

فرق اول: ذوموصولی کا معنی الذی ہے اور ذو صاحبی کا معنی ہے صاحب۔

فرق دوئم: ذوموصولی کا مدخول جملہ ہوتا ہے اور ذو صاحبی کا مدخول مفرد ہوتا ہے۔

فرق سوئم: ذوموصول مبنی ہوتا ہے۔ اور ذو صاحبی معرب ہوتا ہے۔

درجہ ثانیہ ترجمہ: جس پانی کے بارے تنازعہ ہو رہا ہے۔ میرے باپ دادے کا ہے۔ یعنی مجھے وراثت میں ملا ہے۔ اور جس کنویں کے بارے جھگڑا ہو رہا ہے۔ اسے میں نے خود کھودا ہے۔ اور پتھروں سے اس کو میں نے منڈیر بنائی ہے۔ یہ شعر سنان بن الفحل الطائی کا ہے۔ اور بعض نے عبدالمطلب کا بتایا ہے۔

درجہ ثالثہ محل استشہاد: اس شعر میں لفظ ذو ہے۔ جو اسم موصول ہے بمعنیٰ الذی کے۔

درجہ رابعہ ترکیب: ان حرف مشبہ بالفعل ناصب اسم رافع خبر الماء منصوب بالفتحہ لفظاً ماء مرفوع بالضمہ لفظاً مضاف اب مجرور بالکسرہ تقدیراً مضاف ثانی ی ضمیر مجرور محلاً مضاف الیہ۔ ابی مضاف، مضاف الیہ مل کر معطوف علیہ واو عطف جدی مضاف مضاف الیہ ملکر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر خبر ہے ان کی۔ ان اپنے اسم خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ۔

بیری مضاف، مضاف الیہ سے ملکر مبتدا ذو اسم موصول بمعنیٰ الذی حفرت فعل با فاعل، فعل فاعل ملکر جملہ فعلیہ خبریہ صلہ ہوا موصول کا۔ موصول صلہ ملکر معطوف علیہ واو عطف ذو اسم موصول طویت فعل فاعل ملکر جملہ فعلیہ خبریہ بن کر صلہ ہوا موصول کا۔ موصول صلہ ملکر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر خبر ہے مبتدا کی۔ مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ۔

یہ اسماء موصولہ عام ہیں واحد، تثنیہ، جمع اس طرح مذکر مونث کے لئے آتے ہیں اور الف لام یہ بھی اسم موصول ہوتا ہے جس وقت یہ اسم فاعل اور اسم مفعول پر داخل ہو تو اور اسم فاعل اور اسم مفعول فعل کے معنی میں ہوتا ہے جاء نی الضارب زیداً بمعنی جاء نی الذی یضرب زیداً و والمضروب غلامہ کا معنی الذی یضرب غلامہ اور البتہ الف لام اسم موصول کا صلہ

ہمیشہ اسم فاعل اوراسم مفعول ہوا کرتا ہے۔

فائدہ یہاں اختصاص ایک جانب سے ہے کہ اس الف لام موصول کے لئے اسم فاعل اور اسم مفعول کا ہونا ضرور ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ اسم فاعل اسم مفعول پر جو الف لام ہو وہ اسم موصول کا ہو۔

سوال اس الف لام موصول کے لئے صلہ کا اسم فاعل اوراسم مفعول کا ہونا کیوں ضروری ہے

جواب الف لام میں دو حیثیتیں ہیں صورت میں تو الف لام حرف کے مشابہ ہے اور حقیقتاً میں اسم ہے لہذا دونوں حیثیتوں کا اعتبار کیا اس کا صلہ ایسا ہونا ضروری ہے کہ صورت میں مفرد ہو اور حقیقت میں جملے ہوں اور دونوں باتیں اسم فاعل اوراسم مفعول میں پائی جاتی تھیں نہ کہ غیر میں۔

قولہ ویجوز حذف العائد من اللفظ .... ضربته

ضابطہ : صلہ میں جو ضمیر عائد ہے اس کو حذف کرنا جائز ہے تلفظ میں نہ کہ معنی میں۔ بشرطیکہ وہ ضمیر جو لوٹ رہی ہے موصول کی طرف وہ ضمیر مفعول کی ہو جیسے قام الذی ضربت، ضربت صلہ ہے اسکی ضمیر ہے لوٹ رہی تھی الذی موصول کی طرف اور چونکہ وہ مفعول بہ تھی اسلئے اس کو تلفظ میں حذف کر دیا ہے۔

قولہ واعلم ان ای وایۃ .... ھو اشد

یہ ایک فائدہ کا بیان یا ایک وہم کا ازالہ کہ چونکہ تمام اسماء موصولۃ مبنی ہوتے ہیں اس لئے ای اور ایۃ کو بھی کوئی مطلقاً مبنی نہ سمجھ لئے تو بتایا کہ ای اور ایۃ کی چار حالتیں ہے۔

پہلی حالت : ای کا مضاف الیہ بھی مذکور ہو اور صدر صلہ بھی مذکور ہو جیسے ایھم ھو قائم

دوسری حالت: دونوں محذوف ہوں ای قائم۔

تیسری حالت: مضاف الیہ محذوف ہو اور صدر صلے مذکور ہو جیسے ای ھو قائم۔

چوتھی حالت: مضاف الیہ مذکور ہو اور صدر صلہ محذوف ہو جیسے ثم لننزعن من کل شیعۃ ایھم اشد اس میں ای کا مضاف الیہ مذکور ہے اور اسکا صدر صلہ محذوف ہے پہلی تین حالتوں میں ای لیۃ معرب ہے چوتھی حالت میں مبنی ہوتا ہے۔

سوال اس چوتھی حالت میں مبنی ہونے کی کیا وجہ ہے اور مبنی علی الضم کیوں ہے۔

جواب کہ اسماء موصولہ میں تو شبہ افتقاری پائی جاتی ہے اور اس صورت میں زیادہ احتیاجی پائی جاتی تھی پہلی احتیاجی تو نفس صلہ کی دوسری احتیاجی صدر صلہ کی، کہ وہ محذوف ہو چکا ہے اور مبنی علی الضم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ظروف غایات کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے۔

فائدہ اسماء اشارہ اور اسماء موصولہ مبنی ہوتے ہیں جسمیں شبہ افتقاری پائی جاتی ہے کہ اسماء اشارات مشار الیہ کے محتاج ہوتے ہیں اور اسماء موصولہ بھی صلہ کے محتاج ہوتے ہیں۔

﴿بحث اسماء افعال﴾

قولہ فصل اسما الافعال---------وھیھات زید ای بعد

مصنف اسماء غیر متمکنہ سے چوتھا قسم اسماء افعال کا بیان ہے اسماء افعال کی تعریف اسماء افعال ہر وہ اسم جو بمعنی فعل امر حاضر کے ہوں یا بمعنی فعل ماضی کے۔

سوال یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ زید ضارب امس میں ضارب پر صادق تو آرہی ہے کیونکہ ضارب اسم فاعل بمعنی ماضی کے ہے۔

جواب یہاں ایک قید محذوف ہے لیکن معتبر ہے کہ ہر وہ اسم جو امر یا ماضی کے معنی پر دلالت کریں باعتبار اصل وضع کے اور ضارب زمانہ ماضی پر دلالت تو کر رہا ہے لیکن بہ قرینہ لفظ امس۔

سوال آپ کی تعریف جامع نہیں اس لئے کہ بعض اسماء افعال ایسے بھی ہیں جو بمعنی مضارع کے ہے جیسے اوہ بمعنی اتوجع اور اف بمعنی اتزجر حالانکہ آپ نے تعریف کی کہ اسماء افعال بمعنی امر اور ماضی کے ہوتے ہیں۔

جواب یہ اسماء افعال بھی جو معنی مضارع کے ہے اصل میں ماضی کے معنی میں تھے مجازی طور پر ان کو مستقبل سے تعبیر کیا گیا ہے۔

سوال اسماء الافعال یہ تو جمع ہے ھو ضمیر کا مرجع کیا ہے اسماء الافعال ہے یا اسم فعل ہے اگر اسماء افعال بناؤ تو راجع مرجع میں مطابقت نہیں اگر اسم فعل بناؤ تو وہ یہاں مذکور ہی نہیں۔

جواب دونوں جائز ہے اگر اسماء افعال جمع کو بن جائے تو بتاویل کل واحد کے کیا جائیگا اور اگر اسم فعل کو بنایا جائے تو یہ بھی صحیح ہے کیونکہ اسماء افعال جمع سے مفرد بھی سمجھا جاتا ہے لیکن اسم فعل کو مرجع بنانا اولی ہے اس لئے کہ تعریف ماھیۃ کی ہو جائیگی بخلاف پہلی صورت کے کہ تعریف افراد کی ہو جائیگی۔

سوال جب یہ اسماء افعال فعل کے معنی میں ہیں تو ان کو افعال ہی کہہ دینا چاہے اسماء افعال کیوں کہتے ہے۔

جواب یہ ذات کے اعتبار سے اسم ہیں جس پر

دلیل اول: کہ ان کے اوزان افعال کے اوزان کے مغائر ہے۔

دلیل ثانی: کہ بعض اسماء افعال جونکرہ ہوتے ہیں ان پر تنوین تنکیر کی آتی ہے جیسے صه مه یہ بھی دلیل ہے اس بات کی کہ یہ اسماء ہیں کیونکہ تنوین تنکیر اسم پر آتی ہے نہ کہ فعل پر

دلیل ثالث: بعض اسماء افعال ایسے ہیں جو ظرف سے منقول ہے اور بعض ایسے ہے جو مصدر سے منقول ہیں یہ بھی دلیل ہے کہ اس بات کی کہ اسماء ہیں افعال نہیں لیکن معنی فعل والا تھا اسلئے انکا راسماء افعال رکھدیا گیا ہے۔ مصنف نے پہلی مثال دی وہ یہ رویـــــدا اسم فعل ہے بمعنی امر کے امھل کے دوسری مثال ھیھات اسم فعل بمعنی ماضی کی دی ہے ھیھات بمعنیٰ بعد کے اور اسم فعل بمعنی امر کو متقدم کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اسماء افعال بمعنی امر حاضر معلوم کثیر ہیں۔

قولہ اوكان على وزن فعال بمعنى الامر

ضابطہ: اسماء افعال جو امر کے معنی میں ہو تو وہ ہمیشہ امر کے معنی میں ہوا کرتے ہیں۔

قولہ وهو من الثلاثي قياسي

ضابطہ: فعال اسم فعل معنی امر ہر ثلاثی سے قیاسی ہے یعنی ہر ہر ثلاثی مجرد سے فعال بمعنیٰ امر کو مشتق کرنا صحیح ہے۔ جیسے نزال بمعنی انزل، تراك بمعنی اترك ضراب بمعنی اضرب، كتاب بمعنی اكتب۔

سوال اقوام بمعنی قم اور قعاد بمعنی اقعد نہیں بولا جاتا حالانکہ تم نے کہا ہر ثلاثی مجرد سے فعال بمعنی امر آتا ہے۔

جواب فعال کے وزن پر ثلاثی مجرد سے کثرت سے آیا کرتے تھے اسی کثرت کی وجہ سے ہم نے اسے قیاسی کہہ دیا۔

قولہ یلحق به فعال مصدرا معرفة۔۔۔۔۔۔۔کقطام وغلاب

مصنفؒ یہاں سے ایک مسئلہ بتانا چاہتے ہے کہ اسی فعال امری کے ساتھ تین اور فعال ہیں یعنی فعال مصدری فعال صفتی فعال علمی مبنی ہونگے۔ جسکی تفصیل اور تحقیق یہ ہے کہ فعال کی چار قسمیں ہے۔

(۱) **فعال امری** جو معنی امر کے ہو جیسے نزال بمعنیٰ انزل کے ہو۔

(۲) **فعال مصدری** یعنی جو مصدر معرفہ کے معنی میں ہو جیسے فجار بمعنی الفجور

(۳) **فعال صفتی** جو صفت کے معنی میں ہو جیسے فساق بمعنی فاسقه

(۴) **فعال علمی** جو اعیان مونثہ میں سے کسی کا علم ہو جیسے قطام۔

پہلی قسم کا حکم یہ ہے کہ مبنی ہے اس لئے کہ فعل امر حاضر کے معنی میں ہیں اور اس کی جگہ پر واقع ہے۔

دوسری اور تیسری قسم کا حکم یہ ہے کہ یہ بھی مبنی ہیں اس لئے کہ انکی مشابہت ہے فعال امری کے ساتھ دو باتوں میں (۱) وزن میں (۲) عدل میں۔ اس لئے کہ فعال میں عدل پایا جاتا ہے اور عدل کی ضرورت اس لئے پڑی کہ جب بھی فعل دوام اور استمرار والا معنی حاصل کرنا ہو۔ اس کو اسم سے تبدیل کیا جاتا ہے جیسے انزل اور اترك سے دوام اور استمرار کا معنی پیدا کرنا تھا تو ان کو نزال اور تراك کے ساتھ تبدیل کر دیا تو ان میں عدل پایا گیا یہ معدول ہیں انزل اور اترك سے جس طرح پہلی قسم فعال امری میں عدل تھا اسی ان دو قسموں میں بھی عدل پایا جاتا ہے کہ فجار معدول ہے الفجور سے اور فساق معدول ہے فاسقة سے۔

چوتھی قسم فعال علمی اس میں اختلاف ہے کہ مصنف نے اس کو بھی مبنی قرار دیا یا مبنی

ہونے کی وجہ یہ ہے کہ فعال امری کے ساتھ عدلا اور وزنا مشابھ ہے، تفصیل کے لئے کافیہ شرح کافیہ صفحہ ۸۶ دیکھیں۔ غرض جامی فی شرح جامی دیکھیں۔

قولہ وهذه الثلثة ليست من اسماء الافعال انما ذكرت۔

یہ عبارت سوال مقدر کی جواب ہے۔

سوال یہ تینوں آخری قسمیں اسماء افعال نہیں تھے تو ان کو اسماء افعال کی بحث میں کیوں ذکر کیا۔

جواب: ان کے مشابھت تھی فعال امری کے ساتھ وزنا و عدلا اسی وجہ سے انکو ذکر کردیا تاکہ کہ سب کا حکم معلوم ہو جائے افعال کے وزن پر آنے والے سب اسماء مبنی ہونگے اسماء افعال کی مزید تفصیل تنویر شرح نحو میر صفحہ ۲۹ پر دیکھئے۔ فائدہ اسماء افعال کے مبنی کی وجہ یہ ہے کہ ان میں شبہ استعمال پائی جاتی ہے یعنی نہ عامل تو بنتے ہیں لیکن معمول نہیں بنتے بعض نے یہ وجہ بیان کیا ہے کہ مبنی اصل کی جگہ پر واقع ہے۔

﴿بحث اسماء اصوات﴾

قولہ فصل الاصوات كل اسم---------كنخ لاناخة البعير

پانچواں قسم مبنی کا اسماء اصوات ہے اصوات جمع ہے صوت کی بمعنی آواز اور اگر بمعنی تصویت ہو تو آواز دینا تعریف ہر وہ لفظ جس سے کسی آواز کو نقل کیا جائے یا اس سے کسی چوپائے وغیرہ کو آواز دی جائے جیسے کوے کی آواز کو جب انسان نقل کرتا ہے تو غاق غاق کہتا ہے اور اونٹ کو بٹھانے کیلئے آواز دی جاتی ہے نخ۔

سوال یہ تعریف جامع نہیں اسلئے جب انسان پرندوں کو آواز دیتا ہے تو وہ بھی اسم صوت ہی ہے لیکن اسمیں داخل نہیں۔

جواب یہاں بھائم کا ذکر بطور تمثیل کے ہے۔ جواب ثانی یہاں وغیرہ کی قید محذوف ہے۔

﴿بحث مرکبات﴾

قولہ فصل المرکبات ------ من کلمتین لیست بینھما نسبة

مصنفؒ چھٹا قسم مرکبات کو بیان کر رہے ہے مرکب پر الف لام جنسی ہے جس سے جمعیت کا معنی ختم ہو گیا اسی طرح الاصــورت پر الف لام جنسی ہے جس سے جمعیت والا معنی ختم ہو گیا لھذا وہ اشکال وارد نہ ہوگا کہ کل اسم کا حمل مرکبات پر کیسے ہو سکتا ہے۔

تعریف مرکب ہر وہ اسم ہے جو ایسے دو کلموں حقیقی یا حکمی سے مرکب ہو جن کے درمیان نہ تو ترکیب کے وقت اور نہ ہی تو ترکیب سے پہلے کوئی نسبت ہو نہ تو اسنادی ہو اور نہ اضافی ہو اور نہ توصیفی ہو۔

فائدہ مصنف نے کلمتین کا لفظ بولا اسمین کا لفظ نہیں بولا تاکہ اس میں بخت نصر سیبویہ جیسے مرکب بھی داخل ہو جائیں اس لئے کہ بخت نصر کا دوسرا جزء فعل ہے اور سیبویہ کا دوسرا جزء صوت ہے لیست بینھما نسبة سے تابط شراً اور عبد اللہ جیسے مرکب۔ حالت علمیت ٹں نکل جائیں گے کیونکہ ان دونوں میں علمیت سے پہلے میں نسبت اسنادی تھی دوسری یعنی عبداللہ میں نسبت اضافی۔

سوال تابط شراً مرکب ہے اور مبینات سے ہے اس کو خارج کرنے کی ضرورت کیا تھی۔

جواب یہاں پر ہم اس مرکب کو بیان کر رہے ہے جس کا سبب بناء ترکیب ہو اور اس کا سبب بناء ترکیب نہیں۔

قولہ فان تضمن الثانی حرفا یجب ---------- فانھا معربة

یہاں سے مرکب کی تفصیل اور حکم بیان کرنا چاہتے ہے مرکب کا دوسرا جز کسی حرف کے متـضمن ہو دوسرا اسم کسی حرف کے بعد لایا گیا ہو خواہ وہ حرف عطف ہو جیسے احد عشر یا اور کوئی حرف ہو اس وقت مرکب کا حکم یہ ہے کہ دونوں جزء مبـنـی برفتحہ ہونگیں اس کی وجہ یہ کہ پہلا جزء اس لئے ہے کہ آخری حرف وسط کلمہ میں آگیا اور وسط کلمہ محل اعراب نہیں ہوتا اور دوسرے

جزءمبنی ہےاس لئے ہے کہ وہ حرف کے معنی کومتضمن ہے جیسے احد عشرہ سے تسعۃعشرۃ تک اصل میں تھا احد وعشر تھامگر اثنا عشرۃ اسکا جزءاول یہ معرب ہے اس لئے کہ یہ تثنیہ کی طرح ہے جسطرح تثنیہ معرب ہوتا ہے تو یہ بھی معرب ہوگا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ نون کی حذف ہونے میں مضاف کا مشابہ ہو چکا ہے اس لئے کہ نون کا حذف ہونا اضافت کے وجہ سے ہوتا ہے اس لئے پہلا جزءمعرب ہوگااور دوسرا جزء مبنی برفتحہ ہوگا۔

قولہ وان لم یتضمن ذالك.........غیر منصرف کبعلبك

اوراگر مرکب کا دوسرا جزء کسی حرف کومتضمن نہ ہوتو اس میں چار لغات ہیں جن میں افصح لغت غیر منصرف ہو یہ ہے کہ جزءاول کومبنی برفتحہ کیا جائے اور جزءثانی معرب جیسے بعلبك اس میں بعل بت اور بلك بادشاہ کا نام ہے جواس شھر کا بانی تھا جب شھر کی بناء ختم تو اس شھر کا نام اور اپنے نام سے مرکب کر کے رکھ دیا۔

جیسے جاء نی بعلبك رایت بعلبك مررت بعلبك اب بعلبك کا پہلا جزمبنی ہےاس لئے کہ اسکا آخر وسط کلام میں واقع ہوگیااور دوسرا جزءمعرب ہےاس لئے کہ بناء کا جوسبب ہے وہ اس میں موجودنہیں ہے البتہ غیر منصرف۔اس لئے کہ اس میں دوسب موجود ہے (۱) ترکیب (۲) علمیت۔ باقی تین لغات یہ ہے۔

پہلی لغت : کہ دونوں جزء کا اعراب مضاف مضاف الیہ والا ہوالبتہ چونکہ اسکا دوسرا جزء غیر منصرف ہےاسلئے اسپر نصب پڑھی جائیگی ہمیشہ کیونکہ غیر منصرف پر جرنہیں آسکتی۔

دوسری لغت: پہلا جزءکا اعراب حسب عامل اور دوسرا جزءہمیشہ منصرف ہوگی اور مجرور ہوگی۔بناء بر مضاف الیہ۔

تیسری لغت: دونوں جزءمبنی برفتحہ پڑھے جائیں جیسے احد عشر تو اس مشابھت کی وجہ سے دونوں جزءمبنی برفتحہ پڑھے جائینگے۔

بحث اسماء کنایہ

قولہ فصل الکنایات ھی اسماء تدل---------کیت ذیت

ساتواں قسم اسماء مبنیات میں سے اسماء کنایات ہیں کنایات جمع ہے کنایة کی اور کنایة مصدر ہے جس کا معنی کسی شئ کو کسی غرض کی بنا پر ایسے الفاظ سے تعبیر کرنا کہ اس پر اس کی دلالت صریح نہ ہو لیکن یہاں پر یہ معنی مصدری مراد نہیں بلکہ حاصل بالمصدر مراد ہے ای ما یکنی بہ وہ اسماء جن سے کنایہ کیا گیا ہو وہ بھی تمام مراد نہیں بلکہ بعض مراد ہیں۔

کیونکہ بعض اسماء کنایہ معرب ہے جیسے فلان اور فلانة یہ اعلام سے کنایہ کیا جاتا ہے۔

اسم کنایة کی تعریف: اسم کنایة وہ اسم ہے جو عدد مبہم یا مبہم بات پر دلالت کرے کم و کذا عدد سے کنایۃ ہیں جیسے کم مالا، انفقت کتنا مال خرچ کردیا وعندی کذا درھما میرے پاس اتنے درہم ہے۔ اور کیت ذیت مبہم بات سے کنایہ ہیں اور یہ اکثر واو عطف کے ساتھ مکرر استعمال ہوتے ہے جیسے سمعت کیت وکیت میں نے ایسے ویسے سنا کان بینی وبین فلاں ذیت وذیت میرے اور فلاں کے درمیان ایسی ایسی باتیں ہوگئیں ان دونوں کی تاء ضمہ کو اور فتحہ اور کسرہ تینوں کے ساتھ پڑھ سکتے ہے۔

یعنی کیتَ کیتِ کیتُ زیتَ زیتِ زیتُ۔

فائدہ اسماء کنایہ کی مبنی ہونے کی وجہ بناء کم کی دو قسمیں ہیں کم استفھامیہ اور کم خبریہ کم استفامیہ وہ تو ہمزہ استفھام کے متضمن ہونے کے وجہ سے مبنی ہے اور کم خبریہ کم استفھامیہ پر محمول ہونے کی وجہ سے کذا اپنے اصل کے اعتبار سے اصل میں یہ کاف تشبیہ اور ذا اسم اشارہ سے مرکب ہے تو جس طرح یہ ترکیب سے پہلے یہ مبنی تھے تو ترکیب کے بعد بھی مبنی ہے۔ اور کیت اور ذیت اس لئے مبنی ہے کہ یہ جملہ کی جگہ پر واقع ہے۔

اور صاحب مفصل کے نزدیک جملہ مبنی الاصل ہوتا ہے۔

قولہ اعلم ان کم علی قسمین -----------------اعلم

چار مسئلے کا بیان ہے۔

پهلا مسئله: کم کی دو قسمیں ہے۔ (۱) کم استفهامیه (۲) کم خبریه، کم استفهامیه کا معنیٰ ای عدد آتا ہے۔اور کم خبریه بمعنیٰ انشاء تکثیر کے لئے آتا ہے۔

دوسرا مسئله: کہ کم استفهامیه کی تمیز مفرد منصوب آتی ہے جیسے کم رجلا عندك اور کم خبریه کی تمیز کبھی مفرد مجرور ہوتی جیسے کم مال انفقته اور کبھی جمع مجرور آتی ہے جیسے کم رجال لقیته۔

سوال کہ کم استفهامیه کی تمیز مفرد منصوب کیوں آتی ہے اور کم خبریه کی تمیز کبھی مفرد مجرور اور کبھی جمع مجرور کیوں آتی ہے اس کی کیا حکمت ہے۔

جواب کہ کم استفهامیہ کی تمیز کو اسماء عدد کے مراتب ثلاثہ کی تمیز کی طرح بنادیا گیا ہے اور چونکہ کم استفهامیه کو عدد اوسط کا درجہ دیا گیا کہ عدد اوسط کی تمیز مفرد منصوب ہوتی ہے تو یہ اسی طرح کم استفهامیه کی تمیز کو مفرد منصوب بنادیا اور کم خبریہ باقی تھا اسماء عدد کے دو مرتبہ تھے اس لئے دونوں کا لحاظ رکھا اس کے تمیز میں جس طرح عدد اقل کی تمیز جمع مجرور آتی ہے تو کم خبریہ کی تمیز بھی کبھی جمع مجرور ہوتا ہے اور جس طرح عدد اعلیٰ کی تمیز مفرد مجرور آتی ہے تو اسکی تمیز بھی کبھی مفرد مجرور آتی ہے۔

تیسرا مسئله: کہ کم استفهامیه اور کم خبریہ کی تمیز پر من کا داخل کرنا بھی درست ہے جیسے کم من رجل لقیته بمعنیٰ کتنی آدمیوں سے تیری ملاقات ہوئی اور کم خبریہ کی مثال کم من مال انفقته میں نے بہت مال خرچ کیا ہے اب دونوں میں فرق قرینے کے لحاظ سے کیا جائیگا۔

ضابطہ اگر کم اور اس کی تمیز کے درمیان فعل متعدی کا فاصلہ آجائے تو پھر کم کی تمیز پر من کا داخل کرنا واجب ہوا کرتا ہے تا کہ اسم کی تمیز کو اس فعل متعدی کے مفعول سے التباس نہ لازم آئے۔

چوتها مسئله: اگر قرینہ موجود ہو تو کم استفهامیه اور کم خبریہ کی تمیز کو حذف کرنا بھی جائز ہے جیسے کم مالك تو اس کی تمیز دینار امحذوف ہے، اصل عبارت کم دیناراً مالك اور کم خبریہ کی مثال کم ضربت اصل میں ہے کم ضربة ضربت اول مثال میں قرینہ یہ ہے کہ کم معرفہ پر

داخل ہے حالانکہ کم نکرہ پر داخل ہوا کرتا ہے یہ دلیل ہے اس بات کہ یہاں تمیز محذوف ہے اور دوسری مثال میں قرینہ یہ ہے کہ کم فعل پر داخل ہے حالانکہ کم اسم پر داخل ہوا کرتا ہے لہذا اس سے معلوم ہوا کہ تمیز محذوف ہے۔

قولہ واعلم ان کم فی الوجهین---------کم شهر صومی

مصنفؒ کم کا اعراب اور ترکیب بتانا چاہتے ہے۔جس حاصل یہ ہے کہ کم استفهامیه اور کم خبریه ہو یہ محلا مرفوع اور محلا منصوب اور محلاً مجرور ہوسکتا ہے۔

محلا منصوب: جب اس کے بعد فعل یا شبہ فعل ہو اور وہ اس کی ضمیر متعلق سے عمل کرنے کی وجہ سے اس سے اعراض کرنے والا نہ ہو یعنی اس فعل میں عمل کی استعداد موجود ہو تو یہ کم منصوب محلا ہوگا ہمیشہ، پھر منصوب محلا ہونے کی صورت میں تین ترکیبیں ہے یا تو مفعول بہ ہوگا یا مفعول فیہ ہوگا یا مفعول مطلق ہوگا جس کا مدار تمیز پر ہے۔

اگر تمیز ظرف ہو تو مفعول فیه ہوگا جیسے کم یوما سرت وکم یوم صمت۔

اگر تمیز مصدر ہو تو مفعول مطلق ہوگا جیسے کم ضربة ضربت اور کم ضربة ضربت۔

اگر تمیز نہ ظرف ہو نہ اور مصدر ہو تو پھر مفعول به ہوگا جیسے کم رجلاً ضربت وکم غلام ملکت۔

مجرور محلاً: یہ مجرور محلا ہونے کیلئے قاعدہ یہ ہے کہ اس سے پہلے جب حرف جار موجود ہو یا مضاف موجود ہو جیسے بکم رجلا مررت وعلی کم رجل حکمت مضاف کی مثال غلام کم رجلاً ضربت اور غلام کم رجل سلبت۔

مرفوع محلا: اس کے لئے قاعدہ یہ ہے کہ جب سابقہ دونوں امر مذکور نہ ہوں یعنی نہ مابعد والے فعل میں عمل کی استعداد موجود ہو اور نہ ہی اس کم پر حرف جار اور مضاف داخل ہو۔تو اس وقت یہ مرفوع ہوگا پھر مرفوع ہونے کی صورت میں دو ترکیبیں ہیں (۱) مبتدا (۲) خبر اس کا مدار بھی تمیز پر ہے کہ اگر تمیز ظرف نہیں تو کم مرفوع محلا مبتدا جیسے کم رجلا اخوك وکم رجلا ضربته اور اگر تمیز ظرف ہوں تو یہ مرفوع محلا خبر ہوگی جیسے کم یوما سفرك وکم شهر صومی

قولہ فصل الظروف المبنية على اقسام

آٹھواں قسم: مبنیات کا ظروف مبنیہ ہیں ظروف مبنیہ چند قسم پر ہے۔

پہلا قسم: وہ ظروف جو مقطوع عن الاضافہ ہوتے ہیں یعنی ان کا مضاف الیہ حذف کرلیا جاتا ہے جیسے قبل بعد فوق

باری تعالیٰ کا فرمان ہے۔ لله الامر من قبل ومن بعد یہ قبل بعد ان کے مضاف الیہ حذف کئے گئے ہیں اصل میں تھا من قبل کل شي، من بعد کل شي ان کا نام ظروف غایات رکھا جاتا ہے اس لئے کہ کلام کی غایت وہ ہوتی ہے جو ان کا مضاف الیہ ہوتا ہے لیکن جب مضاف الیہ حذف ہو گیا تو کلام کی غایت یہی بن گئے اسی وجہ سے ان کا نام ظروف غایات رکھا جائے گا۔ فائدہ: ان ظروف غایات کی چار حالتیں ہے (۱) ان کا مضاف الیہ مذکور ہو، (۲) مضاف الیہ محذوف ہوں نسیا منسیا ہو، (۳) مضاف الیہ محذوف ہو لیکن نیت میں معنی اور لفظ دونوں باقی ہو ان تینوں صورتوں میں یہ ظروف غایات معرب ہوتے ہیں (۴) مضاف الیہ محذوف ہو اور نیت میں فقط معنی باقی ہو تو اس وقت یہ مبنی ہوتے ہے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں حرف جیسی احتیاجی یعنی شبہ افتقاری پائی جاتی ہے اور مبنی بر ضم اس لئے کہ جبرۃ نقصان ہو جائے۔

قولہ منها حيث بنيت تشبيها .... لا يعلمون۔

ان ظروف مبنیہ میں سے حیث ہے جمہور کے نزدیک یہ ظروف مکانیہ میں سے ہے اور اخفش کے نزدیک یہ کبھی کبھی ظرف زمان کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے یہ حیث اکثر جملہ کے طرف مضاف ہوا کرتا ہے جیسے سنستدرجهم من حيث لا يعلمون اس کی مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حیث لازم الاضافة ہے جملہ کے طرف لیکن حقیقت میں یہ جملہ سے جو مصدر ہے اس کے طرف مضاف ہوتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے چونکہ وہ مصدر مذکور نہیں تو اسکی مشابہت ظروف غایات کی ساتھ ہوگئی تو اسی وجہ سے اس کو بھی مبنی بر ضم کر دیا گیا۔ لیکن کبھی کبھی یہ مفرد کی طرف بھی مضاف ہو جاتا ہے جیسے

اما تری حیث سهیل طالعا ای مکان سهیل اس وقت جب یہ مفرد کی طرف مضاف ہو تو بمعنیٰ مکان کے ہوگا اس میں پھر اختلاف ہے کہ اس صورۃ میں معرب ہوگا یا مبنی بعض کے نزدیک معرب ہوتا ہے اسلئے کہ جو علت بناء کی تھی وہ اضافت الی الجملۃ تھی وہ زائل ہوگئی ہے لیکن مشہور بات بھی ہے کہ مبنی ہوگا کیونکہ مفرد کی طرف اضافت قلۃ اور شاذ ہے جس کا قطعا کوئی اعتبار نہیں۔

شعر

اما تری حیث سهیل طالعاً

نجم یضیئی کالشهاب ساطعاً

درجہ اولیٰ الفاظ کی تشریح: سهیل ستارہ کا نام ہے۔ شهاب کا معنی ہے آگ کا شعلہ۔

درجہ ثانیہ ترجمہ: کیا تو سہیل ستارہ کی جگہ کو نہیں دیکھتا اس حال میں کہ وہ سہیل طلوع اور بلند ہو رہا ہے۔ اور وہ ستارہ جو آگ کے شعلہ کی مانند روشن اور چمک رہا ہے۔

درجہ ثالثہ محل استشهاد: اس شعر میں حیث سهیل مفرد کی طرف مضاف ہے اور یہ اس وقت ہے جبکہ سہیل بروایت جر ہو۔

درجہ رابعہ ترکیب: اما حرف تنبیہ، تری فعل مضارع مرفوع با ضمہ تقدیرا ضمیر در و مستتر مرفوع محلا معبر بانت فاعل حیث مبنی علی الضم مضاف سهیل مجرور بالکسرہ لفظاً ذو الحال طالعاً منصوب بالفتحہ لفظاً حال ذو الحال حال ملکر مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ سے ملکر مفعول فیہ ہوا تری کا۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ نجم مرفوع بالضم لفظاً موصوف یضیئی مرفوع بالضمہ لفظاً فعل ضمیر در و مستتر فاعل کاف حرف جار الشهاب ذو الحال ساطعاً حال ذو الحال حال ملکر مجرور ہوا، حرف جار کا۔ جار مجرور ملکر متعلق ہے یضیئی کے۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ صفت۔

قولہ وشرطه ان یضاف.......... اجلس حیث جلس زید

اور حیث کے مبنی ہونے کی شرط کثرۃ استعمال میں یہ ہے کہ جملہ کی طرف مضاف ہو جملہ کی طرف اضافت شرط اس لئے لگائی کہ حیث کی وضع اسی مکان کیلئے جس میں نسبت ہو اور یہ بات ظاہر ہے کہ نسبت جملے ہی میں ہوسکتی ہے تو جس طرح موصول صلہکے طرف محتاج ہوتا ہے اسی طرح حیث بھی اپنے مکان کے تعین میں جملہ کے طرف محتاج ہوتا ہے۔

قوله و منها اذا وهی ---------------- اذا طلعت الشمس

ان ظروف مبنیہ میں سے اذا ہے ہے اور یہ اذا زمانہ مستقبل کیلئے آتا ہے۔ اگرچہ ماضی پر داخل ہوجاتے تو وہ اکثر زمانہ مستقبل کے ساتھ خاص ہوجاتی ہے جیسے اذا جاء نصر الله لیکن کبھی کبھی ماضی مستقبل کے معنی میں نہیں ہوتی جیسے حتی اذا بلغ مغرب الشمس اور اذا میں شرط کا معنی بھی پایا جاتا ہے شرط کا معنی یہ ہوتا ہے کہ ایک جملہ کا مضمون دوسرے جملہ کے مضمون پر مرتب ہو اسی مناسبت سے جملہ فعلیہ کالانا مختار ہے کیونکہ فعل کو شرط کے ساتھ مناسبت ہے لیکن چونکہ اس کی وضع شرط کے لئے نہیں تو جملہ اسمیہ کالانا جائز ہے۔

اور شرط معنی پائے جانے کی کے وجہ سے جملہ فعلیہ لانا مختار ہے جیسے آتیك اذا الشمس طالعة کہنا بھی درست ہے اور اذا کے مبنی ہونے کی وجہ کے اس میں شبہ افتقار ی پائی جا تی ہے کہ جملہ کی طرف مضاف ہوتا ہے ۔

قوله وقد یکون للمفا جاة فیختار فاذا السبع واقف

اور کبھی اذا مفاجاۃ کیلئے بھی آتا ہے مفاجاۃ باب مفاعلہ کا مصدر ہے جس کا معنی کسی چیز کو اچانک لے لینا یا کسی چیز کو اچانک پالینا تو اذا کبھی کسی چیز کے اچانک ہونے پر یا ملنے پر دلالت کرنے کے لئے آتا ہے لیکن جب یہ مفاجاۃ کے لئے ہو۔ اس وقت شرط والا معنی نہیں ہوتا اور اسی وجہ سے اس کے بعد مبتدا ہونا مختار ہے تاکہ اذا مفاجاتیہ اور شرطیہ میں فرق ہوجائے

قوله ومنها اذ وهی للما ضی اذالشمس طالعة ان ظروف مبنی میں سے اذ ہے اور یہ زمانہ ماضی کے لئے آتا ہے اگرچہ مستقبل پر داخل ہی کیوں نہ ہوجائے تو وہ بھی زمانہ ماضی کے ساتھ خاصہو جایا کرتا ہے اور اس کے مبنی ہونے کی وجہ کہ اس میں شبہ

وضعی پائی جاتی ہے اور یاد رکھیں کیونکہ اس میں معنی شرط نہیں پایا جاتا اسی وجہ سے دونوں جملوں کا یعنی جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ کا آنا درست ہے مختار کوئی نہیں۔

قولہ منھا این وانی للمکان وانی تقم اقم تک ان ظروف این اور انی ہے جو مکان کے لئے اور استفہام وشرط کے لئے آتے ہیں ان کے مبنی ہونے کی وجہ یہ دونوں معنی شرط واستفہام کو متضمن ہونے کی وجہ سے مبنی ہیں جب یہ استفہام کے لیے ہو تو انکا ترجمہ ہوتا ہے (کہاں) اور جب شرط کیلئے ہوں تو اس کا معنی ہوگا (جہاں) اور یاد رکھیں کہ انی کبھی کیف کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے قرآن مجید میں فاتو حرثکم انی شئتم.

قولہ ومنھا متیٰ للزمان شرطا اواستفھاما متی تسافر اسافر

ان ظروف مبنیہ میں سے ایک متی ' ہے جو زمانہ کے ساتھ مختص ہے اور شرط واستفہام کے لئے آتا ہے شرط کی مثال متی تصم تو کب روزہ رکھے گا شرط کی مثال متی تصم اقم تو جب روزہ رکھے گا میں روزہ رکھوں گا اور استفہام کی مثال متی تسافر تو کب سفر کرے گا اور اسکی مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہاں میں شبہ معنوی پائی جاتی ہے کہ یہ استفہام اور شرط کے معنے کو متضمن ہوا کرتے ہیں۔

قولہ ومنھا کیف للاستفھام فی ای حال انت

ان ظروف مبنیہ میں سے کیف ہے جو حالت دریافت کیلئے آتا ہے جیسے کہا جاتا کیف انت تو کیسا ہے یعنی اچھا ہے یا بیمار ہے اور حال سے مراد صفت ہوتا ہے اور کیف کے ساتھ اگر ما آجائے تو شرط کے لئے بھی آتا ہے اس کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں شبہ وضعی پائی جاتی ہے کہ یہ حرف استفہام کے معنی کو متضمن ہے۔

قولہ ومنھا ایان للزمان استفھاما نحو ایان یوم الدین

ان ظروف مبنیہ میں سے ایان ہے جو استفہام کے لئے خاص ہے اس میں شرط والا معنی نہیں پایا جاتا جیسے ایان یوم الدین جزا کا دن کب ہوگا

فائدہ ایان اور متی میں فرق یہ ہے کہ ایان صرف زمانہ مستقبل کے لئے اور امور

عظیمہ کے دریافت کرنے کے لئے آتا ہے جیسے ایان یوم الدین اور متیٰ یہ عام ہے زمانہ ماضی اور مستقبل دونوں کے لئے اور امور عظیمہ کے ساتھ بھی خاص نہیں امور عظیمہ اور غیر عظیمہ دونوں کے دریافت کے لئے آتا ہیں۔

قولہ ومنها مذومنذ معنى اول المدة ---------- ما رائيته۔

مبنی میں سے مذ اور منذ ہے دو معنی کے لئے آتے ہیں۔

(۱) اول مدت کے لئے یعنی فعل شروع کی مدت کے اور زمانہ بتانے کے لئے آتے ہیں کہ فعل کب شروع ہوا اور جمیع صوۃ ہے یعنی فعل کا وجود جتنے زمانے میں ہوا ہو اس کو بتانے کے لئے آتے ہیں ان دونوں معنوں کی تعیین کے لئے قرینہ یہ ہے کہ جب یہ متــی کے جواب بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں اس وقت اول مدت والا معنی ہوتا ہے جس طرح کسی نے کہا متــی مــا رایت زیدا تو نے کس وقت سے زید کو نہیں دیکھا جواب میں کہا جائے گا مــا رایــت مــذ او منــذ یوم الجمعة میں نے اس کو جمعہ کے دن سے نہیں دکھا یعنی میرے نہ دیکھنے کی مدت جمعہ کے دن سے شروع ہوئی ہے اور اگر کــم کے جواب بننے کی صلاحیت رکھتا ہو تو جمیع مدت والا معنی ہوگا جیسے کسی نے پوچھا کم مدة ما رایت زیداً کتنی مدت سے تو نے زید کو نہیں دیکھا جواب میں کہا جائے گا ما رایته مذ او منذ یومان کہ میں نے اس کو دو دن نہیں دیکھا یعنی تمام مدت کے میں نے اس کو نہیں دیکھا وہ دو دن ہیں مذومنذ کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مذ میں تو شبہ وضعی پائی جاتی ہے کہ اس کی وضع دو حرف پر ہے اور منذ کو بھی اس پر محمول کیا گیا ہے۔

بعض نے مبنی ہونے کی وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ ان کو ظروف غایات کے ساتھ مشابہت ہے اس طرح وہ مقطوع عن الاضافت ہوا کرتے ہیں اس طرح یہ بھی مگر چونکہ یہ مقطوع عن الاضافت معنویہ ہیں اسی وجہ سے یہ ہمیشہ مبــنــی ہوتے ہیں بخلاف ظروف غایات کے کہ وہ کبھی معرب بھی ہوتے ہیں اور کبھی مبنی۔

قولہ ومنها لدىٰ ولدن بمعنى عند ولد ولد ولد اور ان ظروف مبنی میں سے لدی اور لدن ہے جو عند کے معنی میں آتے ہیں جیسے المال لدیک یعنی المال

عندک کہ مال تیرے پاس ہے البتہ لدی اور عند میں استعمال کے اعتبار سے فرق ہے۔ کہ عند میں حضور شرط نہیں یعنی مال پاس موجود ہو تب بھی عند کہنا درست ہے اور مال اگر خزانے میں موجود ہو تو تب بھی عند کہنا درست ہے۔ لیکن لدی اور لدن کیلئے حضور شرط ہے کہ یہ اس وقت بول سکتے ہو جب مال پاس ہو اور ان کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بعض میں تو شبہ وضعی موجود رہے اور باقی ان پر محمول ہے۔

قولہ ومنھا قط للماضی المنفی مارئیت قط، اوران ظروف مبینہ میں سے قط ہے یہ ماضی منفی کیلئے بطریق استغراق آیا کرتا ہے جیسے ما رایتہ قط میں نے اس کو کبھی بھی نہیں دیکھا۔

فائدہ اسمیں میں دو اور لغت ہیں، قاف کے ضم کے ساتھ اور طاء مضموم شد کے ساتھ قط اور دوسری لغت قاف کا فتحہ اور طاء کا ساکن ہونا جیسے قط اسکا مبنی ہونا شبہ وضعی کی وجہ سے ہے۔

قولہ منھا عوض للمستقبل المنفی نحو لا ضربہ عوض ان ظروف مبنیہ میں سے عوض ہے جو مستقبل منفی کیلئے آتا ہے بطریق استغراق جیسے لا اضربہ عوض میں اس کو کبھی نہیں ماروں گا اس کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عوض کا مضاف الیہ قبل اور بعد کی طرح محذوف منوی ہوا کرتا ہے اب لا اضربہ عوض کے معنی ہوں گے لا ضربہ عوض العائضین یعنی دھر الداھرین ہیں لہذا ان میں شبہ افتقاری پائی جائے گی کہ حرف جیسی احتیاجی ہے۔

قولہ واعلم انہ اذا اضیف الظروف________کیومئذ حینئذ

ضابطہ : اس کا حاصل یہ ہے کہ جو ظروف مبنی نہ ہوں جب جملہ کی طرف مضاف ہوں یا کلمہ اذ کی طرف مضاف ہوں تو ان کو مبنی بر فتحہ پڑھنا جائز ہے۔

سوال اس ضابطہ کی علت اور دلیل کیا ہے۔

جواب ظروف جملہ کی طرف مضاف ہوں ان کو مبنی اس لئے پڑھنا جائز ہے کہ وہ مضاف

ہیں جملہ کی طرف اور جملہ مبنی ہوتا ہے۔ تو قاعدہ ہے کہ مضاف اپنے مضاف الیہ سے بنا حاصل کر لیتا ہے جیسے یوم ینفع الصادقین صدقھم اس میں یوم چونکہ ینفع الصادقین جملہ کی طرف مضاف ہے اس لئے اس کو مبنی بر فتح پڑھنا جائز ہے اور وہ ظروف جواذ کی طرف مضاف ہوں ان کے مبنی ہونے کی وجہ کے یہ بھی بواسطے اذ جملہ کی طرف مضاف ہوتے ہیں البتہ جواز کا لفظ کہہ کر مصنفؒ نے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ ان کا معرب ہونا بھی جائز ہے اس لئے کہ اسم مضاف کا بنا حاصل کرنا اپنے مضاف الیہ سے یہ واجب نہیں ہوا کرتا۔

قولہ وکذالک مثل وغی-----------وغیر ان ضرب زید

ضابطہ: جس طرح ظروف مذکورہ کو معرب ومبنی بر فتحہ پڑھنا جائز ہے اسی طرح لفظ مثل اور لفظ غیر کو بھی مبنی بر فتحہ اور معرب پڑھنا جائز ہے جبکہ تین لفظوں میں سے کسی ایک لفظ کے ساتھ واقع ہو۔ (۱) ما مصدریہ (۲) ان مفتوحہ (۳) ان مفتوحہ مثقلہ جیسے ضربتہ ومثل ماضرب زید میں نے اس کو مارا مثل مارنے زید کے اور دوسری مثال ضربتہ غیر ان ضرب زید میں نے اس کو مارا بغیر مارنے زید کے۔

سوال اس ضابطہ کی علت اور دلیل کیا ہے۔

جواب لفظ مثل اور غیر کا مبنی برفتحہ ہونا اس لئے جائز ہے کہ ان میں شبہ افتقاری پائی جاتی ہے کہ جس طرح حروف اپنے معنے پر دلالت کرنے میں متعلق کے محتاج ہوتے ہیں اسی طرح یہ بھی مضاف الیہ کی طرف محتاج ہوتے ہیں اور معرب ہونا اس لئے جائز ہے کہ اصل میں اسم ہیں جن کا معرب ہونا جائز ہوا کرتا ہے۔

سوال کیا لفظ مثل اور غیر ظرف ہیں ہرگز نہیں پھر ان کو کیوں بیان کیا گیا ہے۔

جواب اس مقام پر ان کے مبنی ہونے کی وجہ سے ذکر کر دیا گیا کہ یہ بھی مضاف الیہ کی طرف محتاج ہونے میں ظروف کے ساتھ مشابہ ہیں۔

قولہ ومنھا امس عند اھل الحجاز اور ظروف مبنیہ میں سے امس ہے یہ اہل حجاز کے نزدیک مبنی بر کسر ہے اور معرفہ بھی ہے اور بعض کے نزدیک معرب ہے اور معرفہ

لیکن جب مضاف ہو یا اس پر الف لام داخل ہو جائے یا نکرہ کر لیا جائے تو ان تینوں صورتوں میں بالاتفاق معرب ہوا کرتا ہے جیسے مضیٰ امسنا ومضی الامس المبارک کل غد صار امسا۔

﴿بحث خاتمہ﴾

قولہ الخاتمة فی سائر احکام الاسم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فصول

مصنفؒ نے قسم اول کے اندر اسم کی مباحث کو ذکر کیا اور قسم اول کی اجزا ثلثہ تھے۔

باب اول اور باب ثانی اور خاتمۃ باب اول معرب کے بیان میں اور باب ثانی مبنی کے بیان میں تھا ان دونوں بابوں کے بیان کر کے بعد مصنف تیسرا اجزء خاتمہ کو بیان کرنے چاہتے ہے جو اسم کے بقیہ احکام اور اس کے ملحقات کے متعلق ہے۔ البتہ ان کا تعلق معرب اور مبنی کے ساتھ نہیں۔

فائدہ سائر سوار سے مشتق ہے جس کا معنی ہوتا ہے بقیۃ ما اکل یعنی باقی اس چیز کا جو کھی گئی ہو لھذا سائز بمعنی باقی ہوگا۔

﴿بحث تعریف و تنکیر﴾

قولہ فصل اعلم ان الاسم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔والمعرف باللام

اس فصل میں اسم کی تقسیم کا بیان ہے اسم کی دو قسمیں ہیں۔ معرفہ اور نکرہ۔

معرفہ وہ اسم ہے جو کسی شی معیّن کے لئے وضع کیا گیا ہو اور معرفہ کی چھ قسمیں ہے (۱) مضمرات (۲) اعلام (۳) مبہمات، مبہمات سے مراد اسماء اشارات اور اسماء موصولات ہے ان کو مبہمات اس لئے کہا جاتا ہے کہ اسماء اشارہ بغیر اشارہ حسیہ کے مخاطب کے ہاں مبہم ہوا کرتا ہے کیونکہ متکلم کے پاس کئی اشیاء ہے جن میں سے ہر ایک مشار الیہ بن سکتی ہے۔ لہذا اشارہ حسیہ

کے بغیر چونکہ مبہم تھا لہذا اس کو مبہم کہا جاتا ہے اور موصول بھی بغیر صلہ کے مبہم ہوا کرتا ہے اس لئے ان دونو کو مبہمات کہا جاتا ہے۔ (۴) قسم معرف باللام (۵) قسم کوئی اسم مضاف ہو ان میں سے کسی ایک کی طرف اضافت معنویہ کے ساتھ مصنفؒ اضافت معنویہ کی قید لگا کر اضافہ لفظیہ کو خارج کیا ہے کیونکہ ماقبل میں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اضافہ لفظیہ نہ تو تعریف کا فائدہ دیتی ہے نہ تخصیص کا (۶) قسم معرف بحرف نداء جیسے یــا رجــل یہ اس وقت معرفہ ہوتا ہے جس وقت تعیین مقصود ہو۔

سوال معرفہ کو نکرہ پر کیوں مقدم کیا ہے۔

جواب یہ مطلوب اصلی ہے اور کثیر الاستعمال بھی ہے ان دو وجوہ کی بناء پر مصنفؒ نے معرفہ کو نکرہ پر مقدم کیا۔

سوال غلام ابیك مالك یوم الدین یہ معرفہ کے اقسام میں نہیں داخل کیونکہ یہ ان پانچ میں سے کسی ایک کی طرف مضاف نہیں بلکہ یہ مضاف ہے ایسے اسم کی طرف کہ وہ مضاف ہے معرفہ کی طرف حالانکہ یہ بھی معرفہ ہے۔

جواب ان پانچ میں سے کسی ایک طرف اضافت سے مراد عام ہے کہ بالذات ہو یا بالواسطہ ہو لہذا غلام ابیك یا مالك یوم الدین یہ بالواسطہ مضاف ہیں۔

سوال لفظ غیر اور مثل تو معرفہ نہیں ہوتے حالانکہ آپ نے مطلق کہا کوئی اسم جب بھی ان میں سے ایک طرف مضاف ہو وہ معرفہ ہوا کرتا ہے۔

جواب لفظ غیر اور لفظ مثل اور اس قسم کے اور اسماء جو متوغلہ فی الا بھام ہے وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں جیسا کہ ماقبل میں بھی ہم آپکو بتا چکے ہیں۔

قولہ **العلم ماوضع لشئ معین لا یتناول غیرہ بوضع واحد**

معرفہ کے اقسام میں سے علم کی تعریف علم وہ اسم ہے جو شئی معین کیلئے وضع کیا گیا ہوں اس حال میں کہ وہ وضع واحد کے ساتھ اس کے غیر کو شامل نہ ہو۔ فائدہ علم کی تین قسمیں ہیں۔ کنیت، لقب، اسم محض۔

وجہ حصر: علم دو حال سے خالی نہیں اس کے شروع میں لفظ اب یا ام ابن یا بنت ہوگا یا نہیں اگر ہو تو وہ کنیت ہے اگر نہ ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں اس سے مقصود مدح ذم ہوگی یا نہیں اگر اس مقصود مدح اور ذم ہو تو یہ لقب ہے اگر مدح یا ذم مقصود نہ ہو تو علم محض ہے۔

سوال مصنفؒ نے معرفہ کے اقسام میں سے علم کی تعریف کیوں کی ہے بقایا اقسام کی تعریف کیوں نہیں کی۔

جواب اسماء مضمرات اور اشارات اور موصولات کی تعریف ماقبل میں گذر چکی تھی۔ اور اسی طرح ان میں سے کسی ایک کی طرف مضاف ہونا یہ بھی سمجھ میں آتا ہے اسی طرح معرف باللام اور منادیٰ ان کا بھی ذکر ماقبل میں ہو چکا ہے لہذا علم کا ذکر ماقبل میں بالکل نہیں ہوا تھا۔ اسی لئے ضرورت تھی مصنفؒ علم کی تعریف کی ہے۔

فائدہ اعرف المعارف یعنی معرفہ میں سب سے کامل اور اکمل تعریف کے لحاظ سے ضمیر متکلم کی ہے پھر اس کے بعد علم کا درجہ ہے پھر مبہمات کا پھر معرف باللام کا پھر معرفہ بہ نداء کا اور باقی رہا مضاف کا درجہ اور مرتبہ وہ مضاف الیہ والا ہوا کرتا ہے یعنی وہ اپنے مضاف الیہ کی قوۃ کے مساوی ہوتا ہے لیکن اس سے کچھ کم اور ناقص ہوا کرتا ہے جیسا کہ مبرد کا مذہب ہے کیونکہ وہ مضاف الیہ سے ہی تو تعریف کو حاصل کرتا ہے۔ پھر مضمرات میں سے ضمیر متکلم پھر مخاطب پھر ضمیر غائب کا مصنفؒ کی یہ ترتیب علی مذہب البصریین ہے جبکہ کوفین سب سے اعرف المعارف علم کو پھر مضمرات کو پھر مبہمات کو پھر معرف باللام

فائدہ اعرف المعارف ٹھیک ہے ضمیر ہے اور اعلام کا درجہ بعد میں ہے لیکن لفظ اللہ جو اسم ہے ذات واجب الوجود کا وہ سب سے اعرف المعارف ہے۔ اسلئے اسی سے تو تعریف و تعیین حاصل ہوتی ہے۔

سوال ضمیر متکلم اعرف المعارف کیوں ہے۔

جواب ضمیر متکلم میں التباس بالکل نہیں ہوتا جبکہ ضمیر مخاطب میں بسا اوقات التباس آجاتا ہے جس وقت مخاطب متعدد ہوں پھر غائب کا درجہ ہے کیونکہ اس میں بھی ابہام ہوتا ہے۔

قولہ **والنكرة ما وضع لشي غير معين كرجل وفرسٍ۔**

نکرہ وہ اسم ہے جو وضع کیا گیا ہو شی غیر معین کے لئے۔

فائدہ نکرہ کی علامت یہ ہے کہ وہ لام تعریف کو قبول کرتا ہے اسی طرح اس پر رب اور کم خبریہ کا داخل ہونا درست ہوتا ہے اور اسی طرح اس کا حال اور تمیز واقع ہونا اور لا مشبہ بلیس کے لئے اسم واقع ہونا بھی درست ہوتا ہے۔

بحث اسماء عدد

قولہ **فصل اسماء العد ما وضع ليدل على كمية آحاد الاشياء۔**

اس فصل ثانی کے اندر اسماء عدد کے بحث کرنا چاہتے ہے جس میں چار باتوں کا بیان ہے۔

(۱) تعریف (۲) اصول عدد کتنے ہیں۔ (۳) اسماء عدد کی استعمال کیسے ہوتی ہے۔
(۴) ان کی تمیز کیسے آتی ہے۔

اسماء عدد کی تعریف: اسماء عدد وہ اسماء ہیں جو افراد اشیاء یعنی معدودات کی مقدار کو بیان کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہو۔ جیسے ثلثة رجال میں ثلثہ اسم عدد ہے جو کہ رجل کے تین فرد پر دلالت کرتا ہے۔

قولہ **واصول العدد اثنتا عشرة كلمة وماة والف** دوسری بات کی بیان کہ اصول عدد یعنی وہ اسماء عدد جن سے دوسرے اسماء عدد بنتے ہیں وہ بارہ کلمات ہیں (۱) واحدہ، (۲) اثنتان (۳) ثلثه (٤) رابعة (٥) خمسه (٦) ستة (٧) سبعة (٨) ثمانية (٩) تسعة (١٠) عشرة (١١) مائة (١٢) الف ہیں باقی تمام عدد ان بارہ کلمات سے بنتے ہیں۔ یا تو ترکیب کے لحاظ سے یا بذریعہ عطف کے جیسے ثلثة وعشرون یا بذریعہ اضافت کے جیسے ثلث ماة یا تثنیه کے ساتھ ماتان اسی طرح الفان یا جمع کے ساتھ مات اور الوف عشرون ثلثون سبعون۔

قولہ **واستعماله من واحد الى اثنتين ۔۔۔ في امرأتين اثنتان**

تیسری بات: اسماء عدد کی استعمال بتانا چاہتے ہیں جس سے پہلے چند قواعد ذہن میں یاد رکھیں۔

پہلا قاعدہ: لفظ واحد اور اثنان کا استعمال ہمیشہ تو مطلقا قیاس کے موافق ہوگی یعنی مذکر کے لئے بغیر تا اور مونث کیلئے تاء کے ساتھ خواہ ترکیب میں ہوں یا بغیر ترکیب میں اسی طرح عطف کے ساتھ ہو یا بغیر عطف کے۔

دوسرا قاعدہ: لفظ ثلثة سے لے کر تسعة تک اس کی استعمال ہمیشہ مطلقا قیاس کے خلاف ہوتی ہے ترکیب میں ہو یا غیر ترکیب میں۔

تیسرا ضابطہ: لفظ عشر ترکیب میں تو قیاس کے موافق اور غیر ترکیب میں یعنی مفرد ہونے کی صورت میں خلاف قیاس۔

چوتھا قاعدہ: عقود ثمانیہ یعنی عشرون ثلاثون سے تسعون تک اور لفظ ماۃ اور لفظ الف یہ مذکر اور مونث کے لئے یکساں استعمال ہوتے ہیں۔

پانچواں قاعدہ: طریقہ ترکیب یہ ہوگا کہ احد عشر سے لے کر تسعة عشرہ تک حرف عطف مقدر ہوگا اور دونوں جزء مبنی برفتحہ ہونگی مگر اثنا عشرۃ پھر احد وعشرون سے لے کر حرف عطف کا ذکر ضروری ہوگا اب طریقہ استعمال کے اعتبار سے چند قسمیں بنا لیتے ہے تاکہ سمجھنا سہل ہوجائے۔

قسم اول: دو کلمے ہیں واحد اور اثنان اسکا حکم یہ ہے کہ یہ قیاس کے موافق استعمال ہوتے ہے یعنی مذکر کیلئے بغیر تاء کے جیسے واحد اور اثنان مونث کیلئے تاء کے ساتھ جیسے واحدۃ اور اثنان اور ثنتان

دوسرا قسم:

ثلاثة واربعة وخمسة وستة وسبعة وثمانية وتسعة وعشرة

یہ آٹھ کلمات ہیں جو خلاف قیاس استعمال ہوتے ہیں۔ مذکر کے لئے تاء کے ساتھ جیسے ثلاثة رجال اور مؤنث کے لیے بغیر تاء کے جیسے ثلاث نسوۃ۔

تیسرا قسم احد عشر، اثنا عشر، .... ثمانیة عشر، تسعة عشر

اسکا حکم یہ ہے کہ ماقبل والے ضوابط کے تحت پڑھا جائے گا یعنی گیارہ اور بارہ کی پہلی جزء اسی قاعدہ کی بناء پر یہ کلمات ترکیب میں ہوں یا بغیر ترکیب میں قیاس کے موافق اور ثلاثہ سے تسعة تک پہلا جزء خلاف القیاس اسی قاعدہ کی بناء پر اور دوسرا جز لفظ عشرۃ یہ چونکہ ترکیب میں استعمال ہو رہا ہے تو موافق قیاس استعمال ہوگا یعنی مذکر کیلیے تاء کے بغیر اور مؤنث کیلیے تاء کے ساتھ تو اب یوں کہا جائے گا مذکر کیلیے احدعشر رجلاً اثنا عشر رجلاً ،ثلاثة عشر رجلاً اور مؤنث کے لیے احدیٰ عشرۃ امراۃ، اثنتا عشرۃ امراۃ ،ثلاث عشرۃ امراۃ۔

قولہ: وبعدذالك تقول عشرون بلا فرق بين المذكرو المؤنث۔

چوتھا قسم کا بیان عشرون سے لیکر تسع وتسعون تک جو دوسری جزء ہے یعنی عشرون یہ عقود ثمانیہ یہ تو ان میں امتیاز بین المذکر والمؤنث نہیں مذکر کے لیے بھی عشرون رجلاً مؤنث کے لیے بھی عشرون امرأۃ اور جب ان کے ساتھ کسی دوسرے کلمے کو مرکب کریں گے تو احد اور اثنان کو تو اسی کے لیے وہی قاعدہ جاری کریں لفظ احد اور اثنان مذکر کے لیے بغیر تاء کے مؤنث کیلیے تاء کے ساتھ پھر ثلثہ سے لے کر تسعہ تک وہی قاعدہ چلائیں کہ مذکر کیلیے تاء کے اور مؤنث کے لیے بغیر تاء مثال کے طور پر مذکر کے لیے احد وعشرون رجلاً مؤنث کے لیے احدی وعشرون امراۃ مذکر کیلیے ثلاثة وعشرون رجلاً اور مؤنث کیلیے ثلاث وعشرون امراۃ۔

قولہ: ثم تقول مائة رجل ---------- بين المذكر المؤنث۔

پانچواں قسم: لفظ مائة اور الف کہ اسمیں بھی مذکر اور مؤنث کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے لہذا مذکر کے لیے بھی مائة رجل اور مؤنث کے لیے بھی مائة امراۃ اور مذکر کے لیے بھی الف رجل اور مؤنث کے لیے بھی الف امرۃ کہا جائے گا۔

قولہ یستعمل علی قیاس ما عرفت جب عدد مائة اور الف سے تجاوز کر

جائے تو اس وقت جو عدد ما ئۃ اور الف پر زائد ہوگا اسکی استعمال کا طریقہ وہی ہوگا جو تم نے وا حد سے لے کر تسحۃ تک اور تسع و تسعین تک پہچان چکے ہو۔

قولہ ویقدم الا لف علی الما ئۃ ۔ والا حا د علی العشرا ۃ

سب سے پہلے الف لائینگے اس کے بعد ما ئۃ کو پھر احاد کو پھر عشرات کو۔اور سب کے عطف میں عکس بھی درست ہے مثلاً یوں کہا جائے وا حد و الف ما ئۃ وغیرہ .

قولہ: اعلم ان الوا حد والا ثنین لا ممیزلھا۔

مصنف اس عبارت میں پانچویں بات اسماء عدد کی تمیز بیان کرنا چاہتے ہیں لفظوا حــــد اور اسطرح وا حد ۃ اور اثنا ن اور اثنتان کے لیے تمیز آتی ہی نہیں بقا یا اسماء عدد کی باعتبار تمیز کی تین قسمیں بنتیں ہیں۔

ا۔ عدد ادنی جو تین سے لے کر دس تک اسکی تمیز جمع مجرور آتی ہے جیسے جو ثلا ثۃ رجا ل وثلا ث نسوۃ

(۲)عدد اوسط گیارہ سے لیکر ننانویں تک احدعشر سےلیکر تسعۃ وتسعون اسکی تمیز مفرد منصوب آیا کرتی ہے جیسے احد عشر رجلا احد ی عشر ۃ امر أ ۃ سے تسع وتسعون رجلا تسع وتسعون امر ء ۃ تک۔

(۳)عدد اعلی یعنی لفظ ما ئۃ اور لفظ الف اسی طرح انکے تثنیہ اور جمع کی تمیز مفرد مجرور آتی ہے جیسے مائۃ رجل وما ئۃ امراۃ الف رجل الف امر ء ۃ تین سے لے کر دس تک کی تمیز جمع مجرور آتی ہے لیکن اگر ثلاثۃ سے لیکر عشر تک کی تمیز لفظ ما ئۃ آ جائے تو پھر ان کی تمیز مفرد مجرور آتی ہے جیسے ثلا ثۃ مائۃ تسع ما ئۃ فائدہ کہ تین سے لیکر دس کی تمیز جو جمع مجرور آتی ہے ۔جمع سے مراد عام ہے،خواہ باعتبار لفظ کے ہو جیسے ثـلاثۃ رجـا ل باعتبار معنی کے ہوں جیسے ثلاثۃ رھط ۔

﴿بحث تذکیروتانیث﴾

قولہ **فصل الاسم ------------ والمذکر ما بخلافه**

مصنف تیسری فصل میں اسم کی ایک اور تقسیم کررہے ہیں کہ اسم باعتبار جنس کے دوقسم پر ہے (۱)مذکر (۲) مؤنث ۔تعریف مؤنث وہ ہے جس کے آخر میں علامۃ تانیث موجود ہو عام ازیں کے وہ علامت تانیث لفظوں میں موجود ہو جیسے **طلحۃ** یا مقدر ہو جیسے **ارض** اور مذکر وہ ہے جس میں علامت تانیث کی نہ ہو جیسے **رجل**۔

قولہ **علامت التانیث ثلاثة التاء طلحة والف المقصورة**

علامت تانیث تین ہیں۔

پہلی علامت: **تاء** لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ حالت وقف میں ھاء بن جائے جیسے طلحہ۔

دوسری علامت: الف مقصورہ ہے جس کے لیے تین شرطیں ہیں۔پہلی شرط کہ الف مقصورہ تین حرف کے بعد ہو احترازی مثال **فتی** دوسری شرط کہ الحاق کے لیے نہ ہو احترازی مثال **ارطیٰ** ۔جوجافر کے ساتھ ملحق ہے تو اسمیں الف مقصورہ الحاق کا ہے اور تیسری شرط الف مقصورہ محض زیادتی کے لیے نہ ہو احترازی مثال **قبعثریٰ** کہ اسمیں الف محض زیادت کے لیے لا یا گیا ہے اس کی اتفاقی مثال **حبلی** اسکا الف مقصورہ علامت تانیث ہے۔

تیسری علامت: الف ممدودہ یعنی وہ الف زائدہ جس کے بعد ہمزہ زائدہ ہو جیسے **حمراء**۔

قولہ: **المقدرة انماهوالتاء فقط مثل الارض والدار**

ضابطہ کا بیان مؤنث کی تعریف سے یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ علامت تانیث کی مقدر ہوتی ہے اور پھر آگے بتایا کہ علامت تانیث کی تین ہیں تو اس سے یہ وہم پڑسکتا تھا کہ شاید تینوں علامات تانیث مقدر ہوتی ہوں تو اسکیلئے مصنف نے ضابطہ بتادیا کہ علامت تانیث کی جو مقدر ہوتی

ہے وہ صرف تاء ہو سکتی ہے جیسے ارض دار کے اندر تا مقدر ہے جس پر دلیل تصغیر ہے کہ ارض کی تصغیر اریضۃ اور دار کی تصغیر دویرۃ اور قاعدہ آپ نے پڑھ لیا ہے کہ تصغیر اور تکسیر شیء کو اپنے اصلیت کی طرف لوٹاتے ہیں لہٰذا جب تصغیر کے اندر تاء موجود ہے تو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ ارض اور دار کے اندر تاء مقدر ہے۔

قوله: ثم المئونث علی قسمین حقیقی لفظیٌ وھوما بخلافه

مئونث کی دو قسمیں ہے (۱) حقیقی (۲) لفظی مئونث حقیقی وہ ہے کہ اس کے مقابلے میں جنس حیوان سے مذکر موجود ہو جیسے: امرائۃ کے مقابلہ میں رجل اور ناقہ کے مقابلہ میں جمل موجود ہے اور مئونث لفظی وہ ہے کہ اسکے مقابلہ میں جنس حیوان سے مذکر نہ ہو جیسے ظلمت اور عین۔

قوله: وقد عرفت احکام ---------- للمونث فلا نعید ھا۔

مصنفؒ طالب العلم کو ان قواعد کی یاد کرنے کی طرف ترغیب دے رہا ہے جو فاعل کی بحث میں گزر چکے ہیں کہ فعل کے ساتھ علامت تانیث کی کب لانا جائز ہے اور کب ناجائز ہے اور فرمایا کہ ارے طالب العلم تو نے فعل کی جب نسبت کی جائے مونث کی طرف اسکا کیا حکم ہوگا یہ تو نے پڑھ لیا ہے فلا نعید ھا ہم دوبارہ اسکو ذکر نہیں کرتے لیکن تجھے چاہیئے کہ اسے پھر یاد کرو۔

﴿بحث تثنیه﴾

قوله فصل المثنیٰ اسم الحق باخرہٖ الف

اسم کی ایک اور تقسیم کا بیان اسم کی باعتبار تعداد کے تین قسمیں ہیں۔ ۱۔ مفرد ۲۔ تثنیہ ۳۔ جمع اس فصل میں تثنیہ کا بیان ہے اور اگلی فصل میں جمع کا بیان ہے۔

سوال مفرد بھی تو اسکا قسم تھا اصل تھا اسکو کیوں ذکر نہیں کیا ہے؟

جواب مصنف نے اختصار کے لئے ایسا کیا کہ تثنیہ وجمع کو بیان کیا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تثنیہ جمع کے علاوہ مفرد ہے اسلئے مصنف نے مفرد کو بیان نہیں کیا۔

تثنیہ کی تعریف تثنیہ وہ اسم ہے جسکے آخر میں الف اور نون مکسورہ حالت رفعی میں اور یا ماقبل مفتوح اور نون مکسورہ حالت نصبی جری میں لاحق کیا گیا ہو اور یہ الحاق اس بات پر دلالت کرے کہ مفرد جیسا اسکے ساتھ اسکی جنس سے ایک اور بھی ہے جیسے رجلان، رجلین یہ تثنیہ یہ بتاتے ہیں کہ رجل کے ساتھ ایک اور رجل بھی ہے۔

قولہ هذا في الصحيح مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ صحیح سے تثنیہ بناتے وقت اور تغیر کرنا نہیں پڑے گا بلکہ صرف الف اور یاء ماقبل مفتوح نون مکسورہ کو لایا جائے گا لیکن یاد رکھیں یہاں صحیح کی قید لگانا درست نہیں ہے کیونکہ صحیح کا بھی حکم تو اسی طرح جاری مجری کا بھی یہی حکم۔

قولہ واما المقصور فان كان منقلبة حبليان في حبلى اگر اسم مقصور سے تثنیہ بنانا ہے تو اسکے آخر میں چونکہ الف ہوتا ہے اس n لیے الف تثنیہ کے لانے سے اجتماع ساکنین لازم آئے گا اسی وجہ سے اسمیں تغیر کرنا پڑے گا کہ اسم مقصور کی چار صورتیں بنتی ہیں

پہلی صورت: الف مقصورہ واو سے تبدیل ہو اور ہو بھی ثلاثی تو اس کا حکم یہ ہے کہ اس کو الف مقصورہ کو اپنے اصل واو سے تبدیل کرو جیسے عصا سے عصوان

دوسری صورت: اگر وہ الف مکسورہ یا سے تبدیل ہو۔

تیسری صورت: الف مقصورہ واو سے تبدیل ہو لیکن وہ کلمہ ثلاثی سے زائد ہو۔

چوتھی صورت: وہ اسم مقصورہ کا الف وہ کسی سے تبدیل نہ ہو تو ان تینوں صورتوں میں تثنیہ بناتے وقت الف مقصورہ کو یا سے تبدیل کیا جائے گا جیسے رحی سے رحیان ملهى سے ملهيان حبارى سے حباريان حبلى سے حبليان۔

قولہ اما المدود يجوز---------- ان وكساوان في كساء

اور اسم ممدود سے تثنیہ بنانا ہو تو دیکھا جائے گا کہ اس کا ہمزہ اصلی ہے یا تانیثی ہے یا واو، یا سے

تبدیل ہے تین صورتیں ہیں۔

پہلی صورت ہمزہ اگر اصلی ہو تو تثنیہ بناتے وقت اس کو ثابت رکھیں گے جیسے قراء سے قرءان۔

دوسری صورت الف ممدودہ تانیثی ہو تو اس کو تثنیہ بناتے وقت واو سے تبدیل کیا جائے گا جیسے حمراء سے حمروان۔

تیسری صورت اگر الف ممدودہ کا ہمزہ واو اصلیہ یا یاء اصلیہ تبدیل ہوا ہو تو اسمیں دو وجہ جائز ہیں (۱) ہمزہ کو ثابت رکھا جائے اس لیے کہ یہ ہمزہ اگرچہ اصلی نہیں لیکن چونکہ واو اور یا اصلیہ سے بدلا ہوا ہے تو یوں ہی سمجھو کے یہ اصلی ہے تو اصل کا حکم دیکر ثابت رکھا جائیگا (۲) اس کو حمراء کے ہمزہ سے مشابہت کی وجہ سے واو سے بدل کر پڑھا جائے وجہ مشابہت یہ ہے کہ جس طرح حمراء کا ہمزہ اصلی نہیں اس طرح اس کو بھی ذات ہمزہ اصلی نہیں بلکہ بدلا ہوا ہے تو اس میں دو وجہ پڑھنا جائز ہے جیسے کساء کو کساءان اور کساوان پڑھنا دونوں جائز ہیں۔

قولہ ویجب حذفہ عند الاضافۃ ---------- ومسلما مصر۔

ضابطہ : اگر تثنیہ کی اضافت ہو جائے تو اس میں یہ بھی تغیر کیا جائے گا کہ نون تثنیہ کو حذف کیا گیا جیسے غلاما زید مسلما مصر اصل میں تھا غلامان زید مسلمان مصر جب اضافت ہوئی تو نون گر گیا۔ کیونکہ یہ اضافت کے منافی اسلئے اضافت اتصال کو چاہتی ہے اور نون تثنیہ انفصال کو۔

قولہ وکذالک تحذف تاء التانیث خصیان والیان

ضابطہ : جس کا تعلق بھی تغیر سے ہے کہ تثنیہ کے نون کی طرح خصیۃ اور الیۃ کی تاء تانیث تثنیہ میں حذف کر دی جاتی ہے اور یہ حذف کرنا قاعدہ اور قانون کے خلاف ہے قانون کا تقاضہ تو یہ ہے کہ تا کو باقی رکھا جائے تاکہ مذکر اور مؤنث کے تثنیہ میں التباس لازم نہ آئے لیکن یہ خلاف قانون تا کو حذف کر دیا جاتا ہے اتفاقاً لانہما مثلا زمان فکانہما شیء واحد یہاں تاء کو اس لیے

حذف کردیا جاتا ہے کہ اسمیں اگر چہ دو چیزیں ہیں الیان اور خصیان دو چیزیں ہیں لیکن خصیوں میں سے ہر ایک دوسرے کو لازم ہے اسی طرح جدا نہیں ہو سکتے اسی طرح چیزوں میں سے ہر ایک دوسری کو لازم ہے جو جدا نہیں ہو سکتی گویا کہ دونوں الیان اور خصیان بمنزلہ شے واحد کے ہیں شدت اتصال کی وجہ سے جدا نہیں ہو سکتے تو اسی وجہ سے ان کے تثنیہ بمنزلہ کلمہ مفرد کے ہونگے لہذا تاء تانیث کو حذف کر دیا گیا کہ اگر تاء تانیث کو ثابت رکھا جائے تو مفرد کے وسط میں تاء تانیث کا ہونا لازم آئے گا حالانکہ وہ کلمہ مفردہ کے آخر میں ہوا کرتی ہے نہ کہ وسط میں خلاصہ تاء تانیث کا حذف ہونا تثنیہ میں یہ صرف خصیہ اور الیہ کے ساتھ مختص ہے اسکے علاوہ دوسرے کلمات میں تا حذف ہرگز نہیں کی جائے گی۔

قولہ واعلم انه اذا اريد اضافة المثنىٰ الىٰ آخره۔

ضابطہ : کہ جب کسی تثنیہ کو تثنیہ کی ضمیر کی طرف اضافت کردیا جائے خواہ وہ مذکر ہو یا مؤنث اسی طرح خواہ وہ مرفوع ہو یا منصوب ہے یا مجرور تو پہلے تثنیہ مضاف کو جمع سے تعبیر کیا جائے گا یا مفرد سے تعبیر کیا جائے گا لیکن تثنیہ لانا درست نہیں جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے فقد صغت قلوبکما جسکا اصل تھا قلبا کما کہ تحقیق تم دونوں کے دل ٹیڑھے ہوگئے ہیں اور اس طرح دوسرے مقام پر ہے فاقطعو ایدیھما یہاں بھی تثنیہ کی اضافت ہے تثنیہ کی طرف پہلے تثنیہ کو جمع سے تعبیر کردیا اید یھما حالانکہ اصل میں یدیھما تھا وذالك لكرا هية اجتماع التثنتين علت کا بیان کہ پہلے تثنیہ اور مضاف کو جمع یا مفرد کیوں لایا جائے گا اس لیے کہ مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان باعتبار لفظ اور باعتبار معنی اتصال موکد ہوتے ہیں اور ایسی دو چیزیں کہ جن کے درمیان لفظ اور معنی کے اعتبار سے اتصال موکد ہو ایسے دو تثنیہ جو مماثلتین ہے جمع ہونا مکروہ ہے لہذا پہلے مضاف کو جمع سے تعبیر کریں گے یا مفرد کا صیغہ لائینگے تو خلاصہ یہ نکلا کہ پہلے مضاف کو جمع کا صیغہ لانا اولی ہے تو پھر جمع سے مفرد کا صیغہ لانا اولی ہے

بحث جمع

قوله فصل المجموع ------- لیس بجمع اذا لا مفرد له

مصنف اس فصل میں جمع کو بیان کر رہے ہیں تین باتوں کا بیان ہے (۱) جمع کی تعریف (۲) جمع کی تقسیم باعتبار لفظ کے (۳) جمع کی تقسیم ثانی باعتبار المعنی کے۔

مجموع تعریف مجموع وہ اسم ہے جو ایسے افراد پر دلالت کرے جو حروف مفردہ سے مقصود ہوتے ہیں معمولی سے تغیر کے ساتھ خواہ وہ تغیر لفظی ہو جیسے رجل کی جمع رجال یا تغیر تقدیری ہو جیسے فلک اسد کے وزن پر ہے اب فلک واحد بھی ہے اور یہی فلک جمع بھی ہے لیکن جو فلک واحد ہے وہ قفل کے وزن پر ہے اور جو فلک جمع ہے وہ اسد کے وزن پر ہے تو یہ تغیر تقدیری ہے لہٰذا قوم اور رھط اور اس جیسے دوسرے اسماء بے شک افراد پر دلالت کرتے ہیں لیکن جمع نہیں اسلئے انکا مفرد ہی نہیں۔

قوله ثم الجمع علی قسمین مصحح وھو ما لم یتغیر بناء واحدہ ہے جمع کی باعتبار لفظ دو قسمیں ہیں (۱) مصحح (۲) مکسر جمع مصحح اور جمع سالم وہ ہے جس کی جمع میں اسکا واحد کا وزن تبدیل نہ ہو جیسے مسلم سے مسلمون اور جمع مکسر وہ ہے جس کا واحد کا وزن جمع میں تبدیل ہو چکا ہو جیسے رجل سے رجال۔

قوله والمصحح علی قسمین ----------- نحو مسلمین

جمع سالم اور صحیح کی دو قسمیں ہیں (۱) جمع مذکر (۲) جمع مؤنث جمع مذکر سالم وہ جمع ہے کہ اس کے آخر میں حالت رفعی میں واو ماقبل مضموم اور نون مفتوحہ لاحق کیا جائے جیسے مسلم سے مسلمون اور حالت نصبی و جری میں یا ماقبل مکسور اور نون مفتوحہ لاحق کیا جائے حالت نصبی جری میں اور یہ لحوق اس بات پر دلالت کرے کہ اس کے واحد کے ساتھ اس کے واحد کی جنس سے اکثر ہے۔

قوله وھذا فی الصحیح یعنی صحیح سے جمع سالم بنانے کا طریقہ ہے۔

اسم منقوص سے جمع مذکر سالم بناتا ہے تو اسمیں یا کو بھی حذف کیا جائے گا جیسے قاضون، داعون انکی تعلیل یہ ہے قاضون اصل میں تھا قاضیون، داعون اصل میں تھا داعوون، قاضیون یقول بیع والا قانون سے یاء کی حرکت کو نقل کر کے ماقبل کو دی پھر یوسر والا قانون سے یا کو واو سے بدل دیا قاضوون التقاء ساکنین کی وجہ سے پہلے مدہ تھا اس کو حذف کیا قاضیون اور داعوون کو دئی والے قانون سے واو کو یا سے بدل دیا داعیون پھر یقول بیع والے قانون سے یا کی حرکت کو ماقبل کو دی داعیون پھر یوسر والا قانون سے یا کو واو سے بدل دیا تو داعوون تو التقاء ساکنین ہوا پہلا مدہ تھا اس کو حذف کیا داعون ہو گیا۔

اسم مقصور : سے جمع مذکر سالم بنانی ہے تو اسکے الف کو حذف کیا جائے گا اور ماقبل مفتوح ہی رہے گا تا کہ وہ الف کے محذوف ہونے پر دلالت کرتا رہے جیسے مصطفون اصل میں مصطفیون تھا یاء متحرک ماقبل مفتوح تھا قال باع والے قانون سے یاء الف سے بدلا مصطفاون پھر التقاء ساکنین کی وجہ سے الف کو حذف کر دیا مصطفون ہو گیا حالت رفعی میں۔

قولہ ویختص باولی العلم ضابطہ واو نون کے ساتھ جمع لانا یہ ذوی العقول کے ساتھ خاص ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ جس اسم کی جمع سالم بنانی ہو تو وہ دو حال سے خالی نہیں ہوگی (۱) یا وہ اسم ذات ہوگا یعنی صرف ذات پر دلالت کرے گا جیسے زید اسم یا وہ صفت یعنی وہ ذات کیساتھ ساتھ کسی صفت پر بھی دلالت کرے جیسے کاتب، قائم وغیرہ اگر وہ اسم ذات ہے تو اس کی جمع سالم بنانے کے لیے تین شرطیں ہیں۔

پہلی شرط: کہ وہ مذکر ہو نہ تو اسمیں تاء تانیث لفظوں میں موجود ہو اور نہ مقدر ہو لہذا طلحۃ خارج ہو جائے گا۔

دوسری شرط: وہ علم ہو لہذا رجل اس سے خارج ہو جائے گا چونکہ یہ مذکر عاقل تو ہے لیکن علم نہیں۔

تیسری شرط: کہ اس اسم کا مسمی جو ہے وہ ذوی العقول میں سے ہو لہذا اعوج جو گھوڑے کا

علم ہے وہ اس سے خارج ہو جائیگا۔

سوال جمع سالم کے لیے تین شرطیں کیوں لگائیں؟

جواب یہ جمع سالم تمام جمعوں سے اشرف ہے اور مذکر عاقل ذوی العقول یہ اسم بھی تمام اسموں سے اشرف ہے لہذا ہم نے اشرف کے لیے اشرف کو خاص کردیا جیسے مسلم کی جمع مسلمون آتی ہے زید کی جمع زیدون اور اگر وہ اسم صفت ہے جیسے اسم فاعل اسم مفعول وغیرہ تو اسکی جمع سالم بنانے کیلئے پانچ شرطیں ہیں۔

پہلی شرط: مذکر عاقل ہو۔

دوسری شرط: وہ اسم صفت تانیث کے ساتھ نہ ہو تو اس کی احترازی مثال علامۃ اور باقی تینوں شرطوں کو مصنف خود بیان کررہے ہیں۔

قولہ ویجب ان الا یکون افعل کصبور بمعنی صابر

تیسری شرط: کہ وہ اسم صفت ایسے افعل کے وزن پر نہ ہو جس کی مؤنث فعلاء کی وزن پر آتی ہو احترازی مثال احمر جس کی مؤنث حمراء آتی ہے۔

چوتھی شرط: وہ صفت ایسے فعلان کے وزن پر نہ ہو کہ جس کی مؤنث فعلیٰ کی وزن پر آتی ہو جیسے سکران جسکی مؤنث سکریٰ آتی ہے۔

پانچویں شرط: وہ اسم صفت ایسے فعیل کے وزن پر نہ ہو جو مفعول کے وزن پر آتی ہو جیسے جریح بمعنی مجروح۔

سوال اسم صفت سے جمع سالم بنانے کی لیے ان شرائط خمسہ کی علت کیا ہے۔

جواب شرط اول مذکر عاقل کی آپ نے علت پڑھ لی ہے۔ دوسری شرط کہ تاء تانیث کی نہ ہو اس لیے لگائی ہے کہ اگر تاء تانیث کو رکھتے ہوئے جمع بنائی جائے تو تاء تانیث اور جمع کا جمع ہونا لازم آئیگا تو اگر تا کو حذف کیا جائے تو التباس لازم آئے گا اس جمع کیساتھ جس کا واحد تاء تانیث سے خالی ہو اور بقایا شرائط میں سے تیسری شرط اس لیے لگائی کہ تا کہ افعل تفضیل اور اس میں

فرق باقی رہ جائے اسم تفضیل کی جمع واونون کے ساتھ آتی ہے چوتھی شرط وہ اس لیے لگائی تاکہ اس میں اور فعلان فعلانۃ میں کہ جس کی جمع واونون کے ساتھ آتی ہے فرق باقی رہے جیسے ندمان کی مؤنث ندمانۃ آتی ہے جس کی جمع ندمانون جائز ہے اور پانچویں شرط کہ فعیل کے وزن پر نہ ہو جو بمعنی مفعول کے ہو اس لیے لگائی کہ یہ دونوں صیغے مذکر اور مؤنث کے درمیان مساوی ہوتے ہیں۔

قولہ واما قولهم سنون وارضون وثبون وقلون فشاذ

یہ عبارت سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال سنون کا معنی سال ارض بمعنی زمین ثبۃ بمعنی جماعت اور قلۃ بمعنی گلی ڈنڈا یہ سب کے سب اسم مفرد مؤنث ہیں نہ یہ ذوی العقول میں سے ہیں کہ ان کا اطلاق ذوی العقول پر ہو لیکن اس کے باوجود انکا جمع واونون سے آرہے ہیں لہذا تمھارا ضابطہ درست نہ ہوا۔

جواب: ان اسماء کی جمع واونون کے ساتھ آنا یہ شاذ خلاف قیاس ہے۔

قولہ: یجب حذف نونه الا ضافت نحو مصر پہلے ہی ضابطہ بیان کیا جاچکا ہے کہ نون جمع اضافت کے وقت حذف ہوجاتا ہے۔

قولہ: مؤنث وهو ما الحق لآخره الف او تاء نحو مسلماة

جمع سالم کی دوسری قسم جمع مؤنث سالم ہے جمع مؤنث سالم وہ ہے جسکے مفرد کے آخر میں الف اور تاء لاحق کیا گیا ہو جیسے مسلمة سے مسلمات هند سے هندات۔

قولہ: وشرطه ان كان صفة وله مذكر كهنداة جمع مؤنث سالم بنانے کی شرط اور تفصیل یہ ہے کہ وہ صیغہ صفت کا ہوگا یا نہیں۔

پہلی صورت: اگر صیغہ صفت کا ہو تو پھر دو صورتیں ہیں (۱) اس کے لیے مذکر ہوگا یا نہیں اگر اس صیغہ صفت مؤنث کے لیے مذکر ہو تو اس کے لیے شرط یہ ہے کے اس کی جمع واؤنون کے ساتھ لائی گئی ہو جیسے مسلم کی جمع واونون کے ساتھ مسلمون تو اس کی مؤنث مسلمۃ کی

مسلمات آئی گی

سوال تم نے یہ شرط کیوں لگائی ہے اس کی علت اور وجہ کیا ہے۔

جواب مذکر اصل ہوتا ہے اور مؤنث اس کی فرع جب مؤنث کی جمع الف تا کے ساتھ آئے تو یہ بات ظاھر ہے کہ اس کی مذکر کی جمع واو نون کے ساتھ آئیگی ورنہ تو فرع کی اصل پر زیادتی لازم آتی ہے جو کہ باطل ہے اصل کی جمع تو تکسیر ہے اور فرع کی جمع سالم ہے۔

دوسری صورت: کہ اس صیغہ صفت کے لیے مذکر نہ ہو اس کے لیے شرط یہ ہے کہ اس کی مؤنث تا سے خالی نہ ہو لہذا اس سے حائض اور حامل نکل جائینگے کیونکہ اس کی جمع حائضات اور حاملات نہیں آئے گی بلکہ **حوائض** اور **حوامل** آئیں گی۔

سوال یہ مجرد عن التاء کی شرط تم نے دوسری صورت کے لیے کیوں لگائی۔

جواب کہ حائضة حاملة جو تاء کے ساتھ ہے اس کی جمع حائضات آتی ہے اب اگر حائض اور حامل کی جمع بھی حائضات حاملات آئے تو التباس لازم آئے گا اس لیے یہ شرط لگا دی ہے

قولہ **وان کان اسما غیر صفت**

تیسری صورت: کہ وہ مؤنث صفتی نہ ہو تو اس کی جمع الف تا کے ساتھ بغیر شرط کے آئے گی جیسے هند سے هندات اور زینب سے زینبات اور طلحة سے طلحات .

قولہ: والمکسر صیغته فی الثلاثی-----کما عرفت فی التعریف

جمع کی باعتبار لفظ کے دو قسمیں تھیں جمع سالم اور پھر اسکی دو قسمیں تھیں جمع مذکر سالم اور جمع مؤنث سالم اب یہاں دوسری قسم جمع مکسر کو بیان کرنا چاہتے ہیں جمع مکسر کے اوزان ثلاثی میں تو بہت ہیں جن کا تعلق سماع سے ہے جیسے رجل کی جمع رجال آتی ہے اور فرس کی جمع افراس اور فلس کی جمع فلوس آتی ہے البتہ غیر ثلاثی میں خواہ رباعی مجرد ہو یا مزید ان کی جمع مکسر فعا

لل کے وزن پر جیسے درھم کی جمع دراھم یا فعالیل کے وزن پر آتی ہے جیسے دینار کی جمع دنانیر آتی ہے جیسا کہ تم نے علم الصرف میں پڑھ لیا ہے

قولہ ثم الجمع علی ---------- ما عدا ھذہ الابنیتہ

یہاں سے جمع کی دوسری تقسیم جو باعتبار معنی کی تھی اس کو بیان کر رہا ہے کہ جمع باعتبار معنی کے دو قسم پر ہے (۱) جمع قلت اور جمع کثرت جمع قلت وہ ہے جس کا اطلاق تین سے لے کر دس تک کیا جائے اور اس کے اوزان چھ ہیں (۱) افعل جیسے افلس ھے فلس کی جمع ہے (۲) افعال جیسے اقوال جمع ہے قول کی (۳) افعلۃ جیسے ارغفۃ جمع ہے رغیف کی (۴) جیسے فعلۃ جیسے غلمۃ جمع ہے غلام کی (۵) جمع مذکر سالم (۶) جمع مؤنث سالم جب کہ الف لام سے خالی ہوں اور جمع کثرۃ کے اوزان ان چھ کے ماسوا ہیں تو جمع مذکر سالم اور جمع مؤنث سالم جب الف لام کیساتھ ہو تو وہ بھی جمع کثرت میں داخل ہے جمع کثرۃ وہ جس کا اطلاق دس سے اوپر مالانہایت تک ہو اور اس کے اوزان جمع قلت کے چھ اوزان کے علاوہ ہیں۔ البتہ یاد رکھیں کبھی جمع قلت جمع کثرت کی جگہ اور جمع کثرت جمع قلت کی جگہ استعمال ہوتی ہے جیسے ثلاثۃ قروء، قروء جمع کثرت قرء کی ہے جو کہ جمع قلت کی جگہ استعمال ہے حلانکہ اس کی جمع قلت اقراء آنی تھی۔

﴿بحث مصدر﴾

قولہ فصل المصدر ---------- کا الضرب والنصر

مثلاً مصنف خاتمہ کی چھٹی فصل میں مصدر کی بحث بیان کرنا چاہتے ہیں جس میں چار باتوں کا بیان ہے (۱) مصدکی تعریف (۲) مصدر کے اوزان (۳) مصدر کا عمل (۴) دو ضابطوں کا بیان۔

مصدر کی تعریف: مصدر وہ اسم ہے جو دلالت کرے فقط حدث پر، حدث کا معنی ہوتا ہے قائم بالغیر ہونا تو تعریف یہ ہوگی کہ مصدر وہ اسم ہے جو دلالت کرے حدث پر یعنی ایسے معنی پر جو قائم بالغیر ہوں اور اس سے افعال مشتق ہوں جس طرح افعال مشتق ہوتے ہیں اسی طرح

مصدر سے فعل کے متعلقات مشتق ہوں گے کیوں کہ جب افعال کے لیے مصدر اصل ہوا تو انکے فعل کے متعلقات کے لیے بھی مصدر اصل ہوا جیسے ضرب اور نصر سے ضرب یضرب، ضارب اور اسی نصر ینصر اور ناصر مشتق ہوئے۔

قولہ ابنیته من الثلاثی المجرد غیرمضبوط تعرف باالسماع

اور مصدر کے اوزان ثلاثی مجرد کے تو بہت زیادہ ہیں جن کیلئے تو کوئی قاعدہ قانون نہیں جو محض سماع پر موقوف ہیں البتہ غیر ثلاثی مجرد کے اوزان قیاسی ہیں جیسے افعال استفعال انفعال افتعال وغیرہ

قولہ والمصدر ان لم ---------------- ضرب زید عمر۔

تیسری بات کا بیان۔ کہ مصدر کا عمل کیا ہے۔ مصدر اپنے فعل والا عمل کرتا ہے یعنی اگر مصدر لازمی ہو تو فقط فاعل کو رفع دیگا جیسے اعجبنی قیام زید تو قیام مصدر لازمی ہے اس نے فقط فاعل زید کو رفع دیا ہے اور اگر مصدر متعدی ہو تو فاعل کو رفع اور مفعول بہ کو نصب دیگا جیسے اعجبنی ضرب زید عمرا تو یہاں پر ضرب مصدر متعدی ہے تو اس نے زید کو فاعلیت کی بنا پر رفع دیا ہے اور عمرو کو مفعولیت کی بنا پر نصب دیا ہے مصنف نے مصدر کے عمل کرنے کیلئے ایک شرط لگائی ہے ان لم یکن مفعولاً مطلقاً کہ مصدر مفعول مطلق نہ ہو کیوں کہ اگر مفعول مطلق ہو تو پھر یہ عمل نہیں کرے گا۔ کچھ اور شرائط بھی ہیں جو تنویر شرح نحو میر صفحہ ۸۵ پر دیکھیے۔

اس عبارت میں ایک اور ضابطہ کا بیان ہے کہ مصدر چونکہ عامل ضعیف ہے اس لیے اس کا مفعول اس پر مقدم نہیں ہو سکتا لہٰذا اعجبنی ضرب زید عمرا میں زید کو مقدم کیا جائے اعجبنی زید ضرب عمرا پڑھا جائے تو جائز نہیں اس طرح مفعول کو مقدم کیا جائے اعجبنی عمرا ضرب زید پڑھنا بھی جائز نہیں۔

قولہ ویجوز اضافته ---------------- ضرب عمرا زید

یہاں ایک اور ضابطہ کا بیان ہے کہ مصدر کی اضافت فاعل اور مفعول دونوں کی طرف جائز ہے جب اضافت فاعل کی طرف ہو تو لفظاً مجرور مرفوع معناً ہوگا اور اس کے بعد عمرو مفعول ہے جو

منصوب ہے جیسے کرھت ضرب زید عمرا تو یہاں زید فاعل ہے مصدر کا اور معنا مرفوع فاعل ہے اور عمرا لفظاً منصوب مفعول بہ ہے۔ اور جب مفعول کی طرف اضافت ہو تو مفعول مجرور لفظاً منصوب معنیٰ مفعول ہوگا اور اسکے بعد فاعل مرفوع ہوگا جیسے کرھت ضرب عمرا زید تو یہاں عمرا مفعول بہ مجرور لفظاً منصوب معنا مفعول ہے ضرب کا اور زید مرفوع لفظاً فاعل ہے۔

قولہ واما کان مفعولاً ــــــــــــــــــــ وللفعل لذی قبله

اور اگر مصدر مفعول مطلق ہے تو پھر عمل نہیں کرے گا بلکہ عمل اس سے قبل والا فعل کا ہوگا جیسے ضربت ضرباً عمرا اسمیں عمرا مفعول منصوب ہے یہ معمول ضربا کی لیے نہیں بلکہ معمول ہے ضربت فعل کے لیے اس کے لیے مفعول بہ ہے

﴿بحث اسم فاعل﴾

قولہ فصل الاسم الفاعل اسم مشتق بمعنی الحدوث

اس خاتمے کی ساتویں فصل میں مصنف تین چیزوں کو بیان کرنا چاہتے ہیں (۱) اسم فاعل کی تعریف (۲) اوزان (۳) اسم فاعل کے عمل کی شرائط۔ اور تفصیل۔

اسم فاعل کی تعریف: ہے کہ اسم فاعل وہ اسم ہے جو مشتق ہو فعل سے یعنی مصدر سے تاکہ دلالت کریں ذات پر جس کے ساتھ کے فعل قائم ہو بطریق حدوث وتجدد وقائم ہو۔ یاد رکھیں من فعل علیٰ مذھب الکوفیین ہے۔ بصرین کے نزدیک اسم فاعل مصدر ہی سے مشتق ہوا کرتے ہیں بواسطہ فعل کے۔

قولہ وصیغته من الثلاثی ــــــــــــــــــــ خل و مستخرج

یہاں دوسری بات کا بیان کہ اسم فاعل کے اوزان ثلاثی مجرد سے اکثر فاعل کے وزن پر آتے ہیں جیسے ضارب، ناصر لیکن کبھی کبھی فعل اور مفعول کے وزن پر بھی آتے ہیں اس لیے ہم نے اکثر کی قید لگادی۔

قولہ فاعل کا وزن غیر ثلاثی مجرد سے یعنی ثلاثی مزید رباعی مجرد مزید سے وہ مضارع معلوم کے وزن پر آتا ہے۔لیکن تھوڑی سی تبدیلی کیساتھ کہ میم مضمومہ کو حروف مضارع کی جگہ لایا جائیگا اور ماقبل آخر کو مکسور کیا جاتا ہے خواہ پہلے مکسور ہو یا نہ ہو۔ جیسے یکرم سے مکرم یستخرج سے مستخرج یدحرج سے یتدحرج سے متدحرج۔

قولہ **وهو يعمل عمل فعل المعروف** تیسری بات کا بیان کہ اسم فاعل اپنے فعل معلوم والا عمل کرتا ہے کہ اگر فعل لازمی ہے تو اسم فاعل۔ فقط فاعل کو رفع دے گا اور اگر فعل متعدی ہے تو یہ اسم فاعل متعدی فاعل کو رفع اور مفعول بہ کو نصب دے گا۔اور اگر اسم فاعل نکرہ ہو تو اس کے عمل کرنے کیلیے دو شرطیں ہیں۔

پہلی شرط: کہ وہ اسمیں زمانہ حال یا استقبال ہو۔

دوسری شرط: چھ چیزوں میں سے کسی ایک پر معتمد ہو

(۱) مبتدا پر جیسے زيد قائم ابوه اسمیں قائم اسم فاعل مبتدا پر اعتماد کرتے ہوئے ابوہ کو رفع دے رہا ہے۔

(۲) ذوالحال پر معتمد ہو۔ جیسے جاءني زيد ضارباً ابوه عمرا اسمیں ضاربا ذوالحال زید پر اعتماد کر کے فاعل کو رفع اور مفعول کو نصب دے رہا ہے۔

(۳) اسم موصول پر معتمد ہو جیسے مررت بالضارب ابوه عمرا اسمیں اسم فاعل ضارب اسم موصول الف لام بمعنی الذی پر اعتماد کرتے ہوئے فاعل کو رفع اور مفعول کو نصب دے رہا ہے۔

(۴) موصوف پر معتمد ہو جیسے عندي رجلا ضاربا ابوه عمرا اسمیں ضارب اپنے موصوف پر اعتماد کر کے فاعل کو رفع اور مفعول کو نصب دے رہا ہے۔

(۵) حرف استفہام پر معتمد ہو جیسے اقائم زيد

(۶) حرف نفی پر معتمد ہو جیسے ما قائم زيد۔

سوال اسم فاعل نکرہ کے عمل کرنے کے لیے یہ دو شرطیں کیوں لگائیں۔

جواب **پہلی شرط** کہ اسم فاعل بمعنی حال یا استقبال والی اسلیئے لگائی کہ اسم فاعل فعل مضارع کی مشابہت کی وجہ سے عمل کرتا ہے جو مشابہت صورتاً بھی ہے اور معناً بھی اسی وجہ سے جس طرح مضارع کے معنیٰ میں حال یا استقبال پایا جاتا ہے اسی طرح اسم فاعل کے معنی میں بھی معنی حال یا استقبال پایا جائے اس لیے یہاں بھی شرط لگائی تاکہ مناسبت معنوی متحقق اور موجود ہو جائے۔

دوسری شرط: کہ چھ چیزوں میں سے کسی پر معتمد ہو پہلی چار اس لیے لگائی کہ اس سے بھی فعل کے ساتھ مشابہت پیدا ہو جائے پہلے چار اس فعل کے ساتھ اسطرح پائی جاتی ہے کہ جس طرح فعل مسند ہوتا ہے اسناد کیا جاتا ہے اسی طرح ان چاروں چیزوں کے اندر بھی اسم فاعل کی اسناد اور نسبت کی جاتی ہے ماقبل کی طرف یعنی مبتدا ذوالحال وغیرہ کی طرف اور آخری دو چیزیں حرف نفی حرف استفہام پر اعتماد سے مشابہت اس طرح پیدا ہوتی ہے کہ حرف نفی استفہام بھی ہمیشہ فعل پر داخل ہوتے ہے تو اسی سے مشابہت پیدا ہو جاتی ہے۔

قولہ وان کان بمعنی.......... الاضافة معناً نحو زید

اگر پہلی شرط نہ پائی جائے یعنی اسم فاعل بمعنی حال یا استقبال نہ ہو بلکہ بمعنیٰ ماضی ہو تو پھر یہ عمل نہیں کرے گا اب اس کے بعد کوئی اسم آرہا ہے تو اس کی طرف اس کی اضافۃ ہو جائیگی اسم فاعل کی اور یہ اضافہ معنوی ہوگی جیسے ضارب زید عمرامس میں کیونکہ اضافہ لفظیہ کیلئے شرط یہ تھی کہ صیغہ صفت کے اپنے معمول کی طرف مضاف ہوں اور یہ معمول کی طرف مضاف نہیں کہ عمرو اس کیلئے مفعول بہ نہیں ہے کیونکہ مفعول بہ کے عمل کے لئے شرط موجود نہیں۔

قولہ اھذا اکان منکراً واما.......... اوغدا او امس

اگر اسم فاعل لام موصول سے معرف ہو تو اس کے لئے زمانہ حال یا استقبال والے شرط نہیں بلکہ تمام زمانے اس میں برابر ہیں جیسے زید الضارب ابوہ عمرا تو اس میں اسم فاعل اپنے فاعل کو رفع اور مفعول بہ کو نصب دے رہا ہے خواہ الآن مل کر زمانہ حال والا معنیٰ ہو۔ یا غدا کا لفظ مل کر

زمانہ استقبال والا معنی ہو۔ یا لفظ امس اس کے ساتھ مل کر زمانہ ماضی والا معنی ہو لام موصول کی ہم نے قید لگائی کیونکہ اگر لام تعریف کا ہو تو صیغہ اسم فاعل پھر شرائط سے مستثنیٰ نہیں ہوتا کذا فی الرضی۔

جیسے کم یوما سفرك وكم يوما صومك۔

قولہ فصل اسم المفعول اسم مشتق من فعل یہ درست ہے۔ آٹھویں فصل کے اندر مصنف اسم مفعول کی بحث بیان کر رہے ہیں جس میں تین باتوں کا بیان ہوگا۔ (۱) اسم مفعول کی تعریف، (۲) اسکے اوزان (۳) اسکا عمل۔ اس عبارت میں تعریف کا بیان ہے اسم مفعول کی تعریف وہ اسم مفعول اسم ہے جو فعل متعدی سے مشتق ہو اور دلالت کرے اس ذات پر جس پر فعل واقع ہوا ہو۔ فعل متعدی کی قید لگا کر بتا دیا کہ اسم مفعول فعل لازمی نہیں آیا کرتا۔

قولہ وصيغته من المجرد الثلاثی علی وزن مفعول اس عبارت میں دوسر بات کا بیان ہے کہ اسم مفعول کا وزن کہا ہے ثلاثی مجرد کے اسم مفعول کا وزن اکثر مفعول کے وزن پر آتا ہے مفعول کا وزن لفظوں میں ہو جیسے مضروب یا تقدیراً یعنی تعلیل ہو چکی ہو جیسے مقول اصل میں مقوول تھا مرمی اصل میں مرموی تھا ومن غیرہ غیر ثلاثی مجرد یعنی ثلاثی مزید رباعی مجرد مزید سے اسم فاعل کے طرح فعل مضارع مجہول ساتھ فتح ماقبل کے آئیگا یعنی فعل مضارع مجہول سے آئے گا اور حروف مضارعت کی جگہ میم مضمومہ لائی جائیگی اور ماقبل آخر مفتوحہ ہوگا جیسے یدخل سے مدخل اور یستخرج سے مستخرج اور یدلرج سے مدحرج.

قولہ ويعمل عمل فعله المجهول ---- الان اوغدا اوامس

اس عبارت میں تیسری بات کا بیان کہ اسم مفعول کا عمل کیا ہے کہ اسم مفعول اگر نکرہ ہو تو اس کے عمل کرنے کیلئے وہ ہی دو شرطیں ہیں جو اسم فاعل میں تھیں۔ (۱) زمانہ حال یا استقبال چھ چیزوں میں سے کسی چیز پر معتمد ہو اور یہ اپنے فعل مجہول والے عمل کرے گا یعنی نائب فاعل کو رفع دے گا جیسے زید مضروب غلامہ۔

فائدہ فعل متعدی کی چار قسمیں تھیں اور اسم مفعول کی بھی چار قسمیں ہوں گی۔

(۱) متعدی بیک مفعول جیسے ضرب اور اسم مفعول مضروب.

(۲) متعدی بدو مفعول جس میں سے ایک مفعول پر اکتفا جائز ہو جیسے اعطی اور اسم مفعول معطیٌ.

(۳) متعدی بدو مفعول لیکن کسی ایک مفعول پر اکتفا جائز نہ ہو جیسے علم اور اسم مفعول معلوم بھی۔ (۴) متعدی برسہ مفعول جیسے اخبر اور اسم مفعول مخبر،

اور اگر اسم مفعول بمعنی ماضی ہو تو اس وقت اس کی اضافت مفعول بہ کی طرف واجب ہے اور وہ اضافت معنویہ ہوگی جیسے زید معطیٰ درھم امس اور جب معرب بہ لام موصولہ ہو تو اس وقت بمعنی ماضی ہو کر بھی عمل کرے گا جیسے زید المعطیٰ غلامه درهما الان اوغدا او امس.

قولہ **فصل الصفة المشبهة ------- به الفعل بمعنی الثبوت**

مصنفؒ خاتمہ کی اس نویں فصل میں صفت مشبہ کی بحث بیان کر رہے ہیں۔ جس میں چار باتوں کا بیان (۱) صفت مشبہ کی تعریف (۲) اوزان (۳) عمل (۴) صفت مشبہ کی صورتیں اس عبارت میں۔

صفت مشبہ کی تعریف: صفت مشبہ وہ اسم ہے جو فعل لازم سے مشتق ہوتا کہ دلالت کرے اس ذات پر جس کے ساتھ یہ فعل بطور ثبوت اور دوام کے قائم جیسے حسن اس شخص کو کہا جاتا ہے جس میں حسن بطور دوام اور ثبوت کے قائم ہو یہی فرق ہے اسم فاعل اور صفت مشبہ میں اسم فاعل میں صفت عارضی اور صفت مشبہ میں صفت لازمی ہوا کرتی ہے۔

فائدہ مشبہ اسم مفعول کا صیغہ ہے۔ باب تفعیل سے جس کا معنی ہے تشبیہ دیا ہوا چونکہ اس کو اسم فاعل کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ تثنیہ اور جمع اور تذکیر و تانیث کے صیغے آنے میں اسی وجہ سے اسکو صفت مشبہ کہا جاتا ہے من فعل لازم لا کر مصنف نے بتا دیا کہ صفت مشبہ فعل لازمی سے آیا کرتی ہے فعل متعدی سے نہیں آیا کرتی۔

قولہ **وصیغتها علی خلاف ------------------ وظرف**

دوسری بات: یعنی صفت مشبہ کا وزن، صفت مشبہ کا صیغہ یہ اسم فاعل و اسم مفعول کے

صیغے کے مخالف ہوتا ہے۔

یعنی صفت مشبہ کا صیغہ اسم فاعل اور اسم مفعول کے وزن پر نہیں آتا جمہور نحویوں کے مسلک پر ہے اور صاحب الفیہفر ماتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں کیونکہ اسم فاعل کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ آتا ہے علی سبیل القلت جیسے شاهد کا معنی شهید۔

قولہ **انما تعرف صفت مشبه** کے اوزان بہت سارے ہیں جنکا تعلق سماع کے ساتھ ہے قیاس کو دخل نہیں لیکن شیخ رضی نے اس پر رد کیا ہے کہ صفت مشبہ جولون اور عیب والے معنے میں وہ ہمیشہ افعل کے وزن پر آتی ہے جیسے ابیض، اسود اعور، اعمی وغیرہ یہ تو قیاسی اوزان میں لہذا یہ قاعدہ کلیہ بنانا صحیح نہیں۔

قولہ **وهي تعمل عمل .... الاعتماد المذكور**

تیسری بات: صفت مشبہ کا عمل کیا صفت مشبہ مطلقا اپنے فعل والا عمل کرتی ہے جس کے عمل کے لئے ایک شرط ہے کہ وہ پانچ امور میں سے کسی ایک پر معتمد ہو، اس میں زمانہ حال یا استقبال کی شرط نہیں اسی طرح یہ لام موصول پر بھی معتمد نہیں ہوتا اور یہ بھی یاد رکھیں صفت مشبہ کا عمل اپنے فعل سے زائد ہے کیونکہ یہ اپنے معمول کو نصب بھی دیتا ہے شبہ مفعول بہ ہونے کی بنا پر لیکن اس کا فعل لازمی وہ اپنے مفعول بہ کو ہرگز نصب نہیں دیتا۔

سوال صفت مشبہ کے لئے زمانہ حال یا استقبال کی کیوں شرط نہیں اسی طرح یہ الف لام موصول پر کیوں معتمد نہیں ہوسکتا۔ جبکہ اسم فاعل اور اسم مفعول کے لئے یہ شرطیں آپ نے بتائی ہے۔

جواب چونکہ صفته مشبهه کے اندر دوام اور ثبوت والا معنی ہوتا ہے اس کے لئے زمانہ حال یا استقبال کی شرط نہیں کیونکہ وہ تو حدوث کو مستلوم ہے اور الف لام موصول پر اعتماد اس لئے نہیں ہوتا کہ بالاتفاق جو صفته مشبه پر الف لام آتا ہے وہ موصول کا داخل نہیں ہوتا اس پر جب آتا نہیں تو وہ اعتماد کیسے پکڑ سکتا۔

قولہ **ومسائلها ثانية عشر .... فذالك ثمانيه عشر**

چوتھی بات: صفت مشبہ کی اٹھارہ صورتیں ہے جسکی وجہ حصر ہے کہ صیغہ صفت لام کے ساتھ ہوگا یا مجرد عن اللام ہوگا پھر ان دونوں کا معمول مضاف ہوگا یا لام کے ساتھ ہوگا یا دونوں سے خالی ہوگا تو یہ چھ صورتیں ہوگیں پھر مذکورہ چھ صورتوں میں سے ہر ایک صورت میں تین احتمال ہیں کہ اسکا معمول مرفوع ہوگا یا منصوب یا مجرور ہوگا تو تین سے چھ کو ضرب دی جائے تو مجموعی طور پر اٹھارہ صورتیں بنتی ہے۔ ان کی تفصیل یہ ہے کہ صفت مشبہ معرف باللام ہو اور اس کا معمول مضاف ہو اس سے تین صورتیں بنے۔

(۱) کہ معمول مرفوع ہو جیسے زید الحسن وجهه

۲ معمول منصوب ہو جیسے الحسن وجهه

۳ معمول مجرور ہو جیسے الحسن وجهه اور صفت مشبہ معرف باللام ہو اور معمول بھی معرف باللام ہو تو اس کی بھی تین صورتیں بنے گی اعراب کی وجہ سے۔

۱ مرفوع ہو جیسے الحسن الوجه

۲ منصوب ہو جیسے الحسن لوجه

۳ معمول مجرور ہو جیسے الحسن الوجه تین اور تین چھ ہوگی۔ ۳ صفت مشبه معرف باللام ہو اور معمول اضافت اور الف لام دونوں سے خالی ہو تو اس کی بھی تین صورتیں بنے گی۔

(۱) معمول مرفوع ہو جیسے الحسن وجه

۲ معمول منصوب ہو جیسے الحسن وجهاً

۳ معمول مجرور ہو جیسے الحسن وجه

تو صیغہ صفتہ معرف باللام ہونے کی صورت میں یہ نو صورتیں بن گئیں اور اسی طرح مجرد عن اللام ہونے کی صورت میں بھی یہی نو صورتیں بنے گی جس کی تفصیل کہ صیغہ صفت مجرد عن اللام اور معمول مضاف جس پر تینوں اعراب جائز ۲ صیغہ صفت مجرد عن اللام اور معمول بھی، اس سے بھی تین صورتیں حاصل ہوئیں۔ اور صیغہ صفت مجرد عن اللام اور معمول معرف باللام تو معمول پر تینوں اعراب جائز ہونگے۔

قولہ وھی علی خمسة اقسام اور صفت مشبہ کے مسائل اور صورتیں امتناع اور اختلاف اور قبح اور حسن اور احسن ہونے کے اعتبار سے پانچ قسم پر ہیں۔

قولہ منھا ممتنع جن میں سے دو صورتیں ممتنع ہیں۔

پہلی صورت امتناع کی: صیغہ صفت معرف باللام ہو اور وہ مضاف معمول مجرد عن اللام کی طرف جیسے الحسن وجھه اس کی ممتنع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس ترکیب میں معرفہ کی اضافت نکرہ کی طرف ہے جو اضافت معنویہ میں ممتنع تھی تو اس مشابہت کی وجہ سے نحویوں نے اسے بھی ممتنع قرار دے دیا۔

دوسری صورت امتناع کی: صیغہ صفت معرف باللام مضاف ہو معمول کی طرف اور وہ معمول مضاف ہو ضمیر کی طرف جیسے الحسن وجھه اس کی ممتنع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس اضافت سے کوئی کچھ بھی تخفیف حاصل نہیں ہوتی۔ کیونکہ تخفیف یا تو تنوین کے حذف سے ہوتی ہے یا نون تثنیہ نون جمع کے حذف سے یا ضمیر موصوف کے فاعل صفت سے حذف ہونے سے۔ جیسے الحسن الوجہ اصل میں تھا الحسن لہذا یہ اضافت ان تینوں مذکورہ وجوہ میں سے کسی کا فائدہ نہیں دیا تو اسی وجہ سے اسے بھی ایسے ممتنع قرار دے دیا۔

قولہ ومختلف فیھا ---------------- حسن وجھه

اور ان اٹھارہ صورتوں میں سے جو باقی بچی تھیں وہ سولہ تھیں ان سولہ صورتوں میں سے ایک صورت مختلف فیہ وہ یہ کہ صیغہ صفت معرف باللام نہ ہو اور اس معمول کی طرف مضاف ہو جو ضمیر موصوف کی طرف مضاف ہو جیسے حسن وجھه اسمیں اختلاف ہے بصریین اور امام سیبویہ قباحت کے ساتھ ضرورت شعری کے لئے جائز قرار دیتے ہیں۔

قبیح ہونے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ اضافت لفظیہ تخفیف کے لئے ہوتی ہے لہذا چاہیے تھا اعلی درجے کی تخفیف ہوتی یعنی مضاف سے تنوین اور مضاف الیہ سے ضمیر حذف ہوتی لیکن چونکہ یہاں ادنی درجے کی تخفیف ہے وہ یہ تھی کہ فقط مضاف سے تنوین حذف ہوئی تھی۔ اور مضاف الیہ سے ضمیر حذف نہیں ہوئی تھی تو اسی وجہ سے اعلی درجے کی تخفیف ممکن ہوتے ہوئے ادنی

درجے کی تخفیف پر اکتفا کرنا کبھی قبیح ہوا کرتا ہے اور کوفیین کے نزدیک بغیر قباحت کے جائز ہے۔ انکی دلیل یہ ہے کہ جواز کیلئے فی الجملہ کسی نہ کسی قدر تخفیف ہونی چاہیے اور وہ یہاں تخفیف حذف تنوین سے حاصل ہے۔

قوله والبواقی احسن ---------- ان لم یکن فیه ضمیر

اٹھارہ میں سے تین کے نکل جانے کے بعد بقایا پندرہ صورتیں رہتی ہیں ان میں سے وہ صورتیں جن کے اندر ایک ضمیر موجود ہے خواہ وہ صفت کے اندر ہو یا معمول کے اندر وہ احسن ہے اور ایسی صورتیں نو ہیں احسن اس لئے کہا جاتا ہے کہ موصوف کے ساتھ ربط دینے کے لئے ان میں ایک ضمیر موجود ہے اور ایک ضمیر کا ہونا ربط کیلئے کافی ہوا کرتا ہے اور جن میں دو ضمیریں ہوں وہ دو صورتیں بنتی ہیں۔ وہ حسن ہیں انکے احسن ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں ضمیر موصوف کے ساتھ ربط دینے کے لئے موجود ہے اور غیر احسن اس لئے ہے کہ اس میں ضرورت تو ایک ضمیر کی تھی ربط کے لئے اور اس میں دو ضمیریں موجود ہیں اور نو اور دو گیارہ بقایا چار صورتیں ہیں جو کہ قبیح کی ہیں یعنی وہ صورتیں جن کے اندر ضمیر موجود نہیں وہ قبیح ہیں اور وہ چار بنتی ہیں وہ قبیح اس لئے ہیں کہ صفت کو موصوف کے ساتھ ربط دینے کے لئے ضمیر کی ضرورت ہوتی ہے ان میں موجود نہیں ہے۔

قوله والضابطه انك متی ---------- نحو زید حسن وجهه

مصنف ضمیر کے معرفت اور پہچان کے لئے ضابطہ بتا رہے ہیں کہ جب صفت مشبہ اپنے معمول کو رفع دے رہی تو اسوقت صفت مشبہ کے اندر ضمیر نہیں ہوگی کیونکہ اس کا معمول اسم فاعل ظاہر موجود ہے اور جب وہ صیغہ صفت اپنے معمول کو نصب یا جر دے رہا ہو تو اس وقت صفت مشبہ میں ایک ضمیر ہوگی جو موصوف کی طرف لوٹ رہی ہوگی اور صفت مشبہ کا فاعل ہوگی اور اسی وقت صفت کی تذکیر و تانیث اسی طرح اس کا تثنیہ اور جمع موصوف کے لحاظ سے ہوگا کیونکہ ضمیر کا اپنے مرجع کے ساتھ مطابقت رکھنا ضروری ہوا کرتا ہے۔ جیسے زید حسن وجه سے لے کر والزیدون حسن وجه تک۔

صفت مشبہ
غیر مقرون باللام
مقرون باللام
معمولہا
عاری ازہما
معرف باللام
مضاف
مجرور
منصوب
مرفوع
زَیْدٌ حَسَنٌ وَجْہٍ ۔ احسن
زَیْدٌ حَسَنٌ وَجْھًا ۔ احسن
زَیْدٌ حَسَنٌ وَجْہٌ ۔ قبیح
زَیْدٌ حَسَنُ الْوَجْہِ ۔ احسن
زَیْدٌ حَسَنُ الْوَجْہَ ۔ احسن
زَیْدٌ حَسَنُ الْوَجْہُ ۔ قبیح
زَیْدٌ حَسَنُ وَجْھِہٖ ۔ مختلف فیہ
زَیْدٌ حَسَنٌ وَجْھَہٗ ۔ احسن
زَیْدٌ حَسَنٌ وَجْھُہٗ ۔ احسن
زَیْدٌ اَلْحَسَنُ وَجْہٍ ۔ ممتنع
زَیْدٌ اَلْحَسَنُ وَجْھًا ۔ احسن
زَیْدٌ اَلْحَسَنُ وَجْہٌ ۔ قبیح
زَیْدٌ اَلْحَسَنُ الْوَجْہِ ۔ احسن
زَیْدٌ اَلْحَسَنُ الْوَجْہَ ۔ احسن
زَیْدٌ اَلْحَسَنُ الْوَجْہُ ۔ قبیح
زَیْدٌ اَلْحَسَنُ وَجْھِہٖ ۔ ممتنع
زَیْدٌ اَلْحَسَنُ وَجْھَہٗ ۔ حسن
زَیْدٌ اَلْحَسَنُ وَجْھُہٗ ۔ احسن

بحث اسم تفضیل

قولہ **فصل اسم تفضیل مشتق من فعل يدل على الموصوف بزيادة على غيره** اس فصل میں مصنفؒ خاتمہ کے اس دسویں فصل میں مصنفؒ اسم تفضیل کی بحث بیان کرنا چاہتے ہے جو کہ چند امور پر مشتمل ہے۔ (۱) اسم تفضیل کی تعریف (۲) اسم تفضیل کا وزن (۳) اسم تفضیل کے لئے شرائط (۴) اسم تفضیل کی استعمال (۵) اسم تفضیل کا عمل، اس عبارت میں مصنفؒ نے اسم تفضیل کی تعریف کی ہے اسم تفضیل وہ اسم ہے جو مشتق ہو فعل سے یعنی مصدر سے، تاکہ وہ ذات پر دلالت کرے جو اپنے غیر سے معنی مصدری کے ساتھ زیادہ متصف ہو۔

سوال مصنفؒ ماقبل کے اسلوب سے کیوں عدول کیا لیدل علی الموصوف کہا ليدل على من قام به ليدل على من وقع عليه کیوں نہیں کہا اس کی کیا حکمت ہے۔

جواب اسم تفضیل کی دو قسمیں تھی۔ (۱) جو فاعل کے تفضیل کے لئے آتی ہے جیسے اضرب بہت مارنے والا، زیادہ مارنے والا یہ فاعل کی تفضیل کے لئے۔

(۲) جو مفعول کی تفضیل کے لئے آتی ہے جیسے اشھر معنی زیادہ مشہور مصنفؒ ان دونوں کو شامل کرنے کے لئے ليدل على الموصوف کہا ہے۔

قولہ **وصيغة افعل** دوسری بات بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اسم تفضیل کا وزن اور صیغہ افعل آیا کرتا ہے مذکر کیلئے اور فعلی آتا ہے مونث کے لئے۔

سوال خیر اور شر یہ اسم تفضیل ہے لیکن یہ افعل کے وزن پر نہیں۔

جواب افعل کے وزن سے مراد عام ہے جو فی الحال ہو یا اصل کے اعتبار سے ہو اور خير اور شر یہ بھی اصل کے اعتبار سے افعل کے وزن میں کیونکہ ان کا اصل ہے اخير اور اشرر

قولہ **فلا يبنيالا من الثلاثي ---------- زيد افضل الناس**

اسم تفضیل کے بنانے کے لئے دو شرطیں (۱) ثلاثی مجرد کا باب ہو (۲) لون وعیب ولا معنی نہ ہو

جیسے زید افضل الناس، افضل کے اندر دونوں شرطیں موجود ہیں کہ ثلاثی مجرد سے بنایا گیا ہے اورلون وعیب والا معنی نہیں۔

سوال اسم تفضیل کے بنانے کیلئے دو شرطیں کیوں لگائیں۔

جواب جیسا کہ آپ نے پڑھ لیا کہ اسم تفضیل ہمیشہ افعل کے وزن پر آیا کرتی ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ ثلاثی مزید اور رباعی مجرد، رباعی مزید سے اسم تفضیل اگر لائی جائے تو حروف کم کی دو صورتیں ہیں کہ حروف کو کم کیا جائے گا یا نہیں اگر حروف کم نہ کیے جائیں تو افعل کا وزن نہیں بنتا حالانکہ اسم تفضیل کے لئے ضروری ہے کہ وہ افعل کے وزن پر ہو۔

اور اگر اسکی کردیے جائیں تو وہ باب ہی نہیں رہے گا مثال کے طور پر استخراج اس سے اسم تفضیل بنائیں تو دو صورتیں یا تو زائد حروف حذف کر دیا جائے افعل کا وزن بنایا جائے تو اخرج بن جائے گا۔ تو یہ باب ہی نہیں رہے گا۔ اور اگر حروف کم نہ کیے جائیں تو افعل کا وزن نہیں بنتا اسی وجہ سے پہلی شرط لگائی کہ ثلاثی مجرد کا باب ہو۔

اور دوسری شرط اس لئے لگائی کہ جن ابواب کا معنی لون وعیب ان سے صفت افعل کے وزن پر آیا کرتی ہے جیسے احمر، اسود، ابیض اگر ان سے اسم تفضیل بھی آجائے تو اسم تفضیل اور صفت کا التباس لازم آئے گا۔ اس لئے یہ شرط لگائی کہ لون وعیب والا معنی نہ ہو۔

قولہ فان کان زائداً علی ---------------- واقبح عرجا

اگر زائد علی الثلاث یعنی ثلاثی مزید یا رباعی مجرد ہو یا رباعی مزید ہو یا ثلاثی مجرد کے وہ ابواب جن کے اندر لون عیب والا معنی ہو، یعنی اگر اسم تفضیل والا معنی ایسے ابواب سے لینا چاہتے ہو جن سے اسم تفضیل نہیں تو اسکا طریقہ یہ ہے کہ اولا تو ثلاثی مجرد سے افعل کا وزن بنایا جائے اپنے مقصود کے مطابق خواہ شدت کثرت یا حسن والا معنی ہو مثلا اشد کا لفظ، اقوی کا لفظ احسن کا لفظ پھر ثانیا اسی باب کا مصدر کو بطور تمیز کے اس کے بعد لایا جائے جو کہ منصوب ہوگا تو اس سے اسم تفضیل والا معنی حاصل ہوجائے گا جیسے اشد استخراجاً، اقوی حمرةً، اقبح عرجا .

قولہ وقیاسہ ان یکون للفاعل---------- واشغل واشھر

اسم تفضیل اس چیز کو کہتے ہیں جو فعل پر اثر کرنے میں زیادتی یا نقصان پر دلالت کرے اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ وصف فاعل میں ہی ہوا کرتا ہے اس لئے قانون اور قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ اسم تفضیل فاعل کیلئے آئے جسکی مثالیں گزر چکی ہیں مگر کبھی کبھی قلیل درجہ میں مفعول کی تفضیل کے لئے بھی آتا ہے جیسے اعذر زیادہ معذور اور اشغل زیادہ کام میں لگا ہوا اور اشهر زیادہ مشہور۔

قوله واستعماله على ثلثة ...... نحو زيد افضل من عمرو

اسم تفضیل کی استعمال تین طریقوں سے ہوتی ہے

(۱) اسم تفضیل اضافت کے ساتھ مستعمل ہو جیسے زيد افضل القوم۔

(۲) اسم تفضیل الف لام عہد خارجی کے ساتھ مستعمل ہو جیسے زيد الافضل

(۳) اسم تفضیل کے استعمال من کے ساتھ مستعمل ہو جیسے زيد افضل من عمير۔

فائدہ ان تینوں استعمالوں میں سے اصل استعمال من کے ساتھ ہے پھر دوسرا درجہ اضافت کو حاصل ہے اور تیسرا درجہ لام کا ہے۔

ضابطہ کہ اسم تفضیل ان تینوں استعمالوں سے خالی ہو یہ ناجائز ہے۔

قوله ويجوز في الاول الافراد ومطابقة ...... للموصوف

پہلی استعمال کا حکم: یہاں اسم تفضیل کو مفرد لانا بھی جائز ہے خواہ موصوف مفرد ہو تثنیہ ہو جمع ہو جیسے زيد اور الزيدان اسی طرح الزيدون اور هند الهندان، الهندات افضل الناس یعنی ہر ایک کے لئے افضل الناس اسم تفضیل کو واحد مذکر لانا جائز ہے۔

اور موصوف کی مطابقت بھی جائز ہے کہ یوں کہا جائے زيد افضل الناس الزيدان افضل الناس، الزيدون افضلو الناس

قوله وفي الثاني يجب .... والزيدون الافضلون

دوسری استعمال کا حکم: میں مطابقت اسم تفضیل معرف باللام ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ یہ اسم تفضیل کو موصوف کے مطابق لانا واجب ہے کہ اگر موصوف واحد مذکر تو اسم تفضیل بھی واحد مذکر، وہ تثنیہ تو اسم تفضیل بھی تثنیہ جیسے زيد الافضل، الزيدان الافضلان الزيدون

الافضلون۔

قولہ وفی الثالث یجب کونہ مفرد مذکر ابدا

تیسری استعمال کا حکم: یعنی مستعمل بہ من کا حکم یہ ہے کہ اسم تفضیل کو ہمیشہ مفرد مذکر لانا واجب ہے۔ خواہ اس کا موصوف تثنیہ ہو جمع ہو، مذکر ہو مونث ہو، اس لئے کہ جیسے

زید وھند، الزیدان والھندان والزیدون الھندات افضل من عمر۔

سوال اسم تفضیل کی پہلی استعمال یعنی مستعمل بالاضافت میں دو وجہ کیوں جائز ہے۔

جواب اسم تفضیل مستعمل بالاضافت کی مشابہت ہے اسم تفضیل مستعمل بہ من کے ساتھ اس لئے کہ دونوں کا مفضل علیہ مذکور ہوا کرتا ہے تو اسم تفضیل مستعمل بہ من کا حکم یہ تھا کہ اسے مفرد مذکر لانا واجب تھا تو اسی مشابہت کی وجہ سے یہاں بھی یہ جائز قرار دیا کہ اس اسم تفضل کو مذکر لانا جائز ہے، واجب اس لئے نہیں کہ اسکی ایک لحاظ سے مخالفت بھی ہے اسم تفضیل مستعمل بہ من سے کیونکہ اس میں اضافت موجود ہے اسی وجہ سے مطابقت بھی جائز قرار دی گئی ہے۔

سوال دوسری استعمال میں یعنی اسم تفضیل معرف باللام ہو تو اس کی موصوف کے ساتھ مطابقت کیوں واجب ہے۔

جواب یہ صفت ہے اور قاعدہ ہے کہ موصوف صفت میں مطابقت ہوتی ہے اور باقی جو مانع تھی وہ اسم تفضیل مستعمل بہ من کی مشابہت تھی اور یہاں چونکہ مفضل علیہ مذکور نہیں ہوتا اس لئے یہاں اس کے ساتھ مشابہت بالکل نہیں ہے اسی وجہ سے اسکو موصوف کے مطابق لانا واجب ہے۔

سوال تیسری استعمال میں اسم تفضیل کو ہمیشہ مفرد مذکر لانا کیوں واجب ہے۔

جواب اس لئے کہ من تفضیلہ بمنزل جزء اسم تفضیل ہے لہذا اسم تفضیل کا آخر من کے امتزاج کی وجہ سے وسط کلمہ کے حکم میں ہے اور علامت تثنیہ وجمع اور علامت تانیث کلمہ کے آخر کے ساتھ مختص ہیں۔

قولہ وعلی الا وجہ الثلثۃ یضمر فیہ۔۔۔۔۔۔القسم الثانی

اس عبارت میں پانچویں بات یعنی اسم تفضیل کا عمل بتایا جا رہا ہے۔ کہ اسم تفضیل اپنی تینوں استعمالوں میں ہمیشہ فاعل ضمیر مستتر میں عمل کرتی ہے بغیر کسی شرط کے اور اسم ظاہر میں بالکل عمل نہیں کرتی خواہ فاعل اسم ظاہر ہو یا ضمیر بارز ہو یا مفعول ہو البتہ ایک ترکیب میں اسم تفضیل اسم ظاہر میں عمل کرتا ہے۔

اسم تفضیل کا عمل دو قسم پر ہے۔ (۱) عمل نصب (۲) عمل رفع پھر نصب والا عمل دو قسم پر ہے (۱) بنا بر مفعولیت (۲) بنا بر حال یا ظرف یا تمیز۔

پہلا عمل نصب اسم تفضیل مفعول بہ میں تو بالکل عمل کرتا ہی نہیں خواہ مفعول بہ مظہر ہو یا مضمر کیونکہ اسم تفضیل کا مفعول مفضل علیہ کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا اور مفضل علیہ جب مذکور ہو تو مجرور ہی ہوگا۔ البتہ اسم تفضیل حال میں اور ظرف میں اور تمیز میں بغیر کسی شرط کے عمل کرتا ہے۔ جیسے زید احسن منك اليوم راكبا اس مثال میں الیوم ظرف ہے اور راکبا حال ہے اور انا اكثر منك مالا واعز نفرا میں تجھ سے آزروئے مال کے زیادہ ہوں اور ازروئے نفر کے زیادہ غلبہ والا ہوں تو اس میں مالاً اور نفراً تمیز۔

سوال ان میں بلا شرط عمل کیوں کرتا ہے۔

جواب حال اور ظرف دونوں معمول ضعیف ہیں لہذا ان میں عمل کرنے کے لئے عامل کی فعل کے ساتھ تھوڑی سی مشابہت بھی کافی ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ اسم تفضیل کی فعل کے ساتھ اس حیثیت سے کہ وہ معنی حدثی پر دلالت کرتا ہے مشابہت موجود ہے اور تمیز بھی معمول ضعیف ہے لہذا اس میں وہ چیز جو معنی فعل سے خالی ہے۔ عمل کرتی ہے جیسے عندی رطل زیتا میں زیتا تمیز کو رطل نے جو اسم تام ہے نصب دے رہا ہے اور وہ مشابہت فعل سے خالی ہے تو اس میں وہ چیز جو فعل کے ساتھ کچھ نہ کچھ مشابہت رکھتی ہو درجہ اولیٰ عمل کرے گی۔

دوسرا عمل رفع یہ بنا بر فاعلیت ہوتا ہے جس کی تین صورتیں ہیں (۱) ضمیر مستتر میں عمل کرنا۔ (۲) ضمیر بارز میں عمل کرنا۔ (۳) اسم ظاہر میں عمل کرنا، ضمیر مستتر میں بغیر کسی شرط کے عمل کرتی ہے اسلئے ضمیر مستتر یہ بھی معمول ضعیف ہے اور اسم تفضیل ضمیر بارز اور اسم

ظاہر میں
بغیر شرط کے عمل نہیں کرتی کیونکہ یہ دونوں معمول قوی ہیں جبکہ اسم تفضیل عامل ضعیف ہے تو اپنے ضعف کی وجہ سے عمل نہیں کرے گی اسی وجہ سے مصنفؒ نے ما رایت رجلاً والی مثال میں اسم تفضیل کے فاعل مظہر میں عمل کرنے کے لئے تین شرطوں کو بیان کیا ہے۔

پہلی شرط: اسم تفضیل باعتبار لفظ کے ایک شیٔ کی صفت ہو اور باعتبار معنی کے اس شیٔ کے متعلق کی صفت ہو درانحالیکہ کہ وہ متعلق اس شیٔ اور دوسری شیٔ میں مشترک ہو۔

دوسری شرط: وہ متعلق شیٔ ایسی ہو جو اس شیٔ کے اعتبار سے مفضل ہو اور دوسری شیٔ کے اعتبار سے مفضل علیہ ہو یعنی مفضل بھی اور مفضل علیہ بھی لیکن دو اعتبار سے۔

تیسری شرط: وہ اسم تفضیل منفی ہو یاد رکھیں کہ متعلق شیٔ کا اسی شیٔ کے اعتبار سے مفضل ہونا اور دوسری شیٔ کے اعتبار سے مفضل علیہ ہونا یہ نفی کے داخل ہونے سے پہلے ہے جب کہ نفی کے داخل ہونے کے بعد معنی برعکس ہو جائیں گے جیسے ما رایت رجلا احسن فی عینه الکحل منه فی عین زید اس مثال میں پہلے اثبات کے لحاظ سے معنیٰ کرنا چاہیے تا کہ کلام کے معنی ظاہر اور واضح ہو جائیں پھر نفی والا معنی کیا جائے اب اس مثال میں احسن اسم تفضیل ہے باعتبار لفظ کے ایک شیٔ یعنی رجلا کی صفت ہے اور باعتبار معنی کے متعلق رجل یعنی کحل کی صفت ہے اور یہ کحل رجل اور زید کی آنکھ میں مشترک ہے اور یہ کحل باعتبار عین رجل مفضل ہے اور باعتبار عین زید مفضل علیہ ہے اور اس وقت معنی یہ ہوں گے میں نے ایک رجل کو دیکھا جس کی آنکھ میں سرمہ زید کی آنکھ سے زیادہ اچھا تھا۔ اس میں نفی کے سوا باقی سب شرطیں ظاہر ہو گی لیکن جب اس پر
نفی داخل ہوئی تو اب اسم تفضیل منفی ہو جائیگا تینوں شرطیں پائی جائینگی اور نفی کے بعد باعتبار کحل عین رجل مفضل علیہ اور باعتبار عین زید مفضل ہے اور نفی کے بعد مقصود زید کی آنکھ کے سرمہ کی تعریف ہے۔ اس مثال میں ما نافیہ ہے رجلا مفعول بہ ہے۔
رایت کا احسن اسم تفضیل ہے جو الکحل میں عمل کر رہا ہے اور الکحل اسم ظاہر ہے جو

قولہ: وَلَا یَعْمَلُ ... الخ۔
عَمَلِ اِسْمِ تفضیل
مسئلۃ کحل
نصب
یہ عمل بلا شرط واقع ہے۔
برمفعولیت
بنا بر مفعولیت نصب نہیں دیتا کیونکہ اس کا مفعول مفضل علیہ ہوتا ہے اور وہ جب مذکور ہو تو مجرور ہوتا ہے جیسے: زَیْدٌ اَفْضَلُ النَّاسِ اَوْ مِنْ عَمْرٍو
ظرفیت
حالیت
زَیْدٌ اَحْسَنُ مِنْكَ الْیَوْمَ رَاكِبًا
ظرف حال
تمیز
اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا۔
رفع
در ضمیر
اس میں بھی بلا شرط عمل کرتا ہے۔
غائب
زَیْدٌ اَفْضَلُ مِنْكَ
مخاطب
اَنْتَ اَفْضَلُ مِنْهُ
متکلم
اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا
در ظاہر ۲
اس میں تین شروط سے عمل کرتا ہے۔
۱۔ اسم تفضیل لفظ کے اعتبار سے ماقبل کی صفت ہو اور معنی کے اعتبار سے مابعد کی صفت ہو۔
۲۔ اسم ظاہر میں دو اعتبار ہوں ماقبل کے لحاظ سے مفضل علیہ اور مابعد کے اعتبار سے مفضل۔
۳۔ اسم تفضیل سے قبل نفی یا نہی یا استفہام انکاری ہو جیسے مَا رَأَیْتُ رَجُلًا اَحْسَنَ فِیْ عَیْنِهِ الْكُحْلُ مِنْهُ فِیْ عَیْنِ زَیْدٍ۔
۲ درظاہر: جیسے مثال میں اَلْكُحْلُ ہے۔
سوال: قرآن پاک میں اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ یَّضِلُّ عَنْ سَبِیْلِهٖ میں مفعول واقع ہے۔
جواب: مَنْ یَّضِلُّ، اَعْلَمُ کا مفعول نہیں فعل محذوف کا مفعول ہے۔ اَیْ
اَعْلَمُ مِنْ كُلِّ وَاحِدٍ یَعْلَمُ مَنْ یَّضِلُّ .... الخ۔

احسن کا فاعل ہے۔

سوال اس صورت میں اسم تفضیل اسم ظاہر فاعل میں عمل کیوں کرتا ہے۔

جواب اس صورت میں اسم تفضیل بمعنی فعل حسن کے ہو چکا ہے۔

کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جب مقید بالقید پر نفی داخل ہو تو تو قید کی نفی ہوتی ہے لہذا جب اسم تفضیل پر نفی داخل ہو جاتی تو صفت تفضیل کی نفی ہو جاتی ہے اصل فعل باقی رہ جاتا ہے ضابطہ قاعدہ ہے کہ جب بھی اسم تفضیل تحت النفی واقع ہو تو بمعنی فعل ہوا کرتا ہے تو احسن بمعنی حسن فعل کے ہو کر اپنے فاعل ظاہر میں عمل کر رہا ہے۔

قولہ وھھنا بحث یہاں پر اعتراض ہے کہ یہ مضمون تو دوسری عبارتوں کے ساتھ بھی ادا کیا جا سکتا ہے اور وہ عبارات بھی اس سے زیادہ مختصر ہے اور نحوی قواعد کے موافق بھی ہیں مثلاً یوں کہا جائے ما رایت رجلا احسن فی عینه الکحل من عین زید اور اس سے بھی اختصار ما رایت کعین زید احسن فی عینه الکحل تو معنی ہوگا ما رایت رجلا حسن فی عینه الکحل مثل عینه فی عین زید لہذا اسم تفضیل نے بمعنی فعل ہو کر عمل کیا۔ اور الکحل بنا بر فاعل مرفوع ہے۔ اور الکحل کو فاعلیت کی بناء پر رفع دیا ہے وھھنا بحث۔

﴿بحث فعل﴾

قسم اول اسم کی بحث میں تھی۔ جو گذر چکی ہے اور دوسری قسم ثانی میں فعل کی مباحث ہیں۔
فعل کی تعریف اسی طرح فعل کی علامات اور اس پر تحقیقی سوالات و جوابات شروع میں گذر چکے ہیں۔

قولہ و اقسامه ثلاثة ماضی و مضارع و امر

فعل کی تین قسمیں ہیں۔(۱) ماضی (۲) مضارع (۳) امر

وجہ حصر: فعل دو حال سے خالی نہیں یا تو اخباری ہوگا یا انشائی۔ اگر اخباری ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں اسکے شروع میں حرف اتین میں سے کوئی حرف ہوگا یا نہیں اگر حرف اتین میں سے کوئی حرف ہو تو فعل مضارع اگر نہیں تو پھر ماضی اگر فعل انشائی ہو تو امر۔

سوال: مصنفؒ نے ماضی کو مضارع پر اور مضارع کو امر پر کیوں مقدم کیا؟

جواب: ماضی اصل ہے اس لئے کہ مضارع ماضی سے بنتا ہے اسی وجہ سے ماضی کو مضارع پر مقدم کر دیا اور مضارع کو امر پر اس لئے مقدم کیا کہ امر بھی مضارع سے بنتا ہے۔ تو مضارع اصل ہوا۔ اور اصل کو مقدم کرنا چاہیے تھا۔ اس لئے مقدم کر دیا گیا ہے۔

قولہ الاول الماضی و هو فعل دل علی زمان قبل زمانك

مصنفؒ فعل ماضی کی تعریف کر رہے ہیں کہ ماضی وہ فعل ہے جو ایسے زمانے پر دلالت کرے جو زمانہ تمھارے زمانے سے پہلے ہو یعنی اے مخاطب تو جس زمانہ میں موجود ہے یہ زمانہ حال ہے اس زمانے سے پہلے زمانے پر جس فعل کی دلالت ہوتی ہے اس کو ماضی کہتے ہیں۔

سوال: ماضی کی تعریف نہ جامع ہے اور نہ ہی مانع؟ جامع اس لئے نہیں کہ وہ اس فعل ماضی پر صادق نہیں آتی جس پر حرف شرط داخل ہو جائے جیسے ان ضربت ضربت کیونکہ اسمیں زمانے ماضی پر دلالت ختم ہو کر زمانہ استقبال پر دلالت ہو جاتی ہے۔ اور مانع اس لئے نہیں کہ لم یضرب

جو فعل جحد ہے اس پر یہ تعریف صادق آتی ہے کیونکہ فعل جحد بھی زمانہ ماضی پر دلالت کرتا ہے حالانکہ فعل ماضی نہیں؟

جواب: ہماری مراد یہ ہے کہ زمانہ ماضی پر دلالت بحسب الوضع ہو نہ کہ باعتبار استعمال کے اور یہ بات ظاہر ہے کہ ان ضربت ضربت باعتبار وضع کے زمانہ ماضی پر دلالت کر رہے ہیں اور زمانہ استقبال پر دلالت ان حرف شرط کی وجہ سے ہے لہذا یہ تعریف جامع ہوگئی اور لم یضرب کی دلالت بھی زمانہ ماضی پر اب اعتبار وضع سے نہیں بلکہ لم کے داخل ہونے کی وجہ سے ہے لہذا تعریف دخول غیر سے مانع ہوگئی۔

سوال: یہ تعریف تو لفظ امس پر بھی صادق آتی ہے اس لئے کہ وہ بھی زمانہ ماضی پر دلالت کرتا ہے حالانکہ وہ فعل ماضی تو درکنار فعل ہی نہیں بلکہ اسم ہے تو آپ کی یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہ ہوئی۔

جواب: حضرت جی یہاں بحث فعل کی چل رہی اور آپ نے خواہ مخواہ مثال اسم کی دے دی ہے۔

قولہ **وھو مبنی علی الفتح ان لم ----- ولاواو کضرب** ۔

فعل ماضی کی تعریف سے فارغ ہونے کے بعد فعل ماضی کے چند خواص بیان کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر فعل ماضی کے ساتھ ضمیر مرفوع متحرک اور واو ضمیر نہ ہو تو فعل ماضی مبنی پر فتح ہوا کرتا ہے اور فتح سے مراد عام ہے خواہ لفظی ہو یا تقدیری یا محلی جیسے ضرب تقدیری جیسے دعا رمیٰ

سوال: یہاں تین سوال ہوتے ہیں (۱) فعل ماضی مبنی کیوں ہے؟ (۲) مبنی ہو کر مبنی بر حرکت کیوں ہے حالانکہ مبنی میں مبنی علی السکون ہونا اصل ہے اور تیسرا سوال مبنی علی الحرکت ہو کر مبنی علی الفتح کیوں ہے؟

جواب: فعل ماضی مبنی اس لئے ہے کہ اصل افعال میں مبنی ہونا ہے باقی رہی یہ بات کہ افعال کا مبنی ہونا اصل کیوں ہے اس کی وجہ یہ ہے معرب ہونا اعراب کی وجہ سے ہے۔ اور

اعراب معانی مختلفہ یعنی فاعلیت، مفعولیت اور اضافت کی وجہ سے ہوا کرتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ معانی افعال پر نہیں آیا کرتے اس لئے اصل افعال میں مبنی ہونا ہے۔

دوسرے سوال کا جواب کہ مبنی علی السکون اس لئے نہیں کہ اس کی مشابہت ہے اسم کے ساتھ کہ جس طرح اسم نکرہ کی صفت بنتا ہے ایسے ہی فعل ماضی بھی نکرہ کی صفت بنتا ہے اس مشابہت کی وجہ سے اس کو مبنی برحرکت کر دیا۔

تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ اس کو مبنی بر فتح اس لئے کیا گیا کہ فتح اخف الحرکات ہے نیز یہ فتح اخو السکون فتح سکون کا بھائی ہے۔

قولہ ومع الضمير المرفوع .... مع الواو كضربو ۔

جب فعل ماضی کے آخر میں ضمیر مرفوع متحرک ہو تو اسوقت فعل ماضی مبنی بر سکون ہوا کرتی ہے۔

جیسے ضربن، ضربت

سوال : اس صورۃ میں فعل ماضی مبنی بر سکون کیوں ہوتی ہے۔

جواب : یہ ضمیر فاعل شدۃ اتصال کی وجہ سے بمنزلہ فعل کے جز کے ہوگئی ہے اسی وجہ سے فعل کے آخر کو ساکن کردیا تا کہ چار حرکتوں کا مسلسل جمع ہونا لازم نہ آئے

قولہ وعلى الضم مع الواو كضربوا

اگر فعل ماضی کے آخر میں واو ہو تو واو کی مناسبت کی وجہ سے فعل ماضی مبنی بر ضمہ ہوتی ہے عام ازیں کہ وہ ضمہ لفظی ہو جیسے ضربو یا تقدیراً ہو جیسے دعو۔

فائدہ : فعل ماضی مبنی بر فتح سے صرف دو صورتوں کو نکالا ہے۔ (۱) اسکے آخر میں ضمیر مرفوع متحرک ہو۔ (۲) واو ہو لہٰذا ان دو صورتوں کے علاوہ باقی جو صورت ہو خواہ اس کے آخر میں ضمیر منصوب متحرک ہو جیسے ضربك یا اسکے آخر میں کوئی اور ضمیر ہو جو واو کے علاوہ یا اسکے آخر میں ضمیر مرفوع ساکن ہو جیسے ضَرَبَا تو اس صورت میں بھی فعل ماضی مبنی بر فتحہ ہی رہے گی۔

﴿بحث مضارع﴾

قولہ والثانی المضارع وھو فعل ------- اتین فی اولہ ۔

مصنفؒ فعل کے دوسرے قسم فعل مضارع کی تعریف کر رہے ہیں کہ مضارع ایسا فعل ہے جو حروف اتین میں سے کسی ایک کے شروع میں آنے کی وجہ سے اسم کے مشابہ ہو۔

سوال : مضارع کی یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں اس لئے کہ یہ تعریف یزید اور یشکر پر صادق آتی ہے کہ ان کے شروع میں حرف اتین میں سے یا موجود ہے حالانکہ یہ اسم ہے علم ہے اور اسی طرح یہ تعریف تقبل، تباعد، اکرم پر بھی صادق آتی ہے ان کے شروع میں بھی ہمزہ، تاء موجود ہے۔

جواب : ہماری مراد یہ ہے کہ حروف اتین میں سے کوئی ایک حرف مضارع کے شروع میں لایا جائے مشابہت کو پیدا کرنے کیلئے اور یہ بات ظاہر ہے آپ نے جتنی مثالیں پیش کیں ان میں مشابہت پیدا کرنے کے لئے حروف اتین کو نہیں لایا گیا۔

قولہ لفظاً فی حرکات ------- بین الحال والا ستقبال

مصنفؒ اس عبارت میں فعل مضارع کی جو مشابہت اسم کے ساتھ ہے وہ بتا رہے ہیں وہ کس طرح کی ہے، وہ مشابہت دو طرح کی ہے (۱) مشابہت لفظیہ (۲) مشابہت معنویہ مشابہت لفظیہ تین طرح کی ہے۔

پہلی مشابہت فی اتفاق الحرکات والسکنات مضارع اسم کے ساتھ مشابہ ہو اس بات میں کہ وہ اسم کے ساتھ حرکات وسکنات میں متفق ہو یعنی جتنے حروف فعل مضارع میں ساکن و متحرک ہوں اتنے حروف اسم فاعل میں بھی ساکن و متحرک ہوں۔

دوسری مشابہت :فی دخول اللام التاکید فی اولھما :اور دونوں اس بات میں بھی متفق ہیں کہ دونوں کے شروع میں لام تاکید آتا ہے۔

تیسری مشابہت :فی تساویھما فی عدد الحروف کے دونوں مضارع اور اسم

فاعل تعداد حروف میں برابر ہوں جیسے یضرب ضارب کے، کہ دونوں میں تین حرکتیں اور ایک سکون ہے اور دونوں چار حرفی ہیں اسی طرح یستخرج یہ مستخرج کے وزن پر ہے کہ دونوں میں چار حرکتیں اور دو سکون ہیں اور اسی طرح دونوں چھ حروف پر مشتمل ہیں اور لام تاکید کی مثال جیسے ان زیدا لیقوم فعل مضارع لیقوم پر لام تاکید داخل ہے اسی اسم پر لام تاکید داخل ہوتا ہے جیسے ان زیدالقائم ۔

مشابهت معنویه ومعنیً فی انه مشترك بین الحال والا ستقبال کا سم الفاعل کہ جس طرح اسم فاعل حال اور استقبال میں مشترک ہے اسی طرح فعل مضارع بھی حال اور استقبال میں مشترک ہے اور جسطرح اسم فاعل کی تخصیص قرینہ سے ہوتی ہے اس طرح فعل مضارع کی سین اور سوف وغیرہ سے تخصیص ہو جاتی ہے۔ چنانچہ یہ ضابطہ ہے کہ جب سین اور سوف فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے تو فعل مضارع استقبال کے ساتھ مخصوص ہو جاتا ہے اور جب لام داخل ہوتا ہے تو حال کے معنی کے ساتھ مخصوص ہو جاتا ہے اسی کو مصنفؒ نے بیان کیا اپنی اس عبارت میں والسین او السوف تخصصها بالا ستقبال البتہ یاد رکھیں کہ سین سوف میں تھوڑا سا فرق ہے کہ سین استقبال قریب کے لئے آتا ہے اور سوف استقبال بعید کے لئے آتا ہے۔

سوال : اگر لام فعل مضارع کو حال کے ساتھ خاص کرتا ہے اور سین سوف استقبال کے ساتھ تو پھر لام اور سین سوف کا اجتماع ناجائز اور باطل ہونا چاہیئے کیونکہ ان دونوں کے درمیان منافات ہے حالانکہ قرآن مجید میں دونوں جمع ہیں ولسوف یعطیك ربك فترضى اسی طرح لسوف اخرج حیالہذا آپکا بیان کردہ ضابطہ غلط ہے۔

جواب : کبھی کبھی لام محض تاکید کا فائدہ دیتا ہے اور ان دونوں آیتوں میں بھی لام محض تاکید کے لئے ہے۔

قوله ولذالك سموه' مضارعًا ۔

مصنفؒ مضارع کی وجہ تسمیہ بیان کررہے ہیں کہ مضارع اسم فاعل کا صیغہ ہے جو کہ مشق ہے مضارعت بمعنی مشابہت سے اور چونکہ یہ بھی اسم کی مشابہ ہے اسی وجہ سے اسکو مضارع کہا جاتا ہے اور دوسرا نام اس مضارع کا مستقبل بھی ہے اسکی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اسمیں چونکہ معنی استقبال پایا جاتا ہے، جسکی وجہ سے اسکو مستقبل کہا جاتا ہے۔

سوال : مصنفؒ جو مضارع کی مشہور تعریف نحات نے کی ہے اس سے عدول کیوں کیا ہے؟ انہوں نے تعریف یوں کی المضارع مافی اوله احد حروف الفرائدۃ ذوائِدِ الاربعه؟

جواب : مصنفؒ نے نحات کی بیان کردہ تعریف سے اعراض کرکے اس تعریف کو اس لئے بیان کیا ہے تاکہ اس تعریف سے فعل مضارع کی وجہ تسمیہ بھی سمجھ لی جائے جو کہ بیان کی جاچکی ہے۔

قوله و حروف المضارعه مضمومة فی --------- ما عداه ۔

حروف مضارعت کی تعریف کیلئے ضابطے کا بیان: ضابطہ وہ باب جس کی ماضی چار حرفی خواہ چاروں حرف اصلی ہوں جیسے یدحرج کی ماضی میں یا چار حرف اصلی نہ ہوں بلکہ ایک زائد ہو جیسے یخرج، یصرف تو اسی باب کے مضارع معلوم کے حروف اتین مضموم ہوں گے جیسے یدحرج، یصرف، یکرم اور اگر ماضی چار حرفی نہیں عام ازیں وہ ثلاثی ہو یا خماسی ہو یا سداسی ہو اسکے مضارع معلوم میں علامت مضارع یعنی حروف اتین ہمیشہ مفتوح ہوں گے یضرب، یستخرج، یتدحرج

سوال : ماضی چار حرفی کے مضارع معلوم میں حروف مضارع مضموم کیوں اور غیر ثلاثی میں حروف مضارع مفتوح کیوں ہوتے ہیں انکی علت کیا ہے؟

جواب : رباعی چونکہ قلیل الاستعمال ہے اس لئے ضمہ دے دیا گیا اور غیر رباعی کثیر الاستعمال ہے جس کی وجہ سے حروف مضارع کو فتحہ دے دیا گیا کیونکہ قاعدہ ہے کہ الکثرۃ یقتضی الخفة بعض نے جواب دیا کہ رباعی فرع ہے ثلاثی کی دو وجہ سے پہلی وجہ ثلاثی رباعی سے پہلے آتی ہے دوسری وجہ کہ رباعی اپنے وجود میں ثلاثی کے وزن کی طرف محتاج ہے لہذا ثلاثی

اصل اور رباعی فرع ہے اور فتحہ اصل ہے اور ضمہ فرع ہے اسی وجہ سے اصل کو اصل اور فرع کو فرع والی حرکت دی گئی۔

قولہ انما اعربوہ مع ان ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ الاسم الاعراب ۔

یہ عبارت سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال : نحویوں نے فعل مضارع کو معرب کیوں قرار دیا ہے حالانکہ اصل افعال میں مبنی ہونا ہے۔ اسکا جواب پہلے گذر چکا ہے۔

قولہ و ذالك اذ الم يتصل ۔

مصنفؒ یہ بتا رہے ہیں کہ فعل مضارع ہمیشہ معرب نہیں ہوگا اس کے معرب ہونے کی لئے شرط ہے یہ کہ نون تاکید اور نون جمع مؤنث سے خالی ہو اگر فعل مضارع کے ساتھ نون تاکید ثقیلہ یا خفیفہ یا نون جمع مؤنث متصل ہو تو فعل مضارع مبنی ہوگا۔

سوال : اسکی علت اور وجہ کیا ہے۔

جواب : یہ ہے کہ جب نون تاکید متصل ہوگا تو شدت اتصال کو وجہ سے جزء بن جاتا۔ ہے فعل کی، اب اعراب کی دو صورتیں ہیں یا تو نون تاکید سے قبل دیا جائے گا یا وہ اعراب نون پر داخل کیا جائے گا، یہ دونوں صورتیں باطل ہیں پہلی صورت اس لئے کہ اعراب کلمہ کے درمیان میں داخل ہو جائے گا حالانکہ اعراب تو ہمیشہ آخر کلمہ میں آیا کرتا ہے اور اگر نون پر داخل کر دیا جائے تو وہ حقیقت میں دوسرا کلمہ ہے تو لازم آئے گا کہ ایک کلمہ کا اعراب کا داخل ہونا دوسرے کلمے پر جو کہ نا جائز اور ممتنع ہے اور یہی علت ہے نون جمع مؤنث کی اور اس کی ایک اور علت بھی بیان کی گئی ہے کہ مضارع کا نون جب جمع مؤنث ماضی کے نون جمع مؤنث کے ساتھ مشابہ ہونے کی وجہ سے اپنے ماقبل میں سکون چاہتا ہے اسی وجہ سے وہ اعراب کو قبول کرتا ہی نہیں جیسے یضربن اور تضربن۔

قولہ و اعرابہ ثلثة انواع رفع ۔۔۔۔ یضرب ولم یضرب ۔

مضارع کے اعراب کا بیان کہ مضارع کے اعراب کی تین انواع اور تین اقسام ہیں کہ جس طرح اسم کے اعراب تین تھے۔ (۱)رفع (۲)نصب (۳)جزم پہلے دو اعراب تو مشترک ہیں مضارع اور اسم میں لیکن جزم فعل مضارع کے ساتھ خاص ہے جس طرح جر اسم کے ساتھ خاص ہے رفع کی مثال هو یضرب نصب کی مثال ولن یضرب جزم کی مثال ولم یضرب۔

سوال: مضارع کے اعراب تین کیوں ہیں؟

جواب: کہ اسم اصل ہے اور یہ فرع ہے جب اصل کے اعراب تین تھے تو فرع کے اعراب بھی تین ہونے چاہیں تا کہ فرع کی اصل پر زیادتی لازم نہ آئے۔

﴿بحث اعراب مضارع﴾

فصل فی اصناف اعراب الفعل و هی اربعة

مصنف" فعل مضارع کے اعراب کی اقسام بیان کر رہے ہیں۔ فعل مضارع کے اعراب کی چار قسمیں ہیں:

قوله الاول ان یکون الرفع ------ یضرب ولم یضرب ۔

پہلا قسم رفع ضمہ کے ساتھ اور نصب فتحہ کے ساتھ اور جزم سکون کے ساتھ یہ اعراب مفرد صحیح سوائے واحدہ مؤنثہ مخاطبہ کو دیا گیا ہے مفرد سے مراد یہ ہے کہ وہ ضمیر بارز مرفوع جو تثنیہ اور جمع اور واحدہ مؤنثہ مخاطبہ کے لئے ہوتی ہے اس سے خالی ہو اور ایسے صیغے پانچ بنتے ہیں

(۱)واحد مذکر غائب جیسے یفعل

(۲)واحدہ مؤنثہ غائبہ جیسے تفعل

(۳)واحد مذکر مخاطب جیسے تفعل

(۴)واحد متکلم جیسے افعل

(۵)جمع متکلم جیسے نفعل

حالت رفع کی مثال جیسے هو يفعل حالت نصب کی مثال لن يفعل حالت جزم کی مثال جیسے لم يفعل۔

یادرکھیں مضارع کے کل چودہ صیغے ہیں جن میں دو تو مبنی ہیں۔ (۱) جمع مؤنث غائبات اور (۲) جمع مؤنث مخاطبات بقایا بارہ بچ گئے ان بارہ میں سے سات کے ساتھ ضمیر بارز ہوا کرتی ہے چار تثنیہ کے يفعلان، تفعلان، تفعلان، تفعلان اور دو جمع مذکر کے يفعلون، تفعلون اور ایک واحدہ مؤنثہ مخاطبہ تفعلين بقایا پانچ صیغے رہ گئے ان کو یہ اعراب دیا گیا ہے۔

سوال : یہ حکم آپ کا دخول غیر سے مانع نہیں اس لئے کہ یہ يقول يبيع اجوف میں اسی طرح مثال، مضاعف میں بھی جاری ہوتا ہے حالانکہ وہ صحیح نہیں؟

جواب : یہاں صحیح سے مراد وہ صحیح نہیں جو صرفی حضرات کی اصطلاح میں ہے بلکہ یہاں وہ صحیح مراد ہے جو نحویوں کی اصطلاح میں ہے نحویوں کی اصطلاح میں صحیح اسکو کہتے ہیں جس کے آخر میں حرف علت نہ ہو یعنی صحیح کی قید سے ناقص کو نکالتے ہیں بقایا مھموز، مثال، مضاعف، اجوف سب صحیح میں داخل ہیں۔

قوله و الثاني بثبوت النون و النصب ------ و لم تفعلي۔

دوسرا قسم اعراب کا حالت رفع اثبات نون کے ساتھ نصب و جزم حذف نون کے ساتھ اور یہ دوسری قسم اعراب کی سات صیغوں کے ساتھ مختص ہے چار تثنیہ کے دو جمع مذکر کے اور ایک واحدہ مؤنثہ مخاطبہ کا خواہ یہ صحیح ہوں یا غیر صحیح یہ کل سات صیغے ہوئے جیسا کہ پہلے تفصیل بتادی کہ بارہ صیغے معرب تھے جن میں سے پانچ کو قسم اوّل کا اعراب دے دیا گیا باقی سات صیغے تھے جن کو یہ اعراب دیا گیا ہے۔ تثنیہ کی حالت رفع کی مثال هما يفعلان اور جمع کی حالت رفع کی مثال هم يفعلون اور واحدہ مؤنثہ مخاطبہ کی انت تفعلين اور حالت نصب کی مثال لن يفعلا، لن يفعلو، لن تفعلي حالت جزم کی مثال لم تفعلا، لم تفعلو، لم تفعلن۔

سوال : مضارع کے ان سات صیغوں کو اعراب بالحرف کیوں دیا گیا ہے؟

جواب : مضارع کے ان سات صیغوں کو یعنی جن میں صورت تثنیہ اور صورت جمع بھی موجود ہے جس کی وجہ سے ان کی مشابہت ہے اسماء کے تثنیہ اور جمع کے ساتھ جس طرح اسماء کے تثنیہ اور جمع میں اعراب بالحرف تھا تو یہاں پر بھی اعراب بالحرف دے دیا گیا۔

سوال : نون حالت جزم میں کیوں حذف ہو جاتا ہے؟

جواب : یہ نون اس ضمہ اعرابی کے عوض ہے جو مفرد میں تھا جس طرح حالت جزم میں عامل جازم کی وجہ سے ضمہ اعرابی حذف ہو جاتا تھا اسی لئے اس کا عوض نون ہے وہ بھی حذف ہو جائے گا۔

سوال : حالت نصب میں نون کیوں حذف کیا جاتا ہے؟

جواب : جس طرح اسماء میں نصب جر کے تابع تھی اسی طرح افعال میں بھی نصب جزم کے تابع ہے تو جس طرح حالت جزم میں نون حذف ہو جایا کرتا تھا اسی طرح حالت نصب یعنی عامل ناصب کی وجہ سے بھی حذف ہو جاتا ہے۔

قولہ و الثالث ان یکون الرفع ------------- ولم یغز -

تیسرا قسم اعراب کا حالت رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ حالت نصب فتحہ لفظی کے ساتھ اور جزم حذف لام کلمہ کے ساتھ اور یہ تیسرا قسم اعراب کا ناقص واوی و ناقص یائی کو دیا گیا ہے سوائے تثنیہ و جمع مذکر و واحدہ مؤنثہ مخاطبہ کے یعنی یہ سات خارج ہوے اور وہی پانچ صیغے باقی رہے تو یہ اعراب مفرد ناقص واوی و مفرد ناقص یائی کو دیا گیا ہے۔ جیسے مثال حالت رفع کی ھو یغزو ھو یرمی حالت نصب کی مثال لن یری لن یغزو اور حالت جزم کی مثال لم یغز و لم یر م

سوال : اس اعراب کو علت اور حکمت کیا ہے؟

جواب : ناقص واوی اور ناقص یائی یہ ضمہ کو قبول نہیں کرتے کیونکہ یا اور واو پر ضمہ ثقیل ہو کرتا ہے لہذا حالت رفع میں ضمہ تقدیری دیا گیا ہے اور نصب چونکہ اخف الحرکات سے وہ یا اور واو پر ثقیل نہیں تھی اس لئے حالت نصب میں فتحہ لفظی دی گئی ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ جزم حذف

حرف علت کے ساتھ کیوں ہے اسکا جواب یہ ہے کہ جازم نے حرکت کو نہ پایا تو حرف کو جو حرکت کے مناسب تھا اس کو گرا دیا اس لئے حالت جزم میں حرف علت حذف کیا جاتا ہے۔

قولہ الربع ان یکون الرفع بتقدیر ---------- ولم یسع ۔

مضارع کے اعراب کا چوتھا قسم رفع تقدیر ضمہ کے ساتھ اور نصب تقدیر فتحہ کے ساتھ اور جزم حذف لام کے ساتھ اور یہ اعراب ناقص الفی کو دیا گیا ہے سوائے تثنیہ وجمع مذکر و واحدہ مؤنثہ مخاطبہ کے یعنی ناقص الفی۔ مفرد صیغوں کو جو کہ پانچ بنتے ہیں حالت رفعی کی مثال ھو یسعی حالت نصبی کی مثال لن یسعی حالت جزم کی مثال لم یسع۔

سوال : اس اعراب کی علت اور حکمت کیا ہے؟

جواب : اس مضارع کے آخر میں الف ہے اور الف چونکہ بالکل حرکت قبول نہیں کرتا اسی وجہ سے رفع بھی تقدیری اور نصب بھی تقدیری ہوگی اور باقی رہی جزم وہ حذف لام کلمہ کے ساتھ ہوگی اس لئے کہ جب جازم نے حرکت کو نہ پایا تو حرف علت کو حذف کر دیا۔

﴿بحث عامل رافع﴾

قولہ : فصل المرفوع عاملهٔ معنوی ۔

مضارع مرفوع ہو تو اس کا عامل معنوی ہوا کرتا ہے اس میں بصریین اور کوفیین کا اختلاف ہے کوفیین کے نزدیک مضارع مرفوع کا عامل رافع' عامل معنوی ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ عامل ناصب اور جازم سے خالی ہوتا ہے اور مصنف کے نزدیک یہ مذہب راجح تھا اس لئے اسکو بیان کیا ہے اور بصریین کا مذھب یہ ہے کہ مضارع کا عامل رافع مضارع کا اسم کی جگہ پر واقع ہوتا ہے یہ ہی عامل رافع ہے جیسے زید یضرب یہ زید ضارب کی جگہ پر ہے لہذا جب مضارع اسم کی جگہ پر واقع ہوا تو اس کو اسم کا اقوی اعراب یعنی رفع دے دیا گیا ہے۔

سوال : افعال مقاربہ کی ہمیشہ خبر فعل مضارع ہوا کرتی ہے کہ اس کی جگہ اسم کو ذکر نہیں کیا جا سکتا تو وہاں پر مضارع اسم کی جگہ پر واقع نہیں تو وہاں پر رفع کیسے آئے گا اور اس کا عامل رافع

کیسے ہوگا۔

جواب : ایک ہے وضع اور ایک ہے استعمال وضع کے اعتبار سے افعال مقاربہ کی خبر۔ فعل مضارع کے علاوہ اسم کا آنا بھی درست ہے لیکن استعمال میں ہمیشہ افعال مقاربہ کی خبر فعل مضارع آیا کرتی ہے۔ قاعدہ ہے کہ اعتبار اصل وضع کا ہوا کرتا ہے نہ کہ استعمال کا۔

سوال : فعل کا اسم کی جگہ واقع ہونا یہ تو ماضی اور مضارع کے درمیان مشترک ہے تو لہذا ماضی کو پھر مرفوع ہونا چاہیئے۔

جواب : ماضی مبنی الاصل ہے جس میں عامل اثر نہیں کرسکتا اس لئے ماضی مرفوع نہیں ہوتی۔

﴿بحث عوامل ناصبه﴾

قوله فصل المنصوب عامله خمسة احرف ان ولن الخ -

مضارع منصوب ہو تو اس کا عامل بیان کر رہے ہیں اس فصل میں کہ مضارع کے لئے عامل ناصب پانچ حرف ہیں (۱)ان (۲)لن (۳)کی (۴)اذن (۵)ان مقدرہ

سوال : یہ حروف نصب کیوں دیتے ہیں؟

جواب : اس باب میں یعنی حروف نواصب میں ان اصل ہے اور ان کا ناصب ہونا اس لئے ہے کہ یہ مشابہ ہے ان مخففہ من المثقلہ کے ساتھ دو طرح سے مشابہت لفظیہ بھی ہے، مشابہت معنویہ بھی ہے مشابہت لفظیہ تو واضح ہے اور مشابہت معنویہ اس طرح ہے کہ دونوں مصدریہ ہیں کہ اپنے مدخول کو مصدر کی تاویل میں کر دیتے ہیں اور باقی حروف کا ناصب ہونا اسی ان پر محمول ہے کہ یہ ان استقبال کے لئے آتا ہے اس طرح وہ حروف بھی استقبال کیلئے آتے ہیں۔

فائدہ : حروف نواصب میں سے پہلا حرف ان ہے جس کے عمل کیلئے دو شرطیں ہیں۔

پہلی شرط اس سے پہلے لم اور لن نہ ہو اگر لم اور لن ہوا تو یہ نصب نہیں دے گا۔

دوسری شرط یہ ہے کہ فعل یقین اور فعل ظن کے بعد نہ ہو ورنہ نصب نہیں دے گا اور وہ ان

مصدر یہ نہیں ہوگا بلکہ ان مخففہ ہوگا جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

فائدہ : دوسرا حرف ناصب لن ہے کہ یہ نصب دیتا ہے اور استقبال اور نفی کی تاکید کیلئے آتا ہے اسکے اصل میں اختلاف ہے سیبویہ کے نزدیک یہ اپنے اصل پر ہے یہی مذہب راجح ہے، امام فراء کے نزدیک اس کا اصل لان تھا الف کونون سے بدل دیا تو ن ہو گیا اور خلیل کے نزدیک اسکا اصل لا ان تھا الف اور ھمزہ کو کثرت استعمال کی وجہ سے حذف کر دیا جیسے ایّ شی کو مخفف کر کے ایش کہتے ہیں۔

فائدہ : لن کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کے معمول کا معمول اس پر مقدم کیا جا سکتا ہے جبکہ باقی نواصب کے معمول کے معمول اس پر مقدم نہیں ہو سکتے۔

فائدہ : (تیسرا) حرف ناصب اذن سیبویہ کے نزدیک یہ حرف اپنے اصل پر ہے اور یہی راجح ہے جو کہ بعض کے نزدیک کہ اذ ظرفیہ ہے جس کے مضاف الیہ جملے کو حذف کر کے اس کے عوض تنوین لائی گئی ہے۔اذن کے عمل کی تفصیل کے لئے کیلئے تنویر صفحہ نمبر 59 پر دیکھئے۔

فائدہ : چوتھا حرف ناصب کی ہے یہ بھی مطلقا مضارع کو نصب دیتا ہے اور اس کے معنیٰ سببیت کے ہوتے ہیں یعنی اسکا ماقبل مابعد کیلئے سببیت ہوا کرتا ہے جیسے اسلمت کی ادخل الجنۃ میں اسلام لایا تا کہ جنت میں داخل ہوں تو اسمیں اسلام جنت میں داخل ہونے کا سبب ہے۔

قولہ و تقدر ان فی سبعۃ مواضع ۔

سوال : جس طرح ان ملفوظہ نصب دیتا ہے اس طرح ان مقدرہ بھی نصب دیتا ہے اور یہ ان سات مقامات پر مقدر ہوا کرتا ہے۔

پہلا مقام حتیٰ کے بعد یاد رکھیں جس حتیٰ کے بعد ان مقدر ہوتا ہے اسمیں دو معنے ہوتے ہیں (۱) اسکا معنیٰ ہوتا ہے (تا کہ) جیسے اسلمت حتیٰ ادخل الجنۃ اسلام لایا میں تا کہ جنت میں داخل ہو جاؤں اور دوسرا معنیٰ حتیٰ کا یہاں تک ہوتا ہے جیسے مررت حتیٰ ادخل البلد میں

گذرا یہاں تک کہ شہر میں داخل ہوا۔

دوسرا مقام لام کی کے بعد بھی **ان** مقدر ہوتا ہے یعنی ایسے لام کے بعد جو کئی کی طرح سببیت کیلئے آتا ہے جیسے قام زید لیذهب یہاں لام سببیت کا ہے، کہ کھڑا ہوا زید تا کہ وہ چلے۔ یہاں پر لام کے بعد **ان** مقدر ہے جس کی وجہ سے یذهب مضارع پر نصب ہے۔

تیسرا مقام لام جحد کے بعد بھی **ان** مقدر ہوتا ہے جحد کا لغوی معنیٰ انکار کرنا اور لام جحد کی تعریف یہ ہے کہ کان منفی کی خبر پر داخل ہوتا ہے اور تاکید نفی کے لئے آتا ہے جیسے ما کان الله لیعذ بهم۔

سوال : ان تین مقامات پر ان کے مقدر ہونے کی علت اور وجہ کیا ہے؟

جواب : یہ تینوں حروف جارہ ہیں اور یہ ضابطہ مسلمہ ہے کہ حرف جار فعل پر داخل نہیں ہوتا اور چونکہ یہاں فعل مضارع پر داخل ہیں تو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ یہاں **ان** مقدر ہے تا کہ یہ مصدر کی تاویل میں ہو کر اسم بن جائیں اور حرف جارہ کا دخول اسم تاویلی پر ہو۔

چوتھا مقام فاء کے بعد ان مقدر ہوتا ہے جیسے زرنی فازورك فاء کے بعد ان مقدر ہے۔

پانچواں مقام واو کے بعد جیسے لا تاکل السمك و تشرب اللبن

سوال : ان دو مقامات پر **ان** کے مقدر ہونے کی وجہ اور علت کیا ہے۔

جواب : فاء اور واو یہ دونوں حرف عاطفہ ہیں اور ماقبل ان حروف کا جملہ انشائیہ اور مابعد جملہ خبریہ ہے اب اگر ان کے بعد **ان** کو مقدر نہ مانا جائے تو لازم آئے گا جملہ خبریہ سے جملہ انشائیہ پر عطف جو کہ جائز نہیں اسلیے ان دونوں حرفوں کے بعد **ان** مقدر مانا جائے گا تا کہ یہ مصدر کی تاویل میں ہو جائیں اور مصدر کا مصدر پر عطف ہو جائے جیسے زرنی فاکرمك معنیٰ ہوگا لیکن منك زیارة فاکرام منی تو اس صورت میں عطف مفرد کا مفرد پر ہی ہوگا اور لا تاکل السمك و تشرب اللبن کا معنیٰ ہوگا لایکن منك اکل السمك وتشرب اللبن

چھٹا مقام او کے بعد ان مقدر ہوتا ہے لالزمنك اوتعطینی حقی۔

قولہ الفا الواقع فی جواب الامر ۔

فاء کے بعد ان کا مقدر ہونے کیلئے دو شرطیں ہیں۔

پہلی شرط شرط فاء کا ماقبل مابعد کیلئے سبب ہو۔

دوسری شرط یہ ہے کہ فاء سے پہلے اشیاء ستہ میں کوئی شئی ہو وہ چھ چیزیں یہ ہیں۔

(۱) امر (۲) نہی (۳) استفہام (٤) نفی (٥)تمنی (٦) عرض

سوال: فاء کے بعد ان کے مقدر ہونے کیلئے دو شرطیں کیوں لگائی ہیں؟ ان کی کیا دلیل ہے؟

جواب: پہلی شرط کی دلیل یہ ہے مضارع پر رفع کے بجائے نصب کا آنا یہ سببیت پر دلالت کرتا ہے اور اگر سببیت مقصود نہ ہو تو پھر رفع سے نصب کی طرف عدول کی ضرورت ہی نہیں تھی اور دوسری شرط کی دلیل یہ ہے کہ ان کو اس لئے مقدر مانا جار ہا ہے تا کہ عطف درست ہو اگر اس سے پہلے ان اشیاء میں سے کوئی چیز نہ ہو تو پھر وہ انشاء کے قبیل سے نہیں جب انشاء کے قبیل سے نہیں تو خبر کا خبر پر عطف صحیح ہوا کرتا ہے وہاں ان مقدر ماننے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

قولہ و بعد الواو الواقعة فی جواب هذه المواضع ۔

پانچواں مقام جہاں واو کے بعد ان مقدر ہوتا ہے اسکو واو جمع اور واو صرف کہتے ہیں اس کے بعد ان کے مقدر ہونے کی دو شرطیں ہیں۔ پہلی شرط جمعیت یعنی مصاحبت ہو کہ واو کا ماقبل اسکے مابعد کا مصاحب ہو یعنی دونوں کا حصول ایک زمانہ میں ہو دوسری شرط واو سے پہلے فاء کی طرح اشیاء ستہ میں سے کوئی چیز ہو

قولہ و بعد او بمعنی الی ان ---------- تعطینی حقی ۔

چھٹا مقام جہاں ان مقدر ہوتا ہے وہ او کے بعد ہے، او کے بعد ان کے مقدر ہونے کے لئے جمہور کے نزدیک شرط یہ ہے کہ او الیٰ کے معنیٰ میں ہو سیبویہ کے نزدیک شرط یہ ہے کہ وہ او الا کے معنیٰ میں ہو۔ جمہور کے نزدیک عبادت یوں ہوگی لا حبسنك الی ان تعطینی حقی

امام سیبویہ کے نزدیک عبارت یوں ہوگی لاحبسنك فی كل وقت الاوقت تعطینی حقی یہاں پر مضاف کو مقدر مانا جائے گا استثنا کے صحیح کرنے کیلئے۔

سوال: او کے بعد ان مقدر ہونے کیلئے یہ شرط کیوں لگائی کہ وہ الیٰ یا الا کے معنیٰ میں ہو؟

جواب: کہ جب او الیٰ کے معنیٰ میں ہوگی تو لازم آئے گا فعل کا مجرور ہونا اور الا کے معنیٰ میں ہوگی علیٰ مذہب سیبویہ تو لازم آئے گا فعل مستثنیٰ ہونا حالانکہ یہ ناجائز اور باطل ہے اس لئے کہ مجرور اور مستثنیٰ ہمیشہ اسم ہی ہوا کرتے ہیں لہٰذا اسکے بعد ان مقدر ہی مانا جائے گا تا کہ وہ فعل مصدر کی تاویل میں ہو کر اسم بن جائے اور اسکا مجرور اور مستثنیٰ ہونا صحیح ہو جائے۔

قولہ واو العطف نحو اعجبنی قیامك و تخرج -

ساتواں مقام جہاں ان مقدر ہوتا ہے وہ واو عطف ہے: لیکن اس کے لئے شرط یہ ہے کہ واو عطف سے پہلے اسم صریح ہو جیسے اعجبنی قیامك و تخرج۔

سوال: واو عطف کے بعد ان کے مقدر ہونے کیلئے معطوف علیہ کا اسم صریح ہونا کیوں شرط لگائی ہے؟

جواب: اگر واو کے بعد ان مقدر نہ ہو تو لازم آئے گا فعل کا عطف اسم صریح پر جو کہ جائز نہیں۔

فائدہ: اسم کے ساتھ صریح کی قید نہیں لگانی چاہیئے اس لئے کہ اس سے تو اعجبنی انك انسان و یجتمع خارج ہو جاتا ہے اسکا معطوف علیہ اسم تاویلی ہے اسکے باوجود واو کے بعد ان مقدر ہے اور یہ بھی یاد رکھیں یہاں واو کی تخصیص نہیں ہے بلکہ ہر حرف عطف کے بعد ان مقدر ہوتا ہے جبکہ معطوف علیہ اسم صریح ہو لہٰذا بہتر تو یہ تھا مصنف واو کے بجائے حروف العطف کہتے کہ بعد الحروف العطف ان مقدر ہوتا ہے۔

قولہ و یجوز اظہار ان مع .... قیامك ا ان تخرج -

ضابطے کا بیان ضابطہ ان مصدریہ کہ اظہار دو مقام پر جائز ہے۔ پہلا مقام مقام لام کی کے بعد اور یاد رکھیں لام کی ساتھ وہ لام زائدہ جو فعل امر یا ارادہ کے بعد ہو وہ بھی اسی کے ساتھ ملحق

ہے اسکے بعد بھی ان کا اظہار جائز ہوتا ہے لام کی کی مثال اسلمت لان ادخل الجنة اور لام زائدہ جو فعل امر کے بعد ہو جیسے امرت لان اعدل بینکم اور جو فعل ارادہ کے بعد ہو اسکی مثال اردت لان تتقدم۔

دوسرا مقام واوعطف کے بعد جسکا معطوف علیہ اسم صریح ہو ان کا اظہار جائز ہے جیسے اعجبنی قیامك و ان تخرج۔

سوال : ان دو مقاموں پر ان کا اظہار کیوں جائز ہے اسکی دلیل اور علت کیا ہے؟

جواب : لام کی اور لام زائدہ جو اسکے ساتھ ملحق ہے اور اسی طرح حروف عطف یہ تینوں اسم صریح پر داخل ہوتے ہیں جیسے جئتك للاکرامك اور اردت لاضربك اور اعجبنی ضرب زیدو غضبه لہذا ان کے ساتھ ایسی چیز کو ظاہر کرنا جو فعل کو اسم کی طرف تبدیل کر دیتے ہیں یہ جائز ہے لیکن لام جحد چونکہ وہ اسم صریح پر داخل نہیں ہوتا لہذا اسکے بعد ان کا اظہار جائز نہیں۔

قوله و یجب اظهار ان ------------------ لئلایعلم -

ضابطے کا بیان ان کا اظہار ایک مقام اور ایک صورت میں واجب ہے کہ جب لام کی کے ساتھ لا نافیہ متصل ہو جیسے لئلا یعلم

سوال : یہاں پر ان کا اظہار کیوں واجب ہے اسکی علت اور وجہ کیا ہے؟

جواب : اسلئے کہ دو لاموں کا اجتماع لازم نہ آئے جو کہ کلام عرب میں مکروہ ہے۔

قوله و اعلم ان ان الوقعه بعد العلم ------- علمت ان -

یہ عبارت ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال : قرآن میں آتا ہے علم ان سیکون یہاں مضارع ان کے بعد ہے اور فعل مضارع منصوب نہیں ہے لہذا آپ کا یہ قاعدہ کہ ان ملفوظہ کے بعد ہمیشہ فعل مضارع منصوب ہوتا ہے بالکل غلط ہے۔؟

جواب: یہاں مثال مذکور میں مصدریہ نہیں بلکہ مخففہ من المثقلہ ہے اسکے لئے ضابطہ یاد رکھیں وہ فعل جو بمعنی یقین کے ہو اسکے بعد ہمیشہ ان مخففہ من المثقلہ ہوا کرتا ہے ان مصدریہ نہیں ہوا کرتا جیسے علم ان سیکون میں علم فعل یقین ہے اسکے بعد ان مخففہ من المثقلہ ہے۔ اور یہاں فقط علم والا فعل مراد نہیں بلکہ ہر وہ فعل جو یقین والا معنی رکھتا ہو جیسے وجدان، یقین، تحقیق، شہادت، ظہور وغیرہ ہے۔

ضابطہ جب فعل یقین کے بعد فعل مضارع پر ان مخففہ آئے تو اسوقت ان کے بعد فعل پر چار چیزوں میں سے کسی ایک کا ہونا ضروری ہے۔ (۱) سین (۲) سوف (۳) قد (۴) حرف نفی

قولہ ان الواقعہ بعد الظن ---------- ظننت ان سیقوم -

ایک اور ضابطے کا بیان

ضابطہ کہ وہ ان جو ظن کے بعد واقع ہو تو اسمیں دو وجہ جائز ہیں پہلی وجہ کہ اسکو ان ناصبہ بنایا جائے دوسری وجہ کہ اسکو ان مخففہ من المثقلہ بنایا جائے لہذا مضارع پر رفع ونصب دونوں جائز ہوں گے جیسے ظننت ان سیقوم اور ظننت ان یکون

سوال: ان دو ضابطوں کی علت اور دلیل کیا ہے کہ فعل یقین کے بعد ان مخففہ کیوں ہوتا ہے فعل ظن کے بعد دونوں کیوں جائز ہوتے ہیں؟

جواب: کہ وہ فعل جو یقین کا معنیٰ دیتا ہے اسکے بعد ان مخففہ ہی مناسب ہے کہ ان مخففہ کا معنیٰ بھی تحقیق ہوتا ہے اس لئے فعل یقین کے بعد ان مخففہ ہوتا ہے باقی رہی یہ بات کہ ظن کے بعد دونوں کیوں جائز ہیں اسکی علت اور وجہ یہ ہے کہ ظن کے دو معنے میں ہیں اگر جانب راجح اور ظن غالب کا لحاظ کیا جائے تو پھر ان مخففہ من المثقلہ ہی مناسب ہے کیونکہ یہ یقین پر دلالت کرتا ہے اور اگر ظن میں خیال والے معنیٰ کا لحاظ کیا جائے تو اسوقت ناصبہ مصدریہ ہی مناسب ہے۔

ضابطہ ان جو علم اور ظن کے علاوہ طمع رجاء، خشیت، خوف، شك، وهم، اعجاب

انکے بعد واقع ہو تو ان مصدر یہ ہوتا ہے۔ مخففہ نہیں ہوتا۔

﴿بحث عوامل جازمہ﴾

قولہ المجزوم عاملہ لم ---------------- وایّ وانی ۔

مصنف اس فصل میں مضارع مجزوم کے عوامل بتارہے ہیں کہ مضارع کو جزم دینے والے کون سے عوامل ہیں۔ وہ ان، لم، لمّا، لام امر، لانھی یہ چار ایک فعل مضارع کو جزم دیتے ہیں انکے علاوہ جو جوازم ہیں وہ دو فعل مضارع کو جزم دیتے ہیں ان کو کلمات مجازات کہتے ہیں۔

۱۔ ان ۲۔ من ۳۔ ما ۴۔ مھما ۵۔ حیثما ۶۔ اذما

۷۔متیٰ ۸۔اینما ۹۔انی ۱۰۔ایّ

وجہ تسمیہ ان کو کلمات مجاز اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ دلالت کرتے ہیں ایک جملے کا دوسرے جملے کیلئے جزاء بننے پر اور انکو کلمات شرط اور جزاء بھی کہتے ہیں، یہ دو فعلوں پر داخل ہوتے ہیں اور انکو جزم دیتے ہیں پہلے فعل کو شرط اور دوسرے کو جزاء کہتے ہیں۔

سوال : مصنفؒ نے انکو کلمات مجاز کہا ہے لیکن انکو اسم کیوں نہیں کہا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب : ان میں سے بعض اسم تھے اور بعض فعل تو مصنف نے ایسا نام بتادیا جو سب کو شامل ہو جائے اسماء کو بھی اور حروف کو بھی۔

قولہ ان لم تقلب المضارع ما ------------ توقعا بعدہ‘ ۔

مصنف عوامل جوازم کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ کلمہ لم مضارع کو ماضی کو منفی کی طرف تبدیل کر دیتا ہے اور لمّا بھی اسی طرح عمل کرتا ہے لیکن ان دونوں میں چند فرق ہیں۔

پہلا فرق: لمّا کے اندر زمانہ تکلم کے بعد سے فعل منفی کے ثبوت کی توقع ہوتی ہے قاعدہ جبکہ لم زمانہ ماضی میں فعل کی نفی کا فائدہ دیتا ہے جس میں استغراق کا معنیٰ نہیں ہوتا

دوسرا فرق: لمّا کے مدخول فعل کا حذف کرنا جبکہ قرینہ موجود ہو تو جائز ہے جیسے کہا جاتا

ہے قام الا میر و لمّا اور لمّا کا استعمال بھی فعل غیر متوقع میں بھی ہوا کرتا ہے

تیسرا فرق: لم اور لمّا میں یہ ہے کہ لمّا پر ادوات شرط داخل نہیں ہوتے لہذا ان کو داخل کر کے ان لمّا یضرب اس طرح من کو داخل کر کے من لمّا یضرب کہنا جائز نہیں جبکہ ادوات شرط کو لم پر داخل کرنا جائز ہے۔ یہ کل چار فرق ہوں گے۔

سوال : لمّا کے مدخول فعل کو حذف کرنا کیوں جائز ہے اور لم کے مدخول کا حذف کرنا کیوں جائز نہیں؟

جواب : لمّا میں اصل میں لم ما ہے ما زائدہ ہے جیسا کہ اینما شرطیہ میں ہے اور یہ ما زائدہ فعل کے محذوف کا نائب بن جاتا ہے بخلاف لم کے وہاں ما موجود نہیں۔ جو اس فعل کے قائم مقام بن سکے اسی وجہ سے لمّا کے مدخول کا حذف جائز ہے جب کہ لم کے مدخول کو حذف کرنا جائز نہیں۔

سوال : ادوات شرط کا لمّا پر داخل کرنا نا جائز کیوں اور لم پر کیوں جائز ہے؟

جواب : لمّا یہ عامل اور معمول کے درمیان فاصلہ قوی ہے لیکن بخلاف لم کے وہ فاصلہ قوی نہیں جسکی وجہ سے انکا داخل کرنا جائز ہے۔

فائدہ : لمّا اسمیت اور ظرفیت کے درمیان مشترک ہے جس وقت یہ مضارع پر داخل ہو تو یہ حرف ہوا کرتا ہے اور جس وقت یہ ماضی پر داخل ہو عام ازیں ماضی لفظاً ہو یا معناً تو یہ اسم ظرف ہوا کرتا ہے۔

اور یاد رکھیں جب یہ لمّا اسمیہ ظرفیہ ہو تو اسکا جواب جملہ اسمیہ ہوا کرتا ہے جبکہ مقرون ہو اذا مفاجاتیہ کے ساتھ جیسے قرآن مجید میں ہے کتب علیهم القتال اذا فریق منهم اور یا جواب ماضی مقرون ہوتی ہے ماضی کے ساتھ اور کبھی مضارع بھی آتا ہے، امام سیبویہ اس پر تعجب فرماتے ہیں کہ لمّا عجیب کلمہ ہے ماضی پر داخل ہوتا ہے تو اسمیہ ظرفیہ ہو جاتا ہے اور مضارع پر داخل ہو تو حرف بن جاتا ہے اور اگر ان دو کے علاوہ ہو تو یہ لمّا حرف استثناء ہوتا ہے بمعنی الّا

قولہ و اما کلم المجازات .... والثانیة جزاء ۔

مصنفؒ ان عوامل جوازم سے فارغ ہونے کے بعد اب کلمات مجازات کو بیان کر رہے ہیں کلمات مجازات یعنی کلمات شرط و جزا خواہ حرف ہوں یا اسم ہمیشہ دو جملے پر داخل ہوتے ہیں کہ پہلا جملہ دوسرے جملے کے لئے سبب ہوا کرتا ہے اور دوسرا جملہ مسبب ہوا کرتا ہے اور پہلا جملہ جو سبب ہوتا ہے اسکا نام شرط رکھا جاتا ہے اور دوسرا جملہ جو مسبب ہوا کرتا ہے اسکا نام جزاء رکھا جاتا ہے۔

قولہ ان کان الشرط والجزاء .... جئتنی اکرمک ۔

ضابطہ: مصنفؒ ضابطہ بیان کر رہے ہیں شرط اور جزاء کے مجزوم ہونے کے لئے جس کی چار صورتیں ہیں۔

پہلی صورت شرط اور جزاء دونوں فعل مضارع ہوں، اس صورت کا حکم یہ ہے دونوں میں جزم لفظا واجب ہے ان تکرمنی اکرمک۔

دوسری صورت اگر دونوں ماضی ہوں، تو اس صورت کا حکم یہ ہے کہ اسمیں جزم لفظا نہیں ہوگی جیسے آن ضربت ضربت۔

تیسری صورت شرط مضارع اور جزاء ماضی ہو، اس کا حکم یہ ہے کہ شرط میں جزم واجب ہے جیسے ان تضرب ضربت۔

چوتھی صورت شرط ماضی اور جزاء مضارع ہو تو اسکا حکم یہ ہے کہ جزاء میں دونوں صورتیں جائز ہیں جزم اور رفع جیسے ان ضربت اضرب۔

سوال : ان چار صورتوں کی علتیں اور دلیلیں کیا ہیں؟

جواب : پہلی صورت میں شرط اور جزاء دونوں مضارع ہیں اور مضارع معرب ہوا کرتا ہے جس میں جزم اعراب قبول کرنے کی صلاحیت ہوا کرتی ہے اس لئے دونوں میں جزم کا ہونا واجب ہے اور دوسری صورت میں شرط اور جزاء دونوں ماضی ہیں اور ماضی مبنی ہوا کرتا ہے جس

میں اعراب قبول کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی اس لئے لفظوں میں جزم نہیں ہوگی اور تیسری صورت کی دلیل اور علت یہ ہے کہ صرف شرط مضارع ہے اس میں تو اعراب کے قبول کرنے کی صلاحیت ہے اس لئے جزم واجب ہے شرط میں اور چونکہ جزاء ماضی ہے جس میں اعراب کے قبول کرنے کی صلاحیت نہیں اس لئے وہاں جزم نہیں۔ اور چوتھی صورت کے اندر چونکہ شرط ماضی ہے اس لئے جزم لفظوں میں نہیں البتہ جزاء مضارع ہے اسمیں دو وجہ جائز ہیں، جزم تو اس لئے کہ وہ معرب ہے اسمیں اعراب قبول کرنے کی صلاحیت ہے اور رفع اس لئے کہ جب شرط ماضی ہونے کی وجہ سے جزم نہیں تو اس کے تابع کرتے ہوئے جزاء پر بھی جزم نہ پڑھی جائے۔

قولہ اذا کان الجزاء ماضیا بغیر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ الی الکفار ۔

مصنف اس عبارت میں فا جزائیہ کیلئے ضابطہ بیان کررہے ہیں کہ کن صورتوں میں اس فاء کا لانا جائز اور کن صورتوں میں واجب اور کن صورتوں نہ لانا واجب ہے تو اسکی مصنفؒ نے سات صورتیں بیان کی ہیں۔ ان میں سے ایک صورت یہ ہے کہ فا کا لانا جائز ہے اور ممتنع ہے اور دو صورتوں میں جائز ہے اور چار صورتوں میں فا کا لانا واجب ہے۔

پہلی صورت جس میں فاء کا لانا ممتنع ہے وہ یہ ہے کہ جزاء ماضی ہو بغیر قد کے جیسے **ان اکرمتنی اکرمتك۔**

دوسری صورت جزاء مضارع مثبت ہو۔

تیسری صورت جزاء مضارع منفی ہو لا کے ساتھ ان دونوں صورتوں میں فا کا لانا جائز ہے اور نہ لانا بھی جائز ہے ان تضربنی اضربك کا پڑھنا بھی جائز ہے اور فالا کر فاضربنی پڑھنا بھی جائز ہے اور اس طرح ان تشتمنی لا اضربك بھی جائز ہے اور فلا اضربك کا بھی جائز ہے اور جن صورتوں میں فا کا لانا واجب ہے وہ چار ہیں۔

پہلی صورت جزاء ماضی ہو قد کے ساتھ جیسے ان یسرق فقد سرق اخ له من قبل

دوسری صورت جزاء مضارع منفی بغیر لا ہو جیسے ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً

فلن یقبل منه۔

تیسری صورت جزاء جملہ اسمیہ ہو جیسے من جاء بالحسنه فله عشر امثالها۔

چوتھی صورت جزاء جملہ انشائیہ ہو خواہ امر ہو نہی ہوالی آخرہ امر کی مثال ان کنتم تحبون الله فاتبعونی نہی کی مثال فان علمتموهن مومنت فلا ترجعوهن الی الکفار۔

سوال: ان صورتوں میں یہ جو حکم بیان کیا گیا ہے اسکی علت کیا ہے؟ ایک صورت میں فاء کا لانا کیوں جائز نہیں دو صورتیں جواز کیوں اور چار صورتیں فاء کا لانا واجب کیوں ہے؟

جواب: جواب سے پہلے ایک ضابطہ جان لیں جسکا حاصل یہ ہے کہ فا جزائیہ ربط کیلئے لائی جاتی ہے لہذا جہاں پر ربط ضروری ہوگا وہاں پر فا جزائیہ کا لانا واجب ہوگا اور جہاں ربط کی ضرورت بلکل نہیں وہاں اسکا لانا ناجائز اور ممتنع ہوگا اور جہاں پر ربط دینا جائز ہو وہاں فا کا لانا جائز ہوگا۔

سوال: اسکے لئے کیا ضابطہ ہے کہ کہاں پر فا جزائیہ ربط کیلئے لانا ضروری ہے اور کہاں ضروری نہیں۔

جواب: اس ربط کیلئے ضابطہ یاد رکھیں کہ جہاں حرف شرط جزاء میں بالکل اثر نہ کرے وہاں ربط کی ضرورت ہوتی ہے وہاں فالانا واجب ہوتا ہے اور جہاں پر حرف شرط کا کچھ اثر ہو مکمل نہ ہو تو وہاں فا جزائیہ کا لانا جائز ہوتا ہے اور جہاں پر حرف شرط جزاء میں رابطہ کچھ ہوتا ہے تو ایسے مقام پر پورا پورا اثر کرے وہاں ربط کی ضرورت نہیں وہاں فا کا لانا جائز نہیں۔

جواب کا حاصل: اب ہر صورت کے حکم کی علت یہ ہے پہلی صورت کہ جزاء ماضی ہو بغیر قد کے اس صورت میں حرف شرط جزاء ماضی کے معنیٰ میں پورا پورا اثر کر دیا ہے کہ ماضی کو مستقبل کے معنیٰ میں کر دیا ہے لہذا دوسرے رابطہ کی ضرورت نہیں اس لئے یہاں فا جزائیہ لانا ناجائز اور ممتنع ہے۔

دوسری اور تیسری صورت کا حکم اور علت یہ ہے کہ اسمیں حرف شرط نے کچھ اثر کیا ہے کہ مضارع کو

معنیٰ استقبال کے ساتھ خاص کر دیا ہے لیکن حقیقت میں کوئی تغیر نہیں اس لئے کہ مضارع میں پہلے سے استقبال والا معنیٰ ہوتا ہے لہذا اسمیں تاثیر تو ہوئی لیکن تھوڑی سی ہو اسلئے ربط کے لئے فا کا لانا بھی جائز ہے کیونکہ کچھ اثر موجود ہے اسلئے نہ لانا بھی جائز ہے اور باقی چار صورتوں کا حکم اور علت یہ ہے کہ ان چار صورتوں میں حرف شرط نے بالکل اثر نہیں کیا جس کی وجہ سے رابطہ کی ضرورت ہے اس لئے ان چاروں صورتوں میں فاء کا لانا واجب ہے۔

فائدہ جزاء مضارع مثبت ہو لیکن شرط یہ ہے کہ غیر مجزوم بلا لام امر ہو اور اسی طرح کہ وہ دعا اور تمنی کے علاوہ ہو اور وہ سین اور سوف کے بغیر ہو (اسلئے کہ یہ حرف شرط کے داخل ہونے سے پہلے ہی مستقبل ہے لہذا ان میں حرف شرط کا کوئی تاثیر اور اثر نہ ہوگا) ان صورتوں میں جزاء پر فاء لانا واجب ہوتا ہے۔

قولہ و قد يقع اذا مع الجمله ------ اذا هم يقنطون -

سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال : ہم ایک ایسی مثال دیکھاتے ہیں کہ آپ کی تفصیل کے مطابق جزاء پر فا کا لانا واجب ہے لیکن فا جزائیہ نہیں لائی گئی بلکہ اذا مفاجاتیہ لایا گیا ہے جیسے باری تعالی کا فرمان ہے اذا هم يقنطون، هم يقنطون جملہ اسمیہ جزاء ہے تو فا نہیں بلکہ اذا لایا گیا ہے۔

جواب : اذا مفاجاتیہ کا معنیٰ فا جزائیہ کے قریب قریب ہے کہ جس طرح فا جزائیہ تعقیب کیلئے آتا ہے اذا مفاجاتیہ بھی عادۃً ایک امر کے بعد دوسرے امر کے حدوث پر دلالت کرتا ہے تو اس میں بھی فاء تعقیبیہ کا معنیٰ موجود ہے اسلئے فا کی جگہ اذا مفاجاتیہ کا لانا بھی جائز ہے۔

قولہ و انما تقدر ان بعد الافعال ----- و كذلك البواقى۔

مصنفؒ نے ماقبل میں یہ بیان فرمایا تھا کہ فعل مضارع ان شرطیہ مقدرہ کی وجہ سے بھی مجزوم ہوا کرتا ہے تو یہاں سے مصنفؒ اس ان شرطیہ مقدرہ کو بیان فرما رہے ہیں کہ ان شرطیہ مقدرہ کن مقامات پر مقدر ہوا کرتا ہے اور اسکے مقدر ہونے کیلئے شرط کیا ہے تو فرمایا کہ پانچ مقامات

پر یعنی پانچ چیزوں کے بعد مقدر ہوا کرتا ہے جسکے مقدر ہونے کیلئے شرط یہ ہے شئی اوّل کے مضمون سے شیء ثانی کے مضمون کیلئے سببیت کا ارادہ کیا جائے۔

پہلا مقام امر کے بعد جیسے تعلم تنج اصل عبارت یہ ہے تعلم ان تتعلم تنج تو سیکھ اگر تو سیکھے گا تو نجات پائے گا اسمیں اوّل یعنی تعلم ثانی یعنی نجات کیلئے سبب ہے۔

دوسرا مقام نہی کے بعد ان مقدر ہوتا ہے لا تکذب یکن خیر لکم یعنی لا تکذب الا تکذب یکن خیر لکم کہ جھوٹ مت بول اگر جھوٹ نہیں بولے گا تو تیرے لیئے بہتر ہے۔

تیسرا مقام استفہام کے بعد هل تزورنا نکرمك یعنی هل تزورنا ان تزورنا نکرمك۔

چوتھا مقام تمنی کے بعد جیسے لیتك عندی اخدمك۔ اصل عبارت یہ تھی لیتك عندی ان تکن عندی اخدمك کاش تو میرے پاس ہوتا میں تیری خدمت کرتا۔

پانچواں مقام عرض کے بعد جیسے الا تنزل بنا تصب خیرا اصل عبارت یہ الا تنزل بنا ان تنزل بنا تصب خیرا۔

قوله و بعد النفی فی المواضع الفعل ۔

سوال: ان اشیائے خمسہ کے بعد ان مقدر ہونے کی علت اور دلیل کیا ہے؟

جواب: یہ اشیائے خمسہ طلب پر دلالت کرتے ہیں اور طلب عموماً ایسے مطلوب کے متعلق ہوا کرتی ہے جس پر فائدہ مرتب ہو اور فائدہ مسبب ہو اور وہ مطلوب اسکے لئے سبب ہو اور یہ بات ظاہر ہے کہ سببیت اور مسببیت پر دال حرف شرط ہوتا ہے حالانکہ حرف شرط یہاں لفظوں میں نہیں ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ یہاں حرف شرط مقدر ہے۔

قوله فلذلك امتنع قولك لا تکفر ...... تدخل النار ۔

مصنفؒ اسی شرط پر تفریع بٹھا رہے ہیں کہ اگر اوّل کے مضمون سے سببیت کا قصد نہیں ہے شئی ثانی کیلئے وہاں کلمہ ان کا مقدر کرنا ممتنع ہے جیسے لا تکفر تدخل النار یہاں پر عدم کفر دخول

نار کا سبب نہیں بن سکتا تو لہذا اسکے بعد ان مقدر ماننا درست نہیں کہ یہ کہنا ان لا تکفر تدخل النار اگر تو کفر نہیں کرے گا تو جہنم میں داخل ہوگا یہ بالکل غلط ہے بلکہ کفر نہ کرنا دخول جنت کا سبب ہے۔

فائدہ: اگر ان اشیائے خمسہ کے بعد فعل مضارع ہو لیکن سببیت کا قصد اور ارادہ نہیں کیا گیا تو فعل مضارع پر رفع پڑھنا واجب ہوگا یہ تو بنا بر حال کہ وہ حال واقع ہوگا جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے فذرهم فی خوض یلعبون اسمیں یلعبون حال ہے اور یا بنا پر صفت مرفوع ہوگا جیسے فهب لی من لدنك ولیا یرثنی: یرث فعل مضارع ہے یا وہ جملہ مستأنفہ ہونے کی بنا پر مرفوع ہوگا جیسے کہا جائے لا تذهب تغلب علیه تو اسمیں تغلب جملہ مستأنفہ سوال مقدرہ کا جواب ہے۔

﴿بحث فعل امر﴾

قولہ الثالث الامر و هو صیغه ــــــ الفاعل المخاطب ۔

مصنفؒ فعل کی تیسری قسم امر کو بیان کر رہے ہیں۔ امر کا لغوی معنیٰ ہے حکم کرنا اور اصطلاح نحات میں امر کا لفظ امر غائب، امر حاضر اور امر متکلم تینوں پر بولا جاتا ہے خواہ معلوم ہو یا مجہول لیکن امر حاضر معلوم کو الامر بالصیغه کہتے ہیں اور باقیوں کو الامر بالحرف اور امر بالحرف وہ حرف لام ہے لیکن لفظ امر سے متبادر امر حاضر معلوم ہے اسی وجہ سے کہ مضارع کی اور ماضی کی تقسیم حقیقت میں یہ ہی ہے باقی مضارع میں خود مندرج ہیں اسلئے کہ مضارع کی علامت ان میں باقی رہتی ہے اسی وجہ سے مصنفؒ نے امر حاضر معلوم کی تعریف میں فرمایا هو صیغة یطلب بها تعریف کا حاصل یہ ہے کہ امر حاضر معلوم وہ صیغہ ہے جس کے ذریعہ فاعل مخاطب سے فعل کو طلب کیا جائے اسمیں صیغہ جنس ہے جو سب کو شامل ہے یطلب بها کے اندر جو با ہے یہ استعانت کی ہے اور یہ فصل ہے جس سے ماضی اور مضارع خارج ہو جاتے ہیں اور الفعل یہ قید ثانی اور فصل ثانی ہے اس سے نہی خارج ہو جاتا ہے اور من الفاعل یہ فصل ثالث ہے اسکا

فائدہ یہ ہے کہ اس سے امر حاضر مجہول نکل گیا اور المخاطب یہ قید رابع اور فصل رابع ہے جس سے امر غائب معلوم خارج ہو گیا اسلئے کہ وہ مضارع میں داخل ہیں۔

قولہ بان تحذف من المضارع۔۔۔۔۔۔۔۔ان ضم ثالث۔

مصنفؒ اس فصل میں امر حاضر کے اشتقاق اور بنانے کا طریقہ بیان کر رہے ہیں۔

فائدہ : بعض نے اس عبارت کو تعریف کا تتمہ قرار دیا ہے اور قید خامس بنایا ہے اس سے اسماء افعال رویـد وغیرہ کو خارج کیا لیکن یہ صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اسمائے افعال تو تقسیم سے ہی خارج ہیں کیونکہ تقسیم فعل کی ہے جب کہ یہ اسماء ہیں۔

عبارت کا حاصل یہ ہے کہ امر حاضر معلوم کو یوں بنایا جائے گا کہ حرف مضارع کے حذف کرنے کے بعد والے حرف کو دیکھا جائے گا کہ وہ متحرک ہے یا ساکن اگر ساکن ہے تو همزہ وصلی کو لایا جائے گا تا کہ ابتدا سکون سے لازم نہ آئے پھر همزہ وصلی کو یا تو مضموم لایا جائے گا یا مکسور، جس کا مدار مضارع کے عین کلمہ پر ہے، اگر مضارع کا عین کلمہ مضموم تو همزہ وصلی مضموم لایا جائے گا جیسے تنصر سے انصر اور اگر عین کلمہ مضموم نہیں تو پھر همزہ وصلی مکسور لایا جائے گا جیسے تعلم سے اعلم ، تضرب سے اضرب اسی طرح تستخرج سے استخرج اور اگر حرف مضارع کے حذف کرنے کے بعد حرف متحرک ہو تو همزہ وصلی لانے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ ابتدا ساکن سے نہیں ہے لہذا فقط آخر میں وقف کر دیا جائے گا جیسے تـعـد سے عـد اور تحاسب سے حاسب اور تصرف سے صرف

سوال : امر حاضر معلوم میں همزہ وصلی مضموم اور مکسور کیوں لایا جاتا ہے مفتوح کیوں نہیں لایا جاتا؟

جواب : همزہ وصلی مفتوح اسلئے نہیں لایا جاتا تا کہ اسکا التباس همزہ قطعی اور همزہ استفہام کے ساتھ لازم نہ آئے اسلئے همزہ مضموم اور مکسور لایا جاتا ہے۔

سوال : مضارع کا عین کلمہ مضموم ہو تو همزہ وصلی مضموم کیوں اور مضموم نہ ہو تو همزہ وصلی مکسور

کیوں لایا جاتا ہے؟

جواب : عین کلمہ مضموم ہو تو ھمزہ وصلی مضموم لایا جاتا ہے دو وجہ سے (۱) عین کلمہ کی مناسبت کی وجہ سے (۲) اگر مکسور لایا جاتا تو لازم آتا خروج من الکسرہ الی الضمۃ جو کہ ثقیل ہے اور باقی رہا کہ مکسور کیوں لایا جاتا ہے اسلئے کہ اس کا اصل مکسور ہونا ہے لہذا مفتوح العین اور مکسور العین ہونے کی صورت میں ہمزہ وصلی مکسور لایا جائے گا۔

قوله والامر من باب الافعال من قسم الثانی -

یہ سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال : آپ نے یہ ضابطہ بیان کیا کہ اگر عین کلمہ مکسور ہو تو ھمزہ وصلی مکسور لایا جاتا ہے حالانکہ باب افعال کے امر میں ہمزہ وصلی مفتوح لایا جاتا ہے جیسے اکرم؟

جواب : باب افعال کا امر یہ دوسری قسم سے ہے کہ اسمیں حرف مضارع کو حذف کرنے کے بعد والا حرف ساکن نہیں بلکہ متحرک ہے اس لئے کہ تکرم اصل میں تاکرم تھا تا کے حذف کرنے کے بعد ھمزہ قطعی ہے جو کہ متحرک ہے اسلئے ھمزہ لایا ہی نہیں گیا اور جو تمہیں ھمزہ نظر آرہا ہے وہ قطعی ہے وصلی نہیں۔

قوله و هو مبنی علی علامه الجزم .... اضربی -

امر حاضر معلوم علامت جزم پر مبنی ہوا کرتا ہے اور علامت جزم تین ہیں (۱) سکون کے ساتھ جیسے اضرب (۲) حرف علت کے حذف کے ساتھ جیسے اغز، ارم (۳) نون اعرابی کے حذف کرنے کے ساتھ جیسے اضربا، اضربو، اضربی

سوال : امر حاضر معلوم مبنی کیوں ہوتا ہے؟

جواب : افعال میں اصل مبنی ہونا ہے لہذا جو چیز اصل پر ہے اسکی علت بیان نہیں کی جاتی علت تو اس چیز کی بیان کی جاتی ہے جو اصل سے خارج ہو مثلاً افعال معرب ہو جائیں تو اس کی علت بیان کی جائیگی اور اسی طرح اسماء میں اصل معرب ہونا ہے لہذا جو اسم مبنی ہوگا اسکی علت بیان کی

جائیگی نہ کہ اسم کے معرب ہونے کی۔

﴿بحث فعل مجہول﴾

فعل ما لم یسم فاعله ---------- و یختص با المتعدی ۔

مصنفؒ فعل کی دوسری تقسیم بیان فرمارہے ہیں کہ فعل کی دو قسمیں ہیں فعل معلوم و مجہول۔

فعل مجہول کا دوسرا نام فعل مالم یسم فاعلہ ہے جس کی تعریف فعل مجہول ایسے فعل کو کہا جاتا ہے جس کے فاعل کو حذف کیا گیا ہو اور مفعول کو اسکے قائم مقام کیا گیا ہو۔

سوال: مفعول فاعل کے قائم مقام کیسے ہوسکتا ہے اور مرفوع کیسے ہوسکتا ہے؟

جواب: فعل کیلئے دو طرفیں ہیں ایک طرف صدور ہے وہ فاعل ہے اور دوسری طرف وقوع ہے وہ مفعول ہے ان کے درمیان مشابہت تھی طرفیت کے اعتبار سے تو اسی وجہ سے مفعول کو فاعل کے قائم مقام ٹھرانا اور فاعل والا رفع اسے دینا درست ہے اور فاعل کی فاعلیت فعل کے اس طرف اسناد ہونے سے ہے نہ کہ فاعل کے احداث سے اسلئے کہ مات زید میں زید فاعل ہے اور اس سے کوئی چیز صادر اور حادث نہیں ہوئی بلکہ وہ معناً مفعول ہے اس لئے کہ اماتت کا فاعل حقیقتاً اللہ ہی ہے تو لہذا جس طرح فعل کی اسناد فاعل کی طرف تھی تو مرفوع تھا اسی طرح اس مفعول کی طرف ہوگی تو یہ مرفوع ہوگا۔

قولہ **و یختص بالمتعدی** ۔ضابطہ کا بیان کہ فعل مجہول فعل متعدی ہی کے ساتھ خاص ہے یعنی فعل مجہول فعل متعدی سے بنتا ہے فعل لازمی سے قطعاً نہیں

سوال: فعل مجہول فعل متعدی سے آتا ہے لازمی سے کیوں نہیں آتا اسکی علت کیا ہے؟

جواب: اگر فعل لازمی سے فعل مجہول کو لایا جائے تو فاعل کو نسیا منسیا حذف کیا جائے گا اور کسی چیز کو اس کے قائم مقام کرنا پڑے گا حالانکہ اسکے بعد کوئی ایسی چیز باقی نہیں رہتی جس کی طرف فعل کی نسبت کی جائے اسی وجہ سے ضابطہ بنا دیا گیا کہ فعل متعدی سے ہی فعل مجہول آئیگا نہ کہ فعل لازمی سے۔

قولہ وعلامته في الماضي ---------- دحرج واكرم -

مصنف فعل مجہول کی تعریف کے بعد اسکے بنانے کا طریقہ اور علامت بتا رہے ہیں جسکی تین صورتیں ہیں۔

پہلی صورت وہ ابواب جنکے شروع میں نہ ھمزہ وصلی ہے نہ تائے زائدہ مطردہ ہے

دوسری صورت وہ ابواب جنکے شروع میں ہمزہ وصلی ہے

تیسری صورت وہ ابواب جن کے شروع ہی میں تائے زائدہ مطردہ ہے

(پہلی صورت) کے ابواب سے ماضی مجہول کے بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے حرف کو ضمہ اور ما قبل آخر کو کسرہ دیں گے جیسے ضرب سے ضرب، دحرج سے دحرج، اکرم سے اکرم

(دوسری صورت) تائے زائدہ مطردہ کے تین ابواب ہیں تفعل، تفاعل، تفعلل ان سے ماضی مجہول بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ ان میں پہلے اور دوسرے حرف کو ضمہ اور ما قبل آخر کو کسرہ دیں گے۔ جیسے تصرف سے تصرف، تدحرج سے تدحرج، تضارب سے تضورب

(تیسری صورت) کے ابواب سے ماضی مجہول بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ حرف اول اور ثالث کو ضمہ اور ما قبل آخر کو کسرہ دیں گے جیسے استخرج سے استخرج، انصرف سے انصرف، احمر سے احمر الی آخرہ۔

قولہ وفي المضارع ---------- يضرب ويستخرج -

سوال: ماضی معلوم سے ماضی مجہول میں تبدیلی کیوں کی گئی ہے مقصود تو دونوں کے درمیان فرق کرنا تھا یہ تبدیلی ماضی معلوم میں کر لیتے؟

جواب: ماضی معلوم اصل ہے اور ماضی مجہول فرع ہے تو تبدیلی فرع میں کرنی چاہیے نہ کہ اصل میں۔

سوال: ماضی مجہول میں پہلے حرف پر ضمہ اور ما قبل آخر پر کسرہ اسے خروج من الضمہ الی الکسرہ لازم آتا ہے جو کہ یقیناً ثقیل ہے قاعدہ ہے جو ثقیل ہو وہ غریب ہوتا ہے تو وزن غریب کو

کیوں پسند کیا گیا ہے؟

جواب: اس لئے تا کہ غرابت لفظ غرابت معنیٰ پر دلالت کرے۔ ماضی مجہول کا معنیٰ بھی غریب تھا اسلئے وزن بھی غریب اس کیلئے منتخب کیا گیا ہے۔

سوال: جس طرح خروج من الضمہ الی الکسرہ غریب ہے اسی طرح خروج من الکسرہ الی الضمہ یہ بھی وزن غریب ہے اسے کیوں نہیں پسند کیا گیا؟

جواب: خروج من الکسرہ الی الضمہ بیشک یہ وزن غریب ہے لیکن یہ اثقل ہے اور جب اخف کے ساتھ مقصود حاصل ہو جاتا ہے تو اثقل جو بہت زیادہ ثقیل اسکی طرف عدول کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

قوله الا فی باب المفاعلة .... یحاسب و ید حرج ۔

مصنفؒ مضارع مجہول کی علامت اور بنانے کا طریقہ بتا رہے ہیں کے مضارع مجہول میں حرف اول کو ضمہ دیا جائے گا اور ماقبل آخر کو کسرہ دیا جائے گا جیسے یضرب سے یضرب، یستخرج سے یستخرج لیکن یاد رکھیں چار ابواب افعال، تفعیل، مفاعلہ اور فعللہ اور فعللہ کے ملحقات جو سات ہیں جلبب، قلنس، جورب، سرول اور خیعل اور شریف، قلسی انمیں چونکہ حرف مضارعت پہلے سے مضموم ہوتا ہے اسلئے یہاں علامت فقط ماقبل آخر کا مفتوح ہونا ہوگا جیسے یکرم، یصرف، یحاسب یاد رکھیں مصنفؒ نے ملحقات کو آٹھ شمار کیا ہے حالانکہ ملحقات سات ہیں تو یہ مصنفؒ کی غلطی نہیں بلکہ کسی کاتب کی غلطی ہے۔

قوله و فی الاجوف ما ضیه .... فقد فعل فیها ۔

مصنفؒ اجوف کی ماضی مجہول کی تعلیل کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں کہ فعل حقیقی اور حکمی اجوف سے ہو تو اسکو تین وجہ پڑھنا جائز ہے۔

پہلی وجہ واو یا کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دینا تو قول بیع سے قول بیع پھر قول پر میعاد والے قانون سے واو کو یا سے تبدیل کیا تو قیل بیع ہوگا اور اسی طرح فعل حکمی کے اندر

اختور، انقید اس پہلی وجہ کے ساتھ اختور، انقید، اختور پرمعیاد والے قانون سے اختیر پڑھا جاتا ہے۔

دوسری وجہ اشمام ہے، اشمام سے مراد یہ ہے فاء کلمہ کے کسرہ کو ضمہ کی طرف مائل کرنا اور عین کلمہ کو جو یا ہے اسکو واو کی طرف کچھ مائل کرنا اور اشمام سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ اصل فاکلمہ میں ضمہ ہے۔

تیسری وجہ کہ واو یا کی حرکت کو حذف کر کے پڑھنا قول بیع سے قول بیْع پھر بیع پر یا کو واو سے تبدیل کریں گے یوسر والے قانون سے تو بوع ہوگا اسی طرح فعل حکمی کے اندر اختور، انقید سے اختور، انقید ہوگا پھر انقید یوسر والا قانون جاری ہوگا تو انقود ہوگا یاد رکھیں فعل حکمی سے مراد یہ ہے کہ جسکا وزن حقیقتاً تو فعل نہ ہو لیکن اس سے کچھ حروف کو حذف کیا جائے تو فُعِلَ والا وزن پیدا ہو جائے۔ اختیر، انقید اس سے اخ اور ان کو ہٹا دیا جائے تو تیر اور قید فعل وزن پیدا ہو جاتا ہے لیکن مصنف نے یہ بتا دیا کہ یہ حکم فعل حقیقی یا حکمی کا ہے اور چونکہ استخیر، اقیم کے اندر فعل والا وزن موجود نہیں اسلئے اسکو تین وجہ پڑھنا جائز نہیں ہوگا۔

قولہ **وفی مضارعه تقلب یقال و یباع کماعرفت** ۔

اس عبارت میں اجوف کے مضارع مجہول کے تعلیل کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اجوف کے مضارع مجہول میں واو یا ساکن ماقبل مفتوح ہوگا تو یقال یباع والا قانون جاری ہوگا کہ واو یا کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دے کر واو یا کو الف سے تبدیل کیا جائے گا جیسے یقول یبیع سے یقال، یباع ہو جائے گا۔

﴿بحث فعل متعدی و لازمی﴾

قولہ **اما متعد و ھو ما یتوقف .... الفاعل کضرب** ۔

مصنفؒ اس فعل میں فعل کی ایک اور تقسیم بیان کرر ہے ہیں کہ فعل کی دوقسمیں ہیں لازمی اور متعدی: فعل متعدی وہ فعل ہے جسکے معنےٰ کا سمجھنا ایسے متعلق خاص پر موقوف ہو جو فاعل کے علاوہ ہو اور متعلق خاص مفعول بہ ہے اور یاد رکھیں نحویوں کی اصطلاح میں تعلق سے مراد فعل کی وہ نسبت جو غیر فاعل کی طرف ہو جس طرح ضرب کا سمجھنا فاعل معنیٰ ضارب پر موقوف ہے ایسے ہی اس فعل کا سمجھنا غیر فاعل یعنی مضروب پر بھی موقوف ہے۔

سوال : یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں اس لئے کہ فعل لازمی یہ بھی موقوف ہوتا ہے فاعل کے علاوہ اور متعلق یعنی مفعول فیہ، مفعول لہ، اس طرح حال وغیرہ کی طرف؟

جواب : ہم نے کہا فعل متعدی کی تعریف میں اسکے معنیٰ کا سمجھنا موقوف ہو اور فعل کی ماہیت کا سمجھنا مفعول بہ پر تو موقوف ہے لیکن مفعول لہ اور مفعول فیہ وغیرہ پر نہیں۔

قولہ و اما لازم و هو ما بخلافه كقعد و قام ۔

فعل لازمی وہ فعل ہے جو متعدی کے خلاف ہو یعنی جس کا سمجھنا متعلق خاص یعنی مفعول بہ پر موقوف نہ ہو جیسے قعد بمعنی وہ بیٹھا اور قام بمعنی وہ کھڑا تو یہ قعود اور قیام کا سمجھنا مفعول بہ پر بالکل موقوف نہیں

فائدہ : فعل لازمی چھ چیزوں سے متعدی ہوتا ہے۔

(۱) حرف جر سے جیسے ذهبت بزید میں زید کو لے گیا۔

(۲) ہمزہ باب افعال سے جیسے ذهب زید سے اذهبت زید

(۳) عین کلمہ کی تضعیف کے ساتھ یعنی مجرد سے باب تفعیل بنانے سے جیسے فرح زید کے زید خوش ہوا اس سے فرّحت زیدا میں نے زید کو خوش کیا۔

(۴) باب مفاعلہ کے الف سے یعنی مجرد سے باب مفاعلہ بنانے سے فعل لازمی متعدی ہو جاتا ہے جیسے مشی زید سے ماشیت زیدا ۔

(۵) باب استفعال کے سین سے جیسے خرج زید سے استخرجت زیداً۔

(۶) فعل لازمی دوسرے فعل متعدی کے معنیٰ کو متضمن ہونے کی وجہ سے متعدی ہو جاتا ہے جیسے دخول بمعنی کشادہ باب شرف ہے لیکن جب اسکو واسع کے معنے کو متضمن ہوا تو متعدی ہو جاتا ہے بمعنیٰ فراخی کرنا۔

فائدہ : فعل متعدی نون انفعال اور تائے تفعل سے لازمی ہو جاتا ہے یعنی فعل متعدی سے باب انفعال بنایا جائے اور اسی طرح باب تفعل بنایا جائے تو اس سے فعل متعدی لازمی بن جاتا ہے جیسے قطع بمعنیٰ کاٹا لیکن جب اس سے باب انفعال انقطع اور باب تفعل تقطع بنایا گیا تو یہ لازمی بن گیا ہے اسکا معنیٰ ہے کٹنا۔

﴿تقسم فعل متعدی﴾

قولہ و المتعدی قد یکون ------- کضرب زید عمرا ۔

اس عبارت میں مصنف فعل متعدی کی تقسیم بیان کر رہے ہیں کہ فعل متعدی کی چار قسمیں ہیں۔

پہلا قسم جو ایک مفعول کی طرف متعدی ہو جیسے ضرب زید عمرا

قولہ و الی مفعلولین کا عطے زید عمرا درھما ۔

دوسرا قسم کہ وہ ایسے دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے جسمیں سے ایک مفعول پر اکتفا کرنا اور ایک مفعول کو حذف کرنا جائز ہے جیسے اعطیت زیدا درھما اسمیں ایک مفعول کو حذف کرکے اعطیت زیدًا یا اعطیت درھما پڑھنا جائز ہے۔

تیسرا قسم فعل متعدی کا وہ ایسے دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے جن میں سے ایک پر اکتفا کرنا اور ایک کو حذف کرنا جائز نہیں ہوتا جیسے باب علمت یعنی افعال قلوب کے دو مفعول لہذا علمت زیدًا فاضلا میں ایک مفعول کو حذف کرنا جائز نہیں۔

سوال : باب اعطیت کے دو مفعولوں میں سے ایک حذف کرنا جائز اور باب علمت کے دو مفعولوں میں سے ایک حذف کرنا کیوں جائز نہیں۔

جواب: باب اعطیت کے دومفعول مبتدا خبر نہیں ہوتے ان میں دونوں مفعولوں کا مصداق ایک نہیں ہوتا اس لئے ایک مفعول کا حذف کرنا جائز ہے اور باب علمت کے دومفعول اصل میں مبتدا اور خبر ہوتے ہیں انکا مصداق ایک ہوتا ہے جس طرح مبتدا کیلئے خبر کا ہونا ضروری ہے اور خبر کیلئے مبتدا کا ہونا ضروری ہے اسی طرح ان دونوں مفعولوں میں سے دونوں کا ہونا ضروری ہے کسی ایک کا حذف کرنا جائز نہیں۔

قولہ و الی ثلثة مفاعیل .... و اخبر و حدث ۔

چوتھا قسم یہ تین مفعولوں کی طرف متعدی ہوا کرتا ہے جیسے اعلم الله زیدا عمرا فاضلا اللہ تعالی نے زید کو بتا دیا کہ عمرو فاضل ہے

فائدہ: اس باب میں اصل اعلم و اری ہے اسلئے کہ یہ دونوں ہمزہ داخل ہونے سے پہلے دومفعولوں کی طرف متعدی تھے لہذا ہمزہ داخل ہونے سے ایک اور مفعول زیادہ ہوگیا جبکہ باقی افعال انباء نبیاء تین مفعولوں کی طرف متعدی ہونے میں اصل نہیں کیونکہ انکا تین مفعولوں کی طرف متعدی ہونا اس وجہ سے ہے کہ یہ اعلام کے معنے پر مشتمل ہوتے ہیں لہذا گویا کہ یہ افعال اعلم کے قائم مقام ہونے کی وجہ سے تین مفعولوں کی طرف متعدی ہیں۔

فائدہ: امام اخفش نے اظننت احسبت اخلت ازعمت ان چار فعلوں کو بھی اعلمت کے قائم مقام قرار دیا ہے کہ یہ بھی انکی طرح تین مفعولوں کی طرف متعدی ہوتے ہیں۔

قولہ و ھذہ السبعة .... الاقتصار علی احدھما ۔

مصنفؒ ان تین مفاعیل کا حکم بیان کرنا چاہتے ہیں کہ پہلا مفعول کا دو آخری مفعولوں کے ساتھ ایسا تعلق ہے جیسا کہ باب اعطیت کے دومفعولوں کا آپس میں ہے کہ جس طرح ان میں سے ایک حذف کرنا جائز اسی طرح ان تین مفعولوں میں سے پہلے کو حذف کرنا یا دو آخری کو اکٹھے حذف کرنا جائز ہے جیسے اعلم الله زیدا پڑھنا بھی جائز ہے کہ دومفعول آخری کو حذف کر دیا گیا اور اسی طرح پہلے مفعول کو حذف کرکے اعلم الله عمرا فاضلا پڑھنا بھی جائز ہے اور دو

آخری مفعولوں کا تعلق آپس میں ایسے ہے جیسے باب علمت کے دومفعولوں کا ہے کہ جس طرح ان میں میں سے کسی ایک کا حذف کرنا جائز نہیں اسی طرح دوسرے اور تیسرے مفعول میں سے کسی ایک کا حذف کرنا جائز نہیں لہذا اعلمت زیدا خیر الناس پڑھنا جائز نہیں بلکہ آخر دونوں مفعولوں کو ذکرے اعلمت زید عمرا خیر الناس پڑھا جائے گا۔

﴿بحث افعال قلوب﴾

فصل افعال القلوب علمت و ظننت، و حسبت و خلت ورایت وجدت و زعمت

افعال قلوب سات ہیں جو اس عبارت میں مذکور ہیں ان میں سے علمت وجدت رایت علم یقین کیلئے آتے ہیں اور تین ظننت، حسبت، خلت ظن کیلئے آتے ہیں اور ساتواں زعمت کبھی ظن کے معنیٰ میں آتا ہے اور کبھی یقین کے معنیٰ میں آتا ہے۔

وجہ تسمیہ ان افعال کے اندر یقین اور ظن والے معنے پائے جاتے ہیں انکا تعلق اعضاء ظاہری سے نہیں ہوتا قلب سے ہوتا ہے اسی وجہ سے انکو افعال قلوب کہا جاتا ہے اور انکا دوسرا نام افعال یقین وشک ہے اور یاد رکھیں شک کا معنیٰ یہاں پر خلاف یقین ہے اور شک کا معنیٰ تساوی طرفین جو مناطقہ کی اصطلاح میں ہیں وہ یہاں بالکل مراد نہیں۔

فائدہ افعال قلوب کا سات میں منحصر ہونا یہ حصر استقرائی ہے حصر عقلی نہیں اسلئے کہ عرفت اور اعتقدت اور اردت یہ افعال قلوب سے ہیں اور دو مفعول کی طرف متعدی بھی ہوتے ہیں لیکن ان پر افعال قلوب والے احکام جاری نہیں ہوتے۔

سوال : ان افعال قلوب کو ماضی سے تعبیر کیوں کیا گیا ہے کیا مضارع اور امر وغیرہ ان افعال سے نہیں آتے دوسرا سوال ان افعال کو متکلم کے صیغے سے کیوں تعبیر کیا گیا ہے اسمیں حکمت اور کیا نکتہ کیا ہے؟

جواب : ان افعال کو ماضی سے تعبیر ضرور کیا گیا ہے لیکن یہ افعال قلوب ماضی کے ساتھ خاص

نہیں بلکہ مطلق افعال مراد ہیں خواہ وہ ماضی ہو یا مضارع ہو یا امر ہو اور باقی رہی یہ بات کہ ان افعال کو متکلم کے صیغے سے تعبیر کیوں کیا گیا ہے اسکی وجہ یہ کہ ہر آدمی اپنے قلب کے افعال کو خوب جانتا ہے۔ بنسبت دوسروں کے، وجہ تسمیہ ان افعال کو افعال قلوب اسلئے کہتے ہیں کہ یہ اپنے صدور میں اعضاء ظاہری کی طرف محتاج نہیں ہوتے کیونکہ بعض میں تو شک والا معنیٰ ہوتا ہے اور بعض میں یقین والا معنیٰ ہوتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ یقین اور شک ان دونوں معنیٰ کا تعلق دل سے ہے اسی وجہ سے انکو افعال قلوب کہتے ہیں اور اسی وجہ سے انکا دوسرا نام افعال یقین وشک رکھا گیا ہے

قولہ **وهي افعال تدخل .... علمت زيدا عالما**

مصنف ان افعال قلوب کا عمل بتا رہے ہیں کہ یہ افعال قلوب جملہ اسمیہ یعنی مبتدا خبر پر داخل ہوتے ہیں اور دونوں کو مفعولیت کی بنا پر نصب دیتے ہیں۔

سوال: یہ افعال قلوب جملہ اسمیہ پر کیوں داخل ہوتے ہیں اور انکو جملہ اسمیہ پر داخل کر کے متکلم کی غرض اور مقصد کیا ہوا کرتا ہے؟

جواب: فعل کا جملہ پر اس لئے داخل ہونا کہ جملہ کے ہر ہر جزء میں وہ فعل عمل کرے یہ جملہ اسمیہ میں ہوسکتا ہے جملہ فعلیہ میں نہیں اسلئے جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں باقی رہی یہ بات کہ ان افعال کو جملہ اسمیہ پر داخل کرنے سے متکلم کا غرض اور مقصد کیا ہوتا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ متکلم مخاطب کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ جملہ از قبیل علم ہے یا از قبیل ظن ہے جیسے زید قائم جملہ تھا لیکن اسمیں یہ علم نہیں تھا کہ یہ علم کے قبیلے سے تھا یا ظن کے قبیلے سے لیکن جب اسپر علمت یا ظننت کو داخل کردیا جائے اور کہا جائے علمت زیدا قائما یا ظننت زیدا قائماً تو اس سے مخاطب سمجھ جاتا ہے کہ جملہ کس قبیل سے ہے۔

قولہ **و اعلم ان لهذه الافعال خواص**

مصنفؒ افعال قلوب کے بعض خصوصیات بیان کررہے ہیں۔

قوله منها ان لا تقتصر ---------- فلا تقول علمت زيدا ۔

افعال قلوب کے خواص میں

پہلا خاصہ یہ ہے کہ اس کے دو مفعولوں میں سے ایک پر اکتفا کرنا جائز نہیں البتہ باب اعطیت کے دو مفعولوں میں سے ایک پر اکتفا کرنا جائز ہے جسکی علت ماقبل میں بیان ہو چکی ہے البتہ دونوں مفعولوں کو اکٹھے حذف کرنا جائز ہے جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے **ویوم یقول نادوا شرکاءی الذین زعمتم** تو اس کے دونوں مفعول حذف ہیں اصل عبارت یہ ہے **زعمتموھم ایاھم**

قوله منها جواز الالغاء ------ زيد قائم ظننت ۔اس عبارت میں **دوسرا خاصہ** کا بیان ہے کہ افعال قلوب کا الغاء جائز ہے الغاء کہتے ہیں کہ ان کے عمل کو لفظاً اور معناً دونوں اعتبار سے باطل کرنے کو جس کی دو صورتیں ہیں (۱) کہ افعال قلوب دونوں مفعولوں کے درمیان میں آجائیں جیسے **زید ظننت قائم** (۲) یا یہ افعال قلوب دونوں مفعولوں سے مؤخر ہو جائیں جیسے **زید قائم ظننت** اور یاد رکھیں ان دونوں صورتوں میں یہ افعال مصدر کے معنیٰ میں ہو کر ظرف ہوں گے تقدیری عبارت یہ ہوگی **زید فی ظنی قائم** اور **زید قائم فی ظنّی**۔

سوال : افعال قلوب کا الغاء اور اعمال کیوں جائز ہے یعنی ان دونوں صورتوں میں عمل کو باطل قرار دینا کیوں جائز ہے اور عامل بنانا کیوں جائز ہے؟

جواب : ان دونوں صورتوں میں دونوں مفعولوں کے اندر مبتدا اور خبر ہونے کی اور مستقل کلام بننے کی صلاحیت موجود ہے اور جبکہ افعال قلوب درمیان میں ہونے کیوجہ سے یا مؤخر ہونے کی وجہ سے ضعیف العمل ہو چکے ہیں اسی وجہ سے ان دونوں صورتوں میں ان کو کلام مستقل بنا کر افعال قلوب کے عمل باطل کر دینا جائز ہے۔

قوله ومنها انها تعلق ------------ قبل لام الابتداء ۔

تیسرا خاصہ مصنفؒ تیسرے خاصے کو بیان کر رہے ہیں کہ افعال قلوب کے خواص میں سے ایک خاصہ یہ ہے کہ اسمیں **تعلیق** جائز ہے اور **تعلیق** کہتے ہیں کہ لفظاً عمل باطل ہو جائے لیکن معناً عمل باقی رہے یعنی اہمال لفظی اور اعمال معنوی کو **تعلیق** کہا جاتا ہے اسکی مثال اس عورت کی سی ہے جس کا خاوند مفقود الخبر ہو وہ عورت نہ تو صاحب شوہر ہے اور نہ ہی فارغ ہے اسی طرح یہ افعال بھی بعض صورتوں کے اندر نہ تو کلیۃً عامل ہوتے ہیں اور نہ کلیۃً مہمل ہوتے ہیں افعال قلوب کی تعلیق کی تین صورتیں ہیں۔

پہلی صورت افعال قلوب استفہام سے پہلے آجائیں جیسے **علمت زید عندك ام عمر**

دوسری صورت نفی سے پہلے آجائیں جیسے **علمت ما زید فی الدار**

تیسری صورت لام ابتداء سے پہلے آجائیں جیسے **علمت لزید منطلق**

سوال : ان تینوں صورتوں کے اندر افعال قلوب کی تعلیق کیوں ہو جاتی ہے اور اعمال کیوں جائز نہیں ہوتا؟

جواب : یہ تینوں چیزیں استفہام، نفی، اور لام ابتدا یہ تینوں حروف جملے کے شروع میں آتے ہیں اور اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ جملہ اپنی صورت اور حالت پر باقی رہے جب کہ یہ افعال اس جملے کے اندر تبدیلی پیدا کر دیتے ہیں تو دونوں کا لحاظ کیا گیا ہے کہ باعتبار لفظ کے ان افعال کا عمل ختم کر دیا گیا معلق کر دیا گیا اور ان افعال کا لحاظ اور رعایت کی گئی ہے باعتبار معنیٰ کے کہ معنے کے اعتبار سے دونوں انکے لئے مفعول بنتے ہیں۔

ان افعال کے اندر تعلیق ہوتی ہے اور یہ افعال معلق ہو جاتے ہیں جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے **لنعلم ای الحزبین احصی** مصنفؒ قبل الاستفہام سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کر دیا کہ اگر افعال قلوب استفہام کے بعد واقع ہوں تو انکا عمل باقی رہتا ہے باطل نہیں ہوتا۔

قوله **ومنها انها یجوز ان یکون ------- وظننتك فاضلا** ۔

چوتھا خاصہ افعال قلوب کے خواص میں سے ایک خاصہ یہ ہے کہ فاعل اور مفعول دونوں

ضمیریں متصل ایک شی کیلئے ہوں یعنی صرف متکلم کیلئے۔ مخاطب کے لئے یا غائب کے لئے یہ جائز ہے علمتنی منطلقا میں نے آپنے آپ کو چلنے والا جانا اسمیں فاعل اور مفعول اوّل دونوں متکلم کی ضمیریں ہیں جو کہ متصل بھی ہیں اور ہیں بھی شی واحد یعنی متکلم کی طرف لوٹنے والی لیکن یہ اجتماع دوسرے افعال میں ہرگز جائز نہیں لہذا ضربتنی کہنا جائز نہیں بلکہ ایسی صورت میں فصل لایا جائے گا ضربت نفسی کہا جائے گا۔

سوال : افعال قلوب کے اندر یہ اجتماع ضمیریں کیوں جائز ہے اور دوسرے افعال میں کیوں جائز نہیں؟

جواب : افعال قلوب کا مفعول حقیقت کے اعتبار سے دوسرا ہی ہوتا ہے اور پہلا مفعول تو محض تمہید کیلئے ہوتا ہے لہذا افعال قلوب کے فاعل اور مفعول اوّل کے درمیان ایک شیء کیلئے ضمیر لانے کی صورت مین اتحاد لازم نہیں آتا لیکن دوسرے افعال کے اندر فاعل اور مفعول میں اتحاد لازم آتا ہے۔ اسلئے افعال قلوب میں جائز ہے دوسرے میں جائز نہیں۔

قولہ و اعلم انہ قدیکون ------- علمت بمعنی عرفت ۔

مصنفؒ ایک فائدہ بتا رہے ہیں کہ افعال قلوب میں سے بعض افعال قلوب کیلئے اور معانی بھی میں جن معانی کی وجہ سے وہ افعال قلوب نہیں رہے اور متعدی بھی ایک مفعول کی طرف ہوا کرتے ہیں۔ مثلاً ظننت بمعنی اتھمت کے آتا ہے جسکے معنی تھمت کے ہوتے ہیں جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے ما ھو علی الغیب بضنین اور علمت بمعنیٰ عرفت کے آتا ہے جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے ولقد علمتم الذین عتدوامنکم فی السبت اور اسی طرح رأیت بھی ابصرت کے معنی میں آتا ہے جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے ما ذا تریٰ اور اسی طرح وجدت بھی اصبت کے معنی میں بھی آتا ہے۔

﴿بحث افعال ناقصہ﴾

قولہ فعل الا فعال الناقصۃ ---------- غیر صفۃ مصدرھا ۔

مصنفؒ افعال تام سے فارغ ہونے کے بعد اب افعال قاصرہ افعال ناقصہ کو بیان کر رہے ہیں۔

افعال ناقصہ کی تعریف: ایسے افعال کو کہا جاتا ہے جو اپنے فاعل کیلئے مصدر کی صفت کے علاوہ کسی اور صفت کو ثابت کرنے کیلئے وضع کیا گیا ہو۔

وجہ تسمیہ: ان افعال کو افعال ناقصہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ افعال دوسرے افعال کی طرح صرف فاعل کیساتھ ملکر پوری کلام نہیں بنتے ناقص رہتے ہیں کہ کلام کے تمام ہونے میں خبر کے محتاج ہوتے ہیں تو اس نقصان کی وجہ سے انکا نام ناقصہ رکھا جاتا ہے۔

قولہ تدخل علی الجملة الاسمية ------ کان زید قائما۔

مصنفؒ افعال ناقصہ کا عمل بتا رہے ہیں کہ یہ افعال ناقصہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں پہلے اسم یعنی مبتدا کو رفع دیتے ہیں اور انکو اسم کہا جاتا ہے اور دوسرے اسم کو نصب دیتے ہیں جن کا نام خبر رکھا جاتا ہے جیسے کان زید قائما اصل میں زید قائم جملہ اسمیہ خبریہ تھا تو جس پر کان داخل ہو کر مبتدا کو رفع اور خبر کو نصب دیا اور یہ کان اپنے فاعل یعنی زید کیلئے اپنے مصدر والی صفت کو ثابت نہیں کیا بلکہ اپنے مصدر کے علاوہ کسی اور صفت یعنی خبر والی صفت کو جو کہ قیام ہے زید کیلئے ثابت کیا ہے اور افعال تام اپنے فاعل کیلئے اپنے مصدر والی صفت کو ثابت کرتے ہیں جیسے ضرب زید ضرب فعل نے اپنے فاعل زید کیلئے اپنے مصدر ضرب والی صفت کو ثابت کیا ہے۔ افعال ناقصہ کی وجہ تسمیہ: ان افعال کو افعال ناقصہ اسلئے کہا جاتا ہے کہ یہ افعال دوسرے افعال کی نسبت ناقص ہیں کیونکہ انکی دلالت فقط زمانے پر ہوتی ہے۔ دوسری وجہ تسمیہ یہ افعال اپنے فاعل اپنے مرفوع کے ساتھ ملکر تمام نہیں ہوتے بلکہ منصوب اور خبر کیطرف محتاج ہوتے ہیں جب کہ دوسرے افعال اپنے فاعل کے ساتھ تمام ہو جاتے ہیں اور پوری کلام بن جاتے ہے کسی منصوب کیطرف محتاج نہیں ہوتے اسلئے ان افعال کو افعال ناقصہ کہتے ہیں۔

سوال: افعال ناقصہ جملہ اسمیہ پر کیوں داخل ہوتے ہیں؟

جواب: افعال ناقصہ اپنے معنے کے ثبوت کا حکم اور اثر خبر کو عطا کرنے کیلئے جملہ اسمیہ پر داخل

ہوا کرتے ہیں جیسے کان زید قائما میں کان فعل ناقص ہے جو زید قائما جملہ اسمیہ پر داخل ہے اسلئے کہ یہ اپنے معنے ثبوت کا حکم ہے اور اثر اپنی خبر یعنی قیام کو عطا کر رہا ہے۔

قوله و کان علی ثلثه اقسام ------ کان زید شابا وتامة -

مصنف ایک فائدہ بیان کر رہے ہیں کہ کان تین قسم پر ہوتا ہے۔

(۱) ناقصہ (۲) تامہ (۳) زائدہ

پہلا ناقصه وہ جو اپنی خبر اپنے فاعل کیلئے ثابت کرے عام ازیں زمانہ ماضی میں ہو خواہ وہ ثبوت دائمی ہو جیسے کان اللہ علیما حکیما یا منقطع ہو جیسے کان زید شابا یا زمانہ حال استقبال میں ہو۔

دوسرا قسم تامه ہے اس کو تامہ اسلئے کہتے ہیں کہ یہ اپنے اسم پر تام ہوتا ہے خبر کا محتاج نہیں ہوتا جیسے کان القتال کا معنیٰ ہے حصل القتال کہ قتال ہوا۔

تیسرا قسم زائدہ زائدہ وہ جسکے حذف کر دینے سے جملے کے معنے میں تبدیلی نہ ہو۔ جیسے شاعر کا شعر ہے:

جیاد ابن ابی بکر تسامیٰ علی کان المسومة العراب

درجه اولی الفاظ کی تشریح: جیاد جید کی جمع ہے بمعنی عمدہ تیز رفتار گھوڑے۔ تسامیٰ کا معنی ترفع، بلند، مسومة کے معنی وہ گھوڑا جن پر علامتیں لگائی گئی ہوں۔ عراب جمع ہے عربی کی بمعنی عمدہ تیز رفتار۔

درجه ثانیه ترجمه: میرے بیٹے ابی بکر کے تیز رفتار گھوڑے جن عربی گھوڑوں پر عمدہ ہونے کے نشان لگائے گئے ہیں۔

درجه ثالثه محل استشهاد: اس شعر میں لفظ کان زائد ہے جس کو مصنف نے علی المسومة سے بیان کیا۔

درجه رابع ترکیب: جیاد مرفوع بالضمہ لفظاً مضاف، ابنی مبدل منه، ابی بکر،

مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر بدل، مبدل منہ بدل سے مل کر مضاف الیہ، جیاد مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مبتدا، تسامی فعل مضارع مرفوع بالضمہ تقدیرً، علی حرف جار، کان زائدہ، المسومۃ مجرور بالکسرۃ موصوف، العراب مجرور بالکسرہ لفظاً، موصوف صفت سے مل کر علی کا مجرور ہو کر متعلق تسامی کے، تسامی فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر مبتدا کی ہو کر جملہ اسمیہ ہوا۔ اس میں کان زائدہ ہے اصل عبارت ہے علی المسومۃ العراب۔

سوال: کان کی یہ دو قسمیں کان تامہ کان زائدہ یہ دونوں افعال ناقصہ سے تو نہیں اسکو یہاں کیوں بیان کیا گیا یہ تو خروج عن المبحث ہے؟

جواب: بطور فائدہ کے ذکر کیا تا کہ طلب علم کو تمام استعمالات کا علم ہو جائے کہ کان کی کتنی قسمیں ہیں اور کتنی استعمالیں ہیں۔

قولہ صار للانتقال نحو صار زید غنیا ۔

افعال ناقصہ میں سے صار انتقال کیلئے آتا ہے اور انتقال کی چند صورتیں ہیں۔

پہلی صورت: کہ ایک صفت سے دوسری صفت کی طرف انتقال ہو جائیں جیسے صار زید عالما کہ زید صفت جہل سے صفت علم کی طرف منتقل ہو گیا۔

دوسری صورت: ایک حقیقت سے دوسری حقیقت کی طرف انتقال ہو جیسے صار الطین خزفاً کیچڑ ٹھیکر ہو گئی۔

تیسری صورت: کبھی ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف انتقال کیلئے آتا ہے۔

چوتھی صورت: ایک ذات سے دوسری ذات کی طرف انتقال کیلئے آتا ہے ان آخری دو صورتوں میں یہ صار الی کے ساتھ متعدی ہوتا ہے جیسے صار زید من قریہ الی قریہ۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف انتقال کی مثال ہے اور ایک ذات سے دوسری ذات کی طرف انتقال کی مثال جیسے صار زید من خالد الی عامر۔

سوال: اور رجع اور ارتد اور استحال اور تحول یہ بھی صار کے معنی میں آتے ہیں انکو یہاں کیوں بیان نہیں کیا؟ قرآن مجید میں آتا ہے فارتد بصیرا یعنی صار یعقوب بصیراً۔

جواب: یہ افعال صار سے ملحق ہیں اس لئے اصل کو بیان کیا ہے فرع کو ترک کردیا ہے۔

قوله اصبح و امسی و اضحی ------- بتلك الاوقات ۔

افعال ناقصہ میں سے اصبح، امسی اور اضحیٰ یہ تینوں جملے کے مضمون کو اپنے اپنے وقت کے ساتھ ملانے کیلئے آتے ہیں جیسے اصبح زید ذاکرً زید صبح کے وقت ذکر کرنے والا تھا اور امسی زید مسرورا: زید شام کے وقت خوش ہوا

فائدہ: مضمون جملہ سے مراد یہ ہے کہ خبر یا متعلق خبر کا مصدر نکال کر اسم کی طرف اضافت کر دیا جائے تو یہ مرکب اضافی بن جاتا ہے اسی کو مضمون جملہ کہتے جیسے امسیٰ زید قـائماً اسکا مضون جملہ بنے گا قیام زید۔

سوال: ہر فعل جملہ کے مضمون کو اپنے وقت کے ساتھ ملاتا ہے اقتران پر دلالت کرتا ہے لہذا ان افعال ثلاثہ کا اس حکم کے ساتھ خاص کرنے کا کیا مقصد ہے؟

جواب: یہاں اوقات سے مراد مطلق اوقات نہیں بلکہ وہ اوقات جو ان افعال کے معانی اور مدلولات ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ باقی افعال وہ اوقات پر دلالت کرتے ہیں لیکن وہ اوقات انکے معانی اور مدلولات نہیں ہوتے۔

قوله وبمعنی صار نحو اصبح زید غنیًا ۔

یہ تینوں افعال کبھی صـــــار کے معنیٰ میں آتے ہیں اسوقت انکے معنے کے اندر اوقات کا لحاظ نہیں ہوتا جیسے اصبح زید غنیاً کا معنیٰ ہے صار زید غنیًا۔

قوله و تامه بمعنی دخل فی الصباح و الضحیٰ والمسا ۔

یہ تینوں افعال کبھی تام بھی ہوتے ہیں اسوقت فاعل ان افعال کے معنیٰ میں داخل ہوتا ہے کہ اصبح زید کہ زید صبح کے وقت داخل ہوا۔

قولہ **وظل و بات یدلان ------------ ظل زید کاتبا** ۔

افعال ناقصہ میں ظل اور بات یہ دونوں فعل جملہ کے مضمون کو اپنے اوقات کے ساتھ ملانے کیلئے آتے ہیں جیسے ظل زید کاتبا زید تمام دن لکھنے والا رہا۔

قولہ **و بمعنی صار** ۔

کبھی یہ دونوں فعل صار کے معنیٰ میں بھی آتے ہیں جیسے ظل زید غنیا بمعنی صار زید غنیا زید مالدار ہو گیا۔

سوال : جب ظل بات یہ دونوں فعل اصبح امسیٰ، اضحی کی طرح مضمون جملہ کو اپنے اپنے وقت کے ساتھ ملاتے ہیں تو ان پانچوں فعلوں کو اکٹھا ذکر کیوں نہیں کیا گیا اور ان دو کو علیحدہ ذکر کیوں کیا گیا ہے۔

جواب : یہ پانچوں فعلوں دو چیزوں میں مشترک تھے۔ (۱) اقتران مضمون کے اندر (۲) صار کے معنیٰ میں بھی لیکن تامہ ہونے میں افتراق تھا کہ وہ تامہ واقع ہوتے ہیں اور انکا تامہ واقع ہونا انتہائی قلیل ہے اسی وجہ سے مصنفؒ نے ان دو کو علیحدہ ذکر کیا۔

قولہ **ومازال وما فتی وما برح ------ خبر ھا لفا علھا** ۔

افعال ناقصہ یہ چاروں افعال اپنی خبر کو اپنے فاعل کیلئے دائمی اور استمراری طور پر ثابت کرتے ہیں البتہ یہ ثبوت استمرار مطلقاً نہیں ہوتا بلکہ اس زمانے سے ہوتا ہے جب سے فاعل نے اس خبر کو قبول کیا ہو جیسے ما زال زید امیرا زید کی امارت اس زمانہ سے دائمی ہے جب سے زید نے امارت کو قبول کیا ہے۔

سوال : یہ چاروں افعال استمرار پر کیوں دلالت کرتے اسکی کیا وجہ اور علت ہے؟

جواب : ان افعال کے معنیٰ میں نفی پائی جاتی ہے پھر جب ان پر نفی داخل ہوتی ہے تو نفی النفی ہو جاتی ہے اور نفی کی نفی سے استمرار اور دوام حاصل ہوا کرتا ہے لہذا اسی وجہ سے دوام و استمرار پر دلالت کرتے ہیں۔

قولہ يلزمها حرف النفي ۔

ضابطہ کا بیان ان چاروں افعال کیلئے حرف نفی کا ہونا لازمی ہے جب ان افعال سے دوام و استمرار والا معنیٰ مقصود ہو اور نفی سے مراد عام ہے خواہ وہ نفی لفظوں میں ہو یا تقدیراً ہو حرف نفی لفظی کی مثال گذر چکی ہے۔ حرف نفی تقدیری کی مثال تاللہ تفتأ تذكر يوسف اصل میں تھا لا تفتئو تذكر يوسف ، ما زال اصل میں تھا زال جس کا معنیٰ ہوتا ہے زائل ہونا حرف نفی کے آ جانے کی وجہ سے یہ ہمیشہ والا معنیٰ ہوتا ہے۔

فائدہ: یہ باب سمع یسمع سے آتا ہے زال یزال باب نصر سے زال یزول نہیں وہ افعال تامہ سے ہے اور ما فتئی فتی سے جس کا معنیٰ کے ختم کرنا اور حرف نفی کے داخل ہونے کے بعد اسکا معنیٰ بھی ہمیشہ والا ہے اور یہ باب بھی سمع یسمع سے ہے اور ما برح یہ براح سے بمعنی زائل ہونا حرف نفی کے داخل ہونے کے بعد اسکا معنیٰ بھی ہمیشہ والا ہو گیا ہے۔ اور یہ باب بھی سمع یسمع سے آتا ہے اور ما انفک یہ انفاک سے ہے جسکا معنیٰ ہے جدا ہونا لیکن حرف نفی کے داخل ہونے کے بعد ان چاروں افعال کے اندر معنیٰ ہمیشہ والا ہوگا۔

قولہ ما دام يدل على توقيت ------ مادام الامير جالساً ۔

افعال ناقصہ میں سے ما دام اپنے اسم کیلئے اپنی خبر کو ایک وقت مقرر میں ثابت کرنے کیلئے آتا ہے جس وقت تک اسکی خبر اس فاعل کیلئے ثابت ہو جیسے اقوم مادام الامير جالساً میں کھڑا رہوں گا اسوقت تک کہ امیر بیٹھنے والا ہے اسمیں کہنے والے نے اپنے اپنے بیٹھنے کی مدت اپنے امیر کی مدت تک معین اور مؤکد کر دیا ہے اور یاد رکھیں یہ ما دام پہلے جملے کیلئے ظرف واقع ہوتا ہے جیسے اجلس ما دام زید جالسا۔

قولہ ليس يدل على نفي الجملة حا لا وقيل مطلقا ۔

افعال ناقصہ میں سے لیس کے بارے میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک لیس زمانہ حال کی نفی کیلئے آتا ہے زمانہ ماضی اور استقبال کی نفی نہیں کرتا اور بعض کے نزدیک لیس مطلق نفی کیلئے

آتا ہے زمانہ ماضی ہو یا حال ہو یا استقبال۔

قولہ **وقد عرفت بقية احكامها ---------- فلا نعيدها** ۔

افعال ناقصہ کے بقایا احکام وہ قسم اول میں گذر چکے مثلاً خبروں کا اسموں پر مقدم کرنا اور اسی طرح اخبار کا افعال پر مقدم ہونا یہ وہیں گذر چکے ہیں اسلئے انکو دوبارہ ذکر نہیں کیا جاتا۔

﴿بحث افعال مقاربہ﴾

قولہ **افعال المقاربه هي افعال ---------- الخبر لفاعلها** ۔

مصنفؒ اس فصل میں افعال مقاربہ کو بیان کر رہے ہیں

افعال مقاربہ کی تعریف افعال مقاربہ ایسے افعال کو کہا جاتا ہے جو اپنے اسم کیلئے خبر کو قریب کرنے کیلئے وضع کئے گئے ہوں۔

قولہ **وهي على ثلثة اقسام** ۔

افعال مقاربہ تین قسم پر ہیں۔

پہلی قسم امید کیلئے ہے یعنی متکلم امید رکھتا ہے کہ خبر کا حاصل ہونا فاعل کیلئے قریب ہے اور اس پہلی قسم کیلئے افعال مقاربہ میں سے فعل عسیٰ ہے۔

قولہ **وهو فعل جامد لا يستعمل منه غير الماضي** ۔

یہ فعل عسی فعل جامد ہے اس سے صرف ماضی آتی ہے مضارع امر ونہی، اسم فاعل واسم مفعول وغیر کے صیغے نہیں آتے اور ماضی کے بھی فقط چند صیغے استعمال ہوتے ہیں۔ (۱) واحد مذکر غائب عسیٰ (۲) واحدہ مؤنثہ غائبہ عست اور چھ مخاطب کے عسیت عسیتما، عسیتم، عسیت، عسیتما، عسیتن ایک واحد متکلم کو عسیتُ تو یہ کل نو صیغے استعمال ہوتے ہیں۔

قولہ **وهو في العمل مثل كاد** ۔

عسیٰ عمل میں کاد کی طرح ہے یعنی جس طرح وہ اسم کو رفع دیتا ہے اور خبر اسکی فعل مضارع

ہوتی ہے اسی طرح عسیٰ بھی اسم کو رفع دیتا ہے اور خبر فعل مضارع ہے اور البتہ تھوڑا فرق ہے کہ عسیٰ کی خبر فعل مضارع مع ان ہوتی ہے کاد کی خبر فعل مضارع بغیر ان کے آتی ہے جیسے عسیٰ زید ان یقوم اسمیں زید عسیٰ کا اسم ہونے کو وجہ سے مرفوع ہے اور ان یقوم یہ مضارع منصوب محلا خبر ہے۔

قولہ و یجوز تقدیم الخبر .... ان یقوم زید ۔

ضابطہ کا بیان کہ عسیٰ کی خبر کو اسکے اسم پر مقدم کرنا جائز ہے جیسے عسیٰ زید ان یقوم کو عسیٰ ان یقوم زید پڑھنا جائز ہے۔

فائدہ اس عبارت میں عسیٰ ان یخرج زید میں ترکیبی تین احتمال ہیں۔

پھلی ترکیب: زید یہ اسم مؤخر ہو ان یخرج مضارع یہ خبر مقدم ہو۔

دوسری ترکیب : یہ ترکیب باب تنازع سے ہو اور تنازع ہے عسی اور یخرج کا زید کے اندر اگر دوسرے فعل کو عمل دیا جائے گا تو عسیٰ کا اسم اسمیں ضمیر مستتر ہوگی جو زید کی طرف لوٹے گی اور خبر یہ ہی ان یخرج ۔

تیسری ترکیب: ان یخرج زید یہ مرفوع اور منصوب دونوں کے قائم مقام ہو جیسا کہ جب جملہ اَنَّ کے ساتھ ہو تو افعال قلوب دو مفعولوں کے قائم مقام ہوا کرتا ہے تو یہ بھی قائم ،مقام بن جائے گا ان تینوں ترکیبوں کے اندر عسیٰ فعل ناقص ہی رہے گا۔

چوتھی ترکیب: ان یخرج زید یہ فاعل بن جائے گا عسیٰ کا اسکو خبر کی احتیاجی نہ ہو تو یہ فعل تام بن جائے گا۔

سوال : عسیٰ یہ فعل جامد فعل غیر متصرف کیوں ہے اسکی وجہ اور علت کیا ہے؟

جواب : یہ عسیٰ انشاء طمع کیلئے آتا ہے اور انشاءات اکثر استعمال میں حروف کے معانی ہوتے ہیں اور چونکہ حروف غیر متصرف ہوتے ہیں لہذا عسیٰ بھی غیر متصرف ہوگا۔

قولہ قد یحذف ان نحو عسیٰ زید یقوم ۔

اس عبارت سے ضابطے کا بیان

ضابطہ کبھی استعمال اوّل کے اندر عسیٰ کی خبر سے ان مصدریہ کو حذف کر دیا جاتا ہے اس لئے کہ عسیٰ کی مشابہت ہے کاد کے ساتھ مقاربت میں جس طرح اسکی خبر بغیر مضارع کے آ جاتی ہے تو اسکی خبر سے ان کو حذف کر دینا جائز ہے عسیٰ زید یقوم۔

قولہ الثانی للحصول ---------- نحو کاد زید یقوم ۔

دوسری قسم افعال مقاربہ کی دوسری قسم حصول کیلئے ہے یعنی متکلم یہ بتاتا ہے کہ خبر کا حصول فاعل کیلئے یقینی ہونے والا ہے اور اس معنیٰ کیلئے افعال مقاربہ میں سے کاد آتا ہے جیسے کاد زید یخرج زید یقیناً کھڑا ہونے کے قریب اور کاد کی خبر فعل مضارع بغیر ان کے آتی ہے جیسے کاد زید یقوم۔

قولہ و لثالث للاخذ و الشروع --------- کرب و اخذ ۔

تیسری قسم افعال مقاربہ کی وہ فعل کے شروع کرنے کیلئے ہے یعنی متکلم فاعل کیلئے خبر کے حصول کے قریب کی خبر دیتا ہے اس وجہ سے کہ متکلم کو اسکے شروع کا یقین ہے اس معنے کیلئے چار فعل ہیں طفق، اخذ، جعل، کرب۔

قولہ هو استعما لها مثل کاد نحو طفق زید یکتب ۔

ان چاروں افعال کی استعمال کاد کی طرح ہے کہ جسطرح کاد اسم وخبر کو چاہتا ہے اسطرح یہ بھی اسم وخبر کو چاہتے ہیں اور جسطرح کاد کی خبر مضارع بغیر ان کے آتی ہے اسطرح انکی بھی آتی ہے البتہ او شك کی استعمال عسیٰ اور کاد کی طرح ہے اور عسیٰ کی دونوں استعمالوں کی طرح یہ بھی مستعمل ہے یعنی کبھی خبر کو چاہتا ہے جیسے او شك زید ان یقوم کبھی خبر کو نہیں چاہتا جیسے او شك ان یقوم اور وہ کبھی کاد کی طرح اسم وخبر کو چاہتا ہے لیکن خبر فعل مضارع بغیر ان کے ہوتی ہے۔ او شك زید یقوم۔

﴿بحث فعل تعجب﴾

فصل فعل التعجب ما وضع لا نشاء التعجب : مصنفؒ اس فصل میں فعل تعجب کی بحث ذکر کی ہے تعجب اصطلاح میں کہتے ہیں انفعال النفس عند ادراك ما خفی سببه کہ نفس کا ایسی چیز کے ادراک کے وقت جسکا سبب مخفی ہو متاثر ہونا۔

تعریف: فعل تعجب وہ ہے انشاء تعجب اور اظہار تعجب ایجاد تعجب کیلئے وضع کیا گیا ہو۔

قوله ولہ صیغتان ما افعله نحو ا ما احسن زیدا ۔

فعل تعجب کے دو صیغے آتے ہیں (ا) ما ا فعله جیسے ما احسن زیدا اور دوسرا صیغہ افعل به جیسے احسن بزید۔

قوله ای ایُّ شئی احسن زید ــــــــــ و هو فاعله' ۔

مصنفؒ اس پہلے صیغے کی ترکیب بتا رہے ہیں جس میں تین قول ہیں۔

پہلا قول ما استفھامیه بمعنی ایُّ شئی مبتدا احسن فعل ضمیر دورے مستتر مرفوع محلا فاعل اور زیـــد ا منصوب محلا مفعول بہ فعل فاعل مفعول بہ ملکر جملہ فعلیہ خبر ہے مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ انشائیہ، یہ امام فرا کا مذھب ہے۔ مصنف کو امام فرا کا مذھب پسند ہے اس لئے اس ترکیب کو ذکر کیا۔

دوسرا مذھب سیبویہ کا ما بمعنیٰ شئی نکرہ مبتدا اور ما بعد والا جملہ خبر ہے۔

تیسرا مذھب اخفش یہ ما موصولہ ہے اور اسکا ما بعد جملہ صلہ ہے موصول کا، موصول صلہ ملکر مبتدا ہے جس کیلئے خبر محذوف شئی عظیم ہے۔

قوله و افعل به نحو احسن بزید ۔

اس دوسرے صیغے کی ترکیب میں بھی اختلاف ہے سیبویہ کے نزدیک احســـن صیغہ امر کا ہے لیکن ماضی احســن کے معنیٰ میں ہے اور زیــد پر با جارہ زائدہ ہے اور زید اس کا فاعل ہے اور ہمزہ صیرورت کا ہے تو اس ترکیب میں احســـن کے اندر کسی قسم کی کوئی ضمیر نہیں تو معنیٰ یہ ہوگا

صار زید ذا حسن زید صاحب حسن ہوگیا اور امام اخفش کے نزدیک یہ احسن صیغہ امر کا اپنے معنے پر باقی ہے اور یہ مشتق ہے احسن لازم بمعنی ثبوت حسن سے اور ضمیر اسمیں فاعل اور بزید میں با تعدیہ کی ہے اور زید اسکا مفعول بہ ہے اور ہمزہ صیرورت کا ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی احسن انت بزید ای صرت ذا حسن اور اگر احسن یہ احسن متعدی سے مشتق مانا جائے تو با زائدہ ہوگی اور ہمزہ تعدیہ کا ہوگا اور اس صورت کے اندر بھی احسن کے اندر ضمیر فاعل ہوگی عبارت یہ ہوگی احسن انت زید لیکن یاد رکھیں دونوں مذہبوں کے مطابق ترجمہ ایک ہی ہوگا زید کیا ہی حسین ہے۔

قولہ **و لا یبنیان الا ما یبنیٰ منہ افعل التفضیل** ۔

مصنف فعل تعجب کے بارے ضابطہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ کن ابواب سے فعل تعجب آتا ہے او کن ابواب سے نہیں اسکا حاصل یہ ہے کہ فعل تعجب کے دونوں صیغے ان ابواب سے بنائے جاتے ہیں جن ابواب سے اسم تفضیل بنایا جاتا ہے لہذا فعل تعجب کے دونوں صیغے ثلاثی مجرد کے ان ابواب سے بنائے جائیں گے جن میں لون اور عیب والا معنیٰ بھی نہ ہو اور زیادت اور نقصان کو قبول بھی کرتے ہوں لہذا موت سے فعل تعجب نہیں آئے گا کیونکہ موت زیادت اور نقصان کو قبول نہیں کرتی۔

سوال : اس ضابطے کی علت اور دلیل کیا ہے۔

جواب : فعل تعجب اور افعل تفضیل میں مشابہت ہے کہ یہ دونوں تاکید اور مبالغے کیلئے آتے ہیں

فائدہ جس طرح افعل تفضیل کا صیغہ فاعل کیلئے آتا ہے اسطرح فعل تعجب کا صیغہ بھی فاعل کیلئے آتا ہے مفعول کیلئے نہیں اور ما أشغلہ یہ مفعول کیلئے آتا ہے لیکن یہ قلیل اور شاذ ہیں۔

قولہ **و یتوصل فی الممتنع ------- فی اسم التفضیل** ۔

مصنف ضابطہ بیان کرنا چاہتے ہیں اگر ان ابواب سے فعل تعجب کا معنیٰ حاصل کرنا ہو جن سے فعل تعجب نہیں آتا تو انکی صورت کیا ہوگی اسکا حاصل یہ کہ پہلے صیغے کو اسطرح بنایا جائے گا

کہ ما اشدّ یا اس جیسا کلمہ ما اضعف، ما احسن یا ما اقبح لایا جائے گا اور اسکے بعد وہ مصدر جس سے فعل تعجب کا معنیٰ حاصل کرنا ہو اسکو بطور تمیز کے ذکر کر دیا جائے گا جیسے ما اشد استخراجاً اور دوسرا صیغہ اسطرح بنایا جائے گا اس سے پہلے اشدد یا اس جیسا کلمہ اس کے شروع میں لایا جائے گا اور اسکے بعد اس مصدر کو ذکر کیا جائے جس سے فعل تعجب کا معنیٰ حاصل کرنا ہے اور اس پر باز ائدہ جارہ کو داخل کیا جائے گا جیسے اشدد با استخراجہ پہلے صیغے کا ترجمہ لفظی تو یہ ہوگا کہ کسی چیز نے اس کے استخراج کو صاحب شدت کیا اور با محاورہ ترجمہ یہ ہوگا کہ اسکا باہر نکلنا کیا ہی سخت مشکل ہے اور دوسرے صیغے اشدد با استخراجہ اسکا باہر نکالنا کیا ہی سخت ہے۔

قولہ ولا یجوز التصرّف فیھما بتقدیم ولا تا خیر ولا فصل ۔

ضابطہ کا بیان کہ فعل تعجب کے دونوں صیغوں میں تقدیم اور تاخیر کا تصرف بالکل نہیں ہوگا یہاں تک کہ جار اور مجرور اور مفعول بہ کو بھی ان پر مقدم نہیں کیا جائے گا لہذا ما زیدا احسن اور بزید احسن کہنا نا جائز ہے اور فعل تعجب اور اسکے معمول کے درمیان فاصلہ بالکل نا جائز ہے لہذا ما احسن فی الدار زیدا اور اسی طرح احسن الیوم بزید کہنا بھی نا جائز ہے۔ لیکن مازنی کے نزدیک ظروف کا فاصلہ جائز ہے جس طرح دوسرے مقامات میں ظروف کیلئے گنجائش نکالی جاتی ہے اسی طرح یہاں پر بھی ظروف میں وسعت ہے اور انکا فاصلہ جائز ہے لھذا ما احسن الیوم زید کہنا جائز ہے۔

فائدہ یاد رکھیں فعل تعجب کے ان دونوں صیغوں سے نہ مضارع آتا ہے نہ فعل مجہول اور نہ نہی کا آتا ہے اور نہ اسکے ساتھ علامت تانیث کی لگتی ہے نہ تثنیہ کی نہ جمع کی۔

سوال: فعل تعجب کے دونوں صیغوں میں تصرف کیوں جائز نہیں؟

جواب: یہ دونوں فعل تعجب کے صیغے صدارت کلام کا تقاضا کرتے ہیں اس لئے کہ ان میں انشاء کا معنیٰ موجود ہے اور انشاء صدارت کلام کا تقاضا کرتا ہے اسی وجہ سے انکے معمول کو مقدم

کرنا جائز نہیں۔

﴿بحث افعال مدح و ذم﴾

فصل افعال المدح و الذم ما وضع لانشاء مدح او ذم

اس فصل میں مصنفؒ افعال مدح وذم کی بحث ذکر کرنا چاہتے ہیں تعریف افعال مدح وذم وہ فعل ہیں جو انشاء مدح وذم یعنی اظہار مدح وذم کیلئے وضع کیئے گئے ہیں لہذا مدحت، ذممت اور اس جیسے فعل نکل جائیں گے کیونکہ یہ فعل اخبار مدح وذم کیلئے وضع کیئے گئے ہیں انشاء کیلئے نہیں۔

سوال : یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں امدح اور اذم پر صادق آتی ہے کیونکہ دونوں فعل انشاء مدح اور انشاء ذم کیلئے کیے گئے ہیں حالانکہ یہ افعال مدح وذم سے نہیں۔

جواب : ہماری مراد وہ افعال ہیں جو اس لقب کے ساتھ مشھور ہوں اور یہ افعال وضع مدح وذم کیلئے ہے لیکن اس نام اور لقب کے ساتھ مشھور نہیں۔

قوله اما المدح فله فعلان نعم و حبّذ ۔

افعال مدح دو ہیں (۱) نعم (۲) حبّذ نعم پر شھد والا قانون جاری ہے یہ فعل کی صورت ہے اور حلقی العین ہے اسکو چار وجہ پڑھنا جائز ہے۔ (۱) نَعِم، نَعْم، نِعْم، نِعِم:

قوله و فاعله اسم معرف ------ نعم غلام الرجل زید ۔

نعم کے فاعل کی تین صورتیں ہیں۔

پهلی صورت کہ اسکا فاعل معرف باللام ہوگا جیسے نعم الرجل ۔

دوسری صورت اسکا فاعل مضاف ہوگا معرف باللام کی طرف جیسے نعم صاحب الرجل زید۔

تیسری صورت کبھی نعم اسکا فاعل ضمیر مستتر ہوگی اور اس وقت اس ضمیر مبھم کیلئے نکرہ منصوبہ تمیز لانا واجب ہوگا جیسے نعم رجلا زیدا اسمیں نعم کے اندر ضمیر مستتر فاعل ہے اور رجل اس سے تمیز ہے اور کبھی تمیز لفظ ما ہوگی بمعنی شیئ ہو کر منصوب محلا تمیز ہوگی جیسے باری

تعالیٰ کا فرمان ہے فنعما ھی کہ وہ صدقات از روئے شئی کے اچھے ہیں اس مثال میں نعم کے اندر ضمیر مستتر فاعل ہے اور ما نکرہ بمعنیٰ شئی یہ تمیز ہے۔

قولہ **وزید یسمیٰ المخصوص بالمدح ۔**

افعال مدح وذم کے فاعل کے بعد ایک اسم واقع ہوا کرتا ہے اگر وہ فعل مدح کے بعد ہے تو اسے مخصوص بالمدح کہتے ہیں اگر فعل ذم کے بعد ہے تو اسے مخصوص بالذم کہتے ہیں انکی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ افعال ومدح ذم لانے کا مقصد انکی مدح وذم ہوا کرتی ہے اسی وجہ سے اسے مخصوص بالمدح مخصوص بالذم کہا جاتا ہے۔

ضابطہ یہ مخصوص بالمدح اور مخصوص بالذم کو فاعل کے مطابق لانا واجب ہے افراد اور تثنیہ اور جمع میں اور اسی طرح تذکیر وتانیث میں جیسے نعم الرجل زید، نعم الرجلان الزیدان، نعم الرجال الزید ون ،نعم المراۃ ھند، نعمت المر أ تان ھند ان و نعمت النساء ا لھندات۔

سوال : لبئس مثل القوم الذین کذبو بایتنا اس آیت قرآنی میں فاعل مفرد ہے اور مخصوص بالذم الذین جمع ہے تو یہاں مطابقت نہ ہوئی تو یہاں آپکا ضابطہ ٹوٹ گیا۔

جواب : یہاں پر یہ تاویل کریں گے مخصوص بالذم کے شروع میں لفظ مثل محذوف مانیں گے اصل عبارت یہ ہوگی بئس مثل القوم مثل الذین کذبو با یتنا لہٰذا فاعل بھی مفرد ہوگا اور مخصوص بالذم بھی مفرد۔

فائدہ : مخصوص بالمدح مخصوص بالذم کی دو ترکیبیں ہوسکتی ہیں نعم الرجل زیدا کی۔

پہلی ترکیب نعم الرجل فعل فاعل مل کر خبر مقدم اور زید مخصوص بالمدح مبتدا مؤخر۔

دوسری ترکیب نعم الرجل یہ علیحدہ جملہ فعلیہ ہے اور زید مخصوص بلمدح خبر ہے مبتدا محذوف کی جو کہ ھو ہے پہلی ترکیب کے اندر ایک جملہ اور دوسری ترکیب کے اندر دو جملے ہوں گے۔

سوال : پہلی ترکیب میں لازم آتا ہے جملہ خبر کا بغیر عائد کے ہونا حالانکہ جب خبر جملہ ہو تو

وہاں عائد کا ہونا ضروری ہے۔

جواب: اتنی بات تو ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ خبر کیلئے عائد کا ہونا ضروری ہے لیکن یہ قطعاً تسلیم نہیں کرتے کہ عائد صرف ضمیر ہوتی ہے بلکہ عائد کی چند قسمیں ہیں جو کہ ماقبل میں گذر چکی ہیں تو یہاں پر عائد الف لام ہے جو الرجل پر موجود ہے۔

قولہ وحبذا زید حبّ ---- المخصوص بالمدح زید ۔

دوسرا فعل مدح حبّذا ہے اور یہ لفظ فعل اور فاعل سے مرکب حب فعل ہے اور ذا اس کا فاعل ہے۔

ضابطہ: یہ ذا ہمیشہ فاعل ہوتا ہے اور یہ نہ کبھی محذوف ہوتا ہے نہ کبھی تبدیل ہوتا ہے لہذا وہ قاعدہ یہاں جاری نہیں ہوگا کہ مخصوص بالمدح فاعل کے مطابق کہ اس کا مخصوص بالمدح تثنیہ ہو جمع ہو مذکر ہو، مؤنث ہو ہر حالت میں اس کا فاعل ذا ہی رہے گا جیسے حبّذا زید ---الیٰ آخرہ

قولہ ویجوز ان یقع قبل ---------- حبّذا رجلا زید ۔

ضابطہ کا بیان حبّذا کے مخصوص بالمدح سے پہلے یا اسکے بعد تمیز اور حال کا لانا جائز ہے جو نہ تو تثنیہ نہ تو جمع ہے نہ تذکیر و تانیث مخصوص بالمدح کے مطابق لانا جیسے حبّذا رجل زید، حبّذا زید رجلا مثال کے اندر مخصوص بالمدح سے تمیز مقدم اور دوسری سے موخر اور حال کی مثال حبّذا راکبا زید، حبّذا زید راکبا یاد رکھیں یہ تمیز اور حال فاعل سے ہوگی مخصوص باالمدح سے نہیں۔

قولہ واما الذم فلہ فعلان --------- بئس الرجل عمرو ۔

ذم کیلئے بھی دو فعل ہیں ایک بئس اور دوسرا ساء اور ان دونوں فعلوں کی استعمال نعم کی طرح ہے لہذا جس طرح نعم فاعل معرف باللام کی طرف مضاف ہوگا یا انکا فاعل ضمیر مستتر ہوگا یا تمیز نکرہ منصوبہ ہوگی اسی طرح یہی حال ہوگا ان دونوں فعلوں کے فاعل کیلئے جیسے بئس الرجل عمرو، بئس غلام الرجل عمرو، بئس رجل عمر، ساء الرجل زید، ساء غلام الرجل زید، وساء رجلا۔

فائدہ : بئس کو بھی نعم کی طرح چار وجہ سے پڑھا جا سکتا ہے۔ (۱) بئس، بِئس، بَئس، بِئس فعل کی بحث بفضل اللہ مکمل ہوگی۔

﴿بحث حروف﴾

القسم الثالث فی الحروف

مصنف تیسری قسم بیان کرنا چاہتے ہیں جو کہ حروف کی بحث میں ہے قسم اوّل میں اسماء کی بحث تھی قسم ثانی میں افعال کی بحث تھی اب اس تیسری قسم میں حروف کی بحث ہے وقد مضی تعریفه مصنف نے بتا دیا اے طالب علم حروف کی تعریف ضرور یاد کر لے، جو کہ ماقبل مقدمہ میں گذر چکی ہے۔

قوله و اقسامه سبعة عشر ۔

حروف کی سترہ قسمیں ہیں۔ (۱) حروف جارہ (۲) حروف مشبه (۳) حروف عطف (۴) حروف التنبیه (۵) حروف النداء (٦) حروف الایجاب (۷) حروف الزیادہ (۸) حرفا التفسیر (۹) حروف المصدر (۱۰) حروف التحصیص (۱۱) حروف التوقع (۱۲) حرفا الاستفهام (۱۳) حروف الشرط (۱۴) حروف الرّدع (۱۵) تاء تا نیث سکنه (۱٦) تنوین (۱۷) نونا التاکید۔

﴿بحث حروف جارہ﴾

فصل حروف الجر حروف وضعت .... الیه فیها ۔

اس پہلی فصل میں مصنفؒ حروف جارہ کو بیان کر رہے ہیں۔

سوال : مصنفؒ حروف جارہ کو تمام حروف پر کیوں مقدم کیا حالانکہ مناسب یہ تھا کہ حروف مشبہ بالفعل کو مقدم کیا جائے کیونکہ حروف مشبہ بالفعل ناصب اور رافع ہیں جب کہ یہ حروف جارہ ہیں جس طرح ماقبل میں مرفوعات کو منصوبات پر اور منصوبات کو مجرورات پر مقدم کیا اسطرح انکے عوامل کو بھی مقدم کرنا چاہیئے تھا مجرورات کے عوامل پر۔

جواب اول: حروف جارہ کا عمل اصالت کی وجہ سے ہے مشابہت اور فرعیت کی وجہ سے نہیں جب کہ حروف مشبہ بالفعل کا عمل فرعیت کی وجہ سے ہے یعنی فعل کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے ہے تو اس اصالت کا اعتبار کرتے ہوئے مصنف نے حروف جارہ کو مقدم کیا۔

جواب ثانی: کہ حروف جارہ کثیر ہیں اور العزة للتکاثر کے قاعدے کی بنا پر مصنفؒ نے اسے مقدم کردیا۔

حروف جارہ کی تعریف: حروف جارہ ایسے حروف کو کہا جاتا ہے جو فعل یا شبہ فعل یا معنی فعل کو ایسے اسم کی طرف پہنچائیں جو اسم ان حروف کے متصل ہیں یعنی اپنے مدخول کی طرف پہنچائیں، فعل کی تعریف تو ماقبل میں گذر چکی ہے۔

شبہ فعل کی تعریف: یہ ہے کہ شبہ فعل وہ اسم ہے جو فعل جیسا عمل کرے اور فعل کے مادہ سے ہو جیسے مصدر اور اسم فاعل اور اسم مفعول اور صفت شبہ وغیرہ۔

معنیٰ فعل کی تعریف: کہ معنیٰ فعل وہ ہے جس سے معنیٰ فعل مستنبط ہو لیکن وہ فعل کے مادہ سے نہ ہو جیسے اسم اشارہ، اسمائے افعال، حروف تنبیہ ظرف، جارہ مجرور، حروف تمنی، حروف ترجی، حروف تشبیہ یہ معنیٰ فعل پر دلالت کرتے ہیں لیکن فعل کے مادہ سے نہیں جیسے اسم اشارہ یہ اشیر پر دلالت کرتا ہے حروف تنبیہ یہ انبہ فعل پر دلالت کرتے ہیں۔ فعل کی مثال مررت بزید شبہ فعل کی مثال ان مار بزید اسمیں مار شبہ فعل ہے اور معنیٰ فعل کی مثال جیسے هذا فی الدار ابوك اسمیں معنیٰ فعل ہے تو معنی یہ ہوگا اشیر الی ابیك فی الدار:

سوال: مصنفؒ نے حروف جارہ کی تعریف میں لفظ ما کیوں ذکر کیا حالانکہ مراد اس سے اسم تھا تو اسم کو ذکر کردیتے؟

جواب: لفظ ما کو ذکر کرکے تعمیم بیان کردی کہ اسم عام ہے خواہ اسم صریحی ہو جیسے مررت بزید یا اسم تاویلی ہو جیسے وضاقت علیهم الارض بما رحبت یہ ما مصدریہ ہے اور رحبت مصدر کی تاویل میں ہے تقدیر عبارت یوں ہوگی ضاقت علیهم الارض برحبها

فائدہ : مصنفؒ کو چاہیئے تھا کہ حروف جارہ کی تعریف میں افضاء کے بعد الفعل سے پہلے با لاتے یوں کہتے وضعت للافضاء بالفعل کیونکہ الافضاء لازمی ہے جسکا معنیٰ وصول ہے پہنچا نانہیں جس طرح کے صاحب کافیہ نے با لائی ہے للافضاء بالفعل۔

فائدہ : حروف جارہ تین قسم پر ہیں (۱) جو فقط حروف ہیں (۲) جو مشترک ہیں اسمیت اور حرفیت میں (۳) جو مشترک ہیں فعلیت اور حرفیت میں جسکی تفصیل احقر کی تصنیف ضوابط نحویہ میں دیکھیئے حروف جارہ کی بحث میں۔

قولہ من و ھی لابتداء الغایۃ ۔

حروف جارہ میں سے مصنفؒ سب سے پہلے من کی بحث ذکر کر رہے ہیں کہ من ابتداء غایت کیلئے آتا ہے اور یہ معنیٰ کثیر استعمال ہے یہاں تک کہ بعض نے یہ دعوٰی کیا ہے کہ من کا معنیٰ حقیقی یہی ابتداء غایت والا ہے باقی معانی میں استعمال ہونا مجازی ہے۔

سوال : مصنفؒ نے حروف جارہ میں سے من کو کیوں مقدم کیا؟

جواب : من کا معنیٰ ابتداء ہے تو مقام کے مناسب یہی تھا کہ ایسے حرف سے ابتداء کرتے جس کا معنیٰ ابتداوالا ہو۔

سوال : ابتداء کی اضافت کرنا غایت کی طرف غلط ہے اس لئے ابتداء کا معنیٰ ہے اوّل الشئی اور غایت کا معنیٰ ہوتا ہے اخر الشئی یہ نقیض کی دو طرفیں ہیں حالانکہ مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان کوئی مناسبت کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔

جواب : غایت کا معنیٰ یہاں مسافت ہے تو یہ من قبیل اطلاق الجزء علی الکل سے ہے اور مصنفؒ ابتداء کی غایت کی طرف اضافت کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ کلمہ منْ اس چیز کی ابتداء بتانے کیلئے آتا ہے جس کی نہایت ہو اور اس چیز کی ابتدا بتانے کیلئے ہرگز نہیں آتا جس کی کوئی نہایت نہ ہو جیسے امور ابدیہ

قولہ و علامتہ ان یصح فی مقابلتہ الی للانتھاء ۔

من ابتدائیہ کی پہچان اور علامت یہ ہے کہ اسکے مقابلے میں الی کا ذکر صحیح ہو جو انتہاء غایت کیلئے آتا ہے یا ایسی چیز کا ذکر کرنا جو الی کے معنیٰ میں ہو اوّل کی مثال جیسے سرت من البصرۃ الی الکوفہ اور دوسرے کی مثال اعوذباللہ من الشیطان الرّجیم اسمیں اعوذ باللہ کے معنیٰ التجی، الیہ کے ہیں کہ اسمیں با الی کے معنیٰ میں ہے اور لجاء کا معنیٰ ہوتا ہے پناہ لینا۔

قولہ وللتبیین:-من حرف جار کے معانی میں سے ایک معنیٰ تبیین ہے من سے پہلے ایک امر مبہم ذکر ہوتا ہے اور من کو اس امر مبہم سے جو مقصود ہے اسکو بیان کرنے کیلئے ذکر کیا جاتا ہے من بیانیہ کی علامت یہ ہے کہ اسکی جگہ الذی کا رکھنا درست ہوتا ہے فاجتنبو الرجس من الاوثان میں من بیانیہ ہے کہ اسکی جگہ الذی کو رکھا جائے جیسے فاجتنبو الرجس الذی ہو الاوثان

قولہ وللتبعیض و علامتہ .... اخذت من الدراہم ۔

اور من تبعیض کیلئے بھی آتا ہے یعنی اس امر کیلئے کے فعل بعض مجرور کے ساتھ متعلق ہے من تبعیضیہ ہونے کی علامت اور پہچان یہ ہے کہ من کی جگہ لفظ بعض رکھا جائے تو معنیٰ درست ہو جیسے اخذت من الدراھم میں من تبعیضیہ ہے اس من کو ہٹا کر اسکی جگہ بعض رکھا جائے تقدیر عبارت یوں ہوگی اخذت بعض الداراھم میں نے بعض دراھم لیے یہ معنیٰ بالکل درست ہے۔

قولہ وزائدہ و علامتہ ان .... ما جاً نی من احد ۔

اور من زائدہ بھی ہوتا ہے اسکی علامت یہ ہے کہ اگر اسکو کلام سے ساقط کر دیا جائے تو معنے میں کوئی خرابی نہ آئے جیسے ما جاء نی من احد کے اندر من زائدہ ہے اسکو حذف کر دیا جائے تو معنیٰ پھر بھی درست رہتا ہے جیسے مٰا جاء نی احد میرے پاس کوئی نہیں آیا اسطرح ھل جاء ك من احد کو ھل جاء ك احد بھی پڑھنا درست ہے

قوله ولا تزاد من فی الکلام الموجب خلافاللکوفیین ۔

یہ ایک ضابطے کا بیان ضابطہ کہ من کلام غیر موجب میں زائدہ ہوتا ہے کلام موجب میں نہیں اور کلام غیر موجب اسکو کہتے ہیں جسمیں نفی یا نہی یا استفہام ہو اور کلام موجب وہ ہے جسمیں نفی، نہی، استفہام نہ ہو یہ مذہب بصریین کا ہے اور کوفیین کے نزدیک من کلام موجب میں بھی زائدہ ہوتا ہے دلیل یغفر لکم من ذنوبکم یہاں من زائدہ ہے کہ جمیع گناہوں کا بخشنا مقصود ہے جیسے ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا :دلیل کا جواب یغفر لکم من ذنوبکم یہ خطاب ہے نوح علیہ السلام کی قوم کو جسمیں من تبعیضیہ ہے جسمیں بعض گناہوں کے بخشنے کا وعدہ ہے جبکہ دوسری آیت ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً یہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوات کو خطاب ہے انکے لئے وعدہ جمیع گناہوں کو بخشنے کا ہے۔

قوله و اما قولهم قد کان من مطر و شبهه فمتاول ۔

ایک سوال مقدرہ کا جواب

سوال : قد کان من مطر یہ کلام موجب ہے اسمیں من زائدہ آیا ہوا ہے تو لہذا کلام موجب میں بھی من زائدہ آیا کرتا ہے؟

جواب : مصنفؒ نے جواب دیا کہ اس قسم کی مثالوں میں تاویل کی جائے گی یعنی ہر وہ کلام جن میں من کی زیادتی معلوم ہوتی ہے تو سب کی تاویل کی جائے گی کہ وہ من تبعیضیہ یا من تبیینیہ ہے اور مثال مذکور میں قد کان من مطر میں من تبعیضیہ ہے معنی قد کان بعض مطر یا تبیین کیلئے ہو تو عبارت یہ ہوگی قد کان شیء من مطر یا بر سبیل حکایت واقع ہے گویا کہ کسی کہنے والے نے کہا هل کان من مطر تو س کے جواب کہا قد کان من مطر

فائدہ مصنفؒ نے من کے چند معانی بیان کیے ہیں لیکن یاد رکھئے من کے چند اور معانی بھی آئے ہیں من بمعنی فی کے ہے نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ ای فی یوم الجمعۃ اور کبھی من بمعنی با کے آتا ہے جیسے ینظرون من طرف خفی یہاں من بمعنی

با کے ہے بطرف خفی اور کبھی بمعنیٰ بدل کے بھی آتا ہے جیسے ارضیتم بالحیوۃ الدنیا من الاخرہ اسمیں من بمعنیٰ بدل کے ہے۔بدل الاخرہ اور کبھی بمعنیٰ علی کے بھی آتا ہے جیسے نصرناہ من القوم ایٔ علی القوم اور من بمعنیٰ قسم کے بھی آتا ہے جیسے من ربیّ لا فعلن کذا اور کبھی یہ من فصل کیلئے بھی آتا ہے جبکہ دو متضادین امرین میں سے دوسرے امر پر داخل ہو جیسے و اللہ یعلم المفسد من المصلح۔

قولہ والی وھی لانتھاء الغایت کما مرّ ۔

حروف جارہ میں سے دوسرا حرف الی ہے۔

سوال : حروف جارہ میں الیٰ کو باقی حروف جارہ سے مقدم کیوں کیا؟

جواب : پہلے حرف مــن کو ذکر کیا جو ابتدائے غایت کیلئے آتا ہے تو مناسب یہ تھا کہ اسکے بعد ایسے حرف کو لایا جائے جو انتھاء غایت بتائے وہ الیٰ تھا اسلئے الیٰ کو ذکر کیا ہے من کے بعد اور باقی حروف جارہ سے مقدم کیا اور یہ کلمہ الیٰ انتھاء غایۃ کیلئے آتا ہے اور یہ انتھاء کبھی مکان میں ہوگی جیسے سرت من البصرۃ الی الکوفہ اور کبھی زمان میں ہوگی۔جیسے ثمّ اتموا الصیام الی اللیل کہ تم روزوں کو رات تک پورا کرو۔

فائدہ الیٰ کا مابعد ماقبل میں داخل ہوگا یا نہیں اسکی تفصیل احقر کی تصنیف رفۃ العوامل شرح شرح مائۃ عامل میں دیکھئے۔

سوال : انتھاء کی اضافت غایت کی طرف صحیح نہین اسلئے کہ اضافت الشئی الیٰ نفسہ لازم آتی ہے حالانکہ اضافت ایسی نسبت کا نام ہے جو مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان مغایرت کا تقاضہ کرتی ہے یہاں پر انتھاء اور غایت ایک چیز ہے جن میں بالکل مغایرت نہیں

جواب : یہاں غایت سے مراد مسافت ہے لہذا جو جزء کا نام تھا اسکا کل کے نام پر اطلاق کر دیا ہے یہ اضافت الجزء الی الکل کے قبیل سے ہے۔

قولہ و بمعنیٰ مع قلیل -------- ایدیکم الی المرافق ۔

اور کبھی الی مع کے معنیٰ میں آتا ہے لیکن کم جیسے باری تعالیٰ کے فرمان میں فاغسلو وجوھکم و ایدیکم الی المرافق یہاں الیٰ بمعنیٰ مع کے ہے یعنی اپنے چہروں کو دھواور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت۔

قوله و حتّٰی۔

حروف جارہ میں سے تیسرا حرف حتیٰ ہے یہ حتیّٰ الیٰ کی طرح انتھاء غایت کیلئے آتا ہے جیسے اس مثال میں نمت البارحة حتّٰی الصباح کہ گزشتہ رات میں صبح تک سویار ہا ہوں۔

قوله و بمعنیٰ مع کثیرا ۔

حتیٰ مع کے معنیٰ میں آتا ہے لیکن کثیر جیسے قدم الحجاج حتیٰ المشاة اسمیں حتیٰ بمعنی مع کے ہے ای مع المشاة مصنفؒ نے اس عبارت میں الیٰ اور حتی کے درمیان فرق بھی بتادیا۔

پهلا فرق کہ الیٰ بھی مع کے معنیٰ میں حتی بھی مع کے معنیٰ میں آتا ہے لیکن الیٰ کا مع کے معنیٰ میں آنا قلیل جبکہ حتی کا مع کے معنیٰ میں آنا کثیر ہے۔

قوله و لا تدخل الا علی الظاهر فلا یقال حتهٗ ۔مصنف

دوسرا فرق بتارہے ہیں الیٰ اور حتی کے درمیان کہ الیٰ اسم ظاھر پر اور اسم ضمیر پر بھی داخل ہوتا ہے۔لیکن حتیٰ یہ اسم ظاھر کے ساتھ خاص ہے اسم ضمیر پر ہرگز داخل نہیں ہوسکتا۔

سوال : حتیٰ اسم ظاھر کے ساتھ کیوں خاص ہے اسم ضمیر پر کیوں داخل نہیں ہوتا؟

جواب : حتیٰ کے بعد ضمیر منصوب بھی آتی ہے اور ضمیر مجرور بھی آتی ہے کیونکہ حتیٰ دو قسم پر ہے ایک جارہ اور دوسرا عاطفہ لہٰذا اگر حتیٰ جارہ کے بعد ضمیر آجائے تو التباس لازم آئے گا کہ یہ ضمیر منصوب ہے یا مجرور ہے اس التباس سے بچنے کیلئے قاعدہ بنا دیا کہ حتی کبھی بھی ضمیر پر داخل نہیں ہوتا۔

قوله خلا فاًللمبرّد و قول الشاعر

فلا والله لا یبقیٰ اناس فتیً　　حتاك یا ابن ابی زیاد شاذ

درجہ اولی الفاظ کی تشریح: فلا و اللہ میں لفظ لا زائد ہے جس طرح فلا اقسم میں لا زائدہ ہے اور اناس اور ناس دونوں کے معنی ایک ہیں یعنی لوگ، فتیً کے معنی ہیں جوان۔

درجہ ثانیہ ترجمہ: اللہ کی قسم زمین پر کوئی انسان اور جوان باقی نہ رہے گا یہاں تک کہ تو بھی اے عبداللہ بن ابی زیاد کو یہ بتانا چاہ رہا ہے کہ دنیا میں کوئی انسان ورکوئی جوان باقی نہیں رہے گا۔ کوئی بھی موت کے پنجے سے نہیں بچ سکتا۔ تو بھی اے ابن ابی زیاد جو جوانی پر فخر کر رہا ہے، اس دنیا سے جائے گا۔ یعنی غرور و تکبر نہ کر۔

درجہ ثالثہ محل استشہاد: حتی ك کہ یا ابن زیاد میں حتی جو کہ ضمیر مجرور ك پر داخل ہے جمہور نحاۃ کے نزدیک شاذ ہے جس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ جب کہ امام مبردؒ حتی جارہ کے ضمیر پر داخل ہونے کو جائز قرار دیتے ہیں۔ اس لئے مصنف نے جواب میں کہا کہ یہ شاذ ہے۔

درجہ رابع ترکیب: فلا، لا زائدہ، و اللہ، جار مجرور متعلق اقسم فعل اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ قسمیہ ہو کر قسم اور لا نافیہ غیر عامل غیر معمول یبقی فعل مضارع مرفوع با الضمہ تقدیراً فعل، اناس مرفوع با الضمہ لفظاً مبدل منہ، فتی مرفوع تقدیراً بدل۔ مبدل منہ بدل سے مل کر فاعل ہوا لا یبقی کا، حتاك جار مجرور متعلق لا یبقی کے، لا یبقی فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔ یا حرف ندا، ابن ابی زیاد منادیٰ، ندا منادیٰ سے مل کر جملہ ندائیہ انشائیہ ہوا۔ مبرد کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے اسکے نزدیک حتی ضمیر پر بھی داخل ہوتا ہے جس پر وہ اس شعر کو پیش کرتے ہیں جسمیں حتی (ک) کاف ضمیر پر داخل ہے۔ مصنفؒ نے جمہور نحاۃ کیطرف سے جواب دیا کہ یہ استدلال ضعیف ہے چند وجوہ سے (۱) غیر شعر کو شعر پر قیاس کرنا ضعیف ہے کیونکہ ضرورت شعری کی وجہ سے بہت ساری ناجائز چیزیں جائز ہو جاتی ہیں دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ قلیل ہے اور

قاعدہ ہے کہ القلیل کلمعدوم۔

قولہ وفی وھی للظرفیہ نحو زید ------- فی الکوز ۔

ان حرف جارہ میں سے چوتھا حرف فی ہے اور یہ کلمہ فی ظرفیہ کیلئے آتا ہے یعنی اپنے مابعد کو اپنے ماقبل کیلئے ظرف بناتا ہے خواہ وہ ظرف حقیقی ہو جیسے زید فی الدار اسمیں الدار ظرف ہے اور زید مظروف ہے اسی طرح الما فی الکوز اسمیں ماء مظروف ہے اور کوز ظرف ہے یا مجازاً ظرف ہو جیسے النجاۃ فی الصدق اسمیں صدق اگر چہ حقیقتاً ظرف نہیں لیکن حکماً ظرف ہے۔

قولہ وبمعنیٰ علی قلیل --------- فی جذوع النخل ۔

یہ فی علیٰ کی معنیٰ میں آتا ہے لیکن کم جیسے باری تعالی کا ارشاد ہے فی جذوع النخل اسمیں فی علیٰ کی معنیٰ میں ہے۔

فائدہ صاحب مفصل اور صاحب کافیہ کا اختلاف ہے کہ یہاں فی علیٰ کے معنیٰ میں ہے یا نہیں صاحب مفصل کے نزدیک یہاں فی اپنے معنیٰ میں ہے علی کے معنیٰ میں نہیں اسلئے کہ مصلوب کا جزع میں متمکن ہونا ایسا ہی ہے جیسا کہ شئی کا گھر میں متمکن ہوتا ہے اور علامہ ابن حاجب کے نزدیک یہاں فی علی کی معنیٰ میں ہے انہوں نے یہ

ضابطہ بیان فرمایا ہے کہ ہر وہ شئی جسمیں استقرار منزلت کے معنیٰ میں ہو تو وہاں پر فی کا مقام ہوا کرتا ہے اور ہر وہ چیز جسمیں استعلاء کے معنیٰ ہوں استقرار کا معنیٰ نہ ہو تو وہاں علیٰ کی جگہ ہوتی ہے اور ہر وہ شئی جسمیں استقرار اور استعلا دونوں کا معنی بن سکتے ہوں وہاں دونوں حرفوں میں سے جس کو لایا جائے درست ہے جیسے جلست فی الارض بھی کہنا درست ہے اور جلست علی الارض بھی لینا درست ہے لیکن اس آیت میں جذوع ایک ایسی چیز ہے جسمیں استعلاء کے معنیٰ ہیں اسی وجہ سے یہاں فی اپنے حقیقی معنیٰ پر نہیں بلکہ علی کے معنیٰ میں ہے۔

فائدہ : فی چند اور معنیٰ میں بھی آتی ہے مثلاً فی مع کے معنیٰ میں آتی ہے جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے ادخلوا فی امم ۔ یہاں فی مع کے معنیٰ میں ہے اور فی تعلیل کیلئے بھی آتی ہے جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے لمسکم فی ما اخذتم فیه عذاب عظیم یہاں فی بمعنیٰ لام تعلیل کے ہے لما اخذتم ۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے عذبت امرء ۃ فی ھرۃ ای لاجل ھرۃ ۔ اور فی مقابلے کیلئے بھی آتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وما متاع الحیوۃ الدنیا فی الاخرۃ الا قلیل یہاں پر فی مقابلے کیلئے ہے، پس نہیں ہے دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں مگر تھوڑی۔

قولہ و الباء وھی للالصاق ------ بموضع یقرب منه زید ۔

حروف جارہ میں سے پانچواں حرف باء ہے یہ چند معانی کیلئے آتا ہے اسمیں ایک معنیٰ الصاق ہے الصاق کا معنیٰ ایک شئی کا دوسری شئی کے ساتھ متصل ہونا یعنی اپنے مدخول کے ساتھ کسی شئی کے چمٹنے کا فائدہ دیتا ہے عام ازیں کہ اتصال حقیقتاً ہو یا مجازاً ہو حقیقت کی مثال به داء اور مجاز کی مثال جیسے مررت بزید میں زید کے پاس گزرا یہ گزرنا حقیقتاً اس جگہ کے متصل ہے جو زید کے قریب ہے۔ التصق مروری میرا گزرنا اس جگہ کے ساتھ جس جگہ سے زید قریب ہے یہ مثال الصاق مجازی کی ہے۔

سوال : مصنفؒ نے صرف الصادق مجازی کی مثال پر اکتفا کیا ہے حقیقی کی مثال کیوں نہیں دی؟

جواب : کہ الصاق حقیقی واضح اور ظاہر تھا اور الصاق مجاز میں خفاء تھا اسلئے الصاق حقیقی کی مثال چھوڑ کر الصاق مجازی کی مثال دی ہے۔

قولہ و للاستعانة نحو کتبت با القلم اور با استعانت

کیلئے بھی آتی ہے استعانت کا لغوی معنیٰ مدد چاہنا ہے اور یہ با استعانۃ کیلئے آتی ہے۔ یعنی یہ بتلانے کے لئے کہ میرا مدخول فعل کیلئے آلہ ہے اسی وجہ سے اس با کو باء الہ کی بھی کہتے ہیں۔

جیسے کتبت بالقلم ای مستعیناً بالقلم میں نے قلم کی مدد سے لکھا ہے یاد رکھیں کبھی با استعانت کو باسببیت بھی کہتے ہیں اور آلہ کو بمنزل سبب کے قرار دیتے ہیں۔

قوله **و قد یکون للتعلیل .... با تخاذ کم العجل ۔**

اور کبھی باء تعلیل کا معنیٰ بھی دیتی ہے یعنی یہ بتاتی ہے کہ میرا مدخول فعل کا سبب اور علت ہے جیسا کہ باری تعالیٰ کے اس فرمان میں باتخاذ کم العجل اسمیں با تعلیلیہ ہے کہ تحقیق تم نے اپنے نفسوں پر بچھڑا کے الہٰ بنانے کے سبب ظلم کیا اسمیں سبب اور علت ہے ظلم کی۔

قوله **وللمصاحبه کخرج زید بعشیر تہٖ ۔**

یعنی مع کے معنیٰ میں آتا ہے اور اس بات کا فائدہ دیتی ہے ہے اسکا مجرور دوسرے کے ساتھ فعل کے تعلق میں شریک ہے با،مصاحبت کی دو علامتیں ہیں۔

پهلی علامت یہ ہے کہ اس با کی جگہ لفظ مع کو رکھا جائے تو معنیٰ صحیح ہو۔

دوسری علامت اسکے مدخول کو مصحوب سے حال بنایا جاسکتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے قد جاء کم رسول با لحق من ربکم ای مع الحق یا پھر محقاً

فائدہ : مصاحبت اور الصاق میں فرق ہے کہ مصاحبت عام ہے اور الصاق خاص ہے مثلاً خرج زید بعشیر تہٖ کہ با مصاحبت کیلئے قبیلہ اور زید کا خروج میں اشتراک ضروری ہے کہ دونوں نکلے ہوں لیکن انکا خروج کے وقت اتصال ضروری نہں کہ دونوں اکٹھے نکلے ہوں جبکہ الصاق میں یہ بات لازم ہے۔

قوله **و للمقابلة کبعت هذا بذالك ۔**

با مقابلے کیلئے آتی ہے یعنی اس بات کا فائدہ دینے کیلئے کہ اسکا مدخول کسی دوسری چیز کے مقابلہ میں ہے جیسے بعت هذا بذاك ای مقابلة ذاك ہم نے اسکو اس چیز کے مقابلہ میں بیچا ہے۔اور جیسے باری تعالیٰ کے فرمان ار ضیتم با لحیوۃ الدنیا من الاخرۃ۔

فائدہ : ابن مالک کے نزدیک جو با مقابلہ امثال اور اعواض پر داخل ہو تو اس با کو با بدل با

عوض کہا جاتا ہے اسلئے کہ وہ عوض اور بدل پر داخل ہوتی ہے۔

قولہ للتعدیۃ کذھبت بزید ۔

با تعدیہ کیلئے آتی ہے، تعدیہ کا لغوی معنیٰ تجاوز کرنا ہے اور اصطلاحی معنیٰ فعل لازی کو متعدی کرنا تو یہ با فعل لازمی کو فعل متعدی بناتی ہے جیسے ذھب زید کہ زید چلا گیا ہے اسمیں ذھب لازمی لیکن با جب داخل ہوئی فاعل پر ذھبت بزید تو اب فعل متعدی ہو گیا تو معنیٰ یہ ہو گیا لے گیا میں زید کو اسی طرح ذھب اللہ بنورھم لے گیا اللہ ان منافقین کے نور کو۔

سوال : یہ تعدیہ باء کے ساتھ مختص نہیں بلکہ تمام حروف جارہ میں موجود ہے۔

جواب : تعدیہ کے دو معنے ہیں (۱) فعل میں تصییر کے معنیٰ کی تضمین کر لینا (۲) فعل کو اسکے معمول تک پہنچانا پہلے معنیٰ کے اعتبار سے یہ مختص ہے با کے ساتھ اور یہاں پر تعدیہ سے مراد یہ پہلا ہی معنیٰ ہے۔

قولہ وزائدۃ قیاساً فی خبر ------ ای حسبك زید ۔

زائدہ کا عطف ہے للالصاق پر اور یہ بنا بر خبریت مرفوع ہے، کہ باء زائدہ بھی ہوتی ہے سماعاً بھی اور قیاساً بھی اور با کا قیاسی طور پر زائدہ ہونا دو مقام پر ہے۔

پہلا مقام نفی کی خبر پر با زائدہ ہوتی ہے لیکن یاد رکھیں مطلق نفی مراد نہیں بلکہ ما اور لیس مراد ہے جیسے ما زید بقائم اور لیس عمرو بقاعدٍ ۔

دوسرا مقام کہ استفہام کی خبر میں بھی با زائدہ ہوتی ہے لیکن یاد رکھیں یہاں بھی استفہام سے مراد مطلق استفہام نہیں بلکہ ھل مراد ہے کہ ھل کی خبر پر با زائدہ آتی ہے ھل زید بقائمٍ اسمیں با زائدہ ہے۔

سوال : مصنفؒ نے نفی اور استفہام کو مطلق ذکر کیا جو نفی لیس کو ما و لا المشبھتین بلیس کو اور لا نفی جنس کو بھی شامل اور استفہام کو مطلق ذکر کیا ہے یہ بھی ہمزہ استفہام اور ھل کو شامل ہے حالانکہ یہ حکم خاص ہے ما مشبہ بلیس اور ھل کے ساتھ تو مصنفؒ نے مطلق کیوں ذکر کیا۔

جواب: چونکہ اس باب میں یہ مشہور تھا اس مشہور ہونے کی وجہ سے مطلق کو ذکر کر کے خاص مراد لیا ہے۔

قولہ و سماعاً فی المرفوع ۔۔۔۔۔ بیده ای القی یده ۔

اور با سماعی طور پر بھی زائدہ ہوتی ہے مرفوع میں بھی اور منصوب میں بھی مرفوع میں پھر تعیم ہے خواہ مرفوع مبتدا ہو جیسے بحسبك زید اس میں با زائدہ ہے حسبك مبتدا ہے یا خبر پر باء زائدہ ہو جیسے حسبك بزید اسمیں حسبك مبتدا ہے اور زید خبر ہے اور اسپر با زائدہ ہے یا وہ مرفوع فاعل ہو جیسے کفیٰ باللہ شهیدا اسمیں لفظ اللہ فاعل ہے اور با زائدہ ہے اور اسطرح سماعی طور پر منصوب میں بھی زائد ہوتی ہے جیسے القی بیده، بیده اصل میں منصوب ہے القی یده اس پر با زائدہ ہے اس طرح قرآن مجید میں ہے ولا تلقو بایدیکم الی التهلکه ای لا تلقو انفسکم الی الهلاك بترك الجهاد

فائدہ: باء عن کے معنیٰ میں بھی آتی ہے جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے سئل سائل بعذاب تو یہاں با عن کے معنیٰ میں ہے ای عن عذاب کسی سوال کرنے والے نے عذاب سے سوال کیا اور اس طرح باء من کے معنیٰ میں آتا ہے جیسے قرآن مجید میں ہے یوم تشقق السماء بالغمام ای من الغمام اور با علیٰ کے معنیٰ میں بھی آتا ہے جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے و منهم من ان تامنه بقنطار یؤدّه الیك اور کبھی با تجرید کیلئے بھی آتی ہے جیسے رائیت زیدا با لعلم ای خالیاً عن العلم۔

قولہ اللام و هی للاختصاص و هی الجل للفرس ۔

میں حروف جارہ میں سے چھٹا حرف لام ہے اور یہ اختصاص کیلئے آتا ہے اختصاص مصدر ہے باب افتعال کا یہ لازمی اور متعدی دونوں طرح آتا ہے خاص کرنا اور خاص ہونا اختصاص کا مطلب یہ ہیکہ لام کا مدخول ایک شئی کیلئے ثابت اور دوسری شئی سے منفی ہوتا ہے تو پھر یہ اختصاص دو طرح کا ہوتا ہے ایک اختصاص بطور استحقاق کے اور ایک اختصاص بطور ملک کے پہلے کی مثال جیسے الجل للفرس میں اور دوسرے کی مثال المال لزید یاد رکھیں ایک

اختصاص نسبت ہوتا ہے جیسے زید ابن لعمرو۔

قوله وللتعليل كضربته للتاديب ۔

اور لام تعلیل کیلئے آتا ہے لام تعلیلیہ یہ بتاتا ہے کہ میرامدخول ماقبل کیلئے علت اور سبب بن رہا ہے جیسے ضربته للتاديب میں نے اسے مارا ادب سکھانے کیلئے۔

قوله وزائدة لقوله تعالىٰ ردف لكم اى ردف كم ۔

اورلام زائدہ بھی آتا ہے جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے ردف لکم اے ردف کم کہ وہ تمھارے پیچھے ہو یہ لام زائدہ ہے اسلئے ردف فعل متعدی بنفسہ ہوا کرتا ہے اور اسمیں بھی ردف متعدی بنفسہ ہے۔

قوله وبمعنىٰ عن اذا .... ما سبقونا اليه ۔

لام عن کے معنیٰ میں بھی آتا ہے لیکن لام کے عن کے معنیٰ میں استعمال ہونے کیلئے شرط یہ ہے کہ قول یا اسکے مشتقات کے ساتھ متصل ہو جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے قال الذين كفرو الیٰ آخرہ: اسمیں للذین میں جولام ہے یہ عن کے معنیٰ میں ہے یعنی عن الذين امنوا ان لوگوں نے کہا جن لوگوں نے کفر کیا ان لوگوں کے حق میں جو ایمان لائے کہ اگر یہ دین بہتر ہوتا تو مومنین ہم پر اس دین کیطرف سبقت نہ کرتے بلکہ اوّلاً ہم ایمان لاتے اسلئے کہ ہم ان سے عقل وفہم میں زیادہ ہیں۔

قوله وفيه نظر : مصنفؒ بتارہے ہیں کہ اس آیت سے استدلال کرنا اور استشہاد پیش کرنا کہ لام عن کے معنیٰ میں آتا ہے محل نظر ہے درست نہیں اسلئے اگر لام عن کے معنیٰ میں ہوتا تو سبقونا کی جگہ سبقتمونا ضروری تھا اسلئے کہ جب قول کا صلہ عن ہو تو مخاطب کے معنیٰ میں ہوا کرتا ہے بعض نے جواب دیا ہے کہ کفار نے اس قول کے تکلم کے وقت بعض مومنوں سے خطاب کیا تھا جیسے ابراھیم اور انکے ساتھی اور ما سبقونا سے دوسرے مومنین مراد ہیں جن سے خطاب نہیں کیا تھا جیسے عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی لہذا یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ کافروں نے بعض

مومنین سے خطاب کر کے کہا کہ آخر دین محمدی برحق ہوتا اور ہمارے دین سے اچھا ہوتا تو عبداللہ بن سلام وغیرہ مومنین ہمارے سے اس کی طرف سبقت نہ کرتے بلکہ ہم پہلے ہی ایمان لاتے اور بعض شارحین نے اس امر کی دلیل دی ہے کہ یہاں لام بمعنی عن ہے کہ اگر لام عن کے معنی میں نہ ہوتا تو سبقونا کی جگہ سبقتمونا ہوتا اسلئے کہ قول کا صلہ جب لام ہو اور وہ بمعنی خطاب ہوتو مثلاً قالہ' کہا جائے تو معنی یہ ہوگا اسنے اس سے خطاب کیا یعنی اس سے مخاطب ہو کر کہا اور جب قول کا صلہ لام بمعنی عن ہوتو اسوقت قول بمعنی روایت ہوتا ہے جیسے قلت لزید انه لم یفعل شرًا ای رویت عن زید اس نے زید کیطرف سے کہا کہ اس نے شر نہیں کیا۔

قوله و بمعنی الواو فی القسم للتعجب کقول الحربی ۔

لله یبقی علی الایام ذو حید   بمشمخر به الظیان و الاس

درجه اولی الفاظ کی تشریح: یہ شعر ہزلی شاعر کا ہے۔ لله یبقی اس میں لام برائے قسم اور یبقی سے پہلے حرف نفی لا مقدر ہے اور علی الایام سے پہلے مضاف محذوف ہے۔ یعنی مرور الا یام اور حید حا کے فتحہ کے ساتھ شاخ کے معنی میں ہے، پہاڑی بکری۔ مشمخر بلند ترین پہاڑ۔ ظیبان، ظبی کی جمع ہوئی۔ اور بمشمخر میں با بمعنی فی ہے اور پورا جملہ مشمخر کی صفت ہے۔

درجه ثانیه ترجمه: اللہ کی قسم باقی نہیں رہے گا زمانے کے گزرنے پر جو سینگ والا پہاڑی بکرا ہے، ایسے اونچے پہاڑ پر جس میں ہرن اور انس ہیں۔ شاعر یہ بتانا چاہتا ہے کہ اس دنیائے فانی میں وہ پہاڑی بکرا جو اتنی بلند اور محفوظ جگہ میں رہتا ہے، وہ بھی باقی نہیں رہے گا تو دنیا میں کسی جگہ بھی کوئی انسان یا حیوان ہو، وہ باقی رہ سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کل نفس ذائقة الموت دوسری جگہ ارشاد ہے کل من علیها فان یہ دنیا دار فنا ہے اس دنیا میں کوئی کہیں بھی محفوظ نہیں ہے۔

درجه ثالثه محل استشهاد: للہ میں لام قسم کا ہے جو کہ واو قسمیہ کے معنی میں ہے۔

درجہ رابع ترکیب : لله جار مجرور متعلق اقسم کے ہو کر قسم، یبقی بتقدیر لا نافیہ لا یبقی فعل، علی الایام متعلق یبقی، ذو حید فاعل یبقی کا، (ذو حید کو ذوالحال بنا کر بمشمخر ......الخ کو اس حال بنا کر بھی فاعل بنا سکتے ہیں) ب جارہ، مشمخر صیغہ اسم فاعل، بہ متعلق مشمخر کے اور الظیان والا نس ایک دوسرے پر عطف ہو کر فاعل، صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل سے مل کر شبہ جملہ ہر کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا یبقی کے، فعل اپنے فاعل اور متعلقات سے مل کر جواب قسم، اس عبارت کی ترکیب سمجھیں کہ یہاں قسم سے مراد مقسم بہ ہے اور فی القسم ظرف مستقر ہو کر الواو سے حال ہے اور للتعجب یہ قسم متعلق ہے۔

اب تقدیر عبارت یوں ہوگی ان اللام یکون بمعنی الواو حال کو نہ فی المقسم بہ الذی یکون جوابہ من الامور العظام التی من شانہا ان یتعجب منہا یعنی لام جارہ بمعنی واو قسم کے آتا ہے جسکا جواب قسم امور عظام میں سے ہوتا ہے جن سے تعجب کیا جاسکتا ہو جیسے لله لا یوخر الاجل اللہ کی قسم موت موخر نہیں ہوتی یا وہ موت کو مؤخر نہیں کرتا اسکا استعمال امور عظیمہ میں ہوتا ہے لہذا یوں کہنا لله طار الذباب یہ غلط ہے۔ اسلئے جواب قسم طار الذباب امور عظام میں سے نہیں۔

فائدہ لام جارہ کبھی فی کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے باری تعالیٰ کا قول ہے ونضع الموازین القسط لیوم القیمۃ ای فی یوم القیامہ اور لام جارہ عند کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے اسی آیت میں ای عند یوم القیامہ اور لام جارہ بمعنی بعد بھی آتا ہے جیسے اقم الصلوۃ لدلوک الشمس اے بعد زوالھا اور یہ بمعنی مع کے بھی آتا ہے جیسے باری تعالیٰ کا فرمان فلما اسلما و تلہ للجبین ای مع الجبین اور لام الی کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے کل یجری لاجل مسمی اس طرح الحمد للہ الذی ھدانا۔

قولہ **وربّ وھی للتقلیل ۔**

ساتواں حرف جر ربَّ ہے اور یہ انشاء تقلیل کیلئے آتا ہے یعنی یہ ربّ یہ بتاتا ہے کہ میرے مدخول سے کم افراد مراد ہیں جس طرح کہ کم خبریہ انشاء تکثیر کیلئے آتا ہے کم خبریہ یہ بتاتا ہے میرے مدخول کے افراد کثیر مراد ہیں۔

فائدہ: رب کا استعمال مجازاً اکثر اظہار کثرت کیلئے ہوتا ہے یہ بھی یاد رکھیں کہ کم خبریہ کا استعمال اظہار قلت کیلئے بالکل نہیں ہوتا اور رب کی مثال قد ہے جس طرح قد مضارع میں تقلیل کیلئے آتا ہے پھر تکثیر کیلئے مضارع کے اندر بھی استعمال ہوتا ہے جب مقام مدح میں ہو جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے قد یعلم اللہ المعوقین میں قد تکثیر کیلئے ہے۔

فائدہ: اخفش کے نزدیک یہ رُبَّ اسم ہے اور صاحب مفتاح کے ہاں بھی ربّ کا اسم ہونا مختار ہے۔

قولہ **و تستحق صدر الکلام ۔**

ربّ صدارت کلام کا تقاضا کرتا ہے اسلئے کہ اسمیں انشاء تقلیل ہے اور جسطرح کم خبریہ بھی انشاء تکثیرہ ہے وہ صدارت کلام کا تقاضا کرتا ہے اسی طرح یہ بھی صدارت کلام کا تقاضا کرتا ہے یاد رکھیں صاحب کافیہ کے نزدیک ربّ کیلئے صدارت کلام ضروری اور واجب ہے۔

قولہ **ولا تدخل الا علی نکرۃ ------- رجل کریم لقیتہ ۔**

ضابطہ: کہ ربّ یہ نکرہ موصوفہ پر داخل ہوا کرتا ہے جیسے رب رجل کریم کہ ربّ داخل ہے رجل پر جو کہ نکرہ موصوفہ ہے جسکی صفت کریم ہے۔

سوال: ربّ نکرہ پر داخل کیوں ہوتا ہے پھر نکرہ موصوفہ پر کیوں داخل ہوتا ہے اسکی علت اور وجہ کیا ہے؟

جواب: کہ رُبّ انشاء تقلیل کیلئے اور کم خبریہ انشاء تکثیر کیلئے تو اس طرح کم خبریہ تمیز کا تقاضا کرتی ہے اسی طرح ربّ کا مدخول بھی تمیز ہوا کرتا ہے اور یہ بات ظاھر ہے کہ تمیز ہمیشہ نکرہ ہی ہوا

کرتی ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ نکرہ ہو کر موصوفہ کیوں ہوتا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ ربَّ کا مدلول تقلیل ہے تو تقلیل اور قلت کو متحقق اور ثابت کرنے کیلئے موصوف ہونے کی قید لگادی اسلئے جو شئی موصوف ہوتی ہے وہ غیر موصوف سے اخص اور اقل ہوا کرتی ہے۔

قولہ او مضمر مبھم مفرد مذکر ---------- و ربہ امرأۃ ۔

کہ ربَّ یہ تو نکرہ موصوفہ پر داخل ہوگا یا ضمیر مبہم پر یعنی ایسی ضمیر جسکے لئے کوئی مرجع معین نہیں ایسے ضمیر مبہم پر جو ضمیر مبہم ہمیشہ مفرد مذکر ہوگی اور جس کی تمیز نکرہ منصوبہ ہوگی کیونکہ جب مبہم ہے تو ابہام کے دور کرنے کیلئے تمیز لائی جاتی ہے تو اسلئے نکرہ منصوبہ تمیز لائی جائے گی۔

فائدہ : یہ مذھب بصریین کا ہے کہ ضمیر ہمیشہ مفرد مذکر رہے گی خواہ تمیز تثنیہ ہو جمع ہو مذکر ہو یا مؤنث ہو اور کوفیین کے نزدیک ضمیر مبہم اور تمیز کے درمیان مطابقت ہونا ضروری ہے کہ اگر تمیز تثنیہ ہے تو ضمیر بھی تثنیہ کی ہوگی جیسے ربھما رجلین اور تمیز جمع تو ضمیر بھی جمع ہوگی جیسے ربھما رجالا اگر تمیز مؤنث ہے تو ضمیر بھی مؤنث ہوگی جیسے ربھا امراۃ، ربھما امرأتین اور ربھن نسأ۔

قولہ و قد تلحقھا ما الکافہ ---------- ربما زید قائم ۔

فائدہ : کا بیان کہ کبھی ربَّ کے ساتھ ما کافہ لاحق ہوتا ہے اور کافہ کا معنیٰ ہوتا ہے روکنے والا کہ وہ رب کو عمل کرنے سے روک لیتا ہے اور جب رب کے ساتھ ما کافہ لاحق ہو تو یہ جملہ پر داخل ہوتا ہے جملہ اسمیہ پر بھی داخل ہوتا ہے جملہ فعلیہ پر بھی داخل ہوتا ہے اور یاد رکھیں اس وقت وہ نسبت کی تقلیل اور تکثیر کیلئے ہوا کرتا ہے جملہ فعلیہ پر داخل ہو اسکی مثال ربما قام زید اور اسمیہ کی مثال ربما زید قائم۔

فائدہ ما کافہ ہمیشہ متصلاً بغیر فاصلے کی لکھی جاتی ہے اور اسکے علاوہ ما اسمیہ وغیرہ مفصولاً جدا کرکے لکھی جاتی ہے یہ ہی علامت اور پہچان ہے ما کافہ اور غیر کافہ کی۔

قولہ ولا بذلھا من فعل ---------- لا یتحقق الا بہ ۔

ضابطہ کا بیان کہ رب کیلئے جواب ربَّ فعل ماضی کا ہونا ضروری ہے اسلئے کہ یہ تقلیل واقع کیلئے آتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ قلت واقعی کا اظہار فعل ماضی کے ساتھ ہی ہوسکتا ہے اسلئے اسکا متعلق فعل ماضی ہونا ضروری ہے۔

سوال: باری تعالیٰ کا فرمان ہے ربما یودّ الذین کفر ولو کانو مسلمین یہاں پر ربَّ مضارع پر داخل ہے اسکا کیا جواب ہے۔

جواب: یہاں تاویل کرلیں گے کہ مضارع یودّ بمعنیٰ ماضی ودّ کے ہے اسلئے کہ وہ وعدہ سچا اور یقینی ہے گویا وہ ہو ہی چکا ہے بمنزل متحقق کے ہے۔

قوله واو رب وهي الواو ---------- كقول الشاعر شعر

و بلدۃ لیس بھا انیس ‏ ‏ ‏ ‏ الا الیعافیر و الا العیس

درجه اولی الفاظ کی تشریح: یعافیر، یعفور کی جمع ہے، معنی ہرن کا بچہ۔ عیس کی جمع اعیس آتی ہے معنی سفید اونٹ۔

درجه ثانیه ترجمه: میں نے بہت سے شہروں کو طے کیا کہ ان میں سوائے ٹمیالے رنگ کے ہرن ار سفید بالوں والے اونٹوں کے کوئی انیس نہیں۔ یہ شعر عامر بن حارث کا ہے۔ اس شعر میں وہ اپنی جرأت اور بہادری بیان کررہا ہے کہ میں جس طرف رخ کرتا ہوں، انسان بھاگ جاتے ہیں۔ میں اس قدر بہادر ہوں کہ میرا اسامنا کوئی نہیں کرسکتا یعنی میں نے بہت سے مقامات ایسے بھی طے کیے ہیں کہ جہاں یعافیر اور عیس کے سوا کوئی مددگار نہں ملا۔

درجه ثالثه محل استشهاد: اس شعر میں واو بمعنی رب حرف جار ہے۔

درجه رابع ترکیب: واو بہ معنی رب حرف جار، بلدۃ مجرور بالکسرۃ لفظاً لیس کی، بھا ظرف لغو متعلق لیس کے ساتھ، انیس مرفوع بالضمہ لفظاً مستثنیٰ منہ، الا الیعافیر والا العیس ایک دوسرے پر عطف ہوکر مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ مستثنیٰ سے مل کر اسم لیس کا، لیس فعل ناقص اپنے اسم اور خبر جملہ فعلیہ ہوکر صفت سے مجرور ہوا، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوگیا۔

وطیت کے جو کہ بیت سابق میں ہے۔

آٹھواں حرف جار واو ربَّ ہے واو رب وہ واو ہے جو شروع کلام میں لائی جاتی ہے اور یہ واو رب کے معنے میں ہونے کی وجہ سے ربَّ کا حکم رکھتی ہے جس طرح ربَّ نکرہ موصوفہ پر داخل ہوتا ہے یہ بھی نکرہ موصوفہ پر داخل ہوتی ہے اور جس طرح رب کا متعلق فعل ماضی ہوتا ہے اور اکثر محذوف ہوتا ہے اسکا بھی متعلق فعل ماضی ہوا کرتا ہے اور اکثر محذوف ہوا کرتا ہے البتہ ایک فرق ہے کہ ربَّ ضمیر مبہم پر داخل ہوتا ہے لیکن واو رب ضمیر مبہم پر داخل نہیں ہوتا۔

فائدہ واؤ رب کے عاملہ ہونے میں اختلاف ہے سیبو یہ اور بصریین کے نزدیک واو رب کے بعد ربَّ مقدر ہوا کرتا ہے وہ ہی جارہ اور عامل ہوا کرتا ہے اور یہ واو عطف کیلئے ہوتی ہے۔

دوسرا مذهب کوفیین مبرد کا ہے انکے نزدیک یہ واو رب خود جارہ ہے انکی دلیل یہ ہے کہ یہ قصائد کی ابتدا اور افتتاح میں آتی ہے اگر یہ واو عطف کیلئے ہوتی تو یہ کبھی بھی ابتداء میں واقع ہو سکتی نہیں۔ بصریین کی طرف سے جواب دیا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے کہ متکلم اس واؤ کو قصیدہ کے اول میں اس بناء پر لایا کرتے ہوں کہ اس سے ایسی چیز پر عطف ڈالنا چاہتے ہوں جو انکے ذہن میں ہے اور بصریین کی دلیل اس واو عاطفہ ہونے کیلئے یہ ہے کہ اگر یہ واو عاطفہ نہ ہوتی حرف جار ہوتی تو جسطرح اور حروف جارہ کے شروع میں حرف عطف آسکتے ہیں اس طرح اسکے شروع میں بھی حرف عطف آسکتے ہیں حالانکہ بالکل ایسا نہیں کہ اس کے شروع میں حرف عطف نہیں آسکتے یہ واضح دلیل ہے کہ واو عاطفہ ہے جارہ نہیں۔

قوله واو القسم وهی تختص ---------- فلایقال وك -

حروف جارہ میں سے نواں حرف جار واو قسم یاد رکھیں کہ واو قسمیہ کیلئے تین تخصیصیں ہیں یا تین شرطیں سمجھ لی جائیں۔

(۱) اسکا فعل قسم محذوف ہوتا ہے (۲) کہ واو قسمیہ سوال کے ساتھ نہیں لائی جا سکتی۔ تیسری تخصیص یہ ہمیشہ اسم ظاہر پر داخل ہوتی ہے ضمیر پر کبھی نہیں لہذا واللہ و الرحمن تو کہہ سکتے

ہیں لیکن واؤ قسمیہ کو کاف ضمیر پر داخل کر کے وک نہیں کہہ سکتے۔

قولہ و تاء القسم و ھی تختص .... تالرحمٰن ۔

حروف جارہ میں دسواں حرف جار تا قسمیه ہے اس تاء قسمیہ کے لئے بھی وہی شرطیں ہیں جو واؤ قسمیہ کیلئے تھیں (۱) فعل کا حذف ہونا اور دوسری شرط کہ غیر سوال کیلئے استعمال ہونا البتہ ایک فرق اور تخصیص ہے کہ واؤ قسمیہ تو ہر اسم ظاہر پر داخل ہوتی ہے جبکہ تا قسمیہ صرف لفظ اللہ کے ساتھ خاص ہے کسی اور اسم ظاہر پر داخل نہیں ہوتی لہذا تا الرحمن تا الرحیم کہنا درست نہیں۔

سوال : اہل عرب تو ترب الكعبة کہتے ہیں تو تا قسمیه رب پر داخل ہے۔

جواب : یہ شاذ ہے جس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا البتہ امام اخفش کا نظریہ یہ ہے کہ تا قسمیہ لفظ اللہ کے سوا اور اسموں پر بھی داخل ہو سکتی ہے جنکی دلیل یہ بھی منقولہ ہے جسکا جواب دیا جا چکا ہے۔

قولہ و باء القسم وھی تدخل .... بالرحمٰن و بك ۔

حروف جارہ میں سے حرف جر باء قسمیه ہے اس با قسمیہ میں تین تعمیمیں ہیں۔

پہلی تعمیم یہ قسم مذکور اور محذوف دونوں طرح استعمال ہو سکتا ہے یوں کہنا باللہ اور اقسم باللہ کہنا بھی درست ہے۔

دوسری تعمیم کہ سوال اور غیر سوال دونوں کیلئے استعمال ہوتی ہے جیسے باللہ لا فعلن یا باللہ اجلس۔

تیسری تعمیم یہ اسم ظاہر پر بھی داخل ہوتی ہے اور ضمیر پر بھی جیسے باللہ لا فعلنّ، بك لا فعلن پھر اسم ظاہر میں بھی تعمیم ہے کہ لفظ اللہ پر بھی اور اسکے علاوہ اسموں پر بھی داخل ہوتی ہے۔

سوال : واو قسمیہ کیلئے تم نے پہلی یہ شرط لگائی کہ فعل قسم محذوف ہو اور دوسری شرط لگائی کہ وہ سوال میں استعمال نہیں ہو سکتی یوں نہیں کہا جا سکتا و اللہ اخبرنی اسکی وجہ اور علت کیا ہے۔

جواب: یہ واو قسمیہ قسم میں کثرت استعمال کی وجہ سے فعل کے مذکو ہونے کی ضرورت نہیں اور دوسری شرط کہ یہ واوسوال میں استعمال نہیں ہوتی اسکی علت یہ ہے کہ باء قسم میں اصل ہے اور یہ فرع ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ فرع کا اصل سے درجہ کم ہوا کرتا ہے اسی وجہ باء قسمیہ تو سوال اور غیر سوال دونوں میں استعمال ہوگی جبکہ یہ غیر سوال میں استعمال ہوتی ہے تیسری شرط یہ تھی کہ اسم ظاہر کے ساتھ خاص اسکی علت اور وجہ بھی وہ ہے باقسمیہ اصل ہے اور یہ فرع ہے تو اصل اسم ظاہر ضمیر دونوں پر داخل ہوتی ہے یہ چونکہ فرع ہے اسکا درجہ اس سے کم ہے اسلئے یہ صرف اسم ظاہر پر ہی داخل ہوتی ہے۔

سوال: تا قسمیه کو لفظ الله کے ساتھ خاص کیوں کیا گیا ہے؟

جواب: اسکا درجہ واو سے بھی کم ہے تو اسلئے اسکو اسم ظاہر میں سے صرف لفظ الله کے ساتھ خاص کیا گیا ہے کیونکہ لفظ الله باب قسم میں اصل ہے۔

قوله وعن للمجاوزة ------ عن القوس الى الصيد -

حروف جارہ میں سے بارھواں حرف جار عن ہے یہ حرف جار تجاوز کیلئے آتا ہے یعنی اپنے مجرور سے کسی چیز کو دور کرنے سے مجاوزۃ تین طریقے سے ہوتی ہے۔

(۱) وہ چیز مفصول عـــن کے مدخول سے زائل ہو کر کسی دوسری چیز کی طرف چلی جائے جیسے رميت السهم عن القوس میں نے تیر کو کمان سے شکار کی طرف پھینکا۔

(۲) کہ وہ مفصول چیز عــن کے مجرور سے زائل ہوئے بغیر کسی دوسری چیز کی طرف چلی جائے جیسے اخذت عنه العلم میں نے اس سے علم لیا۔

(۳) وہ چیز مفصول مجرور عن سے بغیر وصول کے زائل ہو کر کسی دوسری چیز کی طرف چلی جائے جیسے اتيت عنه الدين الى زيد میں اسکی طرف سے زید کو قرضہ ادا کر دیا۔

فائدہ عن چند اور معانی کے لئے بھی آتا ہے جیسے بدل کے واسطے جیسے واتقوا يوما لا تجزى نفس عن نفس شياء یعنی بدل نفس استعلاء کے لئے جیسے فانما يبخل عن نفسه

اور تعلیل کیلئے جیسے وما نحن بتارکی الھتنا عن قولك یعنی لاجل قولك اور استعانت کیلئے جیسے رمیت السھم عن القوس اور بعد کے معنیٰ کیلئے جیسے لترکبن طبقاً عن طبق یعنی حالۃ بعد حالۃ اور من کے معنیٰ میں جیسے وھو الذی یقبل التوبه عن عباده ای من عباده اور زائدہ بھی آتا ہے۔

قوله وعلیٰ للاستعلاء نحو زید علی السطح ۔

تیرھواں حرف جر علیٰ ہے یہ استعلاء کیلئے آتا ہے عام ازیں کہ استعلاء حقیقی جیسے زید علی السطح کہ زید چھت پر ہے یا استعلاء مجازی جیسے وعلیه دین کہ اس پر قرض ہے۔

قوله وقد یکون عن وعلیٰ ---------- علی الفرس ۔

فائدہ : کہ عن اور علیٰ کبھی اسم بھی ہوتے ہیں جس کی نشانی اور علامت یہ ہے کہ ان پر من جارہ داخل ہوتا ہے اور اسوقت عن جانب کے معنے میں ہوتا ہے اور علیٰ بمعنے فوق کے ہوتا ہے جیسے جلست من عن یمینه یعنی من جانب یمینه اسکی دائیں جانب سے بیٹھ گیا میں اور و نزلت من علی الفرس یعنی من فوق الفرس یعنی میں گھوڑے کے اوپر سے اترا۔

قوله والکاف للتشبیه نحو زید کعمرو ۔

چودھواں حرف جار کاف ہے یہ تشبیہ کے لئے آتا ہے جیسے زید کالاسد اسمیں کاف تشبیہ کیلئے ہے۔

قوله وزائده کقوله تعالی لیس کمثله شیء ۔

یہ کاف زائدہ بھی ہوتا ہے جیسا باری تعالیٰ کا فرمان ہے لیس کمثله شیء

فائدہ : اسمیں تین احتمال اور تین صورتیں ہیں۔

پہلی صورت کہ کاف زائدہ ہو لیکن لفظ مثل زائدہ نہ ہو۔

دوسری صورت کہ کاف زائدہ نہ ہو لفظ مثل زائدہ ہو اسلئے کہ کاف پہلے ہے اور لفظ مثل بعد میں ہے لہذا کاف سے ضرورت پوری ہو گی تو لفظ مثل زائدہ ہو گیا۔

تیسری صورت یہ ہے کہ نہ کاف زائدہ ہو نہ لفظ مثل اسلئے کہ نفی مثل کے مثل کی کی جارہی ہے جس سے بطور کنایہ مثل کے نفی لازم آتی ہے اسلئے کہ مماثلت تو دونوں طرفوں سے ہوا کرتی ہے جبکہ اللہ کے مثل کیلئے مثل نہیں تو اللہ کیلئے بھی مثل نہیں اور قاعدہ ہے الکنایۃ ابلغ من الصریح لہذا اسی صورت کو ترجیح حاصل ہے کہ نہ تو کاف زائدہ ہے نہ لفظ مثل۔

قوله وقد تكون اسما .... كالبرد المنهم ۔

کہ کاف عن اور علیٰ کی طرح اسمیہ ہوا کرتا ہے جیسے اس شعر میں کاف مثلیہ اسمیہ ہے اسی وجہ سے اسپر عن حرف جر داخل ہے۔

درجه اولی الفاظ کی تشریح:

درجه ثانيه ترجمه : وہ عورتیں ان دانتوں سے ہنستی ہیں جو پگھلے اولے کی مثل ہیں۔ شاعر ان عورتوں کے دانتوں کو اولے سے تشبیہ دے رہا ہے جو خوبصورت سفید رنگ کے ہوتے ہیں۔ یعنی دانت ایسے سفید ہیں جیسے اولے۔

درجه ثالثه محل استشهاد : اس شعر میں یضحکن عن کالبرد میں کاف اسمی ہے۔ یعنی کبھی کاف اسمی ہوتا ہے یعنی مثل کے معنی دیتا ہے۔ جب اس پر حرف جر داخل ہو سیبویہ کے نزدیک۔ مگر محققین کاف اسمی صرف ضرورت کی وجہ سے لاتے ہیں جیسا کہ اس مصرع میں لائے ہیں۔ اس میں بیض نساء کی صفت واقع ہے اور نساء محذوف ہے۔ معنی ہے نان سفید اور خوبصورت عورتیں۔ اور نعاج، کتاب کے وزن پر نعجة کی جمع ہے: مادہ گائے وحشی۔ جم جمع ہے ماء کی اور خنک والے دانت سفید کرنا۔ اور کاف مثل کے معنی میں ہے۔ اس کا موصوف محذوف ہے اور وہ اسنان (دانت) ہیں اولے کی طرح سفید۔ شعر کا مکمل ترجمہ یہ ہے: تین عورتیں سفید چہرہ والی خوبصورت جو لطافت اور حسن والی، گردن اور آنکھ ہرن جیسی، بدن میں وحشی گائے کی طرح بغیر سینگ کے ہیں۔ وہ ہنسنے لگیں ایسے دانتوں سے جو طافت وخوبصورتی میں مانند اولے کے تھے۔ یہاں کاف کو مثل کے معنی میں لیا گیا ہے۔

درجہ رابع ترکیب : یضحکن فعل مضارع،ن ضمیر فاعل،عن حرف جار،کاف اسمی بمعنی مثل مضاف، البرد موصوف، المنهم صفت،موصوف باصفت مضاف الیہ،مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار مجرور متعلق یضحکن کے۔فعل فاعل اپنے متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ۔

قولہ مذ منذ ۔

پندرھواں حرف مذ ہے اور سولھواں منذ ہے اور یہ دونوں حروف یادرکھیں زمان کیلئے آتے ہیں اور یہ زمانہ ماضی میں زمانہ فعل کی ابتداء کیلئے آتے ہیں جیسے ما رأیت مذ الشهر الماضي اسکو گذشتہ ماہ سے دیکھا ہی نہیں یا زمانہ حاضر میں ظرفیت کیلئے جیسے ما رأیته، مذیومنا یعنی اسکو میرے نہ دیکھنے کا دن آج کا دن ہے مزید تفصیل مذ اور منذ کی تنویر شرح نحو میر اور ضوابط نحویہ میں دیکھ لیجئے۔

قولہ خلا وعد اوحاشا .... عمر عدا بکر ۔

حروف جارہ میں سے سترھواں حرف جر خلا اور اٹھارواں عدا ہے اور انیسواں حاشا ہے۔ یہ تینوں استثناء کیلیے آتے ہیں یادرکھیں کہ انکے بعد اگر انکا مدخول مجرور ہے تو یہ حروف جارہ ہوں گے اگر منصوب ہے تو یہ فعل ہوں گے۔

مزید تفصیل کیلئے ضوابط نحویہ حروف جارہ کی بحث میں دیکھئے۔

﴿بحث حروف مشبہ بالفعل﴾

فصل : الحروف المشبهه با لفعل ستة ان و ان وكان ولكن و ليت ولعلّ

حروف کی بحث میں دوسرا فصل حروف مشبہ بالفعل کے بیان میں ہے حروف مشبہ بالفعل چھ ہیں (۱) اِنَّ (۲) أنَّ (۳) کأنَّ (۴) لکنَّ (۵) لیت (٦) لعل ان حروف کو مشبہ بالفعل کیوں کہتے ہیں انکی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ان چھ حروف کو مشابہت ہے فعل کے ساتھ چار چیزوں میں لفظاً، عملاً، معناً، اقساماً جسکی تفصیل مرفوعات کی بحث میں گذر چکی ہے۔

قوله هذه الحروف تدخل ---------- ان زيدا قائم -

مصنفؒ حروف مشبہ بالفعل کا عمل بتا رہے ہیں کہ حروف مشبہ بالفعل جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں کہ مبتداء کو نصب دیتے ہیں اور انکو اسم کہا جاتا ہے اور خبر کو رفع دیتے ہیں ان کو خبر کہا جاتا ہے۔ جیسے ان زیدا قائم میں ان نے زید کو نصب دی اور قائم کو رفع دیا ہے۔

قوله و قد يلحقها ما الكافة ۔ایک فائدہ کا بیان ہے۔

فائدہ: حروف مشبہ بالفعل کے بعد ما کافہ آتا ہے۔ جو عمل کرنے سے روک دیا جاتا ہے۔ جن سے انکا عمل باطل ہو جاتا ہے اس ما کو کافہ اس لئے کہتے ہیں کہ کافہ اسم فاعل کا صیغہ کف یکف سے بمعنٰی روک دینا اور یہ بھی چونکہ عمل سے روک دیتا ہے۔ اسلئے اسکو ما کافہ کہتے ہیں۔ لہذا جب ما نے انکا عمل ختم کر دیا تو ان حروف کا فعل پر داخل ہونا بھی صحیح ہو گیا جیسے انما قام زید۔

قوله اعلم انَّ انَّ ---------------- الجملة بل تؤكدها -

مصنفؒ اس عبارت میں اِنّ مکسورہ اور اَنّ مفتوحہ کے درمیان فرق بیان کر رہے ہیں۔ اِنّ مکسورہ جملہ کے معنیٰ کو تبدیل نہیں کرتا بلکہ جملہ کے معنیٰ میں تاکید پیدا کرتا ہے مثلاً ان زیدا قائم وہی فائدہ دیا ہے جو زید قائم دیتا ہے بلکہ تاکید پیدا کر دی ہے۔ اور ان مفتوحہ اپنے مابعد اسم وخبر سے ملکر مفرد حکم میں ہوا کرتا ہے، اس لئے کہ اسمیں اسناد تام نہیں ہوتی۔

فائدہ: جملہ کو مفرد کے حکم میں کرنیکا طریقہ یہ ہے کہ خبر سے مصدر کو نکال کر اسم مبتداء کیطرف مضاف کر دیا جائے مثلاً بلغنی اَنّ زیدا قائم کہ قائم سے مصدر قیام نکال کر زید کیطرف مضاف کر دیا جائے تو عبارت یہ بن جائے گی بلغنی قیام زید یا جز خبر کے مصدر کو مضاف کر دیا جائے۔ جیسے بلغنی ان زیدا ان تعلمه یکرمك مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تحقیق زید کو اگر تم علم دیتے وہ تیرا اکرام کرے گا تو عبارت یہ بن جائے بلغنی اکرام زید عند تعلیمك اياه۔

قولہ **ولذلك يجب الكسر ــــــــــــ ان زيد قائم ۔**

مصنفؒ اسی ضابطہ پر تفریع بیان کر رہے ہیں جسکے ضمن میں مصنفؒ اِنَّ مکسورہ کے مقامات اور اَنَّ مفتوحہ کے مقامات بیان فرمائیں گے تفریع کا حاصل یہ ہے جس مقام پر جملے کی ضرورت ہے وہاں پر ان مکسورہ ہوگا اور جس مقام پر جملے کی ضرورت نہیں مفرد کی ضرورت ہے وہاں پر ان مفتوحہ ہوگا اب دیکھیئے۔ان مکسورہ کے مقامات۔ پہلا مقام ابتداء کلام میں ان مکسورہ ہوتا ہے جیسے ان زیدا قائم اور ابتداء کلام سے مراد عام ہے کہ وہ متکلم کی کلام کے شروع میں ہو جیسے یہ ہی مثال متکلم کی کلام کے درمیان میں ہو لیکن دوسری کلام کی ابتدا میں ہو جیسے اکرم زیدا انہ فاضل تو انہ فاضل یہ جملہ معللہ ہے یہاں پر انّ مکسورہ ہی پڑھا جائے گا۔

فائدہ : یاد رکھیں حروف تنبیہ اور حروف افتتاح اور حتّٰی ابتدائیہ اور کلّا ز جریہ اور حروف تحضیض کے بعد اِنَّ ہو تو یہ بھی ابتداء کلام ہے حکما جیسے الا انهم هم السفهاء اور قل ای و ربی انه لحق اور کلا ان معی ربی سیهدین

سوال : ابتدائے کلام میں ان مکسورہ کی وجہ اور علت کیا ہے؟

جواب : ابتدائے کلام جملے کی جگہ اور مقام ہے اسلئے کہ مفردات کے ساتھ تکلم کرنا باطل ہوا کرتا ہے کیونکہ مفردات سے کلام کرنے سے کوئی فائدہ تامہ حاصل نہیں ہوتا لھذا ابتدائے کلام جب جملہ کی جگہ ہے اور جملہ کی تاکید کے لئے ان مکسورہ پڑھنا واجب ہے۔

قولہ **و بعد القول لقوله تعالىٰ يقول انها بقرة ۔**

دوسرا مقام اِنَّ مکسورہ کا یہ ہے کہ کلمہ قول اور اسکے مشتقات کے بعد جب واقع ہو تو وہاں بھی اِنَّ مکسورہ ہوگا جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے یقول انها بقره

سوال : قول کے بعد اِنَّ مکسورہ ہونے کی علت اور وجہ کیا ہے دلیل کیا ہے؟

جواب : قول کا مقولہ ہمیشہ جملہ ہوا کرتا ہے اور چونکہ یہ مقولہ کے شروع میں ہے اور قاعدہ یہ

ہے کہ جملہ کے مقام میں اِنَّ ہی ہوا کرتا ہے لہٰذا یہاں پر اِنَّ مکسورہ ہی ہوگا۔

قوله و بعد الموصول ------- الذی انه فی المسجد ۔

تیسرا مقام اِنَّ مکسورہ کا کہ موصول کے بعد ہو تو بھی اِنَّ پڑھا جائے گا جیسے ما رأیت الذی انه فی المساجد یہ الذی موصول کے بعد ہے اسلئے اِنَّ ہے۔

سوال : اس مقام پر ان مکسورہ ہونے کی دلیل اور علت کیا ہے؟

جواب : کہ صلہ ہمیشہ جملہ ہوا کرتا ہے تو بنا بر ضابطہ جہاں جملے کا مقام اور جگہ ہو وہاں ان مکسورہ ہوا کرتا ہے۔

قوله و اذا کان فی خبرها اللام نحو ان زید القائم ۔

چوتھا مقام کہ جب اسکی خبر پر لام ہو تو اسوقت بھی ان مکسورہ ہوگا جیسے ان زیداً لقائم۔

سوال : اس مقام پر اِنَّ کے مکسور ہونے کی دلیل کیا ہے؟

جواب : لام جملے کے معنے کی تاکید کے لئے آتا ہے بنا بر ضابطہ جو جملے کی جگہ ہے وہاں ان مکسورہ ہی ہوا کرتا ہے لہٰذا یہاں پر بھی ان مکسورہ ہی ہوگا۔ مصنفؒ نے ان مکسورہ کے چار مقامات بیان فرمائے ہیں، ان کے علاوہ اور مقامات بھی ہیں جنکی تفصیل تنویر شرح نحو میر دیکھیں صفحہ (۵۳)۔

قوله و یجب الفتح حیث یقع فاعلاً بلغنی انّ زیدا قائم ۔

مقامات بیان کرنے کے بعد انّ مفتوحہ کے مقامات بیان کر رہے ہیں پہلا مقام: کہ انّ اپنے اسم وخبر سے ملکر فاعل واقع ہو تو ان مفتوحہ ہوگا جیسے بلغنی انّ زیدا قائم۔

قوله و حیث یقع مفعولا نحو کرهت انك قائم ۔دوسرا مقام کے جہاں انّ اپنے اسم وخبر سے ملکر مفعول واقع ہو وہاں ان مفتوحہ ہی ہوگا جیسے کرهت انك قائم اسکی تاویل ہوگی کرهت قیامك ۔

قوله حيث يقع مبتداء ۔

تیسرا مقام کہ انّ اپنے اسم وخبر سے ملکر مبتدا واقع ہو وہاں انّ مفتوحہ ہوگا جیسے عندی انك قائم۔

قوله وحيث يقع مضافاً ---------- طول ان بكرا قائم ۔

چوتھا مقام انّ اپنے اسم وخبر سے ملکر مضاف الیہ واقع ہو۔ جیسے عجبت من طول ان بكرا قائم تاویل مفرد کی یوں ہوگی عجبت من طول قيام بكر کہ میں بکر کے طول قیام سے متعجب ہوا۔

قوله وحيث يقع مجرور ۔

کہ پانچواں مقام جہاں انّ اپنی اسم وخبر سے ملکر مجرور واقع ہو وہاں بھی ان مفتوحہ ہوگا جیسے عجبت من ان بكرا قائم تاویل مفر کی یوں ہوگی عجبت من قيام بكر

سوال : ان پانچ مقامات میں انّ مفتوحہ ہونے کی کیا وجہ ہے یہاں پر اِنّ مکسورہ کیوں نہیں ہوسکتا؟

جواب : اس لئے کہ فاعل ومفعول اور مبتداء اور مضاف الیہ اور مجرور یہ مفرد ہی ہوا کرتے ہیں اور یہ مقام مفرد کا ہے جملہ کا نہیں لہذا یہاں پر انّ مفتوحہ ہی ہوسکتا ہے انّ مکسورہ نہیں ہوسکتا۔

قوله وبعدلو نحو انك عندنا لاكرمتك ۔

چھٹا مقام لو کے بعد اَنّ مفتوحہ ہوتا ہے جیسے لوانك عندنا لاكرمتك

سوال : لو شرطیہ کے بعد اِنّ مفتوحه کیوں ہوگا اسکی علت کیا ہے؟

جواب : لو حرف شرط ہے جو فعل کا تقاضا کرتا ہے خواہ فعل لفظوں میں ہو مقدر ہو لہذا لو کا ما بعد فعل محذوف کا فاعل ہوگا اور یہ بات ظاھر ہے کہ فاعل ہمیشہ مفرد ہوا کرتا ہے لہذا یہ مقام ان مفتوحہ کا ہے اسلئے ان ہونا واجب اور ضروری ہے۔

قولہ و بعد لو لا نحو لو لا انه كان من المسبحين ۔

ساتواں مقام ان مفتوحہ کالو لا کے بعد ان مفتوحہ ہوگا۔

سوال: لو لا کے بعد ان مفتوحہ ہونا کیوں ضروری ہے؟

جواب: لو لا امتناعیہ کے بعد مبتدا ہوتا ہے لہذا ان مفتوحہ اپنے اسم اور خبر سے مل کر مبتدا ہوگا اور مبتدا کا مفرد ہونا واجب ہے جیسے لو لا انه حاضر لغاب زيد اور لو لا تحضیضیه کے بعد ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر بتاویل مفرد اس فعل کا فاعل یا مفعول ہوتا ہے جس پر لو لا تحضیضیه کا داخل ہونا ضروری ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ فاعل اور مفعول مفرد ہوا کرتے ہیں۔

قولہ و يجوز العطف ---------- قائم و عمرو و عمروا ۔

اس عبارت کا عطف ہے یجب الكسرة پر یہ بھی ماقبل پر تفریع کا بیان ہے کہ ان مکسورہ جملے کے معنی میں تبدیلی پیدا نہیں کرتا بلکہ تاکید پیدا کرتا ہے لہذا اِنَّ مکسورہ کے اسم پر اگر عطف ڈالنا ہو تو دو صورتیں جائز ہیں رفع بھی جائز ہے اور نصب بھی جائز ہے رفع تو اس بنا پر کہ محل کا اعتبار کیا جائے گا کہ وہ اسم محل کے اعتبار سے مبتدا ہے اور مرفوع ہے اور نصب اس بنا پر لفظ کا اعتبار کیا جائے کہ اسم لفظاً منصوب ہے تو اسے منصوب پڑھا جائے گا جیسے ان زيداً قائم و عمرو رفع کے ساتھ اور عمر و نصب کے ساتھ بھی جائز ہے۔

قولہ و اعلم ان ان المكسوره ---------- علىٰ خبر ها ۔

یہ عبارت بھی اصل میں اسی پر متفرع ہے کہ جب ماقبل سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ اِنَّ مکسورہ جملہ کے معنے میں تبدیلی پیدا نہیں کرتا لہذا اس کی خبر پر لام تاکید کو داخل کرنا جائز بھی ہے کیونکہ لام تاکید بھی جملہ کی تاکید کے لئے آتا ہے البتہ اَنَّ مفتوحه کی خبر پر لام تاکید کا لانا درست نہیں اسلئے کہ وہ جملہ کو مفرد کی تاویل میں کر دیتا ہے جبکہ لام تاکید جملہ کی تاکید کیلئے آیا کرتا ہے اور یاد رکھیں اِنَّ مکسورہ کبھی اسم پر بھی داخل ہوتا ہے جبکہ ان اور اسکے درمیان

فاصلہ واقع ہو۔

﴿مسئلہ تخفیف﴾

قولہ **وقد تخفف ---------- وان کلا لمّا لیوفینھم ۔**

یہاں سے تخفیف کا مسئلہ شروع ہو رہا حروف مشبہ بالفعل میں چار حروف مشدد ہیں جن کو مخفف پڑھنا جائز ہے اور بعد تخفیف کون سے عامل رہتے ہیں اور کن کا عمل باطل ہو جاتا ہے سب کی تفصیل آگے آ رہی ہے تو اس عبارت میں ان مکسورہ کی تخفیف کے مسئلے کا بیان ہے کہ اِنّ مکسورہ کو مخففہ کرلیا جاتا ہے لیکن ان مخففہ من المثقلہ کے بعد لام کالانا واجب ہے۔

سوال : ان مخففہ من المثقلہ کے بعد لام لانا کیوں لازم ہے۔

جواب : ان مخففہ اور ان نافیہ کے درمیان فرق کرنے والی یہی لام تاکید ہوتی ہے جیسے ان کلاّ لمّا لیوفینّھم اس میں ان مخففہ ہے اور کلّا یہ اسم ہے جس پر تنوین مضاف الیہ کے عوض ہے اور لام فارقہ ہے ان مخففہ اور نافیہ کے درمیان اور لیوفینّھم یہ قسم محذوف کا جواب ہے لہذا لیوفینّھم پر جو لام ہے یہ لام جواب قسم ہے تو ان دونوں لاموں کے درمیان ما زائدہ لایا گیا ہے تاکہ دو لاموں کا اجتماع لازم نہ آئے جو کہ مکروہ ہے۔

قولہ **وحینئذٍ یجوز الغاؤھا ---------- لدینا محضرون ۔**

ان مخففہ عمل کے بارے بتا رہے ہیں کہ ان مخففہ کا الغاء یعنی اس کے عمل کو باطل کرنا جائز ہے یاد رکھیں ان مخففہ من المثقلہ کا عامل بنانا بھی جائز ہے یعنی اعمال اور الغاء دونوں جائز ہیں۔ لیکن الغاء یہ اعمال سے کثیر الاستعمال ہے۔

سوال : ان مخففہ من المثقلہ کا ابطال عمل یعنی الغاء کیوں جائز ہے پھر الغاء یہ اکثر کیوں ہے؟

جواب : انّ کا عامل ہونا فعل کی مشابہت کی وجہ سے تھا اور چونکہ بعد از تخفیف اسکی مشابہت فعل کے ساتھ ناقص ہوگئی تھی۔ اسلئے فعل کا آخر مبنی بر فتحہ ہوتا ہے اور فعل سہ حرفی ہوتا ہے جبکہ اسکا آخر ساکن اور یہ دو حرفی ہے اسی وجہ ان مخففہ کا عمل باطل ہو گیا لیکن اصل کا اعتبار کرتے

ہوئے عمل دینا بھی جائز ہے جیسے گذشتہ آیت میں ان مخففہ کو عمل دیا گیا ہے۔

قولہ **و یجوز دخولها .... نظنك لمن الكذبين ۔**

اِنَّ مکسورہ مخففہ ہو جانے کے بعد اس میں دو تغیر اور تبدیلیاں ہوتی ہیں۔

پہلی تبدیلی کہ الغاء جائز ہے جو کہ اکثر ہے۔

دوسری تبدیلی یہ ہے کہ یہ افعال پر بھی داخل ہو جاتا ہے لیکن تمام افعال پر نہیں بلکہ ایسے افعال پر جو مبتدا خبر پر داخل ہوتے ہیں افعال ناقصہ و ان کنت من قبله لمن الغفلين دوسرا افعال قلوب ان نظنك لمن الكذبين تحقیق ہم تم کو جھوٹ بولنے والوں سے خیال کرتے ہیں۔

سوال : افعال پر داخل ہونے کی علت اور وجہ کیا ہے کہ افعال کیلئے یہ شرط کہ ایسے افعال ہوں جو مبتداء اور خبر پر داخل ہوتے

جواب : ان مخففہ کے لئے اصل یہ تھا کہ مبتداء خبر پر داخل ہوں لیکن تخفیف کی وجہ سے یہ اصل جاتی رہی لہذا افعال پر داخل ہونا چاہئے لیکن اصل کی رعایت بھی حتی الامکان کرنی چاہیئے اس لئے یہ شرط لگادی وہ افعال ایسے ہوں جو مبتدا خبر پر داخل ہوں۔

قولہ **و كذلك ان المفتوحة .... ان قد قام زيد ۔**

اس میں اَنَّ مفتوحه کی تخفیف کے مسئلے کا بیان ہے کہ ان مفتوحہ کو مخفف کر دینا بھی جائز ہے لیکن جب ان مفتوحہ مخففہ ہو اس وقت اسکا اعمال واجب ہے، اِنَّ مکسورہ مخففہ کی طرح الغاء جائز نہیں اور اسکا عمل وجوبی طور پر ضمیر شان مقدر میں ہوتا ہے اور بعد والا جملہ جو ضمیر شان کی تفسیر واقع ہوتا ہے وہ خبر واقع ہوا کرتا ہے اور ضمیر شان اسم ہوا کرتا ہے اور یہ ان مفتوحہ مخففہ من المثقلہ جملے پر داخل ہوگا خواہ جملہ اسمیہ ہو جیسے بلغني ان زيد قائم بلغني ان قد قام زيد۔

سوال : ان مخففہ ہمیشہ ضمیر شان میں عمل کیوں کرتا ہے اسکی وجہ کیا ہے؟

جواب : ان مفتوحہ بنسبت مکسورہ کے فعل کے ساتھ زیادہ مشابہت رکھتا ہے ان مخففہ اصل ہوا اور إنْ مخففہ فرع ہوا جبکہ إنْ مکسورہ مخففہ کلام نثر میں بھی کبھی کبھی عمل کرتا اور اِن مفتوحہ مخففہ کبھی بھی عمل نہیں کرتا لہذا ہم نے ان مفتوحہ کے عمل کو لازم کر دیا ضمیر شان مقدر میں تاکہ فرع کی اصل پر زیادتی لازم نہ آئے۔

سوال : پھر بھی فرع کی زیادتی اصل پر لازم آتی ہے اسلئے کہ ان مکسورہ مخففہ تو اسم ظاھر میں عمل کرتا ہے جبکہ ان مفتوحہ مخففہ تو ضمیر میں عمل کرتا ہے۔

جواب : ہمیشہ ہمیشہ ضمیر میں عمل کرنا یہ اولیٰ اور اقویٰ ہے اسم ظاھر میں کبھی کبھی عمل کرنے سے۔

قوله يجب دخول السين .... علم ان سيكون -

ضابطه کا بیان کہ إنْ مفتوحہ مخففہ فعل پر داخل ہو تو اسوقت فعل پر چار چیزوں میں سے کسی ایک چیز کا داخل کرنا ضروری ہے (۱) سین (۲) سوف (۳) قد (۴) حرف نفی جیسے اس مثال میں۔

سوال : اسکی علت اور وجہ کیا ہے سین سوف ان چار چیزوں میں سے کسی ایک کا داخل کرنا کیوں ضروری ہے؟

جواب : یہ تین چیزیں سین، سوف، قد أنْ مخففه اور أنْ مصدريه کے درمیان فرق کرنے کیلئے لائی جاتی ہیں اور باقی رہا حرف نفی وہ چونکہ دونوں کے ساتھ آتا ہے لہذا وہاں پر فرق کرنے کیلئے کسی اور قرینے کی ضرورت ہے جس کے لئے دو قرینے ہیں قرینہ لفظیہ یہ ہے کہ ان کے بعد اگر فعل مضارع منصوب ہے تو أنْ مصدریہ ہوگا اور اگر فعل مضارع مرفوع ہے تو أنْ مخففہ ہوگا اور قرینہ معنویہ یہ ہے کہ اگر وہ استقبال کے ساتھ خاص کر دیتا ہے تو ان مصدریہ ہے اگر استقبال کے ساتھ خاص نہیں کرتا تو وہ ان مخففہ ہوا کرتا ہے۔

سوال : و ان ليس للانسان الا ما سعى اور اسی طرح و أنْ عسىٰ ان يكون قد اقترب اجلهم ان دونوں مقامات پر ان فعل پر داخل ہے لیکن ان چار چیزوں میں سے

کوئی چیز نہیں۔

جواب: فعل سے مراد فعل متصرف ہے اور آپ نے جو مثال پیش کی ہے فعل غیر متصرف کی ہے فعل متصرف پر ان تین چیزوں میں سے کسی ایک چیز کا لانا ضروری ہے۔

سوال: فعل متصرف اور فعل غیر متصرف میں یہ فرق کیوں کیا جاتا ہے کہ فعل متصرف پر تو ان چیزوں کا لانا واجب اور فعل غیر متصرف پر کیوں واجب نہیں؟

جواب: یہ چیزیں اور یہ حروف اِنْ مخففه اور اِنْ مصدریه کے درمیان فرق کرنے کیلئے لایا جاتا ہے اور فعل متصرف میں تو فرق کرنے کی ضرورت ہے لیکن فعل غیر متصرف میں فرق کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس لئے کہ فعل غیر متصرف پر ان مصدریہ داخل ہی نہیں ہوتا لہذا جب بھی فعل غیر متصرف پر اَنْ ہوگا تو ہمیشہ اَنْ مخففہ من المثقلہ ہوگا۔

قوله و الضمير المستتر اسم ان والجمله خبرها ۔

مصنفؒ اَنْ مخففه من المثقله کی ترکیب کیلئے ضابطہ بتا رہے ہیں کہ اَنْ مخففہ من المثقلہ کا اسم ہمیشہ ضمیر شان ضمیر مستتر ہوا کرتا ہے اور بعد والا جملہ ہمیشہ خبر ہوا کرتا ہے۔

قوله وَ كَأَنَّ للتشبيه ...... كاف التشبيه و ان المكسور ۔

حروف مشبہ بالفعل میں سے ایک کَاَنَّ ہے جس میں نحویوں کا اختلاف ہے کہ یہ مرکب ہے یا حرف بنا سے ہی مفرد ہے امام خلیل کے نزدیک یہ مرکب ہے کاف تشبیہ اور ان مکسورہ سے اور جمہور کے نزدیک مفرد ہے برأسہ ہے کسی سے مرکب نہیں مصنفؒ کے نزدیک امام خلیل کا مذہب مختار تھا اس لئے اسکو ذکر کیا۔

سوال: یہ کَاَنَّ حرف تشبیہ اور ان مکسورہ سے مرکب ہے تو کاف کو مقدم کیوں کیا گیا ہے؟

جواب: تاکہ کلام کے ابتداء ہی سے معلوم ہو جائے کہ یہ کلام انشاء تشبیہ کیلئے ہے۔

قوله و انما فتحت لتقدم .... ان زيدا كالاسد ۔

یہ سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: جب کــأنَّ مرکب ہے کاف تشبیہ اوران مکسورہ سے پھر ہمزہ مکسورہ کیوں نہیں ہے مفتوحہ کیسے ہوگیا؟

جواب: کــأنَّ میں ہمزہ کوفتحہ اس لئے دیا گیا کہ کاف حرف جار ہے اورحرف جار انَّ پر داخل ہوتا ہے اِنَّ پرنہیں اسی لئے اگرچہ حرف جار جار ہونے کے حکم سے نکل گیا لیکن اسکی اصل کی رعایت کرتے ہوئے ہمزہ مکسورہ کومفتوحہ سے بدل دیا اور کــأنَّ زیدا الاسد کی تقدیرعبارت یہ ہوگی ان زیدا کا الاسد۔

قوله **و قد تخفف فتلغی نحو کان زید اسد** ۔

ضابطه کا بیان کأنَّ مثقلہ مشددہ کومخفف پڑھنا جائز ہے لیکن تخفیف کے بعد یہ **ملغی عن العمل** ہوجاتا ہے عمل نہیں کرتا کیونکہ فعل کے ساتھ اسکی مشابہت ختم ہوگئی اسکے آخر میں جوفتحہ تھا وہ زائل ہوچکا ہے۔

قوله **و لکن للاستد راك ---------- لکن بکراً حاضر** ۔

حروف مشبہ بالفعل سے ایک لٰکِنَّ ہےاور یہ **استدراك** کیلئے آتا ہے **استدراك** کالغوی معنیٰ ہے پانا کسی چیزکواور اصطلاح میں استدراک کہتے ہیں کہ کلام سابق سے پیدا ہونے والے وہم اورابہام کودورکرنا اور یہ لٰـکِـنَّ ایسی دوکلاموں کے درمیان میں آتا ہے جومعنیٰ کے اعتبار سے مختلف ہوں عام ازیں لفظ کے اعتبار سے متغائر ہوں یا نہ ہوں لفظوں کے اعتبار سے متغائر ہو یعنی ایک کلام مثبت ہواور ایک منفی جیسے **جاء زید لکن عمرو الم یجئی** یالفظوں کے اعتبار سے متغائر نہ ہوں جیسے **زید حاضر ولکن عمروا غائب** لفظوں کے اعتبار سے مغائرنہیں کہ دونوں مثبت ہیں معنی کے اعتبار سے تغائرضروری ہے۔

قوله **و یجوز مع الواو نحو قام زید و لکن عمروا قاعد** ۔

لٰکِنَّ حرف مشبہ بالفعل کے ساتھ واوکوذکرکرنا بھی جائز ہے خواہ یہ لٰـکِـنَّ مشدد ہو یا مخفف ہو جیسے **قام زید و لٰکِنَّ عمروا قاعد**۔

فائدہ: لٰکِنَّ سے پہلے جو واو آتی ہے اسمیں نحاۃ کا اختلاف ہے بعض نحوی اسکو واو عاطفہ قرار دیتے ہیں کہ اسکے ذریعے جملے کا جملے پر عطف ہوتا ہے اور بعض نحویوں کے نزدیک یہ واو اعتراضیہ ہے اور شیخ رضی نے بھی اسی کو اظہر قرار دیا ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ واو عاطفہ جو جمع کے لئے آتی ہے حالانکہ مقصود یہاں پر جمع نہیں کہ زید کا آنا اور عمر کا نہ آنا یہ دونوں حکم مختلفہ ایک ہی امر میں متحقق ہوں بلکہ یہ تو پہلی کلام سے پیدا ہونے والے وہم کو دفع کرنے کے لئے لائی جاتی ہے اسی لئے یہ واو اعتراضیہ ہی ہے۔

قولہ و قد تخفف فتلغی نحو مشی زید لکنْ بکر عندنا لکِنْ ۔

میں بھی تخفیف کر لی جاتی ہے لیکن یہ لٰکِنْ تخفیف کے بعد ملغی عن العمل ہو جاتا ہے عمل نہیں کرتا اس لئے کہ عمل تھا فعل کی مشابہت کی وجہ سے اور فعل کی مشابہت ختم ہوگئی اب اسکی مشابہت لٰکِنْ عاطفہ کے ساتھ ہو چکی ہے لفظاً بھی اور معناً بھی اور جسطرح لٰکِنْ عاطفہ عامل نہیں اسی طرح یہ بھی عامل نہیں۔

قولہ و لیت للتمنی نحو لیت هندا عند نا ۔

یہ حروف مشبہ بالفعل میں سے لیت ہے اور یہ لیت انشاء تمنی کیلئے آتا ہے یعنی کسی چیز کا بطور محبت طلب کرنا جیسے لیت هندا عندنا کاش هنده ہمارے پاس ہوتی۔

قولہ و اجاز الفراء لیت زیدا قائما بمعنی اتمنی ۔

امام فراء کے نزدیک لیت بمعنی فعل اتمنی کے ہے اور اسکے بعد دونوں جزؤوں کو مفعول ہونے کی بناپر منصوب پڑھنا جائز ہے جیسے لیت زیدا قائما بمعنی اتمنی زیدا قائماً کہ میں زید کے قیام کی تمنا کرتا ہوں۔

قولہ و لعل للترجی کقول الشاعر۔

احب الصالحین و لست منهم　　　لعل الله یرزقنی صلاحاً

حروف مشبہ بالفعل میں سے لعل انشاء ترجی کیلئے آتا ہے جیسے کہ شاعر کہتا ہے کہ میں نیک لوگوں کو

دوست رکھتا ہوں اور میں ان میں سے نہیں۔ شاید کہ اللہ تعالی مجھے صلاحیت عطا فرمادے۔ لیت اور لعل کا فرق (تنویر میں دیکھئے)۔

درجہ اولی الفاظ کی تشریح: میں نیک لوگوں کو دوست رکھتا ہوں اور حالانکہ میں ان میں سے نہیں ہوں تا کہ اللہ تعالی میری اصلاح فرمائیں۔

صحبت صالح ترا صالح کند

صحبت طالح ترا طالح کند

درجہ ثانیہ محل استشهاد: اس شعر میں لعل انشاء ترجی کے لئے ہے۔

درجہ ثالثہ ترکیب: احب فعل مضارع انا ضمیر فاعل، الصالحین ذوالحال، واؤ حالیہ، لست فعل ناقص با اسم، منهم جار مجرور متعلق ثابتاً کے ہو کر خبر، فعل ناقص اپنے اسم اور خبر سے مل کر حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر مفعول بہ احب کا، لعل حرف مشبہ بالفعل، اللہ اس کا اسم، یرزقنی صلاحا فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر خبر لعل کی۔ حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم اور خبر سے مل کر مفعول ہوا۔ احب کا، احب فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ ومفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔

قولہ و شذ الجر بها نحو لعل زیدٍ قائم۔

لَعَلَّ کو حروف جارہ سے شمار کرنا اور اسی طرح اسکے ساتھ مابعد کو جر دینا یہ شاذ ہے اور خلاف قیاس ہے۔

قولہ و فی لعلّ لغات۔

لَعَلَّ کے اندر دس لغتیں ہیں مصنفؒ نے چھ کو ذکر کیا ہے دس لغات کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) لام کو حذف کر دیا جائے اور عل باقی رکھا جائے۔

(۲) عن پڑھا جائے جسمیں لام اول کو حذف کر دیا گیا ہو اور لام ثانی کو نون سے بدل دیا۔

(۳) أن یعنی جسمیں لام اول کو حذف کر دیا گیا ہے اور عین کلمہ کو ہمزہ سے تبدیل کر دیا گیا ہے

اورلام ثانی کونون سے تبدیل کردیا گیا۔

(۴) لَانَ عین کوہمزہ سے تبدیل کیااورلام ثانی کونون سے تبدیل کیا۔

(۵)لعن دوسرے لام کونون مشدد سے تبدیل کیا۔

(۶)لعلّ یہ اپنی اصل پر باقی ہے

قوله عند المبرد اصله عل ۔

مبرد کے نزدیک لَعَلّ کی اصل عَلّ ہے پھرعل کے شروع میں لام زائدہ لایا گیا تولعل ہوگیااور باقی لغتیں اسکی طرح ہیں لیکن یادرکھیں جمہورنحویوں کے نزدیک لعلّ افصح ہےاورمشہور ہے۔

﴿بحث حروف عطف﴾

فصل : حروف العطف عشرة .... بل و لكن ۔

مصنفؒ اس فصل میں حروف عاطفہ کی بحث ذکر کررہے ہیں حروف عطف دس ہیں۔ (۱) واو (۲) فاء (۳) ثم (٤) حتى (٥) او (٦) اما (٧) ام (٨) لا (٩) بل (١٠) لكن

سوال : ان حروف کوحروف عطف کیوں کہتے ہیں؟ان کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟

جواب : عطف کا لغوی معنی ہے مائل کرنا اور یہ حروف بھی چونکہ معطوف کوحرکات اوراعراب کے اندر معطوف علیہ کیطرف مائل کرتے ہیں اس لئے انکوحروف عاطفہ کہا جاتا ہے۔

قوله فا لا ربعه الا ول للجمع ۔

مصنفؒ حروف عاطفہ کی تفصیل بیان کررہے ہیں کہ پہلے چارحروف عاطفہ یعنی واو، فاء، ثم، حتی، یہ جمع کیلئے آتے ہیں یعنی معطوف اور معطوف علیہ کوایک حکم میں جمع کرنے کیلئے آتے ہیں یہ انکے لئے ما به ا لا شتراك ہے

قوله فالواو للجمع مطلقاً ۔

مصنفؒ یہاں پر چارحروف عاطفہ کے درمیان فرق بتارہے ہیں۔ کہ واؤ مطلق جمع کے لئے آتی ہے جس میں معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان کسی قسم کی تفریق اسی طرح معیت کا تقدیم و

تاخیر کا کوئی اعتبار ولحاظ نہیں ہوتا۔ جیسے جائنی زید و عمرو، واؤ نے صرف اتنا فائدہ دیا کہ زید اور عمرو دونوں آئے ہیں لیکن اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ زید پہلے آیا ہو اور عمرو کچھ دیر بعد آیا ہو اور اسمیں یہ بھی احتمال ہے کہ دونوں اکٹھے آئے ہوں لیکن مہلت ہو اسمیں یہ بھی احتمال ہے کہ زید اور عمرو دونوں ایک ہی وقت میں آئے ہوں۔

سوال: حروف عطف میں سے واؤ کو کیوں مقدم کیا گیا؟

جواب: باب عطف میں اصل یہی واؤ ہے اس لئے اسکو مقدم کیا گیا۔

قولہ و الفاء للترتیب بلا مهلةٍ ۔

حروف عطف میں سے فاء یہ ترتیب کیلئے آتی ہے بغیر مہلت کے یعنی یہ معطوف علیہ اور معطوف کے درمیان ترتیب بتاتی ہے لیکن دونوں میں مہلت نہیں ہوتی جیسے قام زید فعمرو فاء نے بتایا کہ زید معطوف علیہ پہلے کھڑا ہوا اور عمرو بعد میں کھڑا ہوا جن میں مہلت نہیں تھی جونہی زید کھڑا ہوا فوری طور پر عمرو بھی کھڑا ہو گیا۔

قولہ و ثم للترتیب بمهلةٍ ۔

ثُمَّ یہ ترتیب مع مہلت کیلئے آتا ہے یعنی یہ معطوف علیہ اور معطوف کے درمیان تاخیر اور مہلت بتاتا ہے جیسے دخل زید ثم عمرو، ثم نے بتایا کہ زید پہلے داخل ہوا اور کچھ دیر بعد عمرو داخل ہوا۔

قولہ و حتی کثم ۔۔۔۔۔۔ ان مهلتها اقل من مهلةٍ ثم ۔

اور حتّٰی ترتیب کیلئے اور مہلت کیلئے آتا ہے جس طرح کہ ثُمَّ آتا ہے البتہ تھوڑا سا ان میں فرق ہے حتّٰی میں مہلت کم ہوتی ہے اور ثُمَّ میں کچھ زیادہ ہوتی ہے۔

قولہ و یشترط ان یکون معطوفها۔۔۔۔۔۔۔ الانبیاء او ضعفا ۔

مصنفؒ حتّٰی کے عطف کیلئے شرط بیان کر رہے ہیں اصل یہ ہے کہ حتّٰی کا معطوف معطوف علیہ میں داخل ہو یعنی معطوف اپنے متبوع کا جزء ہو۔ اور اسی طرح کہ حتّٰی معطوف میں یا تو

قوت کا فائدہ دیتا ہے یا ضعف کا فائدہ ۔ یعنی اگر جزء قوی ہے تو قوت کا فائدہ دے گا جیسے مات الناس حتی الانبیاء کہ لوگ مر گئے یہانتک کہ انبیاء علیہ السلام بھی وفات پا گئے اور اگر معطوف معطوف علیہ کا جزء ضعیف ہو تو ضعف کا فائدہ دے گا جیسے قدم الحاج حتی المشاۃ کہ سوار حاجی بھی آ گئے یہاں تک کہ پیادہ حاجی بھی حتی کیلئے کل چار شرطیں ہیں۔ (۱) اسم ہو (۲) اسم ظاہر ہو (۳) معطوف معطوف علیہ کا بعض ہو (۴) ماقبل سے زیادتی ہو جیسے مات الناس حتی الانبیاء یا ماقبل سے نقص ہو جیسے المؤمن یجزی با الحسنات حتی مثقال ذرۃ۔

فائدہ: ثم اور حتی میں تین فرق ہو گئے۔

پہلا فرق حتی میں مہلت کم ہوتی ہے اور ثم میں زیادہ۔

دوسرا فرق حتی کا معطوف معطوف علیہ میں داخل ہوتا ہے۔

تیسرا فرق حتی میں مہلت ذہنی ہوتی ہے اور ثم میں مہلت خارجی ہوا کرتی ہے جیسا کہ گذشتہ مثال سے واضح ہے مات الناس حتی الانبیاء میں یہ تمام آدمیوں کی وفات کے بعد انبیاء کی وفات ایک ذہنی چیز ہے خارج میں یہ ترتیب نہیں بلکہ انبیاء کرام علیہم السلام کی وفات انسانوں کی موت کے درمیان میں ہے۔

قولہ واو و اما و ام ثلثتها .... مبهماً لا بعینه ۔

حروف عاطفہ میں سے اَوْ اور اِمَّا اور اَمْ یہ تینوں حروف دو امر میں سے کسی ایک امر مبہم کیلئے حکم ثابت کرنے کیلئے آتے ہیں جو امر متکلم کے ہاں معین نہیں ہے یاد رکھیں اس وقت دونوں امروں کو مراد بھی نہیں لیا جا سکتا اور نہ ہی یہ ہو سکتا ہے کہ دونوں امر میں سے کوئی ایک بھی مراد نہ ہو کسی ایک کیلئے بھی حکم ثابت نہ ہو۔

قولہ و اِمَّا انما تکون .... اما کاتب او امی ۔

اما کے عاطفہ ہونے کیلئے شرط یہ ہے کہ اس سے پہلے دوسرا اِمَّا ہوتا کہ ابتداء ہی سے مخاطب کو یہ

معلوم ہو جائے کہ حکم دو امروں میں سے کسی ایک کیلئے ہے نہ کہ دونوں کیلئے لیکن یاد رکھیں اَوْ حرف عاطفہ سے پہلے اِمّا کالانا واجب نہیں جائز ہے جیسے زید اما کاتب او امی یا زید کاتب او امی دونوں طرح جائز ہے۔

فائدہ: اِمّا کے بارے میں نحویوں کا اختلاف ہے۔

پہلا اختلاف: یہ ہے کہ کتب کے نزدیک اِمّا کو بفتح ہمزہ اَمّا پڑھنا بھی جائز ہے جبکہ باقی اور نحاۃ کے نزدیک اما بکسر ہمزہ ہی پڑھا جائیگا۔ بفتح ہمزہ پڑھنا جائز نہیں۔

دوسرا اختلاف: یہ کلمہ مفرد مستقل ہے یا مرکب ہے۔ امام سیبویہ کے نزدیک یہ مرکب ہے ان اور ما سے اور جمہور کے نزدیک یہ مفرد مستقل کلمہ ہے جس طرح کہ حروف میں اصل مفرد ہونا ہے مرکب ہونا نہیں۔

تیسرا اختلاف: عبدالقاہر اور ابوعلی کے نزدیک یہ حرف عاطفہ نہیں اس پر وہ دو دلیلیں پیش کرتے ہیں۔

پہلی دلیل = یہ معطوف علیہ کے اول میں آتا ہے حالانکہ حرف عطف معطوف سے پہلے نہیں آیا کرتے، درمیان میں آیا کرتے ہیں۔

دوسری دلیل = کہ دوسرے اِمّا سے پہلے واو عاطفہ موجود ہوتی ہے جو کہ حروف عاطفہ میں سے اصل ہے لہذا وہی واو عاطفہ ہوگی اما نہیں ہوگا تو یہ دونوں اما عطف کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

قولہ وأمْ علی قسمین متصلۃ۔

مصنفؒ حروف عطف میں سے اَمْ کی تحقیق بیان فرمارہے ہیں اور ساتھ ہی ان تینوں حروف عاطفہ اَمْ اور اِمّا اور اَوْ کے درمیان فرق بھی بتارہے ہیں اسی لئے کہ ام کی دو قسمیں ہیں

(۱) متصلہ (۲) منقطعہ

ام متصلہ کی تعریف = ام متصلہ وہ ہے جس کے ذریعے دو امروں میں سے کسی ایک کی تعیین

کے بارے سوال کیا جاتا ہے اور متکلم اور سائل اس بات کو جانتا ہے کہ ان دونوں امروں میں سے کوئی ایک لاعلی التعیین ضرور ثابت ہے لیکن یاد رکھیں اَوْ اور اِمَّا کے ذریعے سوال کرنیوالا قطعاً نہیں جانتا کہ ان امروں میں سے کوئی ایک ثابت ہے نہ تو علی التعیین جانتا ہے اور نہ بطریق ابہام جانتا ہے ام اور اما اور او کے درمیان فرق کا خلاصہ یہ ہوا کہ ام کے ذریعے تعیین کا سوال ہوتا ہے ثبوت کا علم پہلے ہے ہوتا ہے جبکہ او اور اما کے ذریعے ثبوت کا سوال ہوا کرتا ہے جیسے ازید عندك ام عمرو متکلم کا مقصود یہ ہے کہ زید اور عمرو میں سے کوئی ایک مخاطب کے پاس موجود ہے تعیین کا علم نہیں مخاطب سے تعیین کرانا چاہتا ہے لیکن جب یہ کہا جائے گا کہ ازید عندك او عمرو یا اِمَّا لایا جائے اما زید عندك و اما عمرو اس میں متکلم یہ نہیں جانتا کہ زید اور عمرو میں سے کوئی ایک موجود ہے یا نہیں، بلکہ اسی کے بارے میں سوال کر رہا ہے مخاطب سے کہ آپ بتایئے ان میں سے کوئی ایک موجود ہے یا نہیں تو ان کے ذریعے ثبوت اور وجود کا سوال کیا جاتا ہے نہ کہ تعیین کا۔

قولہ **و تستعمل بثلثة شرائط الاول ان یقع قبلها همزة** -

مصنفؒ ام متصلہ کے استعمال کیلئے تین شرطیں ذکر کر رہے ہیں۔

پہلی شرط یہ ہے کہ ام متصلہ سے پہلے ہمزہ استفہام ہو اور ہمزہ استفہام میں تعمیم ہے خواہ وہ لفظوں میں ہو یا مقدر ہو۔

دوسری شرط ام متصلہ کے بعد اسطرح کا لفظ ہمزہ استفہام کے بعد ہو یعنی اگر ہمزہ کے بعد اسم ہو تو ام کے بعد بھی اسم ہو جیسا کہ گذشتہ مثال میں اور اگر ہمزہ کے بعد فعل ہے تو ام کے بعد بھی فعل ہو جیسے قامَ زید ام قعد لہذ لایقال اریت زیداً ام عمرو یہ کہنا غلط ہوگا کیونکہ ہمزہ استفہام کے بعد فعل ہے اور ام کے بعد اسم۔

تیسری شرط یہ ہے کہ متکلم کے نزدیک دونوں امروں میں سے کوئی ایک یقینی طور پر ثابت ہو اور سوال فقط تعیین کا ہو نہ کہ ثبوت کا جیسا کہ گذشتہ مثال میں۔

فائدہ: چونکہ ام کے ذریعے تعیین کا سوال ہوتا ہے ثبوت کا سوال نہیں ہوتا اسکا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ام کا جواب نعم کے ساتھ دینا غلط ہوگا لہذا ازید ام عندك عمرو کا جواب زید عندنا یا عمرو عندنا ہوگا لیکن او اور اما کے ذریعے چونکہ سوال کا ثبوت ہوتا ہے اس لئے ان کے جواب میں ام اور لا کہا جاسکتا ہے جیسے کوئی کہے اجاء زید او عمرو یا اجاء زید اما عمرو جواب میں کہا جائے لا یا کہا جائے گا نعم تو درست ہوگا۔

قولہ و منقطعه و هی ما تکون .... کما اذا رایت -

ام کا دوسرا قسم ام منقطعہ ہے۔

منقطعہ کی تعریف ام منقطعه وہ ہے جو بمعنی بل اور ہمزہ کے ہو اور یہ ام منقطعه جہاں ہوگا وہاں پر پہلی کلام سے اعراض ہوگا اور دوسری کلام میں ام کے بعد ہوگا جیسے انها لا بل ام هی شاة جب دور سے کوئی صورت دیکھی تو یقین کرلیا کہ متکلم نے کہا انها لا بل تحقیق پکی بات ہے کہ وہ اونٹ ہے۔

پھر جس وقت وہ صورت قریب ہوئی تم نے پھر دیکھا تو کہا ام هی شاة کہ شک ہوا وہ اونٹ نہیں ہے بلکہ وہ بکری ہے تو پہلی کلام سے اعراض اور دوسری کلام میں سوال اور شرط ہے تو ام ہی شاة کا معنی ہوگا بل هی شاة بلکہ وہ بکری ہے۔

سوال: اس کلام میں عطف اور انشاء کا اخبار پر لازم آتا ہے جو بالاتفاق ناجائز ہے؟

جواب: انشاء کا اخبار پر عطف کا ناجائز ہونا مطلقاً نہیں بلکہ اگر دونوں قصہ کی تاویل میں ہوں تو عطف جائز ہوا کرتا ہے اور یاد رکھیں مقام اضراب میں اکثر ایسے ہی ہوا کرتا ہے۔

فائدہ: ام منقطعه اکثر اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے کہ پہلی کلام سے اعراض ہوتا ہے اور دوسری کلام میں شک ہوتا ہے اور سوال ہوتا ہے لیکن کبھی ام صرف اضراب کیلئے آتا ہے جس وقت ام کا مابعد امر یقینی ہو جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے ام انا خیر من هذا لذی هو مهین - اور اسی طرح جب ام کا مابعد استفہام پر مشتمل ہو جیسے ام هل تستوی الظلمت و النور

یہاں دونوں مقام پر ام اضراب کیلئے ہے استفہام کا کچھ معنی نہیں۔

قولہ و اعلم ان ام المنقطعة .... فی الاستفهام ۔

مصنفؒ فائدہ بیان کررہے ہیں کہ ام منقطعہ کے استعمال کی صرف دوصورتیں ہیں (۱) یہ خبر کے بعد واقع ہوتا ہے جیسے گذشتہ مثال میں (۲) یہ استفہام کے بعد واقع ہوتا ہے جیسے ازید عندك ام عمرو۔اس میں اولاً ذات زید کے بارے میں سوال کیا گیا ہے پھر پہلے سوال سے اعراض کرکے عمرو کے موجود ہونے کے بارے میں سوال شروع کردیا گیا ہے۔

قولہ ولا و بل و لکن و جمیعها .... الا مرین معیناً ۔

حروف عطف میں سے لا اور بل اور لکن یہ تینوں حروف۔

قولہ اما لا فلنفی ما وجب للاول عن الثانی ۔

ان تینوں حروف کی تفصیل بتائی جارہی ہے جس کے ذریعے فرق بھی ہوجائے گا ان تینوں میں سے ایک حرف عطف لا ہے اور یہ لا عاطفہ ثانی سے نفی کیلئے آتا ہے جو اول کیلئے ثابت ہے یعنی معطوف سے اس حکم کی نفی کرتا ہے جو معطوف علیہ کیلئے جاری کرچکا ہے یعنی میرے پاس زید آیا نہ عمرو اس میں مجیت والا حکم معین طور پر صرف معطوف کیلئے ثابت ہے نہ کہ عمرو کیلئے۔

فائدہ: لا حرف عطف صرف کلام موجب میں آتا ہے لہذا اما جاء نی زید ولا عمرو کہنا ناجائز ہے۔

فائدہ: حرف لا کے ساتھ عامل کا ظاہر کرنا بہتر اور مستحسن نہیں ہے لہذا جاء زید ولا جاء عمرو کہنا درست نہ ہوگا۔

فائدہ: لا کے ذریعے اسم پر تو عطف ہوسکتا ہے لیکن فعل مضارع پر عطف ہونا نادر ہے۔

فائدہ: اگر لا کلمہ غیر کے بعد آجائے تو تاکید نفی کیلئے ہوا کرتا ہے نہ کہ عطف کیلئے جیسے کہ باری تعالیٰ کا فرمان ہے غیر المغضوب علیهم ولا الضالین۔

قوله و بل للاضراب عن الاول والاثبات للثانی ۔

ان حروف عاطفہ میں سے بل پہلے سے اعراض کر کے دوسرے کیلئے حکم ثابت کرنے کیلئے آتا ہے یعنی معطوف علیہ سے حکم کو پھیر کر معطوف کیلئے حکم کو ثابت کرنے کیلئے آتا ہے خواہ کلام مثبت ہو یا کلام منفی ہو اور معطوف علیہ مسکوت عنہ کے حکم میں ہے یعنی اسکیلئے نہ تو حکم کا ثبوت ہوتا ہے نہ حکم کی نفی جیسے جاء نی زید بل عمرو میرے پاس زید آیا اس سے اعراض کر کے کہا نہیں بلکہ عمرو آیا ہے اور کلام منفی کی مثال ما جاء بکر بل خالد بکر نہیں آیا بلکہ خالد نہیں آیا۔

قوله و لکن للاستدراک ویلزمها النفی قبلها ۔

ان تین حروف عاطفہ میں سے ایک حرف عاطفہ لکن ہے یہ استدراک کیلئے آتا ہے استدراک کا معنی کہ وہم سابق کو دفع کرنا جیسے ما قام زید لکن عمرو جاء اور لکن کو نفی لازم ہے اور یہ لکن بغیر نفی کے مستعمل نہیں ہوتا کیونکہ یہ لکن معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان معنا مغایرت کے لئے آتا ہے لہذا اگر لکن کے ذریعے مفرد پر عطف کرنا ہو تو نفی کو پہلے لانا ضروری ہے اور معطوف کیلئے اس حکم کو ثابت کرنے کیلئے لکن لایا جاتا ہے اور وہ حکم معطوف سے ہوگا جیسے ما قام زید لکن عمرو یعنی لکن عمرو قام زید نہیں کھڑا ہوا لیکن زید کھڑا ہوا ہے اور اگر جملے کا جملے پر عطف کرنا ہے تو اسوقت اس سے قبل یا اسکے بعد نفی کا ہونا ضروری ہے اور یہ نفی کے بعد اپنے مابعد کے اثبات کیلئے آتا ہے۔ جیسے ما جاء نی زید لکن عمرو جاء زید میرے پاس نہیں آیا لیکن عمرو میرے پاس آیا ہے اور اثبات کے بعد اپنے مابعد کی نفی کیلئے آتا ہے جیسے قام بکر لکن حائضا لکم۔

﴿بحث حروف تنبیہ﴾

قوله حروف التنبیه ثلثة الا واما وها ۔

حروف تنبیہ تین ہیں تنبیہ کا معنی ہوتا ہے آگاہ کرنا اور خبردار کرنا تا کہ کلام کا کچھ حصہ بھی اس مخاطب سے فوت نہ ہو جائے۔

قوله فالا و اما لا يدخلان .... هم المفسدون -

ان حروف تنبیہ میں سے اَلَا اور اَمَا یہ دونوں فقط جملہ پر داخل ہوتے ہیں خواہ جملہ اسمیہ ہو یا جملہ فعلیہ، جملہ اسمیہ جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے الا انهم هم المفسدون اور جملہ فعلیہ جیسے اما لا تفعل الا ترجعون۔

سوال: یہ دو حرف تنبیہ الا اور اما جملے پر داخل ہوتے ہیں مفرد پر کیوں نہیں داخل ہوتے؟

جواب: یہ دو حروف وضع کئے گئے ہیں مضمون جملہ کی تاکید کیلئے اسی لئے یہ جملہ پر داخل ہوتے ہیں مفرد پر داخل نہیں ہوتے۔

فائدہ: اَمَا میں چند لغتیں ہیں (۱) ہمزہ کو ہا سے بدل کر هما پڑھنا (۲) ہمزہ کو عین سے بدل کو عما پڑھنا (۳) هما کے الف کو گرا کر هَمْ پڑھنا (۴) عما کے الف کو گرا کر عَمْ پڑھنا (۵) اما کے الف کو گرا کر اَمْ پڑھنا۔

درجه اولی ترجمه: قسم ہے اس ذات کی جو رلاتا ہے اور ہنساتا ہے اور قسم ہے اس ذات کی جو مارتا ہے اور زندہ کرتا ہے ار قسم ہے اس ذات کی کہ اسی کے لیے ہے امر۔

درجه ثانیه محل استشهاد: یہ شعر ابوالفتح ہذلی کا ہے۔اس شعر میں اما حرف تنبیہ ہے جو کہ جملہ اسمیہ پر داخل ہے اور صدر کلام میں واقع ہے۔

درجه ثالثه ترکیب: اما حرف تنبیہ، واؤ قسمیہ جارہ، الذی اسم موصول، ابکی واضحک ایک دوسرے پر عطف ہو کر صلہ، موصول صلہ سے مل کر مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق اقسم کے ہو کر قسم معطوف، والذی امات واحیا قسم نمبر۲، والذی امرہ مبتدا، الامر خبر، خبر مبتدا مل کر صلہ، موصول باصلہ مجرور، جار با مجرور متعلق اقسم کے ہو کر قسم، جواب قسم اگلے شعر میں ہے۔

قوله و الثالث ها تدخل على .... هذا و هئولاء -

تیسرا حرف حروف عطف تنبیہ میں سے ها ہے یہ جملے پر داخل ہوتا ہے اسمیہ پر جیسے ها زيد قائم اور جملہ فعلیہ پر جیسے ها افعل اور مفرد پر داخل ہوتا ہے جیسے هذا، هولاء

فائدہ: مصنفؒ کی عبارت یہ بتاتی ہے کہ یہ ھا مفردات پر داخل ہوتی ہے حالانکہ یہ ھا تمام مفردات میں سے صرف اسم اشارہ پر ہی داخل ہوتی ہے۔

سوال: ھا تنبیہ اسم اشارہ داخل کیوں ہو جاتی ہے؟

جواب: تاکہ مخاطب اشارہ سے غافل نہ ہو جائے کیونکہ اسم اشارہ کے معانی یہ اشارہ ہی کے ساتھ متعین ہوا کرتے ہیں اسی وجہ سے اسم اشارہ پر بھی تنبیہ کی ضرورت تھی تو ھا تنبیہ کو داخل کیا گیا ہے۔

فائدہ کبھی ھا تنبیہ اور اسم اشارہ کے درمیان فاصلہ لایا جاتا ہے یہ فاصلہ قسم کا ہوتا ہے جیسے ھا اللہ اور حرف قسم محذوف ہوتا ہے یا ضمیر مرفوع متصل کا فاصلہ ہوتا ہے جیسے ھا انتم اولاء۔

﴿بحث حروف نداء﴾

فصل حروف النداء خمسة ------ والهمزة المفتوحة ۔

اس فصل میں مصنفؒ حروف نداء کی بحث ذکر کر رہے ہیں نداء کا معنی ہوتا ہے آواز دینا یہ مصدر ہے باب مفاعلہ کا اور اسکی تعریف ماقبل مفعول بہ کی بحث میں گذر چکی ہے، حروف نداء پانچ ہیں (۱) یا (۲) أیا (۳) هیا (٤) أیْ (٥) همزه مفتوحه =ان پانچ میں سے ایا اور ھیا ندائے بعید کیلئے اور ای اور همزه مفتوحه ندائے قریب کیلئے ہیں اور یا عام ہے ندائے قریب ندائے بعید اور ندائے متوسط سب کیلئے۔

سوال: اسکی علت اور وجہ کیا ہے؟

جواب: بعید کو آواز دینے کیلئے آواز کو لمبا کرنے کی ضرورت تھی اور ان حروف نداء میں سے ایا اور ھیا کے اندر حروف کی زیادتی موجود تھی اور مد بھی تھی اس لئے ایا اور ھیا کو ندائے بعید کے ساتھ خاص کر دیا اور ای اور همزه مفتوحه میں حروف کی زیادتی نہیں تھی اور مد بھی نہیں تھی اسی وجہ سے ان دونوں کو ندائے قریب کیلئے خاص کر دیا البتہ ہمزہ اقرب کیلئے اور ای

قریب کیلئے ہے اور باقی رہ گیا یا اسمیں اگر چہ حرف زیادتی نہیں ہے لیکن مد ہے اسی وجہ سے یہ عام ہے نداء قریب، بعید، متوسط سب کیلئے۔

فائدہ : جس طرح یا حرف نداء معنی کے اعتبار سے عام ہے اسی طرح استعمال کے اعتبار سے بھی عام ہے۔یعنی حروف نداء میں سے یا کیلئے چند خصوصیات ہیں۔

پہلی خصوصیت کہ حروف نداء میں سے فقط یا ہی حذف ہوسکتی ہے اور کوئی حرف نداء محذوف نہیں ہوسکتا۔

دوسری خصوصیت: کہ یا نداء میں بھی آتی ہے اور مندوب میں بھی آتی ہے اور اسطرح استغاثہ میں بھی آتی ہے جب کہ باقی حرف نداء کا استعمال نہیں ہوسکتا۔

تیسری خصوصیت: کہ لفظ اللہ پر حروف نداء میں سے یا ہی داخل ہوسکتی ہے اسطرح ای، ایۃ اس پر صرف یا ہی داخل ہوسکتی ہے اور حرف حروف نداء میں سے داخل نہیں ہوسکتا۔

فصل: حروف الایجاب ستة ---------- وان وای ۔

اس فصل میں مصنف "حروف ایجاب کی بحث ذکر رہے ہیں ایجاب کا معنی ہے جواب دینا اور ثابت کرنا۔

وجہ تسمیہ : یہ حروف چونکہ جواب دینے کیلئے اور تصدیق کیلئے اور اسی طرح اثبات اور تحقیق کی لئے وضع کئے گئے ہیں اسی وجہ سے انکو حروف ایجاب کہتے ہیں اور حروف تصدیق بھی کہا جاتا ہے۔

یاد رکھیں یہاں پر ایجاب نفی کے مقابلے میں نہیں بلکہ یہاں پر ایجاب سے مراد ہے جواب دینا خواہ نفی کے ساتھ ہو یا اثبات کے ساتھ۔

قولہ اما نَعَمْ فلتقریر کلام سابق مثبتا کان او منفیا ۔

حروف ایجاب میں سے پہلا حرف نَعَمْ ہے یہ کلام سابق کی تثبیت اور تقریر کیلئے آتا ہے اگر

کلام سابق مثبت ہے تو مثبت کی تقریر اور اثبات کیلئے آتا ہے جیسے کوئی شخص کہے اقام زید اسکے جواب میں کہا جائے نعم تو مطلب یہ ہوگا نعم قام زید اور اگر پہلی کلام منفی ہے تو یہ منفی کو ثابت کرے گا جیسا کہ کسی نے کہا ما جاء زید تو اسکے جواب میں کہا جائے نَعَمْ تو مطلب یہی ہوگا کہ زید کیلئے آنا ثابت نہیں۔

قوله و بَلٰی تختص با یجاب ------ زید قلت بلی ۔

حروف ایجاب میں سے دوسرا بلٰی ہے یہ اس کام کے اثبات کیلئے آتا ہے جس کی پہلے نفی ہو چکی ہے یعنی یہ کلام منفی کے بعد آتا ہے اور اسکی نفی کو توڑ کر مثبت بنا دیتا ہے خواہ وہ نفی استفہام سے ہو جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے ہے الست بربکم قالو بلٰی کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں انہوں نے جواب دیا ہاں آپ ہمارے رب ہیں خواہ خبر سے ہو جیسے لم یقم زید کے جواب میں کہا جائے بلٰی تو معنی یہ ہوگا بلٰی قام زید۔

قوله و اِیْ للاثبات بعد الاستفهام ویلزمها القسم ۔

حروف ایجاب میں سے تیسرا حرف اِیْ ہے یہ حرف ایجاب استفہام کے بعد اثبات کیلئے آتا ہے جسکے بعد قسم کا ہونا لازمی ہے البتہ فعل قسم مذکور نہیں ہوگا جیسے کہا جائے هل کان کذا یہ ایسا تھا اسکے جواب میں کہا جائے ای واللہ ہاں اللہ کی قسم یہ ایسا تھا۔

ضابطہ: اس کا مقسم صرف تین چیزیں ہیں۔ لفظ رب اور لفظ اللہ اور لفظ عمرو جیسے ای واللہ اس طرح ای و ربی اور اسی طرح ای و لعمری۔

قوله و اجل و جیر و ان لتصدیق الخبر ۔

حروف ایجاب میں سے اَجَلْ اور جَیْرَ اور اِنَّ یہ تینوں کلمے خبر کی تصدیق کیلئے آتے ہیں عام ازیں خبر مثبت ہو یا منفی ہو جیسے جاء زید کے جواب میں اجل اور جیر اور ان کہا جائے معنی یہ ہوگا اصدقك فی هذا الخبر = میں تیری اس خبر کی تصدیق کرتا ہوں البتہ یاد رکھیں ان کا اس باب میں استعمال ہونا قلیل ہے۔

فائدہ : کبھی اِنَّ تصدیق دعا کیلئے بھی آتا ہے جیسے عبداللہ ابن زبیرؓ کے پاس ایک اعرابی آیا اور اس نے ایک چیز کا سوال کیا عبداللہ بن زبیرؓ نے اسکو وہ چیز نہ دی تو اعرابی نے کہا لعن اللہ ناقة حملتنی الیك اس کے جواب میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے فرمایا ان وراکبھا یعنی اللہ اونٹنی پر بھی لعنت کرے اور اسکے راکب پر بھی۔

﴿بحث حروف زیادۃ﴾

فصل حروف الزیادہ سبعة = مصنفؒ اس فصل میں حروف زیادۃ بیان کررہے ہیں کہ حروف زیادۃ سات ہیں (۱) اِن (۲) اَن (۳) ما (٤) لا (۵) مِن (٦) باء (۷) لام

حروف زیادۃ کا مطلب یہ ہے کہ اگر انکو کلام سے حذف کردیا جائے تو اصل معنی میں کوئی خلل اور خرابی لازم نہ آئے۔

فائدہ : ان حروف کے زائدہ ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ یہ ہمیشہ زائدہ ہوتے ہیں بلکہ جب متکلم انکو کلام میں زائد لانا چاہے تو یہ زائدہ ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

فائدہ : زائدہ ہونے کا مطلب یہ قطعاً نہیں کہ یہ بے فائدہ ہوتے ہیں کیونکہ یہ جہاں پر بھی آئیں کوئی نہ کوئی فائدہ لفظی یا معنوی ضرور ہوتا ہے۔ فائدہ معنوی مثلاً تاکید ہے فائدہ لفظی مثلاً لفظ کی فصاحت ہے اس طرح تزئین کلام کیلئے اور وزن شعر کی استقامت میں اسی طرح سجع بندی میں یہ فوائد ان حروف میں ہوا کرتے ہیں۔

قولہ **فانْ تزاد مع ما النافیه نحوا ان زید قائم** ۔

حروف زیادۃ میں سے ان چند مقام پر زائدہ ہوا کرتا ہے۔

پہلا مقام: ما نافیہ کے بعد جیسے ما ان زید قائم اور حضرت حسانؓ کا شعر ہے رسول اللہ ﷺ کی مدح میں

ما ان مدحت محمداً بمقالتی = ولکن مدحت مقالتی بمحمّد

فائدہ : بعض نحاۃ کہتے کہ ان ما نافیہ پر اس لئے داخل کیا جاتا ہے تاکہ تاکید نفی کا فائدہ

حاصل ہو جائے لیکن یہ بات درست نہیں اس لئے کہ نحاۃ کے نزدیک دو حرف اصلی کا انتخاب ایک معنی کیلئے مکروہ ہوتا ہے اسی وجہ سے تو ان لـزیـد قـائـم کہنا غلط ہے اس طرح الرجل وغیرہ کہنا جائز نہیں۔

قولہ **ومع ما المصدریہ نحو انتظر ما ان یجلس الامیر** ۔

دوسرا مقام: ان کے زائدہ ہونے کا کہ مـا مـصـدریـہ کے ساتھ بھی زائدہ ہوتا ہے جیسے انـتـظـر مـا ان یـجـلـس الامیر بمعنی انـتـظـر مـدۃ جلوس الامیر تو امیر کے بیٹھنے تک انتظار کر۔

فائدہ: ان ما اسمیہ کے ساتھ بھی زائدہ آتا ہے جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے ولـقـد مکنهم فیما ان مکناکم فیہ اور الا تنبیہ کے ساتھ بھی۔ زائدہ جیسے الا ان قام زید۔

قولہ **ومع لما** ۔

تیسرا مقام: جہاں پر ان زائدہ ہوتا ہے کہ لـمـا کے بعد ان زائدہ ہوتا ہے جیسے لـمـا ان جلست جلست کہ جس وقت تک تو بیٹھا ہے میں بیٹھا ہوں یاد رکھیں اس لما کو لـمـا حینیہ کہا جاتا ہے۔

قولہ **وان تزاد مع لما** ۔

حروف زائدہ میں سے دوسرا حرف اَن ہے = یہ چند مقام پر زائدہ ہوتا ہے۔

پہلا مقام = لمّا حینیہ کے ساتھ زائدہ آتا ہے جیسے فلما ان جاء البشیر۔

فائدہ: لمّا حینیہ کے بعد ان مفتوحہ کا زائدہ ہونا کثیر ہے اور ان مکسورہ کا زائدہ ہونا قلیل ہے۔

قولہ **وبین لو والقسم المتقدم علیها** ۔

اَن کے زائدہ ہونے کا دوسرا مقام کہ قسم اور لــو کے درمیان بھی اَن زائدہ آتا ہے جبکہ قسم مقدم ہو جیسے واللہ ان لو قمت قمت۔

قوله وما مع اذا ---------------- وان شرطیات ۔

حروف زائدہ میں سے تیسرا حرف ما زائدہ کا بیان ہے کہ ما زائدہ چند کلمات کے بعد آتی ہے (۱) اذا کے بعد (۲) متیٰ کے بعد (۳) اَیّ کے بعد (۴) اَنّٰی کے بعد (۵) این کے بعد (٦) اِنْ شرطیہ کے بعد بشرطیکہ یہ اسمائے جازمہ ہوں، کلمات شرطیہ ہوں ورنہ مـــا زائدہ نہیں ہوگا جیسے اذا ما صمت صمت بمعنی اذا صمت صمت اسی طرح باقی کی امثلہ قرآن مجید میں ہیں۔ ایا ما تدعو فله الاسماء الحسنیٰ اور باری تعالیٰ کا فرمان ہے اما تزھبن، اما ترین۔

فائدہ: اِمّـــا کے فعل میں نون تاکید کالانا ضروری ہوتا ہے کیونکہ جب حرف سے تاکید مقصود ہے تو فعل اور تاکید لانا بالکل نہیں لہذا بغیر نون تاکید کے فعل کا اما کے ساتھ آنا قلیل ہے۔

قوله و بعد بعض حروف الجر ۔

یہ ما چند حروف جارہ کے بعد بھی زائدہ ہوتی ہے جیسا کہ باری تعالیٰ کا فرمان ہے فبما رحمة من الله اور عما قلیل اور مما خطیئتھم اغرقوا فادخلو ناراً۔

فائدہ: جیسے بعض حروف جارہ کے بعد مـــا زائدہ آتی ہے اسی طرح کبھی کبھی مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان بھی ما زائدہ آتی ہے جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے مثل ما انکم تنطقون اسمیں لفظ مثل کے بعد ما زائدہ ہے۔

قوله ولا تزاد مع الواو بعد النفی ۔

مصنف حروف زائدہ میں سے لا کو بیان کر رہے ہیں کہ کلمہ لا اس واو عاطفہ کے بعد زائدہ ہوتا ہے۔ جو واو عاطفہ نفی کے بعد ہو عام ازیں لفظاً ہو جیسے لا تدخل الملائکة بیتاً فیه کلب ولا تصاویر یا معناً جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے غیر المغضوب علیھم ولا الضالین اسمیں لا زائدہ ہے اور نفی لفظوں میں اگرچہ نہیں لیکن معنیٰ نفی لفظ غیر سے حاصل ہوتا ہے۔

قوله و بعد ان المصدریه ۔

دوسرا مقام: لا زائدہ کا ان مصدریہ کے بعد لا زائدہ ہوتا ہے جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے ما منعك ان لا تسجد اسمیں لا زائدہ ہے۔

قولہ و قبل القسم ۔

تیسرا مقام: لا زائدہ کا کہ لا زائدہ لفظ اُقسم سے پہلے زائدہ ہوتا ہے جیسے لا اقسم بهذا البلد اسمیں لا زائدہ ہے۔

قولہ و اما من والباء واللام فقد مر ذکرھا ۔

حروف زائدہ میں سے مِنْ اور باء اور لام ہیں ان کا ذکر حروف جارہ کی بحث میں گذر چکا ہے۔

﴿بحث حروف تفسیر﴾

فصل حرف التفسیر ای وان ۔

اس فصل میں مصنفؒ حروف تفسیر کو بیان کر رہے ہیں کہ حروف تفسیر دو ہیں (۱) أیْ (۲) أنْ۔

قولہ فای کقوله تعالیٰ واسئل القریه ای اهل القریه ۔

حروف تفسیر میں سے پہلا حرف ای ہے کلمہ أیْ ہر مبہم شئ کی تفصیل کیلئے آتا ہے خواہ وہ مبہم مفرد ہو یا جملہ ہو، مفرد کی مثال جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے واسئل القرية ای اهل القرية آپ بستی والوں سے سوال کریں یا وہ مبہم جملہ ہو جیسے کہا جاتا ہے قطع علیه رزقه ای مات کہ اسکا رزق بند ہو گیا یعنی وہ مر گیا۔

قولہ و ان انما یفسر بها فعل بمعنی الیقین ۔

حروف تفسیر میں سے دوسرا حرف أنْ ہے اور اس کلمہ ان کے ذریعے صرف اس فعل کی تفسیر کی جاتی ہے جو بمعنی قول ہو جیسے امر ہے اور نداء ہے اور کتابت وغیرہ اور یہ ان اکثر مفعول مقدر کی تفسیر کیا کرتا ہے جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے و نادینه ان یا ابراهیم اسمیں ان تفسیریہ ہے اور یہ فعل نداء بمعنی قول کے بعد ہے اور فعل مقدر کی تفسیر ہے عبارت یہ ہوگی نا دینه بلفظٍ هو

قولنا یا ابرھیم اور کبھی مفعول ظاہر کی تفسیر بھی کرتا ہے جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے اذا وحینا الی املك ما یوحیٰ ان اقذ فیه اسمیں ان قذ فیه، ما یوحی کی تفسیر ہے جو اوحینا فعل کا مفعول ظاہر ہے۔

فائدہ: أيْ حرف تفسیر عام ہے اس سے مفرد اور جملے سب کی تفسیر کی جاتی ہے لیکن اَنْ خاص ہے اس سے صرف فعل کی تفسیر کی جاتی ہے اور فعل میں سے صرف ایسے فعل کی جو بمعنی قول کے ہو لہذا وہ فعل جو لفظ قول ہے یا وہ فعل جو قول کے معنی میں نہیں انکی تفسیر اَنْ کے ساتھ نہیں کی جاسکتی۔

﴿بحث حروف مصدریه﴾

فصل حروف المصدر ثلاثه : مصنفؒ اس فصل میں حروف مصدریہ کی بحث ذکر کررہے ہیں کہ حروف مصدر تین ہیں (۱) مَا (۲) أنْ (۳) أنَّ یہ تینوں حروف مصدریہ اپنے مدخول کو مصدر کے معنی میں کردیتے ہیں اسی وجہ سے انکا نام حروف مصدریہ رکھا جاتا ہے۔

قوله فا لا ولیان للجملة الفعلیة ---------- بما رحبت ۔

حروف مصدریہ میں سے پہلے دو یعنی مــا اور أنْ یہ دونوں جملہ فعلیہ کے ساتھ خاص ہیں اور جملہ فعلیہ پر داخل ہوتے ہیں اور اسکو مصدر کی تاویل میں کردیتے ہیں جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے وضاقت علیهم الارض بما رحبت اس میں ما مصدریہ ہے جس نے رحبت کو مصدر کی تاویل میں کردیا ہے ای برحبھا کہ زمین باوجود کشادہ ہونے کے تنگ ہوگئی اور ان مصدریه کی مثال جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے فما کان جواب قومه الا ان قالوا اسمیں ان مصدریه ہے اسی طرح قالو فعل کو مصدر کی تاویل میں کردیا ای قولهم۔

درجه اولی ترجمه: خوش کرتا ہے آدمی کو راتوں کا گزرنا حالانکہ راتوں کا گزرنا اس کے لیے گزرنے سے خوش نہ ہو بلکہ اس سے تو تیری زندگی میں کمی آرہی ہے۔ دراصل راتوں کا

گزرنا تم کو قبر کے قریب کررہا ہے۔ یہ تو رونے کی بات ہے نہ کہ خوشی کی۔

درجہ ثانیہ محل استشهاد: اس شعر میں ما مصدریہ ہے جو کہ فعل ذھب پر داخل ہے۔اور اس نے فعل کو مصدر کے معنی میں کر دیا ہے یعنی راتوں کا گزرنا۔

درجہ ثالثہ ترکیب: یسر فعل، المرء مفعول بہ، ما مصدریہ، ذھب فعل، اللیالی ذوالحال، واؤ حالیہ، کان فعل ناقص، ذھابھن لہ متعلق ذھاب کے، مصدر مضاف اپنے مضاف الیہ اور متعلق سے مل کر کان کا اسم۔ ذھابا، کان کی خبر۔ فعل ناقص اپنے اسم اور خبر سے مل کر حال ہوا اللیالی سے، ذوالحال حال سے مل کر فاعل ہوا ذھب کا۔ فعل اپنے فاعل سے مل کر بتاویل مصدر فاعل ہوا یسر کا۔ فعل با فاعل و مفعول بہ جملہ فعلیہ خبریہ۔

قولہ وان للجملة الاسمیة ۔

حروف مصدریہ میں سے تیسرا حرف أنَّ یہ جملہ اسمیہ کے ساتھ خاص ہے اور اسکو مصدر اور مفرد کی تاویل میں کر دیتا ہے جیسے علمت انك قائم اسمیں أنَّ حرف مصدریہ ہے اس نے جملہ کو مصدر کی تاویل میں کر دیا علمت قیامك۔

فائدہ: أنَّ کا جملہ اسمیہ کیساتھ خاص ہونا یہ اسوقت ہے جب یہ ان مشددہ مثقلہ ہو مخففہ نہ ہو اور اس کے ساتھ ما کافہ بھی لاحق نہ ہو لیکن اگر یہ مخفف ہو جائے یا اس کے ساتھ ما کافہ لاحق ہو جائے تو یہ جملہ اسمیہ اور فعلیہ دونوں پر داخل ہوتا ہے۔

﴿بحث حروف تحضیض﴾

فصل حروف التحضیض اربعة هلّا و ألّا و لوما ولو لا :

اس فصل میں مصنف "حروف تحضیض" کو بیان کر رہے ہیں تحضیض کا لغوی معنی ہوتا ہے ابھارنا اور آمادہ کرنا چونکہ یہ حروف فعل کے کرنے پر آمادہ کرتے ہیں اور ابھارتے ہیں اسی لئے انکا نام حروف تحضیض رکھا جاتا ہے اور حروف تحضیض چار ہیں (۱) هلّا (۲) ألّا (۳) لو لا (۴) لوما

قوله لها صدر الکلام .... دخلت علی الماضی ۔

یہ چاروں حروف ہمیشہ کلام کے شروع میں آتے ہیں اور ہمیشہ فعل پر داخل ہوتے ہیں عام ازیں کہ فعل لفظاً ہو یا تقدیراً۔

قوله ومعنا ھا حض .... علی المضارع ۔

یہ حروف جسوقت مضارع پر داخل ہوتے ہیں تو انکا معنی ہوتا ہے فعل کے کرنے پر برانگیختہ کرنا تیار کرنا اور آمادہ کرنا جیسے ھلا تضرب تو نے کیوں نہیں مارا اس کا مطلب یہ ہے کہ متکلم اپنے مخاطب سے فعل کے کرنے کا مطالبہ کر رہے ہیں تو اس صورت میں مضارع امر کے حکم میں ہوگا لہذا ھلا تاکل کا معنی ہوگا کُل یعنی تو کھا اور جب یہ ماضی پر داخل ہوں تو گذشتہ زمانے میں فعل کے ترک کرنے پر ملامت کرتا ہوتی ہے اور ندامت کا معنی دیتے ہیں۔

سوال : جب یہ حروف مضارع پر داخل ہوں تو تحضیض کا معنی دیتے ہیں اگر ماضی پر داخل ہوں تو تندیم کا معنی دیتے ہیں تو انکا نام حروف تحضیض اور تندیم رکھنا چاہیئے تھا؟

جواب : تندیم اور ندامت کا انجام بھی برانگیختہ کرنا ہے اسی وجہ سے انکا نام صرف حروف تحضیض رکھا گیا ہے حروف تندیم نہیں رکھا گیا۔

سوال : یہ حروف تحضیض صرف فعل پر کیوں داخل ہوتے ہیں اسم پر داخل کیوں نہیں ہوتے؟

جواب : تحضیض اور برانگیختہ کرنا یہ فعل پر ہوا کرتا ہے اسی وجہ سے یہ فعل پر ہی داخل ہوتے ہیں۔

قوله وان وقع بعدھا اسم فباضمار فعلٍ ۔

تعمیم کا بیان ہے کہ یہ حروف فعل پر ہی داخل ہوتے ہیں عام ازیں کہ فعل لفظوں میں ہو یا مقدر ہو لہذا اس کے بعد اگر اسم واقع ہو تو وہاں پر فعل مقدر ہوگا جیسے ھلا زید ا تو اس کے بعد ضربت فعل مقدر ہے عبارت یہ ہوگی ھلا ضربت زیداً۔

قوله و جميعها مركبة جزء ها الثاني حرف النفي ۔

یہ تمام حروف تحضیض مفرد نہیں بلکہ مرکب ہیں دو جزؤں سے جن کا دوسرا جز حرف نفی ہے اور پہلا جز دو حرف میں وہ حرف شرط ہے یعنی لو لا اور لو ما میں اور ایک میں حرف استفہام ہے جیسے هلا اصل میں تھا هل لا اور ایک میں حرف مصدر یہ ہے الّا جو کہ اصل میں تھا اَن لا ۔

قوله وللو لا معنى اخر هو ...... جملة الاولى لولا ۔

کا ایک اور معنی بھی ہے تو تحضیض کا تھا اور دوسرا معنی یہ ہے کہ لو لا یہ بتا تا ہے کہ جملہ ثانیہ منتفی ہے جملہ اولیٰ کے موجود ہونیکی وجہ سے جیسے لو لا علی لهلك عمر اگر علی نہ ہوتے ہو عمر ہلاک ہو جاتے چونکہ علی موجود تھے لہذا عمر ہلاک نہیں ۔ لہذا و جو علی سبب ہوا عدم هلاکت عمر کا اس لو لا کا نام لو لا امتناعيه ہے اور یہ لو لا امتناعيه دو جملوں کیطرف محتاج ہوتا ہے جن میں سے پہلا جملہ ہمیشہ اسمیہ ہوتا ہے اور دوسرا جملہ اسمیہ بھی ہو سکتا ہے اور فعلیہ بھی ۔

فائدہ: لو لا امتناعيه اور لو لا تحضيضيه میں فرق یہ ہے کہ لولا تحضیفیہ ایک جملہ پر تمام ہو جاتا ہے اور لولا امتناعیہ ایک جملہ پر تمام نہیں ہوتا بلکہ دو جملوں پر مکمل ہوتا ہے لولا کی تفصیل اور ترکیب کاشفہ شرح کافیہ میں ملاحظہ فرمائیں ۔

﴿بحث حرف توقع﴾

قوله حرف التوقع قد ۔

مصنفؒ اس فصل میں قد کی بحث ذکر کر رہے ہیں توقع کا معنی ہے امید والا ہونا اس حرف قد کو توقع کہنے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس قد کے ذریعے اس خبر کی خبر دی جاتی ہے جسکے موجود ہونیکی امید ہوتی ہے اور اس حرف کا دوسرا نام حرف تقریب ہے کیونکہ جب یہ ماضی پر داخل ہوتا ہے تو اسکو زمانہ حال کے قریب کرتا ہے اسی وجہ سے اسکا نام حرف تقریب بھی رکھا جاتا ہے ۔

قوله و هي في الماضي لتقريب الماضي الى الحال ۔

حرف قد جب ماضی پر داخل ہو تو ماضی کو حال سے قریب کر دیتا ہے جیسے قد ركب الامير ای

قبیل هذا یہ تقریب کے معنی کی تفسیر ہے یہ قبیل تصغیر ہے قبل کیمعنی یہ ہے اس سے ذرا پہلے۔

قولہ ولهذا تلزم الماضی ۔

اسی وجہ سے قد ماضی کو حال کے قریب کرتا ہے قد ماضی کو لازم ہے تا کہ ماضی میں حال واقع ہونیکی صلاحیت واقع ہو جائے۔

سوال: ماضی کیلئے قد کو کیوں لازمی قرار دیا گیا ہے؟

جواب: ماضی جب حال واقع ہوگی بغیر قد کے تو زمانہ عامل پر مقدم ہوگی جیسے جاء نی زید قد رکب ابوه' کہ میرے پاس زید آیا اس حال میں کہ اسکا باپ سوار ہو چکا ہے تو اس مثال کے اندر رکوب اب مقدم ہے زید کی مجیئت پر حالانکہ یہ ضابطہ مسلم ہے کہ حال اور اسکے عامل کا زمانہ متحد ہوتا ہے ایک ہوتا ہے اسی لئے قد کو لازم قرار دیا تا کہ وہ قد ماضی کو زمانہ حال سے قریب کردے جس سے حال اور اسکے عامل کا زمانہ حقیقتاً متحد نہیں لیکن حکماً متحد اور ایک ہو جاتا ہے۔

قولہ قد تجئی للتاکید اذا کان جواباً ۔

کبھی حرف قد محض تاکید کیلئے آتا ہے جبکہ ماضی سوال کے جواب میں واقع ہو جیسے کوئی سوال کرے هل قام زید تو جواب دیا جائے قد قام کہ تحقیق زید کھڑا ہے۔

قولہ و فی المضارع للتقلیل ------- الجواد قد یبخل ۔

قد جب مضارع پر داخل ہو تو تقلیل کا فائدہ دیتا ہے جیسے ان الکذوب قد یصدق تحقیق جھوٹ بولنے والا کبھی سچ بولتا ہے اور ان الجواد قد یبخل تحقیق کبھی سخی بخل کرتا ہے اور کبھی مقام مدح میں تکثیر کیلئے آتا ہے جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے قد یعلم الله الذین یتسلّلون منکم لواذاً۔

قولہ و قد تجئی ------------ 'قد یعلم الله المعوقین ۔

اور قد کبھی مضارع پر تحقیق کیلئے آتا ہے جیسے قد یعلم الله المعوقین: تحقیق اللہ تعالیٰ

روکنے والوں کو جانتا ہے۔

قولہ و یجوز الفصل بینھا و بین الفعل باالقسم ۔

فائدہ کا بیان قد اور فعل کے درمیان قسم کا فاصلہ لانا جائز ہے جیسے قد واللہ احسنت اللہ کی قسم تو نے اچھا کیا

قولہ و قد یحذف الفعل بعد قد ۔

قرینہ موجود ہو تو قد کے بعد والے فعل کو حذف بھی کر دیا جاتا ہے جیسے شعر ہے

افد الترحل غیر ان رکا بنا = لماتنزل بر حالنا و کان قد ن= ای و کان قد زالت=

درجہ اولی ترجمہ: کوچ قریب ہو گیا علاوہ اسکے ہماری سواریوں کے اونٹ کجاووں کے ساتھ رہے، یعنی انہوں نے کوچ نہیں کیا۔ گویا شان یہ ہے کہ وہ سواریاں عنقریب زائل ہو جائیں گی، یعنی کوچ کریں گی اس لیے کہ ہمارا کوچ کرنے کا پختہ ارادہ ہے۔

درجہ ثانیہ محل استشھاد : یہ شعر زیاد بن معاویہ کا ہے۔ اسمیں مصنف یہ بتلانا چاہتا ہے کہ کبھی لفظ قد کے فعل کو قرینہ پائے جانے کے وقت حذف کیا جات ہے جیسے کہ اس شعر میں قد کا فعل محذوف ہے۔ یعنی کان قد زالت اور قدن میں نون تنوین ترنم کا ہے۔

درجہ ثالثہ ترکیب: افد فعل ماضی، الترحل مستثنیٰ منہ، غیر حرف استثناء، ان حرف مشبہ بالفعل، رکابنا، ان کا اسم۔ تزل فعل مضارع، ھی ضمیر پوشیدہ ذوالحال، برحالنا، تزل کے متعلق۔ و کان واؤ حالیہ، کان مخفف کان کا، ضمیر اس میں پوشیدہ واحد مونث کی جو راجع ہے رکاب کی طرف، وہ کان کا اسم اور قد زالت اس کی خبر، کان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ ہو کر حال ہوا تزل کی ضمیر سے، ذوالحال حال سے مل کر فاعل تزل کا۔ فعل فاعل متعلق سے مل کر مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ مستثنیٰ سے مل کر فاعل ہوا افد فعل ماضی کا، فعل فاعل سے مل کر فعلیہ ہوا۔

ضابطہ = کہ قد مضارع پر اسوقت داخل ہو گا جب مضارع نواصب اور جوازم اور حروف تنفیس

یعنی سین اور سوف سے خالی ہو اگر خالی نہ ہوگا تو پھر مضارع پر قد ہرگز داخل نہ ہوگا۔

﴿بحث حروف استفہام﴾

قولہ فصل حرف الاستفهام الهمزه و هل ۔

مصنفؒ اس بارہویں فصل میں حرف استفہام کی بحث ذکر کر رہے ہیں کہ حرف استفہام دو ہیں (۱) همزه (۲) هل

قولہ لهما صدر الكلام ۔

یہ حروف استفہام شروع کلام میں آتے ہیں تاکہ ابتداء ہی سے مخاطب کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ کلام کس نوع کی ہے یعنی یہ کلام استفہامی ہے یاد رکھیں اسی وجہ سے نہ تو ان کا ماقبل نہ مابعد میں عمل کرتا ہے اور نہ مابعد ماقبل میں عمل کرتا ہے۔

قولہ تدخلان على الجملة اسمية ۔همزہ اور هل دونوں جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں جیسے ازید قائم اور اسی طرح جملہ فعلیہ پر اقام زید اسی طرح هل بھی دونوں جملوں پر داخل ہوتا ہے اسمیہ پر بھی اور فعلیہ پر بھی البتہ فرق یہ ہے کہ ہمزہ تو ہر قسم کے جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے خواہ اسکی خبر فعل ہو یا اسم لیکن هل اس جملہ اسمیہ پر داخل ہوگا جس کی خبر فعل نہ ہو۔

سوال: اسکی وجہ کیا ہے؟

جواب: هل اصل میں قد کے معنی میں ہے اور قد فعل کے لوازم میں سے ہے لہذا جب اسکے مابعد والے جملے میں فعل ہوگا تو یہ تقاضا کرے گا کہ میں فعل کے متصل ہوں جس کی وجہ سے فعل کے ہوتے ہوئے یہ اسم پر داخل نہیں ہوگا۔

قولہ و دخولهما على الفعلية اكثر ۔

ایک فائدہ کا بیان ہے اسکا اصل یہ ہے کہ ان دونوں حرف استفہام کا اگرچہ جملہ فعلیہ اور اسمیہ دونوں پر داخل ہونا صحیح ہے لیکن جملہ فعلیہ پر داخل ہونا بہ نسبت جملہ اسمیہ اکثر ہے اسلئے کہ

زیادہ تر استفہام فعل سے ہوا کرتا ہے نہ کہ اسم سے۔

قولہ وقد تدخل الھمزة .... دخول ھلفیھا ۔

مصنف ہمزہ اور ھــل کے درمیان فرق بیان کرنا چاہتے ہیں کہ چند مقامات ایسے ہیں جہاں ہمزہ کو استعمال کرنا صحیح ہے لیکن ھــل کا استعمال کرنا وہاں جائز نہیں (جس سے معلوم ہوا کہ ہمزہ عام ہے ھل سے) اور وہ چار مقامات ہیں۔

پہلا مقام: فعل کے ہوتے ہوئے ہمزہ اسم پر داخل ہو جیسے ازیدا ضربت لیکن ھل زیدا ضربت کہنا جائز نہیں۔

سوال: اسکی علت اور وجہ کیا ہے کہ اس مقام پر ھل کا استعمال کیوں جائز نہیں؟

جواب: اسکی وجہ اور علت یہ ہے کہ ھل اصل میں بمعنی قد ہے اور قد فعل کے ساتھ مختص ہے اسی طرح ھل بھی فعل کے ساتھ مختص ہے جیسے ھل اتیٰ علی الانسان حین من الدھر لہٰذا جب ھل اپنے مابعد میں فعل کو پائے گا تو ھل اپنی اصلیت کو دیکھ کر اسکی طرف مائل ہوگا جو کہ فعل ہے لہٰذا فعل کے ہوتے ہوئے اسم پر داخل نہیں ہو سکے گا ہاں البتہ جب مابعد میں فعل نہیں پائے گا تو اپنی اصلیت سے غافل ہوگا اور اسم پر داخل ہوگا۔

دوسرا مقام: جس کلام سے استفہام انکاری مراد ہو وہاں ہمزہ کا استعمال جائز ہے ھــل کا استعمال جائز نہیں۔

سوال: اسکی علت اور دلیل کیا ہے؟

جواب: اس مقام میں ھــل کا استعمال اس لئے جائز نہیں کہ استفہام انکاری کیلئے جو وضع کیا گیا ہے وہ ہمزہ ہے ھل نہیں۔

تیسرا مقام: ہمزہ کو اَم متصلہ کے ساتھ لانا جائز ہے جبکہ ھل کو نہیں۔

سوال: اس تیسرے مقام میں یعنی اَم متصلہ کے مقابلہ میں ہمزہ استفہام کیوں استعمال ہوتا ہے اور ھل کا استعمال کیوں جائز نہیں؟

جواب: اس کے اندر مستفہم عنہ متعدد ہوتے ہیں اور دو امروں میں سے ایک مقصود ہوتا ہے لہذا جو استفہام میں اقویٰ اور اصل ہے اسی کو استعمال کرنا چاہیے اَم متصلہ کے مقابلہ میں اور وہ ہمزہ ہی ہے اور ھل کا استعمال ام منقطعہ کے مناسب ہے یہاں مناسب نہیں کیونکہ اَم منقطعہ اضراب کیلئے آتا ہے اور اس میں مستفہم متعدد نہیں ہوتے۔

چوتھا مقام: جہاں ہمزہ کا استعمال جائز ہے اور ھل کا نہیں وہ یہ ہے کہ ہمزہ استفہام حروف عطف پر داخل ہوسکتا ہے اور ھل نہیں جیسے او من کان اور افمن کان اور اثم اذا ما وقع

سوال: حروف عطف پر ھل کا استعمال کیوں جائز نہیں؟

جواب: استفہام میں اصل ہمزہ ہے اور ھل اسکی فرع ہے اور اسی طرح ہمزہ استفہام کا مختصر بھی ہے ھل سے اسی وجہ سے یہاں پر ہمزہ ہی مستعمل ہوگا تاکہ فرع اور اصل میں فرق رہے اور فرع کی اصل پر زیادتی لازم نہ آئے۔

قوله **وھھنا بحث۔**

مصنفؒ نے اس عبارت سے اشارہ کیا کہ جس طرح چند مقامات ہمزہ استفہام کیلئے خاص ہیں اسی طرح چند مقامات ھل کے ساتھ بھی خاص ہیں جہاں پر ھل کا استعمال تو جائز ہے ہمزہ کا استعمال جائز نہیں۔

پہلا مقام = ھل پر حرف عطف داخل ہوسکتا ہے لیکن ہمزہ نہیں۔ جیسے فھل انتم منتھون۔ اور و ھل انتم شاکرون۔

دوسرا مقام = ام کے بعد ھل کا استعمام جائز ہے لیکن ہمزہ کا نہیں۔

تیسرا مقام = اثبات میں ھل نفی کیلئے آتا ہے اور ہمزہ نہیں آتا جیسے ھل ثوب الکفار بمعنی لم یثوب۔

چوتھا مقام = ھل نفی کا فائدہ دیتا ہے یہاں تک کہ الا کا اسکے بعد اثبات کیلئے لانا جائز ہے جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے ھل الاحسان الا الاحسان نہیں احسان کا بدلہ مگر احسان۔

پانچواں مقام = جس خبر مبتداء پر ھل داخل ہو اسکی خبر پر باء زائدہ آتی ہے اور ہمزہ میں ایسا نہیں جیسے ھل زید بقائم۔

فصل حروف الشرط ان ولو و اما = اس تیرہویں فصل میں حروف شرط کا بیان ہے اور وہ تین ہیں (۱) اَنْ (۲) لو (۳) اِمّا

قوله لها صدر الكلام و ------ او فعليتين او مختلفتين ۔

یہ حروف شرط کلام کے شروع میں آتے ہیں تا کہ نوع کلام پر دلالت کریں اور ان تینوں میں سے ہر ایک دو جملوں پر داخل ہوتا ہے اور وہ دونوں جملے خواہ اسمیہ ہوں یا فعلیہ ہوں یا مختلفہ ہوں یا ایک اسمیہ ہو اور ایک فعلیہ ہو پہلے جملے کو شرط کہتے ہیں اور دوسرے جملے کو جزاء کہا جاتا ہے۔

سوال : تم نے کہا کہ یہ حروف شرط دو جملوں پر داخل ہوتے ہیں خواہ اسمیہ ہوں یا فعلیہ ہوں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انکی شرط یعنی پہلا جملہ اسمیہ ہو سکتا ہے حالانکہ ان اور لـــو شرطیہ کیلئے پہلے جملہ کا فعلیہ ہونا ضروری ہے اسمیہ نہیں آسکتا؟

جواب : آپ کا قاعدہ درست ہے کہ ان اور لو کیلئے شرط کا جملہ فعلیہ ہونا ضروری ہے اسی کی تصریح مصنفؒ فرما رہے ہیں و يلزمهما الفعل لفظاً او تقديرا ۔لیکن یہاں پر ہم تاویل کریں گے کہ اسمیہ سے مراد عام ہے کہ خواہ وہ حقیقتاً اسمیہ ہو یا وہ بظاہر اسمیہ ہو حقیقت میں فعلیہ ہو جیسے وان احد من المشركين استجارك ۔ اور لو انتم تملكون خزائن رحمة ربك ان دونوں کے اندر جملہ بظاہر اسمیہ ہے لیکن حقیقت میں یہ فعلیہ ہے۔

قوله فان للاستقبال وان دخلت على الماضى ۔

مصنفؒ اب حروف شرط کی تفسیر بیان کر رہے ہیں کہ حروف شرط میں سے ان یہ زمانہ استقبال کیلئے آتا ہے اگر چہ ماضی پر ہی داخل ہو یعنی اسکا دخول خواہ مضارع ہو یا ماضی ہر صورت میں یہ زمانہ استقبال کا فائدہ دیتا ہے اور اسکو زمانہ استقبال کے ساتھ خاص کرتے ہیں جیسے ان زرتني اكرمتك کہ تو اگر میری زیارت کرے گا تو میں تیرا اکرام کروں گا۔

قوله ولو للماضي و ان دخلت علي المضارع ۔

حروف شرط میں سے دوسرا لـــو یہ زمانہ ماضی کیلئے آتا ہے اگر چہ مضارع پر داخل ہو جیسے لـــو تزورني اكرمتك اگر تو میری زیارت کرتا گزشتہ زمانہ میں تو میں تیرا اکرام کرتا۔

قوله و يلزمهما الفعل لفظاً .... زائري فانا اكرمك ۔

حروف شرط میں سے إن اور لو کو فعل لازم ہے عام ازیں کہ فعل لفظوں میں ہو جیسے مثال گذر چکی ہے یا فعل مقدر ہو جیسے ان انت زائري فانا اكرمك اسمیں انت زائري اصل میں تھا ان كنت زائري فعل کو حذف کر دیا گیا اور ضمیر متصل کو منفصل سے بدل دیا تو ان انت زائري ہو گیا۔

سوال: ان اور لو یہ ہمیشہ فعل پر کیوں داخل ہوتے ہیں؟ اور فعل کے ساتھ کیوں مختص ہیں؟

جواب: إن زمانہ ماضی کو استقبال کے ساتھ خاص کرنے کیلئے اور لـــو زمانہ ماضی کے ساتھ مختص کرنے کیلئے آتے ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ زمانہ نہیں پایا جاتا مگر فعل میں لہذا یہ فعل کے ساتھ مختص ہوئے۔

قوله و اعلم ان ان لا تستعمل الا في الامور المشكوكه ۔

ضابطہ کا بیان ہے ان شـــرطیـــہ ہمیشہ امور مشکوکہ میں استعمال ہوگا امور یقینیہ میں قطعاً نہیں لہذا یوں کہنا غلط ہے اتيك ان طلعت الشمس کیونکہ طلوع شمس امور یقینیہ میں سے ہے البتہ یہاں پر یوں کہا جائے گا اتيك اذا طـلـعـت الشـمـس کیونکہ اذا امور یقینیہ کیلئے آتا ہے۔

قوله و لو تدل علي نفي .... نفي الجملة الاوليٰ ۔

حروف شرط میں سے لـو یہ بتاتا ہے کہ جملہ ثانی منتفی ہے جسکا سبب پہلے جملہ کا منتفی ہونا ہے جیسے لـو كـان فيهـمـا الهة الا الله لفسدتا اسمیں جملہ ثانیہ ہے لـفـسـدتـا جس کی نفی بتا رہی ہے کہ زمین میں فساد نہیں جس کا سبب جملہ اولیٰ کا منتفی ہونا ہے یعنی زمین میں الہ متعدد نہیں۔

قوله و اذا وقع القسم فی اول الکلام و تقدم علی الشرط ۔

ضابطہ: کا بیان ہے کہ جب کلام کے شروع میں قسم واقع ہو اور وہ شرط پر مقدم ہو تو اس فعل کو ماضی لانا واجب ہے جس پر حرف شرط داخل ہے عام ازیں کہ وہ ماضی لفظوں میں ہو جیسے و الله ان اتیبنی لا کرملك یامعنا ہو جیسے فعل جحد ہوتا ہے و الله ان لم تأتینی لا هجو تلك اللہ کی قسم اگر تو میرے پاس نہیں آئے گا تو میں تجھ کو بے ہودہ الفاظ کہوں گا۔

سوال: اس صورت میں فعل کا ماضی لانا کیوں واجب ہے؟

جواب: حرف شرط کا عمل جزاء میں باطل ہو چکا ہے کیونکہ وہ جواب قسم بن چکا ہے اس لئے ضروری ہے کہ شرط ماضی ہوتا کہ شرط اور جزاء دونوں میں عمل باطل ہو جائے اور انکی موافقت ہو جائے عمل نہ کرنے میں قسم کے ساتھ۔

قوله فلذلك وجب فیها ما وجب فی جواب القسم من اللام ۔

یہ اسی **ضابطہ** پر تفریع کا بیان ہے یہ دوسرا جملہ باعتبار لفظ کے شرط کیلئے جزا نہیں بلکہ جواب قسم ہے لہذا جب یہ جواب قسم ہے تو جو چیزیں جواب قسم میں تاکید کیلئے لائی جاتی ہیں وہ یہاں پر بھی لائی جائینگی البتہ معنی کے اعتبار سے یہ جواب قسم بھی ہے اور جزاء بھی ہے۔

قوله اما ان وقع القسم ---------------- ان یعتبر القسم ۔

کہ اگر قسم کلام کے شروع میں نہ ہو تو اس پر شرط یا غیر شرط مقدم ہو اور قسم کلام کے درمیان میں ہو تو اس وقت دونوں جائز ہیں۔

(۱) شرط کا اعتبار کیا جائے اور اسکو جزاء قرار دیا جائے۔

(۲) قسم کا اعتبار کر کے اسکو جواب قسم بنایا جائے۔

ضابطہ کہ قسم تین حال سے خالی نہیں یا تو ابتدائے کلام میں ہوگی یا درمیان کلام میں یا آخر میں۔

پہلی صورت: اگر کلام کے شروع میں ہو تو اس قسم کا اعتبار کرنا واجب ہے عام ازیں کہ اسکے بعد شرط ہو یا نہ ہو جیسے والله ان اتیتنی لاتیتك۔

دوسری صورت: اگر قسم کلام کے درمیان میں ہو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو شرط قسم پر مقدم ہوگی یا نہیں اگر شرط مقدم ہے تو شرط کا اعتبار کرنا ضروری ہے باقی رہا قسم کا اعتبار کرنا وہ جائز ہے اور نہ اعتبار کرنا بھی جائز ہے اور اگر شرط قسم پر مقدم نہیں تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو شرط قسم کے بعد ہوگی یا نہیں اگر ہے تو قسم کا اعتبار کرنا اور شرط کو لغو قرار دینا یا شرط کا اعتبار کرنا اور قسم کو لغو قرار دینا دونوں طرح صحیح ہے اور اگر قسم کے بعد کوئی جملہ ہے شرط نہیں تو قسم کا اعتبار اور الغاء قسم دونوں جائز ہیں جیسے **والله لا تينك** ۔اور **انا والله اتيك**۔ دونوں جائز ہیں اور اگر قسم کے بعد مفرد ہو تو قسم کا الغاء واجب ہے جیسے **ان والله قائم**۔

تیسری صورت: کہ قسم کلام سے مؤخر ہو تو اس صورت میں قسم کا الغاء واجب ہے جیسے **انا قائم والله** اور **ان اتيتنى اتيتك و الله**۔

قوله و اما لتفصيل ما ذكر .... شقوا ففى النار ۔

حرف شرط میں سے **اَمّـــا** شرط کیلئے اور تفصیل کیلئے اور تاکید کیلئے آتی ہیں یعنی اس چیز کی تفصیل کیلئے آتی ہے جس چیز کو متکلم نے پہلے بطور اجمال ذکر کیا ہو اور مجمل میں تعمیم ہے خواہ وہ لفظاً ہو یا تقدیراً ہو لفظاً کی مثال جیسے قرآن مجید میں **فمنهم شقى و سعيد** تو سعید کیلئے تفصیل۔ **اما الذين سعدو ففى الجنة** اور شقی کی تفصیل بیان کی **و اما الذين شقوا ففى النار** ۔یا مقدر ہو اور مخاطب کو وہ قرائن سے معلوم ہوگا جیسے مخاطب اور سامع کو اپنے بھائیوں کے آنے کا علم ہو تو اسوقت کہا جائے **اما زيد فا كرمته و اما عمرو فا هنته** = تو اس سے پہلے **جاء نى اخواك** مقدر ہوگا جو کہ مجمل ہے۔

فائدہ : بعض نے اما کیلئے تعدد اور تکرار کو لازم قرار دیا ہے خواہ اما دوسرا لفظوں میں ہو یا مقدر ہو لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اما کیلئے دوسرے اما کا ہونا قطعاً ضروری نہیں۔

فائدہ : کبھی **اَمّـــا** استینافیہ بھی ہوتا ہے جس سے پہلے کسی قسم کا کوئی اجمال نہیں ہوتا جیسے کتاب کے شروع خطبے میں آتا ہے جیسے **اما بعد فهذا** وغیرہ۔

قولہ و یجب فی جوابھا الفاء .... سببا للثانی ۔

اَمَّـــا کے جواب میں دو باتیں لازم ہیں پہلا امر یہ ہے کہ جواب پر فاء کا داخل کرنا واجب ہے دوسری بات یہ ہے کہ اول ثانی کیلئے سبب ہو۔

سوال: اما کے جواب کیلئے یہ دو باتیں کیوں لازم ہیں۔

جواب: تا کہ یہ دونوں امر اما کے شرطیہ ہونے پر دلالت کریں۔

قولہ و ان یحذف فعلھا مع ان الشرط لا بدلہ' من فعل ۔

اما جس فعل پر داخل ہوتا ہے اس فعل کا حذف کرنا بھی واجب ہوتا ہے۔

سوال: امـا کے بعد والے فعل کا حذف کرنا کیوں واجب ہے؟ حالانکہ شرط کیلئے فعل کا ہونا ضروری ہے؟

جواب: اما کے فعل کے وجوبی طور پر حذف کرنے کی دو علتیں اور دو وجہیں ہیں۔

پہلی وجہ: کہ ثقل لفظی کو دور کرنے کیلئے۔ اسلئے کہ اما اصل میں تفصیل کیلئے وضع کیا گیا ہے اور تفصیل تکرار کا تقاضا کرتا ہے اور تکرار موجب ثقل ہے حالانکہ یہ کثیر الاستعمال ہے اور کثرت استعمال خفت کا تقاضا کرتی ہے تو خفت حاصل کرنے کیلئے فعل کو حذف کر دیا جاتا ہے۔

دوسـری وجـہ: غرض معنوی ہے اس کا اصل یہ ہے کہ مخاطب کو بتانے کیلئے کہ یہاں سے یہاں اما سے متکلم کا مقصود جو تفصیل بتانا ہے وہ اسم کی تفصیل بتانا ہے نہ کہ فعل کی۔ جیسے اما زید فمنطلق تقدیر عبارت یہ ہوگی مھما یکن من شی فزید منطلق یعنی کہ جو کچھ بھی ہو زید چلنے والا ہے اس۔ سے یکن فعل شرط اور اسکے متعلق جار مجرور من شیء کو حذف کر دیا اور مھما کی جگہ اما کو قائم مقام بنا دیا گیا تو اما فزید منطلق بن گیا پھر چونکہ اما شرطیہ کو فا جزائیہ پر داخل کرنا مناسب نہیں تھا اسی لئے نحویوں نے فاء کو پہلی جزء سے نقل کر کے دوسری جزء کو دے دی تو اما زید فمنطلق بن گیا یاد رکھیں کہ یہ جزء اول اما اور فاء جزائیہ کے درمیان فعل محذوف کے عوض ہوتی ہے تا کہ حرف شرط اور حرف جزاء کے درمیان انفصال

اور جدائی ہو جائے۔

قولہ ثم ذالك الجزء .... للابتداء فهو مبتداء ۔

مصنف ترکیب کیطرف اشارہ کررہے ہیں کہ اگر امّا کے بعد جزء اول میں مبتداء بننے کی صلاحیت نہ ہو یعنی وہ اسم ظرف ہے تو اس جزء اول کیلئے عامل وہ ہوگا جو فاء جزائیہ کے بعد ہے جیسے اَمّا یوم الجمعته فزید منطلق ۔ اسمیں جزء اول یوم الجمعۃ ظرف ہے مبتدا نہیں بن سکتا اسمیں عامل فاء جزائیہ مابعد منطلق ہوگا اور یوم الجمعۃ ظرفیت کی بناء پر منصوب ہوگا۔

فائدہ نحویوں کا اس بات میں اختلاف ہے کہ وہ اسم جو امّا کے بعد واقع ہو یہ جواب میں سے کسی چیز کیلئے جزء بن سکتا ہے یا نہیں ۔ اس میں تین مذہب ہیں۔

پہلا مذہب: امام سیبویہ کا مذہب یہ ہے کہ امّا کے بعد والا اسم جواب میں سے کسی کیلئے جزء ہے خواہ یہ منصوب ہو یا مرفوع ہو اور عام ازیں کہ فاء کے بعد ایسا جزء ہو جو تقدیم کیلئے مانع ہو یا ایسا جزء نہ ہو اور مصنفؒ کے نزدیک بھی یہی پسندیدہ اور مختار ہے =

دوسرا مذہب: ابوالعباس مبرد کا ہے کہ یہ جواب کا جزء بالکل مطلقاً نہیں بن سکتا خواہ تقدیم سے مانع کوئی چیز ہو یا نہ ہو بلکہ یہ فعل محذوف کا معمول ہوگا عام ازیں کہ وہ بعد والا اسم منصوب ہو یا مرفوع ہو اس مذہب کی بناء پر امّا زید فمنطلق کی تقدیر عبارت یہ ہوگی ۔ مهما ذكر زيد فهو منطلق۔

تیسرا مذہب: امام مازنی کا ہے اگر یہ جزء مذکور جائز التقدیم ہو یعنی فا جزائیہ کے علاوہ اسکی تقدیم سے کوئی اور مانع نہ ہو تو یہ قسم اول سے ہے اور اگر جزء مذکور جائز التقدیم نہ ہو یعنی سوائے فاء کے اسکی تقدیم سے کوئی مانع ہو تو قسم ثانی سے ہے جسطرح امّا یوم الجمعة فانك مسافر اسکے اندر یوم الجمعہ کی تقدیم سے مانع فاء کے علاوہ ان حرف مشدد ہے اس لئے کہ ان کا مابعد اسکے ماقبل میں عامل قطعاً نہیں ہوتا۔

﴿بحث حرف ردع﴾

قوله فصل حرف الردع كلا ------ وردعه عما يتكلم به ۔

اس چودھویں فصل میں حرف ردع کلّا کا بیان ہے ردع کا معنی ہے جھڑکنا اور منع کرنا اور چونکہ کلّا زجر اور منع کرنے کیلئے وضع کیا گیا ہے اسی وجہ سے اسکا نام حرف ردع رکھدیا گیا ہے۔

فائدہ : لفظ کلّا میں نحویوں کا اختلاف ہے کہ یہ لفظ بسیط ہے یا مرکب ہے۔ جمہور کے نزدیک یہ لفظ کلّا بسیط ہے اور ابن یعیش کے نزدیک یہ کاف تشبیہ اور لا سے مرکب ہے اور چونکہ اسکو تشبیہ والے معنی سے فارغ کرنا تھا اس لئے لام کو مشدد کر دیا گیا کلّا ہو گیا اور یہ لفظ کلّا متکلم کو زجر اور روکنے کیلئے وضع کیا گیا ہے اس کلام سے جو وہ تکلم کر رہا ہے جیسے باری تعالی کا فرمان ہے اما اذا ما ابتله فقدر عليه رزقه' فيقول ربی اهانن جب وہ اسکی آزمائش کرتا ہے تو اس پر رزق تنگ کر دیتا ہے تو انسان کہتا ہے کہ میرے رب نے میری اہانت کی وہ ہرگز ایسا نہ کہے تو انسان کو ربی اهانن کی کلام سے روکنے کیلئے کلّا کو ذکر کیا گیا ہے۔

قوله هذا بعد الخبر وقد تجیء بعد الامر ايضاً ۔

یہ کلّا متکلم کے زجر اور منع کیلئے اسوقت آتا ہے جب خبر کے بعد ہو اور یہ کبھی امر کے بعد بھی آتا ہے جیسے اضرب زيدا فقلت كلّا یعنی میں ایسا ہرگز نہیں کرنے دوں گا۔

فائدہ : کلّا کے بارے مین اختلاف ہے۔ جمہور اور سیبویہ کے نزدیک اسکا حقیقی معنی زجر اور ردع نہیں ہوتا جیسے باری تعالی کا فرمان ہے يوم يقوم الناس لرب العلمين كلّا۔ ردع اور زجر کے معنی میں نہیں۔ اسکے معنی حرف ایجاب کے ہوگا اور بعض نے بمعنی حقا بتایا ہے لیکن یہ سب معانی مجازی ہیں۔

قوله : حينئذ تكون اسما يبنى لكونه ۔

نحویوں کا اختلاف ہے کہ جسوقت کلّا حقا کے معنی میں ہو تو یہ اسم ہوتا ہے یا حرف۔ بعض کے نزدیک یہ اسم ہوتا ہے لیکن اسم ہو کر یہ معرب نہیں ہوگا بلکہ مبنی ہوگا اس لئے کہ یہ کلّا اسی کلّا

حرفی کے مشابہ ہے تو مشابہت دونوں طرح ہے مشابہت لفظی بھی ہے اور مشابہت معنوی بھی۔ مشابہت لفظیہ تو واضح ہے مشابہت معنویہ یہ ہے کہ کلّا حرفی زجر کیلئے آتا ہے اسیطرح کلّا اسمی بھی اسی چیز سے جھڑکتا ہے جسکو وہ بول رہا ہے تاکہ اسکی ضد کو محقق اور ثابت کیا جائے اور بعض کے نزدیک یہ کلّا بمعنی حقا حرف ہوتا ہے جو ان کیطرح جملہ کی تحقیق کیلئے آتا ہے جیسے کلا ان الانسان لیطغی کہ تحقیق انسان البتہ سرکشی کرتا ہے۔

قولہ فصل تاء التانیث الساکنہ ۔

اس پندرھویں فصل میں تائے تانیث ساکنہ کا بیان ہے یہ تائے تانیث ساکنہ ماضی کے آخر میں لاحق ہوتی ہے جو کہ فعل کے مسند الیہ یعنی فاعل اور نائب فاعل کے مؤنث ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ یاد رکھیں کہ جسطرح تائے تانیث ساکنہ فعل کے آخر میں آتی ہے اسیطرح تائے متحرکہ اسم کے آخر میں آتی ہے جیسے ضربت ھند۔

قولہ وقد عرفت مواضع وجوب الحاقھا ۔

مصنفؒ نے اس قاعدہ کیطرف اشارہ کر دیا جو ماقبل میں بیان کیا تھا کہ تائے تانیث ساکنہ فعل کے ساتھ کتنے مقام پر لائی جاتی ہے چنانچہ فاعل کی بحث میں وہ قاعدہ گذر چکا ہے

قولہ واذا لقیھا ساکن بعد ھا ۔

جب تائے ساکنہ کے بعد کوئی حرف ساکن لاحق ہو جائے تو اسوقت تا کو حرکت کسرہ کی دینا واجب ہے کیونکہ التقائے ساکنین ہے تو پہلا ساکن مدہ نہیں اس لئے کہ حرکت کسرہ کی دی جائے گی۔ قاعدہ ہے الساکن اذا حرک حرک بالکسر جب ساکن کو حرکت دی جاتی ہے تو اس کو حرکت کسرہ کی دی جاتی ہے باقی رہی یہ بات کہ کسرہ کی حرکت کیوں دی جاتی ہے اس لئے کہ یہ قلیل الوجود ہونیکی وجہ سے سکون کے مشابہ ہے جیسے قد قامت الصلوٰۃ اسمیں تاء کو حرکت کسرہ کی دی گئی ہے۔

قولہ وحرکتھا لا توجب ردما حذف ۔سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: جب التقائے ساکنین کی وجہ سے دو ساکنوں میں سے ایک کو حذف کر دیا جاتا ہے جسمیں پہلا ساکن تائے تانیث ہوتا ہے جب وہ تائے تانیث متحرک ہوگی تو اسی محذوفہ حرکت کو واپس آنا چاہیے۔ کیونکہ حذف کی علت التقائے ساکنین تھا وہ تاء تانیث کے متحرک ہونیکی وجہ سے وہ علت زائل ہوگئی ہے حالانکہ وہ حرف محذوفہ واپس نہیں لایا جاتا؟

جواب: مصنفؒ نے جواب دیا تائے تانیث ساکنہ کی یہ حرکت، حرکت عارضی ہے اور حرکت عارضی کو نحوی سکون شمار کرتے ہیں گویا کہ وہ ساکن ہے اور التقائے ساکنین جو علت تھی وہ اب بھی موجود ہے اس لئے حرف محذوفہ واپس نہیں لایا جائے گا۔

قولہ فقولهم المرا تان رماتا ضعيف سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: آپ نے کہا حرف محذوفہ کو واپس نہیں لایا جائے گا۔ حالانکہ اہل عرب کا یہ قول ہے المرا تان رماتا ، یہ جو الف ما کے ساتھ ہے یہ التقائے ساکنین کیوجہ سے حذف ہوگیا تھا اب تاء کے متحرک ہونے کے بعد واپس آچکا ہے۔ مصنفؒ نے جواب دیا کہ یہ قول ضعیف ہے کیونکہ قاعدہ مذکورہ کے خلاف ہے اس لئے اس کا اعتبار نہیں ہے۔

قولہ اما الحاق علامة ------ جمع المونث فضعيف ۔

سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: جس طرح تاء تانیث مسند الیہ کے مؤنث ہونے پر دلالت کرنے کیلئے لاحق کی جاتی ہے اسی طرح مسند الیہ کے تثنیہ جمع پر دلالت کرنے کیلئے علامت تثنیہ اور علامت جمع کو لانا چاہیئے۔ حالانکہ مسند الیہ فاعل جب اسم ظاہر ہو تو پھر نہیں لائی جاتی؟

جواب: مصنفؒ نے جواب دیا کہ فاعل جب اسم ظاہر ہو تو یہ اپنے تثنیہ اور جمع ہونے پر خود دلالت کرتا ہے جسکی وجہ سے فعل کے ساتھ علامت تثنیہ جمع لانے کی ضرورت ہی نہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر علامت تثنیہ اور جمع کی لاحق کی جائے فعل کے ساتھ تو اسکا تکرار لازم آتا ہے جو کہ قبیح اور جائز نہیں۔ بخلاف مسند الیہ کے مؤنث ہونیکے کہ اسمیں کبھی علامت تانیث کی

لفظوں میں آتی ہے اور کبھی معنوی ہوتی ہے اسی وجہ سے تائے تانیث لاحق کی جاتی ہے۔ لہذا قا ما الزید ان قاموا الزیدون قمنا النساء یہ ضعیف ہیں۔

قولہ و بتقدیر الالحاق لا تکون الضمائر ۔

اگر فعل کے ساتھ تثنیہ اور جمع کی علامت کو لاحق کر دیا جائے تو یہ ضمیریں نہیں ہوں گی بلکہ محض علامات ہونگی جسطرح تائے تانیث ساکنہ محض ہوا کرتی ہے کیونکہ اگر ضمیر مانا جائے تو اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے جبکہ فاعل اسم ظاہر ہو۔ لہذا انکو ضمیر نہیں مانا جائے گا بلکہ علامات قرار دیا جائے گا۔

﴿بحث تنوین﴾

فصل التنوین نون .... لالتاکید الفعل ۔

مصنفؒ یہ اس سولہویں فصل میں تنویں کی بحث ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ تنوین یہ مصدر ہے جسکا معنی ہوتا ہے نون کو داخل کرنا اب یہ نام خود اس نون کا رکھدیا ہے اب اس نون کو تنوین کہا جاتا ہے۔

تنوین کی تعریف: تنوین وہ نون ساکن ہے جو کلمہ کے آخر مین حرکت کے تابع ہوا کرتی ہے اور جو فعل کی تاکید کیلئے نہیں لایا جاتا۔

فائدہ : یہ تنوین تلفظ میں تو نون ساکن ہوتا ہے لیکن کتابت مین یہ نون نہیں ہوتا بلکہ کتابت میں دو زبر دو زیر دو پیش کی صورت میں لکھا جاتا ہے۔

سوال : مصنف نے لفظ حرکت ذکر کیا یوں کیوں نہیں کہا تبتع اخر الکلمۃ تو یہ لفظ حرکت کے بڑھانے کا کیا فائدہ ہے۔

جواب : لفظ حرکت بڑھا کر یہ بات بتائی ہے کہ یہ حرکت کے تابع ہے جسطرح حرکت حالت وقف میں ساقط ہو جاتی ہے اسطرح یہ تنوین بھی حالت وقف میں ساکن ہو جاتی ہے اگر مصنف لفظ حرکت نہ بڑھاتے یوں کہتے تبتع آخر الکلمۃ تو لازم آتا کہ جسطرح کلمہ کا

آخری حرف حالت وقف مین ساقط نہین ہوتا تنوین بھی ساقط نہ ہو حالانکہ یہ حالت وقف میں ساقط ہو جاتی ہے۔

سوال : مصنف نے کلمہ کا لفظ لائے ہیں اسم کا لفظ کیوں نہیں کہا؟ یوں کیوں نہیں فرمایا حرکتہ اخر الاسم۔

جواب : تنوین کی پانچ قسمیں تھی جن میں سے ایک قسم تنوین ترنم ہے یہ جسطرح اسم پر داخل ہوتی ہے اسی طرح یہ فعل اور حرف پر بھی داخل ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے تعریف کے اندر لفظ کلمہ کو ذکر کیا تا کہ یہ تنوین ترنم کو بھی شامل ہو جائے۔ جو کہ فعل اور حرف پر آتی ہے۔

قولہ : لا لتاکید الفعل ۔

کہ نون تنوین فعل کی تاکید کی غرض کیلئے نہ لایا گیا ہو اس سے نون خفیفہ کو تاویل سے خارج کیا گیا ہے کیونکہ وہ بھی آخری حرف کی حرکت کے تابع تو ہوا کرتا ہے لیکن فعل کی تاکید کیلئے آیا کرتا ہے لہذا اسے نون تنوین نہیں کہا جائے گا۔

قولہ : و ھی خمسۃ اقسام ۔

کہ تنوین کی پانچ قسمیں ہیں۔ جسطرح کہ شعر میں مذکور ہے۔

تاوین پنج اندا ے پر غرض، ترنم، تمکن، تقابل، عوض
بتنکیر پنج اے یار غار اگر ہوشداری برویا ددار

قولہ : الاول للتمکن وھو ما یدل علی ان الاسم متمکن ۔

پہلا قسم تنوین کا تنوین تمکن ہے۔

تنوین تمکن کی تعریف = تنوین تمکن وہ ہے جو اسم کے متمکن ہونے پر دلالت کرے اور یہ تنوین چونکہ منصرف اور غیر منصرف میں فرق کے لئے لائی جاتی ہے اس لئے اسکو تنوین صرف بھی کہتے ہیں۔

قولہ و الثانی للتنکیر وھو ما یدل علی ان الاسم نکرۃ ۔

دوسرا قسم تنوین کا تنوین تنکیر ہے۔

تنوین تنکیر کی تعریف: تنوین تنکیر وہ تنوین ہے جو اسم کے نکرہ ہونے پر دلالت کرے۔ لہذا یہ تنوین تنکیر نکرہ اور معرفہ میں فرق کے لئے آتی ہے جیسے صہٍ یہ نکرہ ہے جس کا معنی ہے اسکت سکوتا ما فی وقت ما چپ رہ چپ رہنا کسی وقت میں اور صہ بغیر تنوین کے یہ معرفہ ہے بمعنی اسکت السکوت الان تو چپ رہ چپ رہنا اس وقت۔

قوله و الثالث للعوض و هو م ------- ساعتئذٍ و یومئذٍ ۔

تیسرا قسم تنوین کا تنوین عوض ہے۔ **تعریف:** تنوین عوض وہ ہے جو مضاف الیہ کے عوض لائی جاتی ہے۔ جیسے حینئذٍ جو اصل میں حین اذ کان کذا تھا۔ تو اس میں حین مضاف اسکی طرف ہے اور اذ مضاف ہے جملہ کان کذا کی طرف تو مضاف الیہ کان کذا کو حذف کر دیا تخفیف کے حاصل کرنے کیلئے اور اسکے عوض اسکے بدلہ میں لفظ اِذْ پر تنوین لے آئے۔

فائدہ: تنوین عوض کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) جو جملہ کے عوض اور بدلہ میں ہوتی ہے جس طرح اِذْ کے آخر میں تنوین آتی ہے حینئذٍ، یومئذٍ (۲) جو اسم کے بدلہ میں ہوتی ہے اور یہ تنوین لفظ کل کے آخر میں آتی ہے مضاف الیہ کے بدلہ میں جیسے کلٌ قائم اصل میں تھا کل انسان قائم، تو لفظ انسان کو حذف کر دیا گیا تو اسکے عوض میں تنوین لائی گئی ہے لفظ کل پر (۳) وہ جو حرف یا حرکت کے بدلے میں آتی ہے جیسے جوارٍ، غواشٍ دواعٍ حالت رفع اور جر میں آتی ہے عند البعض۔

قوله: الرابع للمقابلة -------- السالم نحو مسلمات ۔

تنوین کا چوتھا قسم تنوین مقابلہ ہے۔

تنوین مقابلہ کی تعریف = وہ تنوین ہے جو جمع مؤنث سالم کے آخر میں آتی ہے اور یہ نون اس نون کے مقابلہ میں ہے جو کہ جمع مذکر سالم میں آتا ہے، تنوین کی یہ چاروں اقسام اسم کے ساتھ مختص ہیں۔

سوال: تنوین کی ان چار قسموں کو اسم کے ساتھ خاص ہونے کی وجہ اور علت کیا ہے؟

جواب: یہ اسم کے خواص اور علامات میں بیان کر دیا گیا ہے (اور کاشفہ شرح کافیہ میں بھی اور غرض جامی شرح جامی میں بھی بیان کر دیا گیا ہے)

قوله الخامس للترنم وهو الذي يلحق آخر الابيات ۔

پانچویں قسم تنوین کا تنوین ترنم ہے۔ ترنم کا معنی لغت میں گانا اور اچھی آواز ہے۔

تنوین ترنم کی تعریف: تنوین ترنم وہ تنوین ہے جو شعروں اور مصرعوں کے آخر میں آواز کو خوبصورت کرنے کیلئے لائی جاتی ہے جیسے شعر ہے۔

اقلي اللوم عاذل و العتابن   و قولي ان اصبت لقد اصابن

درجه اولی ترجمه: اے ملامت کرنے والی عورت! تو اپنی ملامت اور ناراضگی کو کم کر۔ اور اگر میں کوئی ٹھیک کام کروں تو کہہ دیا کر کہ اس نے ٹھیک کیا۔

درجه ثانيه محل استشهاد: دو لفظ ہیں العتابن اور اصابن جن کے آخر میں تنوین ترنم ہے جو ابیات اور مصاریع کے آخر میں آتی ہے۔

درجه ثالثه تركيب: اقلي فعل با فاعل، اللوم و العتابن ایک دوسرے پر عطف ہو کر مفعول بہ اقلي کا۔ فعل فاعل مفعول مل کر معطوف علیہ، یا حرف نداء، عاذل منادیٰ، نداء منادیٰ سے مل کر جملہ ندائیہ۔ واؤ عاطفہ، قولي فعل امر، انت ضمیر فاعل، فعل فاعل مل کر قول، ان اصبت و الله قد اصابن، ان شرطیہ، اصبت فعل با فاعل شرط، و الله جار با مجرور متعلق اقسم کے ہو کر قسم، لقد اصابن جواب قسم، قسم جواب قسم سے مل کر مقولہ قول کا۔ قول مقولہ سے مل کر دال بر جزا شرط سے مل کر معطوف ہوا اقلي اللوم و العتابن پر، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ معطوفہ۔ عاذلة بتقدیر حرف نداء اي يا عاذلة جس کی ترکیب پہلے گزر چکی ہے۔ اسمیں عتاب اور اصاب فتحہ کے اشباع کے ساتھ الف پیدا ہوا عتابا اور اصابا ہوا۔ پھر الف کو نون سے بدل دیا تو عتابن اور اصابن ہو گیا۔ عتاب تو اسم ہے اور اصاب فعل ماضی

ہے اور دوسری مثال

درجہ اولی ترجمہ: اے میرے باپ شاید آپ پالیں یا عنقریب پالیں گے۔ یا حرف نداء، ابتا منادیٰ مضاف بجانب یاء متکلم اور ابتا کا الف اور تا اس یائے متکلم کے عوض میں لایا گیا ہے۔ اصل میں یا ابی تھا، اے میرے والد۔ علك اصل میں لعلك تھا اور عساکن دراصل عساك، نون برائے ضرورت شعری لایا گیا ہے۔

درجہ ثانیہ محل استشهاد: عساکن میں نون تنوین ترنم کا ہے۔

درجہ ثالثہ ترکیب: یا حرف نداء ابتا منادیٰ (جو کہ اصل میں یا ابی تھا) علك ای لعلك تجد رزقا ،لعلک حرف مشبہ بالفعل اسم، تجد رزقا خبر لل اپنے اسم اور خبر سے مل کر معطوف علیہ، او حرف عطف، عساکن ای عساکن، تجدہ معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو۔ عساکن اصل میں عساك تھا۔ تو پہلی مثال تنوین ترنم کے آخر بیت میں ہونے کی ہے اور دوسری مثال تنوین ترنم کی آخر مصرع میں ہونیکی ہے۔

قوله : و قد يحذف من العلم ------ با بنٍ اوابنةٍ -

ضابطہ کا بیان ہے۔

ضابطہ = علم سے تنوین کو حذف کرنا واجب ہوتا ہے جسوقت علم موصوف ہو جسکی صفت لفظ ابن یا ابنۃ ہو اور وہ لفظ ابن یا ابنۃ دوسرے علم کیطرف مضاف ہو کیونکہ یہ علم کثیر الاستعمال ہے اور کثرت استعمال خفت کا تقاضا کرتی ہے اسی لئے اس تنوین کو حذف کر دیا جاتا ہے تا کہ کلمہ میں خفت پیدا ہو (مزید ضوابط اور ابن کے ہمزہ کے حذف کرنے کا ضابطہ بھی ضوابط نحویہ اور تنویر میں دیکھئے۔

﴿بحث نون تاکید﴾

فصل نون التاکید ---------------- کان فیه طلب -

مصنفؒ اسی سترہویں اور آخری فصل میں نون تاکید کو بیان کررہے ہیں۔ یادرکھیں لفظ نون کی جو اضافت تاکید کیطرف ہے یہ اضافت بیانیہ ہے معنی یہ ہوگا النون الذی یفید التاکید لتحصیل المطلوب۔ کہ یہ نون مطلوب کے حصول میں تاکید کا فائدہ دیتا ہے۔

نون تاکید کی تعریف : نون تاکید وہ نون ہے جو امر اور مضارع کی تاکید کیلئے وضع کیا گیا ہو بشرطیکہ مضارع میں طلب والا معنی ہو۔ کیونکہ نون تاکید اس چیز کی تاکید کیلئے لایا جاتا ہے جسمیں طلب ہو۔

قوله **وهو بازاء قد لتاكيد الماضي وهي على ضربين** -

نون تاکید کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) خفیفہ (۲) ثقیلہ نون خفیفہ ساکن ہوتا ہے اور نون ثقیلہ یہ مشدد اور مفتوح ہوتا ہے۔

سوال : نون خفیفہ کو نون ثقیلہ پر کیوں مقدم کیا؟

جواب : نون خفیفہ اپنی اصل پر ہے اس لئے کہ یہ مبنی ہے اور مبنی میں اصل ساکن ہونا ہے اسی وجہ سے اسے مقدم کردیا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ نون خفیفہ نون ثقیلہ کا جزء ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جزء کل پر مقدم ہوتا ہے تو لہذا نون خفیفہ کو مقدم کردیا ہے اور نون ثقیلہ ہمیشہ مشدد اور مفتوح ہوتا ہے۔

سوال : نون ثقیلہ مفتوح کیوں ہوتا ہے؟

جواب : نون ثقیلہ ثقیل ہے اور ثقل خفت کا تقاضا کرتا ہے اور حرکات میں سے فتحہ اخف الحرکات تھی اس لئے اسے مفتوح کردیا گیا۔ لیکن اسکے مفتوحہ ہونے کیلئے شرط یہ ہے کہ اس سے پہلے الف نہ ہو۔ جیسے اضربَنّ اضربُنّ اضربِنّ اگر اس سے پہلے الف ہو تو یہ نون ثقیلہ ہمیشہ مکسور ہوتا ہے۔

سوال : الف کے بعد نون ثقیلہ مکسور کیوں ہوتا ہے؟

جواب : اسکی مشابہت ہوجاتی ہے نون تثنیہ کے ساتھ جیسے نون تثنیہ الف کے بعد آتا ہے

اسطرح یہ بھی الف کے بعد آ تا ہے اور وہ چونکہ مکسور ہوتا ہے اسی مشابہت کی بناء پر اسے مکسور کر دیا جاتا ہے البتہ فرق ان میں واضح ہے کہ نون تثنیہ کا مشدد نہیں ہوتا اور یہ نون تاکید کا مشدد ہوتا ہے۔

قولہ : و تدخل فی الامر ---------- و العرض جوازاً ۔

مصنفؒ **ضابطہ** بتانا چاہتے ہیں نون تاکید کے لانے کا۔ یہ کن کن مقامات میں آتا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ نون تاکید ثقیلہ اور خفیفہ امر کے آخر میں آتا ہے اور امر میں تعیم ہے کہ معلوم ہو یا مجہول ہو اسی طرح حاضر ہو یا غائب۔ سب کے آخر میں آتا ہے۔ (۲) نہی کے آخر میں آتا ہے۔ (۳) استفہام کے آخر میں (۴) تمنی کے آخر میں (۵) عرض کے آخر میں = جسکی علت مصنفؒ نے خود بتا دی ہے کہ ان پانچ مقامات میں طلب پائی جاتی ہے اور نون تاکید بھی طلب کی تاکید کیلئے آتا ہے اسی وجہ سے پانچوں مقامات پر نون تنوین کا آنا مناسب ہے۔

سوال : نون تاکید کا نفی میں بھی آتا ہے مصنفؒ نے اسکو بیان کیوں نہیں کیا؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ نفی کے اندر طلب نہیں پائی جاتی ہے حالانکہ تم نے قاعدہ بتایا ہے کہ نون تاکید کے لانے کیلئے مضارع میں طلب والا معنی پایا جائے۔

جواب : یہ بات درست ہے کہ واقعتا نون تاکید کا نفی کے ساتھ بھی آتا ہے باقی رہی یہ بات کہ نفی میں طلب نہیں تو کیسے اسکے ساتھ لاحق ہوتا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ نفی فعل میں نہی کے ساتھ مشابہ ہے جس طرح نہی کے ساتھ نون تاکید کا لاحق ہوتا ہے۔ اسی طرح نفی کے ساتھ بھی نون تاکید کا لاحق کر دیا جاتا ہے۔ باقی رہا یہ سوال کہ مصنفؒ نے ذکر کیوں نہیں کیا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ نفی کے ساتھ نون تاکید کا آنا قلیل ہے اسی لئے مصنفؒ نے اسے ذکر نہیں کیا۔

سوال : نون تاکید حروف معانی میں سے ایک حرف ہے جس طرح حرف استفہام، حرف قسم۔ حرف نفی حروف معانی میں سے ہیں اور شروع میں آتے ہیں اسطرح نون تاکید کو بھی شروع

میں ہونا چاہیئے تھا یہ آخر میں کیوں لاحق ہوتا ہے؟

جواب اول: کہ نون خفیفہ ساکن ہوتا ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ ابتداء بالسکون محال ہوا کرتا ہے۔ اسی وجہ سے نون تاکید کا ابتداء میں نہیں آتا کلمہ کے آخر میں آتا ہے۔

دوسرا جواب: تاکید ہمیشہ موکد کے بعد میں آخر میں آیا کرتی ہے تو اسی وجہ سے کلمہ کے آخر میں لاحق ہوتا ہے شروع میں نہیں آتا۔

قوله و قد تدخل فی القسم وجوباً لوقوعه ۔

یہاں پر قسم سے مراد جواب قسم ہے کیونکہ قسم پر تو نون تاکید کا داخل نہیں ہوتا اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جواب قسم اگر مثبت ہو تو نون تاکید کا داخل کرنا جواب قسم میں واجب ہوتا ہے اسکی وجہ ہے کہ متکلم قسم اس پر کھاتا ہے جو چیز اسکو مطلوب اور مقصود ہوتی ہے لہذا یہاں پر بھی طلب پائی گئی اور نحویوں نے اس نون تاکید کو اس لئے واجب قرار دیا کہ جس طرح قسم کا اول تاکید کے معنی سے خالی نہیں ہوتا اسی طرح قسم کا آخر بھی تاکید کے معنی سے خالی نہ ہو جیسے و اللہ لا فعلن کذا۔

فائدہ: اَمّا شرطیہ کے ساتھ نون تاکید کا آنا بھی کثیر ہے جیسے اما تفعلنّ اسکی وجہ اور علت یہ ہے کہ امّا کے آخر میں جوما زائدہ لایا گیا ہے تاکید کیلئے لایا گیا ہے لہذا جب حرف شرط میں تاکید موجود ہے تو فعل شرط کے ساتھ بھی تاکید لانا مناسب ہے اسی وجہ سے نون تاکید کا لایا جاتا ہے۔

قوله و اعلم انه یجب ضم ما .... نحواضربُنّ ۔

مصنفؒ نون ثقیلہ اور خفیفہ کے ماقبل کی شرط کیلئے ضابطہ بیان کرنا چاہتے ہیں۔

ضابطہ جس کا حاصل یہ ہے کہ نون ثقیلہ اور خفیفہ جمع مذکر غائبین اور جمع مذکر مخاطبین کے اندر ما قبل کا مضموم ہونا واجب ہے جس کی وجہ اور علت یہ ہے کہ یہاں پر واو محذوف ہوتی ہے اجتماع ساکنین کی وجہ سے کہ واو بھی ساکن اور نون بھی ساکن اور التقائے ساکنین اگرچہ جائز ہے لیکن خفت حاصل کرنے کیلئے پہلے ساکن واو کو حذف کر دیا جاتا ہے اور اس واو محذوفہ پر دلالت کرنے

کیلئے ماقبل کو ضمہ دینا واجب ہے تا کہ یہ ضمہ واو کے محذوفہ ہونے پر دلالت کرے۔

سوال : نون تا کید کی جمع مذکر میں لاحق کرنے سے التقائے ساکنین لازم آتا ہے جسکی وجہ سے واو کو حذف کیا جاتا ہے حالانکہ یہ واو فاعل ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ فاعل کو حذف کرنا جائز نہیں تو وہاں پر کیسے حذف کردیا گیا ہے؟

جواب : ہم یہ قطعاً نہیں کہتے کہ واو محذوف ہے اس لئے کہ جو اس پر دال ہے وہ ضمہ ہے اور وہ موجود ہے گویا کہ واو حذف ہی نہیں ہوئی۔

قوله و کسر ما قبلها فی المخاطبة ۔

اور واحدہ مؤنثہ مخاطبہ کے آخر میں جب نون تا کید لاحق کیا جائے گا تو اس کا ماقبل کا مکسور ہونا واجب ہوتا ہے تا کہ یہ یاء محذوفہ پر دلالت کرے۔ جیسے اضرِبِنَّ

قوله و فتح ما قبلها فی ماعداهما ۔

ماقبل کی دونوں صورتوں کے علاوہ یعنی صیغہ جمع مذکر بھی نہ ہو اور واحدہ مؤنثہ مخاطبہ بھی نہ ہو تو نون تا کید کا ماقبل ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے یعنی مفرد مذکر میں اور اسی طرح تثنیہ میں اور جمع مؤنث میں اور متکلم میں نون تا کید کے ماقبل کا مفتوح ہونا واجب ہے، مفرد میں تو ماقبل کا فتحہ تو اس لئے واجب ہے کہ اگر ماقبل کو ضمہ دیں تو جمع مذکر کے التباس آتا ہے اور اگر کسرہ دیں تو واحدہ مؤنثہ مخاطبہ کے ساتھ التباس لازم آتا ہے اس لئے مفرد کے اندر ماقبل کا مفتوح ہونا واجب ہے۔

سوال : التباس سے بچنے کا اور طریقہ بھی تھا کہ جمع کے ماقبل کو مکسور یا مفتوح کردیتے اور اسکو مضموم کردیتے؟ یا واحدہ مؤنثہ مخاطبہ کے ماقبل کو مفتوح کردیتے اور اسکو مکسور کردیتے؟

جواب : جمع مذکر کے ماقبل کے مضموم ہونیکی علت اور اسی طرح واحدہ مؤنثہ مخاطبہ کے ماقبل کے مکسور ہونیکی علت ہم نے بیان کردی وہ تو دے نہیں سکتے تھے اس لئے باقی حرکات میں سے فتحہ تھی تو وہ مفرد کے ماقبل کو دے دی۔ دوسری علت یہ بھی بیان کی جاسکتی ہے کہ مفرد بہ نسبت جمع کے کثیر الاستعمال تھا اور قاعدہ ہے کہ کثرت خفت کا تقاضا کرتی ہے اس لئے اخف الحرکات فتحہ

تھی تو وہ فتحہ مفرد کے ماقبل کو دے دی۔

قولہ **اما فی المثنی و جمع المؤنث** ۔

مصنفؒ تثنیہ اور جمع مؤنث کے ماقبل کے مفتوح ہونے کی علت بتا رہے ہیں کہ جب تثنیہ جمع مؤنث کے ساتھ نون تاکید کا لاحق ہو تو اسکا ماقبل بھی ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے۔ ماقبل کا مفتوح ہونا واجب ہے اسکی وجہ اور علت یہ ہے کہ تثنیہ اور جمع مؤنث کے آخر میں الف ہوتا ہے اور الف ماقبل میں فتحہ ہی چاہتا ہے اسی وجہ سے ماقبل کو مفتوح کر دیا گیا۔

قولہ **و زیدت الالف قبل النون فی جمع المؤنث** ۔

کہ جمع مؤنث میں چونکہ تین نون کا اجتماع ہو جاتا ہے اس لئے جمع مؤنث کے نون اور نون تاکید کے درمیان الف کا فاصلہ لانا واجب ہے تاکہ تین نوں کا اجتماع لازم نہ آئے جو کہ مکروہ ہے۔

قولہ : **و نون الخفیفۃ ------- و لا فی الجمع المؤنث** ۔

مصنفؒ ضابطہ بیان کرنا چاہتے ہیں۔

ضابطہ کہ نون خفیفہ کتنے مقام پر نہیں آتا اس کا حاصل یہ ہے کہ دو مقام میں نون خفیفہ کا آنا ناجائز اور ممنوع ہے۔ (۱) تثنیہ (۲) جمع مؤنث۔ ان دونوں مقام میں نون خفیفہ کا لاحق کرنا ناجائز ہے باقی رہی یہ بات کہ تثنیہ کے اندر نون خفیفہ کیوں داخل نہیں ہوتا اسکی وجہ اور علت یہ ہے کہ جب تثنیہ کے آخر میں نون خفیفہ لاحق کیا جائے تو التقائے ساکنین لازم آئے گا ایک ساکن الف اور دوسرا ساکن نون خفیفہ ہے اب الف کو حذف تو کر نہیں سکتے کیونکہ یہ ضمیر فاعل بھی ہے اور اس کے حذف کرنے سے تثنیہ کا مفرد کے ساتھ التباس لازم آئے گا اور دوسرا ساکن نون خفیفہ اسمیں دو صورتیں ہیں (۱) یا تو اسکو حرکت دی جائے یا اسکو ساکن رکھا جائے۔ اگر حرکت دی جائے تو وہ نون خفیفہ نون خفیفہ نہیں رہے گا اگر ساکن رکھا جائے تو التقائے ساکنین علی غیر حدہ لازم آتا ہے جو کہ غیر احسن بلکہ ناجائز ہے۔

سوال : نون تاکید خفیفہ کا تثنیہ کے ساتھ لاحق نہ ہونا تو دلیل کے ذریعے سمجھ آ گیا لیکن جمع

مؤنث کے آخر میں کیوں لاحق نہیں ہوتا ؟ اسکی علت اور وجہ سمجھ میں نہیں آتی ؟

جواب : نون خفیفہ سب احکام میں نون ثقیلہ کیطرح ہے جس طرح کہ نون ثقیلہ کے احکام میں سے ہے کہ جب وہ جمع مؤنث کے ساتھ لاحق ہوتا ہے تو الف فاصلہ کالانا ضروری ہوتا ہے تو یہاں پر بھی الف فاصلہ کالانا ضروری ہے اگرچہ وہ علت تین نونوں کے جمع ہونے والی موجود نہیں ہے اب وہی دلیل اور علت جو تثنیہ میں بیان کی گئی ہے یہاں بھی منطبق اور جاری ہو جائے گی۔

﴿و اللہ اعلم و علمہ اتم و احکم﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما

اعراب القرآن احب الینا من تعلیم حروفہ

فوائد نحو ○ ضوابط نحو ○ تحقیقات ○ تمرینات

تنویر

اردو شرح

نحو میر

تصنیف لطیف

احقر عطاء الرحمن ملتانی

جامعہ شرعیہ ○ شمع کالونی جی ٹی روڈ ○ گوجرانوالہ

قال عمرؓ علیکم بالعربیة فانها تثبت العقل وتزید فی المروءة

رفعۃ العوامل

اردو شرح

شرح مائۃ عامل

تراکیب نحویہ — ضوابطِ نحویہ

تصنیفِ لطیف

مفتی عطاء الرحمٰن ملتانی

ناشر

المکتبۃ الشرعیہ ○ شمع کالونی، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

فون ۲۵۹۱۸۳

مفتی عطاالرحمٰن ملتانی کی تصانیف
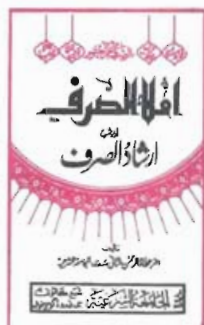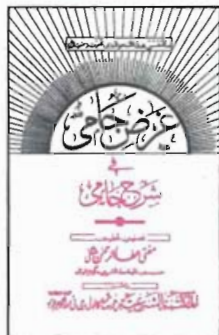
خوشخبری
دورہ صرف ونحو
پہلادورہ
جمادی الثانی سے ۲۹ رجب تک
دوسرادورہ
۵ شعبان سے ۲۵ رمضان المبارک تک
مولانا عطاالرحمٰن ملتانی پڑھائینگے
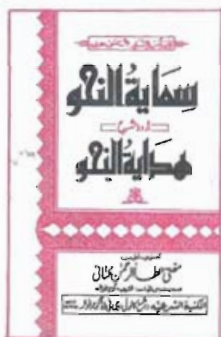
جواہرات
شرح
مفردات

اصطلاحات منطق

المکتبۃ الشرعیہ ۵ شمع کالونی، جی ٹی روڈ، گوجرانوالہ فون ۲۵۹۱۸۳